تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ۔ڈی اسلامک سٹڈیز

مجموعہ تعزیرات پاکستان کے فوجداری قوانین کا اسلامی فقہ جنائی کے ساتھ تقابلی مطالعہ اور جائزہ



مقالہ نگار:
استراج خان

نگرانِ مقالہ:
ڈاکٹر ابظاہر خان

ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز
عبدالولی خان یونیورسٹی
مردان،خیبرپختونخوا،پاکستان
اکیڈمک سیشن: 2014ء – 2016ء



وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

‘‘اور اے اہل عقل حکم قصاص میں تمہاری زندگانی ہے کہ تم قتل وخونریزی سے بچو۔’’

[سورۃ البقرہ ۲: ۱۷۹]

فہرسِ مندرجات (Table of Contents)

انتساب(Dedication)

میں اپنی اس حقیرسی کاوش کوسب سے پہلے

''ان تمام مدارس اور جامعہ عبدالولی خان مردان،خیبرپختونخوا،پاکستان''

کے نام کرتاہوں جہاں مجھے کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔

اس کے بعد

اپنےجملہ سابقہ وموجودہ***''اساتذہ کرام''***

بالخصوص اپنے مشرف اورمربّی***''مولاناڈاکٹرابظاہر خان''***کے نام ،

جن کی رہنمائی ومشاورت کی بدولت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے کچھ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اس کے ساتھ ساتھ

اپنے ***''والدین کریمین''*** کے نام

جنہوں نے زندگی کے ہر مشکل موڑ پر میری رہنمائی فرمائی ہے، ہر نشیب وفراز پر میرا سہارے بنے ہیں اور میری تعلیم وتربیت میں کوئی کسرنہیں چھوڑی ہے۔



DEPARTMENT OF ISLAMIC STUDIES
ABDUL WALI KHAN UNIVERSITY MARDAN
Phone #: +92-937-9230657 (1300)
Email: islamicstudies@awkum.edu.pk
URL: www.awkum.edu.pk

Certificate of Supervisor against Plagiarism

(Vide Ph.D Rules Section No. 17.2)

Certified that **Mr. Istiraj khan s/o Samar Gul**, Ph.D Research Scholar in Islamic Studies under university registration no. 11-AU-MC-M.Phil-Isl-S-3, Academic Session: 2015 -2017 has completed his research thesis, titled as:

''مجموعہ تعزیرات پاکستان کے فوجداری قوانین کا اسلامی فقہ جنائی کے ساتھ تقابلی مطالعہ اور جائزہ''

(A Compartive Study and review of offeneces affecting the human body of Pakistan Penal Code with Islamic fiqh Jinayi)

The undersigned, being the supervisor, has critically evaluated the contents of the dissertation and found the same free from all sort of plagiarism. Hence, I testify the thesis as a genuine work carried out by the researcher and I declare its originality.

Dr. Abzahir Khan
(Supervisor)

Certification of Committee Against Plagiarism

(Constituted Vide Agenda Item No. 4 of 10th ASRB Meeting held on March 10, 2015)

The Committee went through the contents of the thesis titled as:

"مجموعہ تعزیرات پاکستان کے فوجداری قوانین کا اسلامی فقہ جنائی کے ساتھ تقابلی مطالعہ اور جائزہ"

(A Comparative Study and review of offeneces affecting the human body of Pakistan Penal Code with Islamic fiqh Jinayi)

To the best of the knowledge of the committee and simultaneously consequent upon the certification of the supervisor concerned, it is certified that there is no similarity with materials published elsewhere, either in print or in electronic form; therefore, the committee has no reservation to declare that the above titled thesis is not plagiarized.

____

1. Dr. Siraj-ul-Islam Hanief
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies, AWKUM

____

2. Prof. Dr. Niaz Muhammad
Chairperson
Department of Islamic Studies, AWKUM

____

3. Prof. Dr. Miraj-ul-Islam Zia
Chairman, Department of Islamiyat, University of Peshawar

تشکّرات (Acknowledgements)

زیرِنظرمقالہ کی تکمیل پر سب سے پہلے اپنے ربّ کاشکرگذارہوں، اس کے بعد دورانِ مطالعہ کسی بھی قسم کا تعاون کرنے والےدرج ذیل تمام افراد کا تہ دل سے شکریہ اداکرتاہوں:

- استادِمحترم، شفیق مشرف اور پی ایچ-ڈی کوآرڈینیٹر مولانا ڈاکٹرابظاہر خان صاحب، اسسٹنٹ پروفیسرعلومِ اسلامیہ، جامعہ عبدالولی خان مردان
- استادِمحترم اور صدرِشعبہ ڈاکٹرحافظ صالح الدین صاحب حقانیؒ،ایسوسی ایٹ پروفیسرعلومِ اسلامیہ،جامعہ عبدالولی خان مردان
- استادِ محترم ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، اسسٹنٹ پروفیسر، جامعہ عبد الولی خان مردان
- استادِمحترم ڈاکٹرمحمدنعیم صاحب،اسسٹنٹ پروفیسرشریعہ اینڈلاء،شعبہ علومِ اسلامیہ،جامعہ عبدالولی خان مردان
- استادِمحترم ڈاکٹرمحمدطاہرصاحب ،اسسٹنٹ پروفیسرعلومِ اسلامیہ، جامعہ عبدالولی خان مردان
- ڈیپارٹمنٹل کنٹرولرامتحانات ڈاکٹرکریم دادصاحب،اسسٹنٹ پروفیسرعلومِ اسلامیہ،جامعہ عبدالولی خان مردان
- پروفیسرڈاکٹرمعراج الاسلام صاحب ضیاء،چیئرمین،شعبہ اسلامیات،جامعہ پشاور
- دیگرجملہ سٹاف ڈاکٹر شمس الحسین (اسسٹنٹ پروفیسر)، محمدزبیر صاحب(اسسٹنٹ پروفیسر)،عادل خان صاحب(اسسٹنٹ پروفیسر)، سہیل انورصاحب (لیکچرر)،مولانانجم الحسن صاحب(ڈیمانسٹریٹر)،محمدظہورصاحب(ڈیمانسٹریٹر)،حافظ سیدسلیم اللہ(ڈیمانسٹریٹر)،ملک شاہد کامران(ڈیمانسٹریٹر)،ایم-اے،ایم-فل وپی ایچ-ڈی (علومِ اسلامیہ)کے تمام معاون طلباءاورایڈمن سٹاف

- غلام ماجد صاحب، ریسرچ سپروائزر، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد
- معزز ومحترم دوست لطف اللہ، ایل ایل بی، سرٹیفائیڈ ٹیچر، ایلمنٹری اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن مردان
- محمد طفیل، ایم-ایس/ ایم- اے انگلش، لیکچرر این انگلش، گورنمنٹ ڈگری کالج بابوزئی کاٹلنگ

میں اپنے رب کے حضوردست بدعاہوں کہ اللہ کریم ان سب کوجزائے خیراوردین ودنیاکی فلاح وسعادت نصیب فرمائے-آمین-

استراج خان

پی ایچ-ڈی سکالر،شعبہ

علومِ اسلامیہ،

جامعہ عبدالولی خان

مردان،خیبرپختونخوا،پاکستان

تلخیصِ مقالہ (Abstract)

Law plays a pivotal role in the establishment of any peaceful society. The world at large, irrespective of the developed, developing and under developed nations, needs to have some sort of constitution. Islam, being proactive, devised important rules about 1400 years back for the safety of Deen, Life, Wealth, Wisdom and Generation. In Sharia they are called “Usool-e-Khamsa” (five rules). Since the entire building of the Sharia stands on these five rules therefore, Imam Shatibi and Imam Ghazali put them very high on the ladder and call them the basics of Deen.

As mentioned earlier, the safety of life is one of the basics of Deen. Therefore, Islam introduced the system of Qisas, it is proclaimed to have a life for life, and the same will happen for the wound.

The Prophet Muhammad ﷺ categorized murder and determined its different types according to the nature and circumstances and stated suitable punishments for them. The scholars of fiqah Hanfi, Maliki, Shaafi, Hanbali, and Jafari have further aligned the types of murders and their punishments in the light of what the Prophet ﷺ and his companions have said. The different types of murders are Qatal-e-amd (intentional murder), qatalshibh-e-amd (murder with doubtful intention), qatal qaim maqam khata (accidental murder) and qatl-e-bis-sabab. Sharia has decided Qisas(taking life for life) for some of these types of murders and Diyat (Ransom) for some.

After the Qisas for murder, there comes the turn of Qisas for a wound and if qisas is not possible, in certain cases, then ransom (Arsh) and Daman are discussed. Furthermore, the scholars have divided the injuries into different types in the light of ahadith. Similarly, the head and face injuries are called Sajjah, however, the same Shajjah then is divided into Harisah, Damigha, Damiya, Bazighah, Mutalahimah, Samhaq, Mudihah, Hashimah, Munaqqilah, Ammah and Damigha. Besides it, the cutting of any human organ is named as “Ibanat-ul-Atraf” in Islam and if the organ remains in its place but its power and peculiar talent can no more be used is called “Ibtal-ul-Manafi”. In the same manner, if something is pierced into the belly, which makes a hole in it, the injury is called either “Jaifa” or “Ghayer Jaifa” depending on the nature of the injury. Furthermore, beside these basic rules for murder and injury some other detailed rules also exist and discussed.

Pakistan Penal Code has gathered all these rules and has given them the shape of a law. However, the alignment of these laws with the Islamic fiqh is always a big question and it is feared that they miss the Islamic teachings regarding these issues. Therefore, this intellectual enquiry is all about the detailed comparative study of each section of Pakistan Penal Code regarding murder and injuries with all the five basic Islamic schools of thought. The intention is to make it clear that to what extent each section is in accordance or in conflict with which school of thought.

مقدمہ(Preface)

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کسی ملک کی خوش حالی کا دارومدار کافی حد تک اس کے داخلی امن وامان سے جڑا ہوتا ہے، اور جرم وسزا کا قانون جتنا ہی نسلی، لسانی اور معاشی امتیازات سے بری ہوتا ہے اتنی ہی ملکی سیاست، تعلیم اور معیشت جیسے اہم شعبے تیزی سے ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں انتظامیہ اور عدلیہ کے اختیارت، ان کی حدود میں بے اعتدالی، قانون کے ابہام اور جدید ہتھیار اور ٹیکنالوجی کی دن دگنی اور رات چگنی ترقی نے جرم کے نت نئے مواقع پیدا کردیے ہیں اور مجرموں کا حوصلہ اتنا بڑھا دیا ہے کہ وہ ایک طاقتور حکومت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں شریعت اسلامی نے روزِ اول سے جرم وسزا کے متعلق اتنے واضح احکام کا اعلان کردیا تھا کہ اس کے وجود اور اقتدار میں آتے ہی چند ہی سالوں کے اندر اسلامی سلطنت کی حدود میں جرم کا وجود مٹ گیا اور معاشرے میں ہر طرف امن وامان کی فضا پھیل گئی۔

سوءِ اتفاق سے پاکستان کے آزاد ہوتے ہی اس میں وہی تعزیراتِ ہند "مجموعہ تعزیرات پاکستان" کے نام سے نافذ ہوگیا جو ۱۸۹۸ء میں برطانوی استعمار نے اپنے اقتدار کے استحکام اور اپنے مخصوص استعماری، معاشی اور ثقافتی مقاصد کے لیے وضع کیا تھا اور افسوس کہ ملک میں اب تک وہی ضابطہ فوجداری رائج اور نافذ العمل ہے۔

اس کے نفاذ کی وجہ سے معاشرہ ایک طرف غیر اسلامی قانون کے تحت نظام زندگی گزارنے پر مجبور ہوگیا تو دوسری طرف اسلامی قانون کی افادیت سے محروم بھی ہوگیا اور شاید یہی وجہ ہے کہ لگ بھگ نصف صدی سے معاشرے میں بے چینی اس حد تک

بڑھ گئی ہے کہ قانون کا احترام ختم ہوگیا ہے اور لوگوں میں قانون شکنی کی ہوس بڑھتی چلی جارہی ہے۔

یہ اس قانون کی ناکامی کا ایک خاموش اور واضح ثبوت ہے۔ اس کو محسوس کرتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے پچھلی ربع صدی سے اسے اسلامی احکام کے ڈھانچے میں ڈالنے کے لیے کچھ اقدامات بھی اٹھائے ہیں لیکن بہ حیثیتِ مجموعی اس میں اب تک کئی دفعات اسلامی اصول سے غیر ہم آہنگ ہیں، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے مکمل طور پر اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے۔

اسی صورت حال کے پیشِ نظر زیرِ نظر مقالہ میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کے قصاص اور زخم سے متعلقہ باب کا فقہاء مذاہبِ خمسہ کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

1. قضیہ تحقیق (Statement of the Research Problem)

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ اس کی آزادی کا مقصد یہی تھا کہ اس ملک میں مسلمان اسلامی قوانین کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے قوانین پاکستان کا اسلامی فقہ کے مطابق ہونا ناگزیر ہے۔ آزادی پاکستان کے وقت سے ماہرین قانون حکومت پاکستان کو اس کے بارے میں اپنے خیالات پیش کرتے چلے آرہے ہیں لیکن حکومت پاکستان کی طرف سے اس کے بارے میں سنجیدہ اقدامات لینے میں کمی دیکھی گئی ہے جس کی وجہ سے حکومت پاکستان اور علماء کے درمیان مسلسل کشمکش اور تنازع کی صورت حال جاری رہتی ہے جو کہ پاکستان کے امن کی راہ میں رکاوٹ بنتا چلتا آرہا ہے۔

اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسی تحقیقات سامنے لائی جائیں جس میں قوانینِ پاکستان اور فقہ اسلامی کا جائزہ پیش کیا گیا ہو تاکہ حکومت فقہ اسلامی کی افادیت جان کر اس کے نفاذ میں سنجیدگی سے کام لے۔

مذکورہ صورت حالِ کے پیش نظر راقم کی نظر میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کے فوجداری قوانین کا مندرجہ ذیل تناظر میں تحقیق ضروری ہے:

۱: کیا مجموعہ تعزیرات پاکستان کے فوجداری قوانین اسلامی فقہ جنائی کے موافق ہیں؟

۲: اگر مجموعہ تعزیرات پاکستان کے فوجداری قوانین اسلامی فقہ جنائی کے موافق ہیں تو کس حد تک اور اس کے دلائل کیا ہیں؟

۳: اگر مجموعہ تعزیرات پاکستان کے فوجداری قوانین اسلامی فقہ جنائی کے موافق نہیں ہیں تو کن بنیادوں پر اورد ونوں کے مابین اختلاف کتنا ہے؟

مذکورہ تمام سوالوں کے علمی اور محققانہ جوابات کو مد نظر رکھ موضوع زیر نظر پر پی ایچ ڈی سطح پر کام کی ضرورت محسوس کی گئی۔

2. اہداف (Objectives)

اس تحقیقی کاوش کے بنیادی اہداف مندرجہ ذیل ہوں گے:

1. قتل اور اس کی اقسام کا فقہ جنائی کے تناظر میں جائزہ
2. احکام دیت کا فقہ جنائی کے تناظر میں جائزہ
3. صلح اور عفوکے احکام کا فقہ جنائی کے تناظر میں جائزہ
4. زخموں کے ارش کا فقہ جنائی کے تناظر میں جائزہ
5. اسقاطِ حمل کی صورتوں کا فقہ جنائی کے تناظر میں جائزہ

6. اتلاف صلاحیت عضو کا فقہ جنائی کے تناظر میں جائزہ

3. اہمیت موضوع (Significance of the Study)

پرامن معاشرے کے قیام کے لیے قانون بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ دنیا کا ہر ترقی یافتہ، ترقی پذیر اور غیر ترقی یافتہ ملک بغیر کسی امتیاز کے دستور کے قیام کا محتاج ہے۔ اسلام نے اس اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ۱۴۰۰ سال پہلےپانچ چیزوں : دین، جان ، مال، عقل اورنسل کی حفاظت کی خاطر انتہائی اہم اصول قائم کیے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اسے اصول خمسہ کہتے ہیں[1]۔چونکہ انہی اصول خمسہ پر پوری شریعت اسلامی کی عمارت کھڑی ہے اس لیے انہیں مقاصدِ شریعت کی حیثیت دی گئی ہے[2]۔قانون کے نفاذ میں شریعت اسلامی نے ایسے اصول اپنانے کی کوشش کی ہے جس سے مجرم کو سزا مل کر معاشرے میں امن بھی قائم رہے اور سزا دیتے وقت مجرم ظلم سے بھی محفوظ رہ سکے۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان ایک اسلامی ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا تو باقی ملکوں کی طرح پاکستان میں بھی قانون کے نفاذ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چونکہ ہندوستان میں تعزیرات ہند پہلے سے رائج تھا، اس وجہ سے پاکستان کو وہی ضوابط بطور قانون ورثہ میں ملے لیکن اس کا نام مجموعہ تعزیرات پاکستان رکھا گیا۔ تعزیرات ہند میں ایک معتد بہ حصہ انگریزی قانون سے ماخوذ تھا جس کے باعث علماء اور ماہرینِ قانون اس وقت سے اس پر تنقید کرتے چلے آرہے ہیں کہ یہ اسلامی قانون نہیں ہے۔حکومت پاکستان نے مجموعہ تعزیرات پاکستان میں ترامیم بھی کی ہیں لیکن اب تک اس میں غیر اسلامی عناصر کا ایک بڑا حصہ موجود ہے۔اس تناظر سے مجموعہ تعزیرات پاکستان کا اسلامی جنائی فقہ کے ساتھ تقابل انتہائی اہم ہے لیکن چونکہ پی ایچ ڈی سطح پر تمام تعزیرات پاکستان کا تجزیہ پیش نہیں کیا جاسکتا اس لیے اس مقالہ میں صرف قصاص اور زخم سے متعلقہ قوانین کا فقہ جنائی کے تناظر میں جائزہ پیش کیا جائے گا۔

4. سابقہ تحقیقات کا جائزہ (Review of Literature)

تعزیرات پاکستان کے متعلق مندرجہ ذیل پہلوؤں سے کام کیا گیا ہے:

اسلامی نظریاتی کونسل نے تعزیرات پاکستان کے متعلق اپنی رپورٹس پیش کی ہیں لیکن ان کو ملک میں رائج اکثریتی فقہ (فقہ حنفی) تک محدود رکھا گیا ہے۔

محمد عمار خان ناصر نے: حدود وتعزیرات: چند اہم مباحث" کے عنوان کے تحت تعزیرات پاکستان کے متعلق اپنا تحقیقی کام پیش کیا ہے، تاہم محترم عمار ناصر نے تمام تعزیرات پاکستان پر نہیں بلکہ اس کے چند مخصوص مسائل پر بحث کی ہے۔

ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب نے "مجموعہ قوانین اسلام" کے نام سے چھ جلدوں میں :نکاح، طلاق، نسب اولاد، ہبہ، وقف، وصیت، وراثت اور شفعہ کے متعلق بالترتیب اسلامی قوانین کی وضاحت پیش کی ہے لیکن اس میں حدود وجنایات کے قوانین سے بحث نہیں کی ہے، لہٰذا ان کے کام میں اس خلا کو پر کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

---

[1] الموسوعۃ الفقہیہ کویتیہ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، ۲۸: ۲۰۹، دار السلاسل کویت، ۱۴۰۴ھ

[2] الموافقات، ابراہیم بن موسی شاطبی، ۲: ۱۷، دار ابن عفان، ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۷ء

مفتی شعیب عالم نے "تعزیرات پاکستان کی بعض دفعات کا شرعی جائزہ-1" کے عنوان سے ایک مضمون مرتب کیا ہے[3] لیکن یہ چند صفحات کا مختصر مضمون ہے۔

جنایات کے موضوع پر مصر کے مشہور عالم ڈاکٹر عبد القادر عودہ نے "التشریع الجنائی الاسلامی مقارنًا بالقانون الوضعی" کے نام سے بہت جامع اور مفید کتاب لکھی ہے لیکن اس میں خطہ مصر کو ملحوظ رکھا گیا ہے، نیز اس میں فقہ جعفری کی وضاحت پیش نہیں کی گئی ہے۔

عرب کے ایک دوسرے عالم محمود شحت الجندی نے "جرائم الاحداث فی الفقہ الاسلامی" کے نام سے جنایات کے متعلق ایک مفید تحقیق پیش کی ہے لیکن یہ تحقیق پاکستانی قوانین کی روشنی میں نہیں دی گئی ہے، نیز اس میں بھی فقہ جعفری سے بحث کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے۔

لہٰذا مذکورہ کام مجموعہ تعزیرات پاکستان کے فوجداری قوانین کے تمام دفعات کے متعلق راقم کے مطمحِ نظر مقصد کے مطابق ٹھوس مواد فراہم نہیں کرتا، لہٰذا اس قضیے کو مدنظر رکھ کر راقم نے اس پر کام کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔

امید واثق ہے کہ یہ تحقیقی کاوش اپنی اہمیت اور نوعیت کے اعتبار سے ندرت اور انفرادیت کی حامل ہوگی جس پر پی ایچ ڈی سطح پر کام کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔

5. منہج تحقیق (Research Methodology)

اس تحقیقی مقالے کی تکمیل مندرجہ ذیل منہج کو زیرِ نظر رکھ کر کی گئی ہے:

- زیرِ نظر مقالہ کی ابتداء میں کچھ ابتدائی مباحث ذکر کیے گئے ہیں جو بالترتیب عنوانِ مقالہ، فہرست ابواب، تشکر، تلخیصِ مقالہ، مقدمہ اور منہجِ تحقیق پر مشتمل ہیں۔
- ان عناوین کو ان کی امتیازی حیثیت کے پیشِ نظر عام مقالہ کی عددی ترتیب سے الگ رکھا گیا ہے اور ان کے صفحات کو ترتیبِ ابجدی سے مرتب کیا گیا ہے۔
- زیرِ نظر مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور پھر باب کو چار ذیلی فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- پہلا باب مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کے تعارف، مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کے اجزاء اور مذاہبِ خمسہ کے تعارف پر مشتمل ہے۔
- مذاہبِ خمسہ کے تعارف میں شخصیاتِ مذہب اور کتابیاتِ مذہب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔
- کتابیات اور شخصیات کو ذکر کرتے وقت ان کی وفات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے، ہاں اگر کسی کتاب کی کوئی مستند شرح یا حاشیہ وغیرہ ہو تو اصل کتاب کے ساتھ اس کے ذکر کرنے میں ترتیبِ وفیات کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔
- شخصیات کے تعارف میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔
- کتابیات اور شخصیاتِ اہلِ تشیع کا تعارف ان کی کتابوں سے پیش کیا گیا ہے اور راقم نے شخصیات یا کتابیاتِ اہل تشیع کے تعارف کو ان کی کتابوں سے نقل کرتے وقت دو وجہوں سے ان کی اپنی طرف سے تائید یا تردید کی ضرورت محسوس نہیں کی ہے: پہلی وجہ یہ ہے کہ طوالت سے بچا جا سکے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ زیرِ نظر مقالہ کسی مذہب یا فرقہ کا تنقیدی جائزہ لینے کی شکل اختیار نہ

[3] تفہیم اسلام، مقالات ومضامین، فقہ وقانون، ۲۳ جمادی الاول بمطابق 15-03-2015

کرے، لہٰذا تتبعِ اہلِ تشیع کے بارے میں کوئی قول نقل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ راقم بھی اس سے من وعن متفق ہے۔

- مقالہ کے متن میں مذکور کسی بھی علم کا تعارف حاشیہ میں دیا گیا ہے، البتہ جو اعلام "شخصیاتِ مذاہب" کے تعارف کے سلسلہ میں ایک مرتبہ مقالہ کے متن میں ذکر کیے گئے ہیں تو حاشیہ میں ان کے تعارف کی دوبارہ ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے، ہاں اگر ان متعارف شخصیات میں سے کسی کا ذکر متن میں مذکورہ تعارف سے پہلے آیا ہے تو ان کا تعارف حاشیہ میں دیا گیا ہے۔
- کسی دفعہ کا فقہی جائزہ لیتے وقت سب سے پہلے انگریزی زبان میں اس کا اصلی متن ذکر کیا گیا ہے، اس کے بعد اس کا اردو ترجمہ اور آخر میں مذاہبِ خمسہ کی روشنی میں اس کا فقہی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔
- کسی دفعہ کے متعلق ائمہ مذاہب کی رائے نقل کرنے کے بعد آخر میں "تجزیہ" کے عنوان کے تحت متعلقہ دفعہ کا مذاہبِ خمسہ سے موافقت یا مخالفت واضح کی گئی ہے۔ نیز ضرورت کے وقت راقم کی اپنی رائے بھی اسی عنوان کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔
- کسی باب کے شروع سے پہلے اس کے فصول کی فہرست مع تعیینِ صفحات دی گئی ہے۔
- مصادر ومراجع کا حوالہ اسی صفحہ میں دیا گیا ہے۔
- تمام مذاہب کے اقوال نقل کرتے وقت راقم نے بقدرِ استطاعت اصلی مصادر کی طرف رجوع کیا ہے، البتہ اگر ان میں متعلقہ جزیہ نہیں ملا ہے یا اس کے متعلق اصلی مصدر تک رسائی مشکل ہوگئی ہے تو مذہب کے مستند جدیدمصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- کسی کتاب کا حوالہ دیتے وقت سب سے پہلے مصنف کی مشہور کنیت، نام یا لقب، اس کے بعد مصنف کا نام اور اس کے بعد کتاب کا نام، مطبع اور سنِ طباعت، بشرطیکہ موجود ہو، دیا گیا ہے۔
- کسی ایک مذہب کے کئی مصادر کا حوالہ دیتے وقت مصنفین کی وفیات کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- کوئی جزیہ ذکر کرتے وقت مصدرِ محولہ کے متن کے لفظی ترجمہ کی بجائے مفہومی ترجمہ کو ترجیح دی گئی ہے۔
- کسی ایک جزیہ کے متعلق متعدد مصادر کے حوالہ جات دینے کا مطلب یہ ہے کہ مخصوص جزیہ، مع تعبیر کے اختلاف یا الفاظ کی کمی بیشی کے، تمام مصادر میں موجود ہے۔
- آیت کا حوالہ دیتے وقت ترتیبِ توقیفی کے اعتبار سے سورۃ اور آیت کے عددی نمبر ذکر کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔
- تمام مقالہ میں مقصدِ اصلی اور اس کے متعلق اہم مباحث تک محدود رہنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- احادیث کے حوالہ جات مصادرِ اصلیہ سے دیے گئے ہیں۔
- غریب الفاظ اور کلمات کی تشریح ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔
- نبی کریمﷺ پر صلوۃ، صحابہ رضی اللہ عنہم پر ترضی (دعائے رضا: رضی اللہ عنہ) اور ائمہ پر ترحم (دعائے رحمت: رحمہ اللہ) کا اہتمام کیا گیا ہے۔
- مقالہ کے اختتام پر خلاصہ بحث، نتائجِ بحث اور تجاویز وسفارشات دیے گئے ہیں۔
- مقالہ کے آخر میں فہارس کی تفصیل دی گئی ہے۔

فنی فہرس کے عنوان کے تحت فہرس آیاتِ قرآنیہ (ترتیبِ توقیفی) ، فہرسِ احادیث ، فہرسِ رُواۃ، فہرسِ اعلام، فہرسِ بلدان اور فہرسِ مصادر و مراجع (عربی، اردو اور انگریزی) کو ان کے متعلقہ حروفِ تہجی (الف بائی) ترتیب سے درج کیا گیا ہے۔

بابِ اول: مجموعہ تعزیرات پاکستان اور فقہِ مذاہب اربعہ وفقہِ جعفری کا تعارفی جائزہ:

فصلِ اول: مجموعہ تعزیرات پاکستان کا تعارفی جائزہ

مجموعہ تعزیرات پاکستان کا تعارف: مجموعہ تعزیرات پاکستان، پاکستان[4] میں ہونے والے جرائم کا ایک ضابطہ قانون ہے۔ اسے لارڈ میکالے[5] نے چند ماہرین قانون کی مددسے

[4] جمہوریہ اسلامیہ پاکستان جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آیا۔ ۱۹۴۷ء کو انگریزوں نے ہندوستان کو دو آزاد ریاستوں: بھارت اور پاکستان میں تقسیم کیا۔ پاکستان کے حصے میں برطانوی ہند کے شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقے آئے۔ مغربی حصے میں صوبہ مغربی پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان جو پاکستان کے چار صوبے ہیں، جب کہ مشرقی حصے میں مشرقی بنگال اور سلہٹ کا ضلع شامل تھا جو کہ اب موجودہ پاکستان کا حصہ نہیں ہے۔
[اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۵: ۳۶۲، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء]

[5] تھامس ببنگٹن میکیولےThomas Babington Macaulay ایک انگریز تھا جو لیسسٹر شائر انگلینڈ میں ۱۸۰۰ء کو پیدا ہوئے اور لارڈ میکالے Lord Macualayکے نام سے مشہور ہوئے۔ لارڈ میکالے ۱۸۳۴ء میں قانونی مشیر کی حیثیت سے ہندوستان آئےاور ۱۸۳۸ء تک اپنے خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے لندن میں ۱۸۵۹ء کووفات پائی۔
[Macaulay, Thomas, Britannica Student Library, Chicago, Encyclopaedia Britannica, 2012]

تعزیراتِ ہند کے نام سے ہندوستان[6] کے لیے تیار کیا تھاجسے ۶ اکتوبر ۱۸۶۰ء میں Act No. XLV کے مطابق قانونی حیثیت دے دی گئی[7]۔

اس قانون کے نفاذ کا پسِ منظر یہی تھا کہ جب ۱۹۴۷ء میں پاکستان ایک اسلامی ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا تو باقی ملکوں کی طرح پاکستان میں بھی قانون کے نفاذ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چونکہ ہندوستان میں تعزیراتِ ہند پہلے سے رائج تھا، اس وجہ سے پاکستان کو وہی ضوابط بطور قانون ورثہ میں ملے لیکن اس کا نام مجموعہ تعزیرات پاکستان رکھا گیا[8]۔

گوکہ فقہی اصطلاح میں تعزیرات حدود کے مقابلے میں سزا کی ایک خاص قسم ہے، چنانچہ فقہی اصطلاح میں "حد" زجر اور روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر مقررہ سزا کو کہتے ہیں: عقوبةٌ مقدرةٌ وجبت حقاً لِلّهِ تعالی زجراً، جب کہ تعزیر حد کے علاوہ ہر وہ سزا ہے جو تادیب اور تنبیہ کے طور پر دی جائے: هو تأديبٌ دون الحد[9]، تاہم مجموعہ تعزیرات پاکستان محض تعزیری سزاؤں تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں حدود بھی بیان ہوئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کو "مجموعہ تعزیرات" کا نام دینا محض ایک اصطلاح ہے، ولامشَاحةَ فِی الإِصطِلاحِ۔

فوجداری قوانین کا تعارف: مجموعہ تعزیرات پاکستان ۲۳ ابواب پر مشتمل ہے جس میں مختلف قسم کے جرائم کی سزاؤں کو قانونی شکل دی گئی ہے۔ اس کے سولہویں باب میں "of offences affecting the human body" کے عنوان سے انسانی جسم سے متعلقہ جرائم کی سزاؤں کا اعلان کیا گیا ہے[10]۔ اس باب میں خصوصی طور پر قتل اور زخم کے وہ دفعات بیان ہوئے ہیں جن کو فقہاء فقہ جنائی، فقہ الجنایات یا اسلام کے فوجداری قوانین سے تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ جنایت کے لغوی معنی مطلق گناہ اور جرم کے ہیں[11]، جب کہ فقہاء کے نزدیک اس سے مراد ہر وہ حرام اور ممنوع فعل یا حرکت ہے جو کسی انسانی جان ، ہاتھ یا پاؤں وغیرہ کو ضرر دینے کا باعث بنے[12]۔

اسلامی نظریاتی کونسل اور پاکستانی قانون کی رو سے ضابطہ فوجداری قوانین کا اطلاق تمام کریمینل لاز (Criminal Laws)پر کیا جاتا ہے جس میں قصاص اور زخم کے علاوہ دوسرے قسم کے جرائم بھی داخل ہیں، یہی وجہ ہے کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان نے قصاص اور زخم سے متعلق سولہویں باب کو "of offences affecting the human body" "ان جرائم کے بارے میں جو انسانی زندگی کے بارے میں اثر انداز ہوں" کا عنوان دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں فقہاء کے نزدیک فوجداری قوانین سے مراد

---

[6] ہندوستان (ہند) ایک ملک کا نام ہے جسے قدیم زمانے میں جنوب مشرقی ایشیا کے علاقوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا جن میں انڈونیشیا اور ملایا کے علاقے بھی شامل تھے۔ شمال مغربی علاقوں کے لیے سندھ کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ آخر میں ان تمام علاقوں کے لیے ہند کا لفظ مشہور ہوگیا۔ پھر "ہ" کا حرف "الف" میں بدل کر یہ نام فرنچ میں اند [Ind]اور انگریزی میں انڈیا [India]کی صورت میں مشہور ہوگیا۔ [اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۳: ۱۶۳]

[7] Irafan Ahmad Saeed ,The Pakistan Penal Code, Page:1, Irfan Law Book House Lahore, 1999

[8] The Pakistan Penal Code, Chapter 1, sec:1, page:1

[9] برکتی، محمد عمیم احسان، التعریفات الفقہیہ ۱: ۵۸/ ۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء

[10] The Pakistan Penal Code, Chaper XVI, Page: 323

[11] زبیدی، مرتضی، محمد بن محمد، تاج العروس من جواہر القاموس ۳۶: ۳۴۶، دار الہدایہ

[12] دیکھیے: جرجانی، علی بن محمد، التعریفات۱: ۱۰۶، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ اور تھانوی، محمد اعلی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم۱: ۱۰۰۵، مکتبہ لبنان ناشرون، بیروت، ۱۹۹۶ء

فقہ جنائی ہی ہوتی ہے۔ چونکہ جنایات کے لیے مجموعہ تعزیرات پاکستان کے عنوان "ان جرائم کے بارے میں جو انسانی زندگی کے بارے میں اثر انداز ہوں" کے مقابلے میں فقہی اصطلاح " فوجداری قوانین" زیادہ واضح اور مختصر ہے، اسی وجہ سے زیرِ نظر موضوع کے عنوان: مجموعہ تعزیرات پاکستان کے فوجداری قوانین کا اسلامی فقہ جنائی کے ساتھ تقابلی مطالعہ اور جائزہ" میں جنایات کے لیے قانونی اصطلاح کی بجائے فقہی اصطلاح "فوجداری قوانین" استعمال کی گئی ہے۔

مجموعہ تعزیرات پاکستان اور اسلامی نظریاتی کونسل: جیسا کہ عرض کیا گیا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان اصل میں تعزیراتِ ہند ہی ہے اور چونکہ تعزیراتِ ہند میں ایک معتد بہ حصہ انگریزی قانون سے ماخوذ تھا جس کے باعث علماء اور ماہرینِ قانون اس وقت سے اس پر تنقید کرتے چلے آرہے ہیں کہ یہ اسلامی قانون نہیں ہے۔ اسی تنقید کے خاتمہ کے لیے مجموعہ تعزیرات پاکستان اور اس جیسے کئی دوسرے قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے کے لیے ۱۹۷۳ء کے آئین میں اسلامی نظریاتی کونسل[13] کو وجود دیا گیا۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے وقتا فوقتا مجموعہ تعزیرات پاکستان کے کئی دفعات کے متعلق سفارشات دیے، جن میں بعض شفارشات کو قانونی شکل دے کر مجموعہ تعزیرات پاکستان میں ترمیم کرکے اس کا حصہ بنایا گیا ہے جب کہ بعض سفارشات تا حال معطل پڑے ہیں۔ چونکہ اسلامی نظریاتی کونسل نے مجموعہ تعزیرات پاکستان کے ایک ایک دفعہ کو اٹھا کر اس کا جائزہ نہیں لیا ہے، نیز اس کے پیش کردہ تمام سفارشات کو قانونی شکل بھی نہیں دی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ بہ حیثیتِ مجموعی مجموعہ تعزیرات پاکستان کے متعلق اب تک یہ اشکال اٹھایا جاتا ہے کہ یہ اسلامی قوانین نہیں ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے مجموعہ تعزیرات پاکستان سے متعلق جو رپورٹس پیش کی ہیں، ان میں زیرِ نظر موضوع کے متعلق اہم رپورٹس کا خاکہ یہاں دیا جاتا ہے[14]:

عنوان	سالانہ یا فائنل رپورٹ	سال	صفحہ
اسلامی فوجداری قانون (حدود، قصاص، تعزیر) اور اخلاقیات	سالانہ رپورٹ	۲۰۰۳ء - ۲۰۰۵ء	۲۸۶
تعزیرات پاکستان اور ضابطہ فوجداری میں ترامیم	سالانہ رپورٹ	۱۹۸۰ء - ۱۹۸۱ء	۴۸-۴۹
رپورٹ جائزہ مجموعہ ضابطہ فوجداری ، ۱۸۹۸ء: ملاحظات/ ترامیم	—	۲۰۰۰ء	۲۳۷

---

13 ۱۹۷۳ء کے آئین میں دفعہ:۲۲۷ کی رو سے طے پایا گیا کہ موجودہ تمام قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔ دفعہ: ۲۲۸ میں دفعہ: ۲۲۷ کو عملی شکل دینے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کا تقرر طے پایا گیا جس کے ممبرز کی تعداد ۸ سے کم اور ۲۰ سے زیادہ نہ ہوگی، جن میں کم از کم دو ممبرز سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج رہے ہوں۔ اس کونسل کا فریضہ پارلیمنٹ، صوبائی اسمبلی، صدر یا حکومت کو کسی قانون کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے کے لیے سفارشات پیش کرنے کا ہے۔
[The constitution of the Islamic republic of Pakistan, National Assembly of Pakistan, Provision: 227-230, P: 130, upto 20th April, 2010]

14 اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹوں کا اشاریہ 1962 – 2006 : ۳۰/ ۳۲، پرنٹنگ کارپوریشن پاکستان پریس، اسلام آباد

ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء پر نظر ثانی	سالانہ رپورٹ	۱۹۸۰ء ۱۹۸۱ء	-	۱۱-۱۱
مجموعہ ضابطہ فوجداری ، ۱۸۹۸ء پر غور	سالانہ رپورٹ	۲۰۰۰ء ۲۰۰۵ء	—	۲۸۸-۲۸۹
اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ بابت تعزیرات پاکستان ترمیمی بل	سالانہ رپورٹ	۱۹۸۸ء ۱۹۸۹ء	-	۴۲-۶۴
مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۰۲ اور ضابطہ فوجداری کی دفعات ۳۰۱/ ۳۰۲ اور ۳۰۳	سالانہ رپورٹ	۱۹۸۷ء ۱۹۸۸ء	-	۲۳
مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء میں مزید ترمیم کا بل	سالانہ رپورٹ	۱۹۹۰ء ۱۹۹۱ء	-	۳۱-۳۵
مجموعہ تعزیرات پاکستان کا ترمیمی بل ۱۹۸۷ء	سالانہ رپورٹ	۱۹۸۸ء ۱۹۸۹ء	-	۲۷-۶۶

چونکہ ان میں اکثر رپورٹس ایسی ہیں جن میں بہ حیثیتِ مجموعی مجموعہ تعزیرات پاکستان کا جائزہ لیا گیا ہے، لہذا ان میں زیرِ بحث موضوع کے متعلق تفصیل عدم کے برابر ہے[15]۔

البتہ اسلامی نظریاتی کونسل نے ملک میں رائج اکثریتی فقہ (فقہ حنفی) کی روشنی میں خصوصی طور پر قصاص اور دیت کے متعلق کچھ تفصیلی ڈرافٹ لاء پیش کیا ہے جس میں جنایات کے عاقلہ اور قسامت جیسے اہم مسائل کا تصور بھی پیش کیا گیا ہے، لیکن مجموعہ تعزیرات پاکستان میں ان کو قانونی شکل نہیں دی گئی ہے[16]۔

---

[15] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اسلامی نظریاتی کونسل، رپورٹ جائزہ مجموعہ ضابطہ فوجداری، ۱۸۹۸ء، ملاحظات/ مجوزہ ترامیم، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء، سگما پریس، اسلام آباد
Justice DR. Tanzil ul Rahman, Islamic Crimnal laws (Part-1 Hudud), Moosa Printers, Islamabad, 2013

[16] Council of Islamic Ideaology, Draft ordinance relating to the law of Qisas and Diyat, june 1981, Sigma Press Urdu Bazar, Rawalpindi, May 2012

فصلِ دوم: مجموعہ تعزیرات پاکستان کے حصے:

مجموعہ تعزیرات پاکستان میں 23 ابواب شامل ہیں جن میں مختلف قسم کے جرائم کی سزاؤں کا اعلان کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہر باب اور اس میں ذکر کردہ اہم دفعات اور جرائم کا ذکر کیا جاتا ہے:

باب ۱: تعارف

یہ باب دفعہ ۱ تا دفعہ ۵ پر مشتمل ہے۔
اس میں مجموعہ کے نام، وسعت، اطلاق، پاکستان میں ارتکاب کردہ جرائم اور ان جرائم کی سزا جو پاکستان سے باہر سرزد ہوں مگر ان کی تجویز قانون کی رو سے ملک کے اندر ہوسکتی ہے، سے بحث کی گئی ہے۔ نیز اس باب میں مجموعہ ہذا کا ان جرائم سے تعلق سے بھی بحث کی گئی ہے جن کا ارتکاب پاکستان سے باہر ہو[17]۔

باب ۲: عام تشریحات

یہ باب دفعہ ٦ تا دفعہ ۵۲ پر مشتمل ہے۔
اس باب میں لفظِ جنس، واحد، جمع، مرد، عورت، شخص، عوام الناس، ملکہ معظمہ، ملازم مملکت، حکومت، جج، کورٹ آف جسٹس، سرکاری ملازم، مال منقولہ، فائدہ بے جا، بددیانتی، فریب، تلبیس، دستاویز، کفالت المال، وصیت نامہ، فعل، ترکِ فعل، بالارادہ یا رضاکرانہ، جرم، قانون مختص الامر، قانون مختص المقام، خلافِ قانون، ضرر، حلف، حیات، موت، حیوان، جہاز وکشتی، سال وماہ، نیک نیتی اور پناہ دینے کی تعریفات دی گئی ہیں اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ ان کا اطلاق کن اشیاء اور کن صورتوں پر ہوگا۔
نیز کوئی فعل جو اپنی ذات کے اعتبار سے جرم نہ ہو لیکن مجرمانہ علم یا ارادہ سے کیا گیا ہو، ایسا فعل جس کے مرتکب چند اشخاص ایک ہی نیت سے ہوں اور نتیجہ جو کسی قدر فعل اور کسی قدر ترکِ فعل سے پیدا ہوا ہو، سے بھی اس باب میں بحث کی گئی ہے[18]۔

باب ۳: سزاؤں کے بیان میں

یہ باب دفعہ ۵۳ تا دفعہ ۷۵ پر مشتمل ہے۔
اس باب میں سزاؤں، تبدیلی سزائے موت، تبدیلی سزائے عمر قید، صدر کے اختیار کے لیے استثناء، سزاؤں کی معیادوں کے حصص، جرمانہ کی مقدار، عدمِ ادائیگی جرمانہ پر سزائے قید، عدمِ ادائیگی جرمانہ کی قید کی قسم، ایسے جرم کی صورت میں عدمِ ادائیگی جرمانہ پر قید جو صرف جرمانہ کیا جاسکتا ہو، جرمانہ چھ سال کے اندر یا اثناءِ قید وصول کیا جا سکتا ہے، موت کی صورت میں جرمانہ کی ادائیگی، اس شخص کی سزا

---

[17] پڈھیار، چوہدری صابر علی، فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱/ ۳ ، عرفان لاء بک ہاؤس نزد ہائیکورٹ، لاہور، ۲۰۱۵ء
[18] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦/۴

یعنی جو چند جرائم میں سے ایک کا مجرم ہو لیکن جرم کا تعین مشکوک ہو، قیدِ تنہائی اور قیدِ تنہائی کی معیاد کے متعلق تفصیلات دیے گئے ہیں[19]۔

باب ۴: عام مستثنیات

یہ باب دفعہ ۷٦ تا دفعہ ۱۰٦ پر مشتمل ہے۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مستثنیات بیان ہوئے ہیں:

کسی ایسے شخص کا فعل جو قانونا پابند ہو، جج کا فعل جب کہ وہ عدالتی کام کررہا ہو، ایسا فعل جو عدالتی فیصلہ یا حکم کے بموجب کیا جائے، کسی شخص کا ایسا فعل کرنا جو قانوناً حق بجانب ہو، اتفاق جو کسی جائز امر کے کرنے میں پیش آئے، ایسا فعل جس سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو لیکن بلامجرمانہ نیت اور دیگر نقصان روکنے کے لیے کیا گیا ہو، سات برس سے کم عمر بچے کا فعل، سات سال سے زیادہ اور بارہ برس سے ایسے کم عمر کے بچے کا فعل جو ابھی پختہ عقل نہ رکھتا ہو، فاتر العقل شخص کا فعل، مرضی کے بغیر نشہ میں ہونے کے سبب تمیز کے ناقابل شخص کا فعل، نشہ میں ایسے فعل کا ارتکاب جس کے لیے نیت یا علم کی ضرورت ہو، کسی کی رضامندی سے ایسے فعل کا ارتکاب جس کا مقصد ہلاک کرنا اور ضرب شدید پہنچانا نہ ہو، نیک نیتی سے کسی بچے یا فاتر العقل کے فائدے کے لیے کسی فعل کا ارتکاب، کسی شخص کی رضامندی کے بغیر نیک نیتی سے کسی فعل کا ارتکاب اور دھمکیوں سے مجبور ہوکر کسی فعل کا ارتکاب۔

اس باب میں کسی ممکنہ حملہ سے بچاؤ اور جسم ومال کی حفاظت کی خاطر کیے گئے افعال کے متعلق بھی مختلف دفعات شامل ہیں[20]۔

باب ۵: اعانت کے بیان میں:

یہ باب دفعہ ۱۰۷ تا دفعہ ۱۲۰ پر مشتمل ہے۔

اس باب میں ان جرائم کے متعلق سزاؤں کا تعین کیا گیا ہے جن کا تعلق دوسروں کی اعانت سے ہے،اعانت کرنے والے کو معین جب کہ جس کی اعانت کی جائے اسے معان کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل اہم دفعات شامل ہیں:

ان جرائم کی اعانت جو پاکستان سے باہر کیے گئے ہوں، اعانت کی سزا، معین اور معان کی نیت کے اختلاف کی صورت میں اعانت کی سزا، اعانت کی صورت میں معینہ نتیجے کی بجائے دوسرے نتیجے کے حصول کی صورت میں سزا کا تعین، ایسے جرم میں اعانت یا اس کی تدبیر کو چھپانا جس کی سزا موت یا عمر قید ہے اور سرکاری ملازم ایسے جرم کے ارتکاب کو چھپائے جس کا انسداد فرض ہو[21]۔

باب 5-A سازشِ مجرمانہ

اس باب میں سازش مجرمانہ کی سزا کے متعلق دفعات دیے گئے ہیں، سازشِ مجرمانہ سے مراد یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد کسی ناجائز فعل یا ناجائز طریقے سے کسی فعل کرنے پر راضی ہوں[22]۔ یہ باب سازشِ مجرمانہ کی تعریف اور سزا پر مشتمل ہے۔

باب ٦: مملکت کے خلاف جرائم

یہ باب دفعہ ۱۲۱ تا دفعہ ۱۳۰ پر مشتمل ہے۔

اس میں مندرجہ ذیل اہم دفعات شامل کیے گئے ہیں:

پاکستان کے خلاف جنگ کرنا، جنگ کرنے کا اقدام یا جنگ کرنے میں اعانت کرنا، ان جرائم کے لیے سازش کرنا، پاکستان کے خلاف جنگ کی نیت سے ہتھیار اٹھانا، جنگ کرنے کے منصوبہ کا اخفاء کرنا، مملکت کے وجود کو مذمت اور اس کی حاکمیت کے

---

19 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۲۳/۱۷
20 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۳۳/۲۴
21 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۳۸/۱
22 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۵۱

حاکمہ کی حمایت کرنا، سرکاری عمارات سے بلا اختیار پرچم اتارنا، صدر وغیرہ پر کو کسی کام پر مجبور کرنا یا حملہ کرنا، مملکت کے خلاف بغاوت کرنا، جنگی قیدی کو فرار ہونے دینا یا اس کے بھاگنے یا پناہ دینے میں مدد دینا[23]۔

باب ۷: بری، بحری اور ہوائی افواج کے متعلق جرائم کے بارے میں

یہ باب دفعہ ۱۳۱ تا دفعہ ۱۴۰ پر مشتمل ہے۔

اس کے چند اہم دفعات یہ ہیں:

غدر کی اعانت کرنا یا کسی فوجی یا ملاح وغیرہ کو ورغلا کر ڈیوٹی پر سے لےجانا، سپاہی، ملاح یا ہواباز کے اپنے افسر اعلی پر حملہ میں اعانت کرنا، سپاہی، ملاح یا ہواباز کے چھوڑ بھاگنے میں اعانت، مفرور کو پناہ دینا، ایسا لباس پہننا یا علامتی نشان بنانا جو سپاہی، ملاح یا ہواباز کے ساتھ مختص ہو[24]۔

باب ۸: سکونِ عامہ کے خلاف جرائم کے بارے میں

یہ باب دفعہ ۱۴۱ تا دفعہ ۱۶۰ پر مشتمل ہے۔

اس باب میں مجمعِ خلافِ قانون کے متعلق دفعات پیش کیے گئے ہیں، جس سے مراد یہ ہے کہ پانچ یا پانچ سے زیادہ اشخاص کسی وفاقی، صوبائی حکومت یا مقننہ یا کسی سرکاری ملازم کو اس کے جائز اختیارات کے استعمال میں جبرِ مجرمانہ یا جبرِ مجرمانہ کی نمائش سے خوف زدہ کریں[25]۔

اس باب کے چند اہم دفعات یہ ہیں:

مجمعِ خلافِ قانون کا رکن ہونا، مجمعِ خلافِ قانون کی سزا، اس میں مہلک ہتھیار سے مسلح ہوکر شریک ہونا، بلوہ، بلوہ کی سزا، اس میں لوگوں کو کرایہ پر لینا، سرکاری ملازم پر حملہ جب کہ وہ مجمعِ خلافِ قانون فرد کررہا ہو، مختلف فرقوں میں دشمنی بڑھانا، طلباء وغیرہ کو سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ترغیب دینا، اس شخص کی ذمہ داری جس کے مفاد کے لیے بلوے کا ارتکاب ہو، ایسے اشخاص کو پناہ دینا جو مجمعِ خلافِ قانون کے لیے کرایہ پر لیے گئے ہوں، ہنگامہ اور ہنگامہ کرنے کی سزا[26]۔

باب ۹: ان جرائم کے بارے میں جو سرکاری ملازمین سے سرزد ہوئے یا ان سے متعلقہ ہوں

یہ باب دفعہ ۱۶۱ تا دفعہ ۱۷۱ پر مشتمل ہے۔

اس باب کے اہم دفعات یہ ہیں:

سرکاری ملازم کا سرکاری کام کی بابت قانونی معاوضہ کے علاوہ کچھ استفادہ کرنا، رشوت لینا، رشوت لینے میں سرکاری ملازم کی اعانت کرنا، سرکاری ملازم کا ان لوگوں سے قیمتی شے بلاقیمت لینا جو ایسے سرکاری ملازم کی کارروائی یا انجام کردہ فرض منصبی سے متعلق ہو، سرکاری ملازم کا کسی شخص کو نقصان پہنچانے کی نیت سے قانون کی خلاف ورزی کرنا یا غلط دستاویز تیار کرنا، سرکاری ملازم کا خلافِ قانون تجارت کرنا، سرکاری ملازم کا بھیس اختیار کرنا اور دھوکہ دہی کے لیے ایسا پہناوا کرنا جو سرکاری ملازمین استعمال کرتے ہوں[27]۔

باب ۹۔ اے: ان جرائم کے بیان میں جو انتخابات سے متعلق ہوں

یہ باب دفعہ ۱۷۱ تا دفعہ ۱۷۱۔جے پر مشتمل ہے، اس کے اہم دفعات یہ ہیں:

---

23 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۵۸/۵۳
24 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۶۲/۵۹
25 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۶۳
26 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۶۳/ ۷۰
27 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۷۱/ ۷۷

امیدوار حقِ انتخاب کی تعریف، رشوت ستانی، انتخاب میں ناجائز دباؤ، انتخابات میں تلبیسِ شخصی کرنا، رشوتِ ستانی کی سزا، کسی انتخاب کی نسبت جھوٹا بیان یا ناجائز ادائیگیاں، انتخابات کے حسابات نہ رکھنا اور کسی شخص کو انتخاب میں حصہ نہ لینے کی ترغیب دینا[28]۔

باب ۱۰: سرکاری ملازمین کے جائز اختیارات کی تحقیر کے بیان میں

یہ باب دفعہ ۱۷۲ تا دفعہ ۱۹۰ پر مشتمل ہے۔
اس باب کے اہم دفعات یہ ہیں:
سمن کی تعمیل سے بچنے کے لیے روپوش ہونا، سمن کی تعمیل روکنا، سرکاری ملازم کے حکم کی مطابقت میں غیر حاضری ہونا، ایسے شخص کا سرکاری ملازم کو نوٹس یا اطلاع نہ دینا جو اسے دینے کا قانونا پابند ہو، جھوٹی اطلاع دینا، بیان پر دستخط کرنے سے انکار کرنا، اس نیت سے سرکاری ملازم کو جھوٹی اطلاع دینا کہ وہ اپنے جائز اختیارات دوسرے کے نقصان رسانی کے لیے استعمال کرے، سرکاری ملازم کی اس کے سرکاری کارِ منصبی کی انجام دہی میں مزاحمت، سرکاری ملازم کی مدد نہ کرنا جبکہ مدد کرنا قانونًا واجب ہو اورسرکاری ملازم کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دینا[29]۔

باب ۱۱: جھوٹی گواہی اور عدلِ عامہ کے خلاف

یہ باب دفعہ ۱۹۱ تا دفعہ ۲۲۹ پر مشمل ہے۔
اس باب کے چند اہم دفعات یہ ہیں:
جھوٹی شہادت دینا، جھوٹی شہادت کی سزا، ایسے جرم کے متعلق جھوٹی شہادت دینا جس کی سزا عمر قید یا سات سال سے زیادہ قید کی سزا ہو، جھوٹا سرٹیفیکیٹ جاری کرنا یا اس پر دستخط کرنا، جرم کا ثبوت غائب کردینا، جائیداد پر فریب سے دعوی کرنا، مجرم کو پناہ دینا، نقصان رسانی کے لیے جرم کا جھوٹا الزام لگانا، ایسے مجرم کو پناہ دینا جو حراست سے بھاگا ہو، سرقہ بالجبر یا ڈکیتی کرنے والوں کو پناہ دینا، کسی شخص کا اپنی جائز گرفتاری میں مزاحمت، شرائط معافی کی خلافِ ورزی اور فریب سے جیوری یا اسیر بن جانا[30]۔

باب ۱۲: ان جرموں کے بیان میں جو سکوں اور گورنمنٹ اسٹامپ سے متعلق ہوں

یہ باب دفعہ ۲۳۰ تا دفعہ ۲۶۳ پر مشتمل ہے۔
اس کے چند اہم دفعات یہ ہیں:
سکہ کی تعریف، تلبیسِ سکہ، جعلی سکہ کی درآمد یا برآمد، علم کے باوجود جعلی سکہ چلانا، ناعلمی کی صورت میں جعلی سکہ چلانا، ٹکسال سے ناجائز طور پر آلات ضرب سکہ نکال لے جانا، فریب یا بددیانتی سے پاکستانی سکہ کے وزن میں کمی کرنا، علم کے باوجود بدلا ہوا سکہ چلانا، تلبیس سٹامپ سرکاری، جعلی سرکاری سٹامپ کی فروخت، جاننے کے باوجود جعلی سٹامپ کو بطور اصلی کے استعمال کرنا، ایسا نشان مٹانا جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اسٹامپ استعمال شدہ ہے اور مصنوعی ٹکٹ کی ممانعت[31]۔

باب ۱۳: ان جرموں کے بیان میں جو باٹوں اور پیمانوں سے متعلق ہوں

یہ باب دفعہ ۲۶۴ تا دفعہ ۲۶۷پر مشتمل ہے۔
اس کے دفعات یہ ہیں:

---

[28] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۷۹/ ۸۲
[29] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۸۳/ ۹۲
[30] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۹۳/ ۱۱۳
[31] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۱۴/ ۱۲۴

جھوٹا آلہ وزن کا فریب استعمال کرنا، جھوٹے باٹ یا پیمانوں کا فریب استعمال کرنا، جھوٹے باٹ یا پیمانے پاس رکھنا اور جھوٹے باٹ یا پیمانے بنانا یا بیچنا[32]۔

باب نمبر ۱۴: صحت عامہ، سلامتی، آسائش، شائستگی اور اخلاق پر اثر انداز ہونے والے جرائم کے بارے میں

یہ باب دفعہ ۲٦۸ تا دفعہ ۲۹۴ پر مشتمل ہے۔
اس کے اہم دفعات یہ ہیں:
امر باعث تکلیفِ عام، قرنطینہ کے قاعدہ کی خلاف ورزی، آمیزش کھانے پینے کی چیزوں میں جو فروخت کے لیے رکھی جائیں، مضر صحت اشیائے خوردنوش کی فروخت، ادویات میں ملاوٹ، ملاوٹ شدہ ادویات فروخت کرنا، ماحول کو صحت کے لیے خراب کرنا، شارع عام پر بے احتیاطی سے گاڑی چلانا یا گھوڑا دوڑانا، آگ یا آتش گیر مادہ کی نسبت غفلت، مشینری کی نسبت غفلت، جانوروں کی نسبت غافل رویہ، فحش کتابوں وغیرہ کی فروخت، فحش اشیاء وغیرہ کا نوجوان لوگوں کو فروخت کرنا اور فحش حرکات اور فحش گیت[33]۔

باب ۱۵: مذہب کے متعلق جرائم

یہ باب دفعہ ۲۹۵ تا دفعہ ۲۹۸سی پر مشتمل ہے۔
اس کے اہم دفعات یہ ہیں:
کسی فرقہ کے مذہب کی بے عزتی کی نیت سے عبادت گاہ کو نقصان پہنچانا، دانستہ اور معاندانہ افعال جن کا منشا کسی فرقے کے مذہبی احساسات یا عقائد کی بے حرمتی ہو، قرآن پاک کی بے حرمتی وغیرہ، رسول اکرمﷺ کی بابت خلافِ شان الفاظ استعمال کرنا، کوئی مذہبی مجمع درہم برہم کرنا، جائے تدفین وغیرہ میں مداخلتِ بیجا کرنا، پاک ہستیوں کے متعلق توہین آمیز رائے زنی کرنا، قادیانی جماعت وغیرہ کے اشخاص کا خود کو مسلمان کہنا یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ یا اشاعت کرنا[34]۔

باب ١٦: ان جرائم کے بیان میں جو انسان کے جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں

یہ باب دفعہ ۲۹۹ تا دفعہ ۳٦۹ پر مشتمل ہے۔
یہ باب مجموعہ تعزیرات پاکستان کے طویل ترین ابواب میں سے ایک ہے، جس کے اہم دفعات یہ ہیں:
قتل عمد، قتل عمد کی سزا، قتل شبہ عمد، قتل شبہِ عمد کی سزا، قتل خطا، قتل خطا کی سزا، بے احتیاطی یا غفلت سے گاڑی چلاتے قتل خطا کی سزا، قتل بالسبب، قتل بالسبب کی سزا، دیت کی مالیت، خود کشی کی سزا، ٹھگ کی سزا، ضرر، اتلافِ عضو، اتلاف صلاحیت عضو، شجہ، شجہ کی سزا، استحصال اقرار جرم یا کوئی مال جبرا واپس کرنے کے لیے ضرر رسانی، ایسے اعضاء کے لیے ارش جو ایک ایک ہوں، جوڑا جوڑا اعضاء کا ارش، اسقاط حمل، اسقاط حمل کی سزا، اسقاط جنین، اسقاط جنین کی سزا اور جرائم معاف کردینا یا راضی نامہ کرلینا[35]۔

باب ١٦۔اے: مزاحمت بے جا اور حبسِ بے جا کے بارے میں

یہ باب دفعہ ۳۳۹ تا دفعہ ۳۴۸ پر مشتمل ہے۔
اس کے اہم دفعات یہ ہیں:

---

[32] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۲۵/ ۱۲٦
[33] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۲۷/ ۱۳۴
[34] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۳۷/ ۱۴۰
[35] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۱/ ١٦۹

مزاحمت بے جا، حبس بے جا، مزاحمت بیجا کی سزا، حبس بیجا کی سزا، تین یا زیادہ دنوں تک حبس بے جا میں رکھنا، ایسے شخص کو حبسِ بے جا میں رکھنا جس کی رہائی کے لیے کوئی سے رٹ جاری ہوئی ہو، خفیہ طور پر حبسِ بے جا میں رکھنا، استحصال مال، جبرا اقبالِ جرم کروانے یا واپسی مال کے لیے حبسِ بے جا میں رکھنا[36]۔

جبرِ مجرمانہ اور حملے کے بارے میں

یہ مذکورہ باب میں ضمنی عنوان ہے جو کہ مندرجہ دفعات پر مشتمل ہے:

جبر، جبرِ مجرمانہ، حملہ، عورت کی عفت کی بے حرمتی کرنے کے لیے حملہ یا جبر مجرمانہ، کسی عورت پر مجرمانہ حملہ یا جبر مجرمانہ اور اس کا لباس اتار کر ننگا کردینا، کسی شخص پر حبس بے جا کے اقدام پر حملہ یا جبر مجرمانہ اور حملہ یا جبر مجرمانہ بحالت اشتعالِ طبع[37]۔

انسان کو لے بھاگنے اور بھگا لے جانے اور غلام بنانے اور محنت بجبر کے بیان میں:

یہ اس باب کا دوسرا ضمنی عنوان ہے جو کہ مندرجہ ذیل اہم دفعات پر مشتمل ہے:

لے بھاگنے کی تعریف، پاکستان سے لے بھاگنا، اغوا کی سزا، قتل کرنے کے لیے لے بھاگنا، ۱۴ سال سے کم عمر شخص کو لے بھاگنا، نابالغ لڑکی کی دلالی، غیر ملک سے لڑکی کی فراہمی، کسی شخص کو غیر فطری ہوس کا ہدف بنانے کے لیے اغوا کرنا یا لے بھاگنا، دس برس سے کم عمر بچے کو اس کی جگہ سے چوری کی نیت سے لے بھاگنا یا بھگا لے جانا، غیر قانونی طو ر پر جبری محنت لینا[38]۔

زناء بالجبر کے بیان میں:

یہ اس باب کا تیسرا ضمنی عنوان ہے جس میں زناء بالجبر کی تعریف اور سزا بیان ہوئی ہے[39]۔

جرائم خلاف وضع فطری کے بیان میں

یہ اس باب کا چوتھا ضمنی عنوان ہے جس میں کسی شخص کا کسی مرد، عورت یا جانور سے بالارادہ شہوانی اختلاط خلافِ وضع فطری کرنے کی سزا بیان ہوئی ہے[40]۔

باب ۱۷: ان جرموں کے بیان میں جو مال سے متعلق ہوں

یہ باب دفعہ ۳۷ تا دفعہ ۳۸۲ سرقہ کے متعلق مندرجہ ذیل دفعات پر مشتمل ہے:

سرقہ کی تعریف، سرقہ کی سزا، سرقہ کسی مکان یا خیمہ وغیرہ میں، سرقہ منجانب کلرک یا ملازم اپنے مالک کے مال کا، موٹر کار یا دوسری گاڑیوں کا سرقہ، ارتکاب سرقہ بعد اس کے کہ کسی شخص کے قتل یا ضرر رسانی یا مزاحمت کی تیاری کی جائے[41]۔

نیز اس باب میں استحصال بالجبر، سرقہ بالجبر اور ڈکیتی، مال کے تصرفِ بے جا مجرمانہ، خیانت مجرمانہ، مال مسرقہ لینے، دغا دینے، فریب آمیز دستاویزات اور مال کو فریبا قبضہ سے علیحدہ کرنا، نقصان رسانی اور مداخلت بیجا مجرمانہ جیسے ضمنی عنوانات کے تحت کئی دفعات مذکورہ ہیں[42]۔

باب ۱۷۔ اے: آئل اور گیس وغیرہ سے متعلقہ جرم

یہ باب دفعہ ۳۶۱۔اے تا دفعہ ۳۶۲۔ ایف پر مشتمل ہے، جس میں یہ دفعات شامل ہیں:

---

36 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۰/ ۱۴۳

37 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۳/ ۱۴۸

38 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۹/ ۱۸۴

39 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۸۴

40 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۸۵

41 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۸۶/ ۱۹۰

42 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۹۱/ ۲۲۰

تعریفات، پٹرولیم پائپ لائنوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ، ڈسٹری بیوشن پائپ لائنوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ، گھریلو صارفین، صنعتی یا کمرشل صارفین کے گیس میٹر اور ٹرانسمیشن کے لائنوں کو نقصان دینا[43]۔

باب ۱۷۔ بی: بجلی کے متعلق جرائم

یہ باب دفعہ ۴۶۲ -جی تادفعہ ۴۶۲ -او پر مشتمل ہے۔

اس میں ترسیل کو علیحدہ کرنا، گھریلو صارف وغیرہ کی جانب سے بجلی کے میٹر میں مداخلت کرنا، زرعی صارف کا بجلی کے میٹر کے ساتھ خلل اندازی کرنا، ترسیلی تاروں کو نقصان دینا یا تباہ کرنا جیسے اہم دفعات شامل ہیں[44]۔

باب ۱۸: ان جرموں کے بیان میں جو دستاویزوں سے اور حرفے یا ملکیت کے نشانوں سے متعلق ہیں

یہ باب دفعہ ۴۶۳ تا دفعہ ۴۸۹۔ ایف پر مشتمل ہے۔

اس کے اہم دفعات یہ ہیں:

جعلسازی، جھوٹی دستاویز بنانا، کسی عدالتی کارروائی میں جعل سازی، جعلی دستاویز، جعلی مہر وغیرہ بنانا یا پاس رکھنا، کسی وصیت نامہ کو تلف کردینا۔

حرفے اور ملکیت کا نشان

یہ اس باب کا ضمنی عنوان ہے جس میں نشانِ تجارت، نشانِ ملکیت، جھوٹا نشان تجارت یا نشان ملکیت کام میں لانا، آلاتِ تلبیس بنانا یا پاس رکھنا اور نقصان پہنچانے کی نیت سے کوئی نشان ملکیت بگاڑنے جیسے اہم دفعات شامل ہیں۔

کرنسی نوٹ اور بنک نوٹ

یہ مذکورہ بالا باب کا دوسرا ضمنی عنوان ہے جس میں کرنسی نوٹ یا بنک نوٹ کی تلبیس، جعلی یا ملتبس نوٹ یا بنک کے چیک پاس رکھنا، کرنسی نوٹوں کے مشابہ دستاویزات بنانا اور بددیانتی سے چیک جاری کرنے کے متعلق دفعات شامل ہیں[45]۔

باب ۱۹: خدمت کے معاہدوں کے نقص مجرمانہ کے بیان میں

اس باب میں تین دفعات شامل ہیں جو نقصِ معاہدہ سے متعلق ہیں[46]۔

باب ۲۰: ان جرموں کے بیان میں جو ازدواج سے تعلق رکھتے ہیں

یہ باب دفعہ ۴۹۳ تا دفعہ ۴۹۸ پر مشتمل ہے۔ ا س کے اہم دفعات یہ ہیں:

جائز نکاح کا یقین دلاکر دھوکہ دہی سے مباشرت کرنا، خاوند کی بیوی کی زندگی کے دوران دوسری شادی کرنا، زناء بالرضاء، زنا، اور شادی شدہ عورت کو بہلا پھسلا کر مجرمانہ ارادہ سے اپنے پاس روکے رکھنا[47]۔

باب ۲۱: ازالہ حیثیتِ عرفی کے بیان میں

یہ باب دفعہ ۴۹۹ تا دفعہ ۵۰۲ ۔ اے پر مشتمل ہے۔

اس باب میں یہ دفعات شامل ہیں:

ازالہ حیثیتِ عرفی کی تعریف، اس کی سزا، ایسا مضمون چھاپنا جو مزیل حیثیتِ عرفی کسی شخص کا ہو اور ایسی چیز جس پر کوئی مضمون مزیل حیثیت عرفی چھپا یا کندہ ہو[48]۔

---

43 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۲۲۰-A/ ۲۲۰-D

44 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۲۲۰-E/ ۲۲۰-O

45 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۲۲۱/ ۲۳۵

46 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۲۳۶

47 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۲۳۷/ ۲۳۹

48 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۲۴۰/ ۲۴۷

باب ۲۲: تخویفِ مجرمانہ وتوہین مجرمانہ ورنجدی مجرمانہ کے بیان میں

یہ باب دفعہ ۵۰۳ تا دفعہ ۵۱۱ پر مشتمل ہے۔
اس کے اہم دفعات یہ ہیں:
تخویفِ مجرمانہ کی تعریف، بیانات جو پبلک فساد انگیزی کی طرف مائل ہوں، تخویف مجرمانہ کی سزا، کسی شخص کو یہ یقین دلانا کہ اس پر قہر الہی نازل ہوگا، راستہ میں شراب پی کے ناشائستہ حرکتیں باعث تکلیف عام کرنا اور ایسے جرائم کے ارتکاب کے اقدام جن کی سزا عمر قید یا کمتر میعاد کی قید مقرر ہو[49]۔

باب ۲۳: جرائم کے اقدام کے بیان میں

اس باب میں پہلا عنوان جرمِ زناء (نفاذِ حدود) آرڈیننس ہے جس کے تحت دفعہ ۱ تا دفعہ ۲۲ مختلف دفعات بیان ہوئے ہیں جب کہ دوسرا عنوان جرمِ قذف (نفاذِ حدود) آرڈیننس ہے جس کے تحت دفعہ ۱ تا دفعہ ۲۰ قذف کے متعلق مختلف دفعات شامل کیے گئے ہیں[50]۔
اس کے علاوہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے آخر میں جرمِ منشیات (نفاذ حدود آرڈیننس) امتناع اور سزائیں، ادویاتی یا دیگر مماثل مقاصد کے لیے لائسنس اور جرائم برخلاف املاک (نفاذ حدود) آرڈیننس جیسے عنوانات کے تحت کئی اہم دفعات شامل ہیں[51]۔

فصلِ سوم: جنایات کا فقہی تعارفی جائزہ:

اس باب میں مندرجہ ذیل مباحث بیان کیے جائیں گے:

---

49 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۲۴۸/ ۲۵۳
50 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۲۵۵/ ٢٦٤
51 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ٢٦٨/ ۲۸۴

۱: فقہ کے لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم
۲: جنایت کے لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم
۳: جنایت کے باب میں شامل ابواب فقہ

فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی:

فقہ کے لغوی معنی: فقہ کے لغوی معنی مطلق کسی بات کو سمجھنے اور جاننے کے ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں یہ لفظ بار بار اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ [52] "سو کیوں نہ نکلا ہر جماعت میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں[53]"، "قَالُوا يَاشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُول[54]" "انہوں نے کہا کہ شعیب تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں[55]"، "وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا [56]" "اور مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اسکی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم انکی تسبیح کو نہیں سمجھتے[57]۔"

امام راغب اصفہانیؒ[58] نے فقہ کے معنی: التّوصل إلى علم غائب بعلم شاهد" بیان کیے ہیں، یعنی حاضر اور موجود علم کی مدد سے غیر موجود علم تک پہنچنا[59]۔

فقہ کے اصطلاحی معنی: فقہ کی موجودہ دور کی اصطلاح مختلف اداور سے ہوکر گزری ہے، عصرِ اول میں فقہ دنیا وآخرت کے تمام علوم پر حاوی تھا، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ[60] نے فقہ کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے: مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَا لَهَا وَمَا عَلَيْهَا[61]" یعنی انسان کا اپنے حقوق اور فرائض کو جاننا "فقہ" ہے۔

اس تعریف کے لحاظ سے فقہ میں ہر قسم یعنی تمام علومِ دینیہ کی معرفت شامل ہے، بعض علماء نے اسے مزید وسعت دے کر جملہ "مَا لَهَا" سے کل حقوقِ نفس مراد لیے ہیں اور "وَمَا عَلَيْهَا" سے انسان کے کل فرائض اور ذمہ داریاں، اس طرح فقہ گویا کل اعتقادیات مثلا

---

52 سورۃ التوبہ ۹: ۱۲۲
53 جالندھری، مولانا فتح محمد، اردو ترجمہ قرآن: ۳۳٦، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء
54 سورۃ ھود۱۱ : ۹۱
55 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد: ۳۸۰
56 سورۃ الاسراء۱۷ : ۴۴
57 اردو ترجمہ مولانا فتح محمد: ۴۷۵
58 حسین بن محمد بن مفضل[... -۵۰۲ھ = ... - ۱۱۰۸ء] ابو القاسم، اصفہانی، راغب سے مشہور ہیں۔ اصفہان میں پیدا ہوئے، بغداد میں سکونت اختیار کی۔ ادیب اور اتنے بڑے عالم تھے کہ امام غزالی کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ المفردات فی غریب القرآن، حل متشابہات القرآن، محاضرات الادباء، الذریعہ الی مکارم الشریعہ اور جامع التفاسیرجیسی کئی مشہور تصانیف لکھیں۔
[حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون۱: ۴۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، زرکلی، خیر الدین، الاعلام ۲:۲۵۵، دار العلم للملایین، ۲۰۰۲ء]
59 اصفہانی، راغب، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن ۱: ٦۴۲، دار القلم الدار الشامیہ، دمشق بیروت، ۱۴۱۲ھ
60 نعمان بن ثابت [۸۰ - ۱۵۰ھ= ٦۹۹ - ۷٦۷ء]تیمی کوفی، کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: صغار صحابہ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ سیدنا انس بن مالکؓ جب کوفہ تشریف لائے تو ان کی ملاقات کا شرف حاصل کیا البتہ کسی صحابی سے آپ کی روایت ثابت نہیں۔
[ذہبی، محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء ٦: ۳۹۰، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء، الاعلام۸: ۳٦]
61 محبوبی، صدر الشریعہ اصغر، عبید اللہ بن مسعود، التوضیح مع شرحہ التلویح ۱: ۱٦، مکتبۃ صبیح، مصر

ایمان وغیرہ، کی وجدانیات مثلہ اخلاقِ باطنہ وملکاتِ نفسانیہ، کی عملیات مثلہ صوم، صلوۃ اور بیع کی معرفت کا نام ہوا، پس اعتقادیات میں سے "مَعْرِفَةُ مَا لَهَا وَمَا عَلَيْهَا" علمِ کلام ہے، وجدانیات سے "مَعْرِفَةُ مَا لَهَا وَمَا عَلَيْهَا" علمِ اخلاق اور تصوف ہے اور عملیات سے "مَعْرِفَةُ مَا لَهَا وَمَا عَلَيْهَا" موجودہ مصطلح فقہ ہے[62]۔

شاید یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اعتقادیات کے متعلق اپنی کتاب کا نام "الفقہ الاکبر" رکھا ہے، اس کا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی نظر میں فقہ صرف علمِ عقائد وکلام تک محدود تھی، لیکن دوسری طرف یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ معرفت کی باقی قسمیں یعنی عملیات وغیرہ تو فقہ ہیں ہی، مگر ان سے برتر ایک علم "علم الکلام" ہے جس کا نام الفقہ الاکبر ہے، ان کی فقہ کی ذکر کردہ تعریف کی رو سے یہی بات زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے۔

امام غزالیؒ[63] فرماتے ہیں کہ عصرِ اول میں فقہ کا اطلاق آخرت کے علم، نفس کی دقیق آفات اور فاسد اعمال کی پہچان اور دنیا کی حقارت پر مضبوطی سے غلبہ پر ہوتا تھا: ولقد كان اسم الفقه في العصر الأول مطلقا على علم طريق الآخرة ومعرفة دقائق آفات النفوس ومفسدات الأعمال وقوة الإحاطة بحقارة الدنيا[64]، یہی وجہ ہے کہ دنیا سے بیزار اور آخرت میں رغبت رکھنے والے شخص کو فقیہ سمجھا جاتا تھا: الفقيه هو الزاهد في الدنيا الراغب في الآخرة[65]۔

امام غزالیؒ کو شدید شکایت ہے کہ لوگوں نے فقہ کو علم الفتاوی، اس کے علل ، اس کے حفظ اور اس میں بحث ومباحثہ تک محدود کردیاہے، حالانکہ ابتدائی دور میں آخرت کا علم اس کا ایک غیر معمولی حصہ تھا بلکہ فقہ کا اطلاق ان فتاوی سے زیادہ آخرت کے علم پر ہوتا تھا[66]۔

بہر حال بعد میں چل کر عقائد سے متعلق علم کو "علم الکلام"، اخلاق سے متعلق علم کو "علم التصوف" کا نام دیا گیا اور ان دونوں فنون کے ماہرین کو "متکلمین" اور "صوفیاء" کا لقب دیا گیا، لہٰذا اب صرف عملی احکام باقی رہ گئے جو محض اخلاقی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ قانونی حیثیت کے بھی حامل ہیں، ان کو "فقہ" کا نام دیا گیا اور فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی: الْعِلْمُ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ مِنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيلِيَّة بِالِاسْتِدْلَال[67]"، یعنی عملی شرعی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل سے استدلال کے ذریعے جاننے کانام فقہ ہے۔
احکام کی قید سے ذات، صفات اور افعال کا علم نکالنا مقصود ہے۔
شرعی کی قید سے عقل اور تجربہ کی بنیاد پر حاصل شدہ علم نکالنا مقصود ہے۔

---

62 تھانوی، محمداعلی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم۱: ۳۰، مکتبہ لبنان ناشرون، بیروت، ۱۹۹۶ء

63 محمد بن محمد بن محمد [۴۵۰ - ۵۰۵ھ = ۱۰۵۸ - ۱۱۱۱ء] غزالی، ابو حامد، حجۃ الاسلام، زین الدین، فقیہ، فلسفی اور ایک عظیم صوفی گزرے ہیں۔ ان کی آخری عمر میں ان کے مثل دوسرا شافعی فقیہ نہیں ملتا تھا۔ امام الحرمین جوینیؒ سے کسب فیض کیا ہے۔ ان کی مشہور زمانہ کتاب "النہایہ" کا خلاصہ لکھا ہے۔ فقہ اور دوسرے کئی فنون میں دو سو کی لگ بھگ کتابیں لکھی ہیں، جن میں ان کی شہرہ آفاق کتاب "احیاء علوم الدین" بھی شامل ہے۔
[ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیات الاعیان وأنباء أبناء لزمان۴: ۲۱۶، دار صادر، بیروت، ۱۹۹۴ء، الاعلام ۷: ۲۲]

64 غزالی، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین ۱: ۳۳، دار المعرفہ، بیروت

65 کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم۱: ۳۰

66 احیاء علوم الدین ۱: ۳۳

67 ابن الحاجب، محمود بن عبد الرحمن، بیان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب۱: ۱۸، دار المدنی، السعودیہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

عملی کی قید سے وہ علوم نکالنا مقصود ہے جن کا تعلق اعضاء وجوارح کے عمل سے نہیں ہے جیسا کہ علمِ تصوف اور علمِ کلام چنانچہ ان کا تعلق اعتقادی اور قلبی احکام سے ہے۔

تفصیلی دلائل سے مراد کتاب اللہ، سنت رسولﷺ، اجماع اور قیاس ہیں۔

استدلال سے مراد اجتہاد اور غور وفکر ہے جس کا اطلاق مجتہد کے علم پر ہوتا ہے، اس سے مقلد کا علم نکالنا مقصود ہے۔

علامہ محبوبیؒ[68] نے التلویح میں فقہ کی تعریف میں بِالِاسْتِدْلَال کی قید کی ضرورت نہیں سمجھی ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مِنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيلِيَّة کی قید سے مقلد کا علم نکل جاتا ہے[69]۔

متقدمین کی ذکر کردہ تعریف کی رو سے فقہ کسی مجتہد کا وہ علم ہے جس کا تعلق ان شرعی عملی احکام سے ہے جو اجتہاد اور غور وفکر کے ذریعے تفصیلی دلائل سے مستنبط ہوں، لہٰذا اگر مقلد کو احکام اور ان کے دلائل کا علم ہو تو وہ فقیہ شمار نہیں ہوتا کیونکہ متقدمین کے نزدیک مجتہد ہی فقیہ کہلانے کے لائق ہے، البتہ بعد کے ادوار میں وہ مقلدین جو مسائل اور ان کے دلائل کا علم رکھتے، ان کو بھی فقیہ کہا جانے لگا، چنانچہ مجلہ الاحکام العدلیہ نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے: علم بالمسائل الشرعية العملية المكتسبة من أدلتها التفصيلية[70]، مجلہ نے اس تعریف میں بِالِاسْتِدْلَال کی قید نہیں لگائی ہے جس سے مقلد کے علم پر بھی فقہ کا اطلاق صحیح معلوم ہوتا ہے۔

فقہ کا موضوع ، غرض وغایت، شرافت اور مسائل: ہر علم کا ایک موضوع اور اس کے حصول کا کوئی مقصد ہوتا ہے، فقہ کا موضوع ہے: فعل المكلف من حيث الوجوب والندب والحلّ والحرمة وغير ذلك كالصحة والفساد یعنی وجوب، استحباب، حلت اور حرمت وغیرہ جیسا کہ صحت اور فساد کے اعتبار سے مکلف کا فعل۔

اس کی غرض ہے: النجاة من عذاب النار ونيل الثواب في الجنة یعنی ان احکام پر عمل کے نتیجے میں دوزخ کی آگ سے نجات اور جنت میں حصول ثواب۔

اس کی شرافت اس اعتبار سے ہے کہ یہ دین سے متعلق ہے: وشرفه مما لا يخفى لكونه من العلوم الدينية[71]۔

فقہ کے مسائل احکامِ شرعیہ ہیں اور احکامِ شرعیہ کا تعلق یا تو آخرت سے ہوگا جو کہ عبادات ہیں یا ان کا تعلق دنیا سے ہوگا، ان کی تین اقسام ہیں: مناکحات، معاملات اور عقوبات[72]۔

جنایت کی تحقیق:

---

68 عبید اللہ بن مسعود [... - ۷۴۷ھ = ... - ۱۳۴۶ء] بن تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد محبوبی، بخاری، حنفی، صدر الشریعہ اکبر کے بیٹے صدر الشریعہ اصغر سے ملقب ہیں۔ علم حکمت، طبیعیات، اصول فقہ اور اصول دین پر دسترس حاصل تھی۔ مشہور متن "شرح الوقایہ" ان کی تصنیف ہے۔ [قرشی، عبد القادر، الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ۲: ۳۶۵، میر محمد کتب خانہ، کراچی، سرکیس، یوسف الیان، معجم المطبوعات ۲: ۱۱۹۹، مطبعۃ سرکیس، مصر، ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء، الاعلام ۴: ۱۹۷]

69 التلویح مع شرحہ التوضیح ۱: ۲۱، شرح مختصر ابن الحاجب ۱: ۲۰

70 مجلۃ الاحکام العدلیہ۱: ۱۵، نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی

71 کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۱: ۳۲

72 مجلۃ الاحکام العدلیہ۱: ۱۵، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۱: ۳۱

جنایت کے لغوی معنی: جنایت کے لغوی معنی کسی چیز کو اپنی طرف کھینچنے اور درخت سے پھل لینے اور کاٹنے کے ہیں[73]، پھر جنایت کسی شر کے ارتکاب کرنے کے لیے استعمال ہونے لگا، پھر مطلق شر کے معنی میں اور آخر میں ہر حرام فعل پر اس کا اطلاق ہونے لگا[74]۔

اسی معنی کے لحاظ سے فقہاء جانوروں کے بعض افعال پر جنایت کا اطلاق کرتے ہیں اور انہیں "جناية البهيمة" کا نام دیتے ہیں، اسی طرح حاجی کے بعض افعال کو "جنايات الإحرام" سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس سے مراد وہ افعال ہوتے ہیں جن کا ارتکاب حاجی کے لیے ممنوع ہوتا ہے۔

جنایت کی اصطلاحی تعریف: علامہ ابن الاثیر جزریؒ[75] فرماتے ہیں کہ جنایت جرم، گناہ اور ہر اس فعل کا نام ہے جس کا ارتکاب انسان کرے اور وہ اس پر دنیا یا آخرت میں قصاص یا عذاب کا موجب بنے: وَمَا يَفْعَلُه الْإِنْسَانُ مِمَّا يُوجِب عَلَيْهِ العذابَ أَوِ القِصَاص فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة[76]۔

محمد اعلی تھانویؒ[77] نے اس کی تعریف ان الفاظ سے نقل کی ہے: كل فعل محظور يتضمن ضررا[78]" یعنی ہر وہ ممنوع فعل جو ضرر کو متضمن ہو۔

علامہ زیلعیؒ[79] نے یہ تعریف کی ہے: في الشرع اسم لفعل محرم سواء كان في مال أو نفس" کہ جنایت شرعی طور پر ہر حرام فعل کا نام ہے چاہے مال پر ہو یا نفس پر، البتہ فقہاء کے عرف میں جنایت جب مطلق ذکر کیا جائے تو اس سے مراد انسانی جان یا اعضاء پر جنایت کا ارتکاب مراد ہوتا ہے[80]۔

---

73 تاج العروس من جواہر القاموس ۳۷: ۳۷۳

74 کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۱: ۵۹۳

75 مبارک بن محمد [۵۴۴ - ۶۰۶ھ = ۱۱۵۰ - ۱۲۱۰ء] جزری، ابو السعادات، مجد الدین۔ حدیث، لغت اور اصول پر دسترس حاصل تھی۔ جزیرہ ابن عمر میں پیدا ہوئے اور موصل منتقل ہوئے۔ کسی مرض میں مبتلا ہوئے جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ اور پاؤں نے حرکت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ تمام کتابیں اسی مرض کی حالت میں لکھی ہیں۔ ان کی اہم کتابوں میں "النہایہ" اور "جامع الاصول فی احادیث الرسول" شامل ہیں۔

[وفیات الاعیان ۱: ۴۴۱، الاعلام ۵: ۲۷۲]

76 جزری، ابن الاثیر، مبارک بن محمد، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ۱: ۳۰۹، المکتبۃ العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

77 مولوی محمد اعلی بن علی بن محمد حامد بن محمد صابر، نسبًا فاروقی اور مسلکًا حنفی ہیں۔ تھانہ بون ضلع مظفر نگر کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ عالمگیر اورنگ زیب کے عہد میں تھانہ بون کے قاضی رہے ہیں۔ سبق الغایات فی نسق الآیات، تذکرہ علمائے ہند اور عظیم علمی شاہکار "کشاف اصطلاحات الفنون" کے مصنف ہیں۔ ۱۱۵۸ھ = ۱۷۴۵ء کو وفات پائی۔[اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۹: ۳۷۲، دانش گاہ پنجاب،لاہور، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء، الاعلام ٦: ۲۹۵]

78 کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۱: ۵۹۳

79 عثمان بن علی بن محجن[... - ۷۴۳ھ= ... - ۱۳۴۳ء] فخر الدین، زیلعی، حنفی فقیہ ہیں۔ ۷۰۵ھ کو قاہرہ تشریف لائے اور وہاں پر افتاء اور درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ قاہرہ ہی میں وفات پائی۔ ان کی مشہور کتاب "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" ہے۔

[قاسم بن قطلوبغا، تاج التراجم۱: ۲۰۳، دار القلم دمشق، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء، الاعلام ۴: ۲۱۰]

80 زیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ٦: ۹۷، مطبعۃ الکبری الامیریہ، بولاق قاہرہ، ۱۳۱۳ھ

یہی وجہ ہے کہ علامہ جرجانی[81] نے جنایت کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے. الجناية هو كل فعل محظور يتضمن ضررًا على النفس أو غيرها[82] "ہر وہ حرام اور ممنوع فعل یا حرکت ہے جو کسی انسانی جان ، ہاتھ یا پاؤں وغیرہ کو ضرر دینے کا باعث بنے۔"

علامہ ابن قدامہؒ[83] فرماتے ہیں کہ جان یا مال پر ظلم اور تعدی کا ہر فعل جنایت ہے، البتہ عرف (فقہاء) میں جنایت ان افعال کے ساتھ خاص ہے جن میں ابدان پر تعدی کی جائے، اس کے مقابلے میں اموال پر تعدی کرنے کو فقہاء غصب، نہب، سرقہ، خیانت اور اتلاف کا نام دیتے ہیں[84]۔

خلاصہ یہ ہوا کہ لغوی اعتبار سے جنایت کا لفظ کسی بھی حرام فعل کے ارتکاب کے لیے استعمال ہوتا ہے، فقہاء بھی اسے شرعی طور پر ہر حرام فعل کے لیے استعمال کرتے ہیں، البتہ جب جنایت مطلق بولا جایا جائے تو اس سے مراد بدن اور اعضاء پر تعدی کا کوئی فعل مراد ہوتا ہے۔

جنایت کا اطلاق کن اشیاء پر ہوتا ہے؟: علامہ تھانویؒ نے ان اشیاء کا شمار کرتے ہوئے فرمایا ہے جن پر جنایت کا اطلاق ہوتا ہے: جنایت عزت پر ہوگی، اسے قذف، شتم (گا لیاں دینا) یا غیبت کہتے ہیں، یا
مال پر ہوگی اسے غصب، سرقہ (چوری) یا خیانت کہتے ہیں، یا
جان پر ہوگی، اسے قتل، صلب (سولی پر لٹکانا) ، احراق (جلادینا) یا خنق (گلا گھونٹنا) کہتے ہیں، اور یا
اعضاء پر ہوگی، اسے قطع(کاٹنا) ، کسر (توڑنا)، شجج (زخمی کرنا) یا فقاء (آنکھ پھوڑنا) کہتے ہیں[85]۔
علامہ ابن رشدؒ[86] فرماتے ہیں کہ شرعی طور پر جن جنایتوں کے لیے حدود مقرر ہیں، وہ چار ہیں:

---

81 علی بن محمد بن علی [۷۴۰ھ - ۸۱٦ھ = ۱۳۴۰ء - ۱۴۱۳ء] استر آباد کے نواحی گاؤں "تاکو" میں پیدا ہوئے۔ شیراز میں علم حاصل کیا۔ ۷۸۹ھ میں جب تیمور شیراز میں داخل ہوا تو جرجانی بھاگ کر سمرقند چلے گئے اور اس کی وفات تک وہاں ٹھہرے رہیں۔ فلسفی اور بڑے علماء عربیت میں سے تھے۔
[سخاوی، شمس الدین، الضوء اللامع لأہل القرن التاسع ۵: ۳۲۸، دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، الاعلام ۵: ۷]

82 التعریفات۱: ۱۰۷

83 عبد اللہ بن محمد بن قدامہ[۵۴۱ - ٦۲۰ھ = ۱۱۴٦ - ۱۲۲۳ء] جماعیلی، مقدسی، دمشقی، موفق الدین، حنبلی، ایک کثیر العبادہ عالم تھے۔ ورع اور تقوی کی مثال، حیاء کا مجسمہ اور اخلاق حسنہ کے مالک تھے۔ مذہب حنبلی کے اکابر فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔مذہب حنبلی کا بنیادی متن "مختصر الخرقی" حفظ کیا تھا۔ تمام مذاہب کے لیے یکساں مفید اور شہرہ آفاق کتاب "المغنی" ان ہی کی تصنیف کردہ ہے۔
[ابن مفلح، ابراہیم بن محمد، المقصد الارشد فی ذکر اصحاب الامام احمد ۲: ۱۵، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء، الاعلام ۴: ٦٦]

84 ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی ۹: ۳۱۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ

85 کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۱: ۵۹۳

86 محمد بن احمد بن محمد بن رشد[۵۲۰ - ۵۹۵ھ= ۱۱۲٦ - ۱۱۹۸ء] اندلسی، ابوالولید، اہل قرطبہ میں سے مشہور فلسفی ہیں۔ انگریز انہیں Averroes کا نام دیتے ہیں۔ارسطو کے کلام پر توجہ دی اور اسے اپنی طرف سے کچھ زیادات کے ساتھ عربی میں منتقل کردیا۔ تقریبا پچاس کتابوں کے مصنف ہیں جن میں مشہور یہ ہیں: فلسفہ ابن رشد، الحیوان، تہافت التہافت، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصداور جوامع کتب ارسطاطالیس۔
[ابن العماد، عبد الحی بن احمد، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ۴: ۳۲۰، دار ابن کثیر، ۱۴۰٦ھ، الاعلام ۵: ۳۱۸]

۱: بدن، جان اور اعضاء پر واقع جنایتیں، ان کو قتل اور جرح کہتے ہیں۔
۲: شرمگاہوں پر واقع جنایتیں، انہیں زنا اور سفاح کہتے ہیں۔
۳: اموال پر واقع جنایتیں، اگر مال بغیر کسی تاویل کے جنگ اور شمشیر کے زور سے لیا جائے تو اسے حرابہ اور کوئی تاویل کرکے لیا جائے تو بغی، اگر مال کسی محفوظ جگہ سے اچک لیا جائے تو سرقہ اور جو مال علوِ مرتبہ اورطاقت کے بل بوتے پر لیا جائے تو اسے غصب کہتے ہیں۔
۴: انسانی عزت پر واقع جنایتیں، انہیں قذف کہتے ہیں۔
بعض جنایتیں وہ ہیں جو کھانے پینے والی اشیاء میں سے شرعی طور پر حرام چیزوں کے لینے سے متعلق ہیں، ان چیزوں میں محض شراب کے لیے شریعت کے ہاں حد مقرر ہے[87]۔

جنایت کی اقسام: جنایت کے تحت فقہاء مندرجہ ذیل اقسام کا ذکر کرتے ہیں:
(۱): جنایت علی النفس (۲): جنایت علی ما دون النفس (۳): جنایت علی الجنین
جنایت علی النفس: جنایت علی النفس سے مراد کسی انسان کا قتل ہے۔
قتل کی اقسام: قتل کی اقسام یہ ہیں:
۱: قتلِ عمد
۲: قتل شبہِ عمد
۳: قتلِ خطا
۴: قتل قائم مقام خطا
۵: قتل بالسبب

جنایت علی ما دون النفس: جنایت علی مادون النفس سے مراد وہ جنایت ہے جس میں کسی انسان کی جان نہیں چلی جائے البتہ اسے زخم وغیرہ کی صورت میں نقصان پہنچ جائے۔
جنایت علی مادون النفس کے تحت مندرجہ ذیل اقسام سے بحث کی جاتی ہے:
۱: **ابانۃ الاطراف:** وہ زخم جس میں کسی انسان کا عضو ضائع کیا جائے۔
۲: **ابطال المنافع:** وہ زخم جس میں کسی انسانی عضو کے قالب کو برقرار رہتے ہوئے اس کی منفعت ضائع کی جائے۔
۳: **جرح:** جرح سے چہرے اور سر کے علاوہ زخم مراد ہے، اس کی مشہور اقسام جائفہ اور غیر جائفہ ہیں۔
۴: **شجہ:** شجہ سے مراد چہرے اور سر کے زخم ہیں۔ اس کے تحت مندرجہ ذیل مشہور اقسام بیان کی جاتی ہیں:
(۱) حارصہ (۲) دامعہ (۳)دامیہ (۴) باضعہ (۵) متلاحمہ (٦)سمحاق (۷)موضحہ (۸)ہاشمہ (۹)منقلہ (۱۰)آمہ (۱۱) دامغہ۔
مذکورہ بالا تمام جنایات کی تفصیل اپنے متعلقہ دفعات کے تحت ذکر کی جائے گی۔

جنایت علی الجنین: جنین سے مراد وہ بچہ ہے جو بطنِ مادر میں ہو اور اسے دنیاوی وجود نہیں ملا ہو[88]۔

---
87 ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ۴: ۱۷۷، دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
88 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الجنایات، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۴۰٦ھ/ ۱۹۸٦ء، دسوقی، محمد بن احمد، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، احکام الدماء والقصاص وارکانہ، دار الفکر ، بیروت، ابن قدامہ، المغنی فی فقہ الامام احمد

جنایت سے ایک قریبی لفظ جریمہ ہے، اس سے کیا مراد ہے، اور جنایت کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟، تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو:

جریمہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی: جریمہ یا جرم کے لغوی معنی گناہ کے ہیں، جب کہ اس کی اصطلاحی تعریف امام ماوردیؒ[89] نے ان الفاظ سے کی ہے: محظورات شرعية زجر الله تعالى عنها بحدّ أو تعزير[90]" یعنی جرائم شرعی طور پر وہ ممنوعات ہیں جن سے اللہ تعالی نے حد یا تعزیر کے ذریعے منع فرمایا ہے۔

پھر شرعی ممنوعات دو طرح کے ہیں: کسی ممنوع فعل کا ارتکاب یا کسی مامور فعل سے احتراز۔

لہذا جرم یا تو ایسے فعل کا ارتکاب ہے جس کے کرنے پر سزا مقرر ہو یا ایسے فعل سے احتراز ہے جس کے چھوڑنے پر سزا مقرر ہو، اس سے معلوم ہوا کہ کسی فعل کو جرم تب کہا جائے گا جب اس کے کرنے یا چھوڑنے پر سزا مقرر ہو، اگر کسی فعل کے کرنے اور چھوڑنے پر کوئی سزا مقرر نہ ہو تو اسے جرم نہیں کہا جائے گا۔

مذکورہ تعریف سے جنایت اور جرم کا آپس کے تعلق پر روشنی پڑتی ہے، چنانچہ اگر فقہاء کے نزدیک جنایت کی انسانی جان اور اعضاء کے ساتھ تخصیص کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو اس صورت میں جنایت اور جریمہ ایک دوسرے کے مترادف بن جائیں گے، اور اگر انسانی جان اور اعضاء کے ساتھ جنایت کی تخصیص کو معتبر مانا جائے، تو جنایت خاص جب کہ جریمہ کے معنی اس کے مقابلے میں عام ہوگا، البتہ جنایات سے متعلق مباحث میں جنایت کی جگہ لفظ جریمہ کو استعمال کیا جاتا ہے۔

جریمہ کی اقسام: جرائم کی اقسام جن میں جنایات بھی شامل ہیں، کے متعلق ڈاکٹر عبد القادر عودہ[91] نے کافی مفید بحث کی ہے، فائدے کی غرض سے اس سے چند اہم نکات اختصار کے ساتھ نقل کیے جاتے ہیں:

تمام جرائم حرمت اور سزا کے مستوجب ہونے کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں، البتہ سزا کی حیثیت سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں:

۱: **جرائم باعتبارِ جسامت سزا:** سزا کی جسامت کے لحاظ سے جرائم کو حدود، قصاص، دیت اور تعزیر میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

جرائمِ حدود: اس سے مراد وہ جرائم ہیں جن کے لیے سزا کے طور پر حدود مقرر ہیں، حد سے مراد وہ معین سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کی حیثیت سے مقرر ہو، معین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سزا کے لیے کوئی ادنی یا اعلی حد موجود نہ ہو جن کے مابین سزا ٹہلتی رہے، اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی فرد یا جماعت کو اسے ساقط نہیں کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

بن حنبلی الشیبانی، کتاب الجراح، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء، شربینی، خطیب، مغنی المحتاج شرح منہاج الطالبین، کتاب الجراح، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء۔

[89] علی بن محمد حبیب [۳۶۴ - ۴۵۰ھ = ۹۷۴ - ۱۰۵۸ء] ابو الحسن ماوردی، اپنے دور کے چیف جسٹس تھے۔ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ کئی شہروں میں قاضی رہے ہیں۔ مذہب اعتزال کی طرف مائل تھے۔ خلفاء کے نزدیک مرتبہ کے حامل تھے۔ الأحکام السلطانیہ، النکت والعیون، الحاوی، الاقناع جیسی شہرہ آفاق کتابیں لکھی ہیں۔ [وفیات الاعیان ۱: ۳۲۶، الاعلام ۴: ۳۲۷]

[90] ماوردی، ابو الحسن، علی بن محمد، الاحکام السطانیہ ۱: ۳۲۲، دار الحدیث، قاہرہ

[91] عبد القادر عودہ [... - ۱۳۷۴ھ= ... - ۱۹۵۴ء]، مصر میں قانون اور شریعت کے وکیل تھے۔ "اخوان المسلمین" کے لیڈر تھے۔ جمال عبد الناصر نے "محکمۃ الشعب" قائم کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس پر تنقید کی۔ بعد میں جمال عبد الناصر پر گولی چلانے میں متہم ہوئے اور پھانسی پر لٹکاکر شہید کردیے گئے۔ ان کی مشہور کتاب "التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی" ہے۔ [الاعلام ۴: ۴۲]

عام طور پر شریعت کسی ایسے جرم کے متعلق حد مقرر کرتی ہے جس کا مصلحتِ عامہ تقاضا کرے، اور مصلحتِ عامہ لوگوں سے شر دفع کرنے اور ان کی حفاظت اور سلامتی ہے، لہٰذا جب بھی کوئی جرم ایسا ہو جو مصلحتِ عامہ کو ٹھیس پہنچاتا ہو تو شریعت اس کے لیے ایسی سزا مقرر کرتی ہے جس کا اسقاط کسی فرد یا جماعت کے اختیار میں نہیں ہوتا۔

جرائمِ حدود سات ہیں: (۱) زنا، (۲) قذف، (۳) شراب پینا، (۴) چوری، (۵) حرابہ (رہزنی)، (٦) ارتداد، (۷) بغاوت۔

ان جرائم کو فقہاء "حدود" سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کی سزا کو بھی حدود ہی سے تعبیر کرتے ہیں، البتہ فرق کے طور پر سزا کے معنی مراد لینے کی صورت میں ان کے ساتھ متعلقہ جرم کا لفظ بھی لگاتے ہیں مثلا حدِ زنا اور حدِ شرب یعنی زنا کی سزا اور شراب پینے کی سزا۔

جرائمِ قصاص ودیت: ان سے مراد وہ جرائم ہیں جن کی سزا قصاص یا دیت ہے، البتہ قصاص اور دیت دونوں سزائیں افراد کے حق کے طور پر مقرر ہوتے ہیں۔ افراد کے حق کے طور پر مقرر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مجنی علیہ (جنایت سے متاثرہ فرد) کو اسے معاف کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، لہٰذا جب وہ معافی کرے تو مقررہ سزا ساقط ہوجائے گی۔

جرائم قصاص ودیت پانچ ہیں: (۱) قتل عمد، (۲) قتل شبہ عمد، (۳) قتل خطاء، (۴) جنایت علی مادون النفس عمدًا، (۵) جنایت علی مادون النفس خطاء۔

جنایت علی مادون النفس سے مراد وہ جرم ہے جو موت کا باعث نہ بنے جیسا کہ زخم یا ضرب وکود۔

عام طور پر فقہاء جرم کی اس قسم پر "جنایات" کے عنوان کے تحت بحث کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے عرف کے مطابق جنایت کا اطلاق ان جرائم پر کرتے ہیں، بعض فقہاء "جراح" کے عنوان کے تحت ان پر بحث کرتے ہیں کیونکہ عام طور پر لوگ ایک دوسرے کو زخم ہی دیتے ہیں جب کہ بعض فقہاء "دماء" کے عنوان کے تحت ان پر بحث کرتے ہیں کیونکہ قتل اور زخم کی دونوں صورتوں میں خون بہتا ہے۔

بہر حال یہ وہ جرائم ہیں جو جنایات کے تحت بیان کیے جاتے ہیں۔

جرائمِ تعزیر: اس سے مراد وہ جرائم ہیں جن کی سزا تعزیر کی سزاؤں میں شامل ہو، تعزیر کے معنی تنبیہ اور تادیب کے ہیں۔

شریعت کا طریقہ ہے کہ اس نے ہر تعزیری جرم کے لیے کسی خاص مقررہ سزا کا اعلان نہیں کیا ہے بلکہ ایسے جرائم کے لیے سزاؤں کے ایک مجموعہ بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے اور قاضی کو اختیار دیا ہے کہ جرم اور مجرم کے کوائف کا غور سے جائزہ لے کر اس کے لیے مذکورہ سزاؤں میں سے کسی ایک سزا کا انتخاب کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جرائمِ حدود اور جرائمِ قصاص ودیت کی طرح جرائمِ تعزیر کے لیے محدود اور معین سزائیں مقرر نہیں ہیں، کیونکہ ایسا کرنا ممکن بھی نہیں ہے۔

البتہ شریعت نے بعض ایسے افعال بیان کیے ہیں جو ہر وقت جرم ہی معتبر ہوتے ہیں جیسا کہ سود، امانت میں خیانت، گالی اور رشوت، جب کہ بعض کا اعلان اولی الامر (جج وغیرہ) کے اختیار پر چھوڑ دیا ہے، البتہ شریعت نے ان اولی الامر کو اس معاملے میں مکمل آزاد نہیں چھوڑا ہے بلکہ یہ واجب کردیا ہے کہ کسی فعل کی حرمت کا اعلان مقتضی حالتِ عوام، ان کو منظم کرنےاور ان کی مصلحتوں اور عام نظم ونسق کے دفاع کا مناسب ہونا چاہیے، نیز کسی چیز پر حرمت کا حکم لگانا شریعت کی نصوص اور اصول کا مخالف نہیں ہونا چاہیے۔

شریعت کے حرام کردہ اور اس فعل جس کی حرمت کا اعلان اولی الامر کرے، کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلا ہمیشہ کے لیے حرام ہی رہے گا جب کہ دوسرا آج حرام تو کل مصلحتِ عامہ کے تقاضا کی وجہ سے جائز ہوسکتا ہے۔
اس تقسیم کے لحاظ سے مذکورہ بالا تینوں قسم کے جرائم میں چند اعتبارات سے فرق ظاہر ہوا:
۱: معافی کے اعتبار سے، چنانچہ جرائمِ حدود کی معافی کسی کے اختیار میں نہیں ہے جب کہ جرائمِ قصاص ودیت کی معافی متاثرہ فرد کے اختیار میں ہے، اگر وہ مجرم کو معاف نہیں کرنا چاہتا تو حکومت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ اسے معاف کردے، جب کہ جرائمِ تعزیر میں حکومت کو معاف کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، حکومت چاہے تو مجرم کو معاف کرسکتا ہے بشرطیکہ اس کی معافی کی وجہ سے کسی شخص کے حقوق پامال نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر تعزیری جرائم میں کوئی خاص شخص متاثرہو اور اس کی معافی کی وجہ سے عام لوگوں کے حقوق متاثر ہوتے ہوں تو اسے یہ حق نہیں دیا جائے گا کہ وہ مجرم کو معاف کردے۔

۲: قاضی کے اختیار کے اعتبارسے ، چنانچہ جب جرائمِ حدود میں کوئی جرم ثابت ہوجائے تو قاضی اس کی سزا نافذ کرنے پر مجبور ہے، جرائمِ قصاص کی صورت میں اگر مجنی علیہ مجرم کو معاف کردے تو قاضی زیادہ سے زیادہ تعزیری سزا دے سکتا ہے، اس کے مقابلے میں تعزیری جرائم کی سزاؤں میں قاضی مکمل طور پر بااختیار ہے بشرطیکہ سزا شریعت کے اصول سے متصادم نہ ہو۔

۳: مجرم کے حالات کے اعتبار سے، جرائمِ حدود اور جرائمِ قصاص ودیت میں مجرم کے حالات کوئی اثر نہیں رکھتے جب کہ تعزیری جرائم میں سزا مقرر کرتے وقت مجرم کے حالات کا مکمل جائزہ لیا جائے گا۔

۴: اثبات کے اعتبار سے، جرائمِ حدود اور جرائمِ قصاص ودیت کے ثبوت کے لیے شریعت نے خاص شرائط مقرر کی ہیں، اس کے مقابلے میں تعزیری جرائم کے ثبوت کے لیے ان شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

۲: جرائم باعتبارِ قصد وخطا: مجرم کے قصد اور خطا کے اعتبار سے جرائم کو جرائم مقصودہ اور جرائم غیر مقصودہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔
جرائمِ مقصودہ: اس سے مراد وہ جرائم ہیں جن کے ارتکاب کا مجرم نے ارادہ اور قصد کیا ہو، باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہو کہ یہ فعل حرام اور ممنوع ہے۔
قتل میں قصد اور خطا کا خاص اعتبار ہے ، تفصیل متعلقہ دفعات کے تحت آئے گی۔

جرائمِ غیر مقصودہ: اس سے مراد وہ جرائم ہیں جن کے ارتکاب کا مجرم نے ارادہ نہیں کیا ہو لیکن کسی غلطی کی وجہ سے اس سے یہ جرم سرزد ہوگیا ہو، خطاکی دو قسمیں ہیں:
۱: مجرم اس فعل کا ارادہ رکھتا ہو جو جرم کا باعث بنے لیکن اس کا ارادہ جرم کے ارتکاب کا نہ ہو جیسا کہ کسی آدمی نے راستہ سے پتھر کو ہٹانے کی خاطر اٹھا کر پھینکا اور وہ کسی دوسرے آدمی کو لگ گیا یا مثلا اپنی سوچ میں غلطی میں مبتلا ہوجائے جیسا کہ کسی حیوان پر نشانہ لگایا لیکن جب گولی چلائی تو معلوم ہوا کہ وہ انسان تھا۔
۲: مجرم کا ارادہ اس فعل کا ہو نہ ہی جرم کا، لیکن عدمِ احتیاط کی وجہ سے اس سے جرم سرزد ہوجائے مثلا کسی نے نیند میں کروٹ لی اور قریب پڑے بچے کو بدن کے نیچے دبا کر قتل کردیا۔
نتیجتًا جرائم مقصودہ کی سزا شدید جب کہ غیر مقصودہ کی سزا خفیف ہوگی۔

ایجاب اور سلب کے اعتبار سے جرائم کی تقسیم: ایجاب (کسی فعل کے ارتکاب) اور سلب (کسی فعل سے احتراز) کے اعتبار سے یا کسی فعل کے ماموربہ اور منہی عنہ ہونے کے اعتبار سے جرائم کو ایجابیہ اور سلبیہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔
جرائمِ ایجابیہ سے مراد کسی ممنوع فعل کا ارتکاب ہے جیسا کہ قتل اور چوری وغیرہ۔
جرائمِ سلبیہ سے مراد کسی مامور بہ فعل سے احتراز ہے جیسا کہ گواہی کی ادائیگی سے احتراز کرنا یا زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنا۔
عام طور پر جرائم ایجابیہ ہی ہوتے ہیں البتہ چند ایک سلبیہ جرائم بھی ملتے ہیں۔

ایجابیہ جرم سلب کے طریقے سے: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جرائمِ ایجابیہ کا ارتکاب سلب یعنی احتراز کے طریقے پر ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں مجرم سزا کا مستوجب ہوگا، مثلا اگر کسی نے دوسرے کو پکڑ کر کے بند کردیا اور اسے کھانا پینا نہیں دیا حتی کہ وہ مرگیا تو یہ قتلِ عمد ہی شمار ہوگا بشرطیکہ مجرم کا ارادہ اس کے قتل کا ہو، یہی رائے امام مالکؒ[92]، امام شافعیؒ[93]، امام احمدؒ[94] کی ہے، احناف میں سے امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ قتل عمد نہیں ہے کیونکہ مجنی علیہ کی موت کا سبب بھوک اور پیاس ہے نہ کہ مجرم کا بند کرنا لیکن امام محمدؒ[95] اور امام ابویوسفؒ[96] فرماتے ہیں کہ چونکہ کسی انسان کی بقاء کھانے پینے پر ہی منحصر ہے لہذا یہ قتلِ عمد ہی شمار ہوگا۔

کسی فعل سے احتراز کب قابلِ اخذ ہوگا؟، کسی فعل سے احتراز کرنےپر ہر آدمی ماخوذ اور قابل پکڑ نہیں ہوتا بلکہ وہی شخص ماخوذ ہوتا ہے جس پر شرعا یا عرفا اس فعل سے عدمِ احتراز واجب ہو۔ شرع اور عرف کے اعتبار سے وجوب اور عدمِ وجوب میں بعض اوقات اختلاف آجاتا ہے مثلا کسی آدمی کے لیے دوسرے آدمی کو آگ یا جانور سے بچانا ممکن تھا لیکن اس نے نہیں بچایا تو بعض فقہاء حنابلہ کے نزدیک وہ ذمہ دار ہوگا جب کہ

---

92 مالک بن انس [۹۳ - ۱۷۹ھ = ۷۱۲ - ۷۹۵ء] بن مالک، اصبحی، حمیری ابو عبد اللہ، امام دار الہجرہ، ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ دینی امور میں متصلب تھے۔ امراء، وزراء اور سلاطین سے دور رہتے تھے۔ [وفیات الاعیان ۴: ۱۳۵، الاعلام ۵: ۲۵۷]

93 محمد بن ادریس [۱۵۰ھ - ۲۰۴ھ= ۷٦۷ء - ۸۲۰ء] بن عباس بن عثمان بن شافع ہاشمی، قرشی، ابو عبد اللہ، غزہ میں پیدا ہوئے۔ فقہاء اربعہ میں سے ہیں۔ دوسال کی عمر میں مکہ معظمہ لائے گئے۔ دو دفعہ بغداد گئے۔ ۱۹۹ھ کو مصر تشریف لے گئے اور اپنی وفات تک وہیں رہے۔ آپ شعر، لغت، ایام عرب، فقہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ نہایت ذکی ، فطین اور حاضر جواب تھے۔ کئی مفید کتابیں لکھی ہیں۔
[ذہبی، شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ ۱: ۳٦۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، الاعلام٦: ۲٦]

94 احمد بن محمد بن حنبل[۱٦۴ - ۲۴۱ھ = ۷۸۰ - ۸۵۵ء] ابو عبد اللہ، شیبانی، مذہب حنبلی کا امام اور ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ اصل میں مرو سے تھے لیکن پیدائش بغداد میں ہوئی۔امام شافعیؒ سے کسب فیض کیا۔صاحب استقامت تھے، خلقِ قرآن کے مسئلے میں ۲۸ ماہ تک قید کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اپنے موقف پر ڈٹے رہیں۔تیس ہزار احادیث کے مجموعے "المسند" کے مصنف ہیں۔
[ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی، صفۃ الصفوۃ ۱: ۴۷۸، دار الحدیث قاہرہ، مصر، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، وفیات الاعیان ۱: ٦۴، الاعلام ۱: ۲۰۳]

95 محمد بن حسن بن فرقد، فرقد بنو شیبان کے موالی میں سے تھے۔ فقہ اور اصول کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے علم کو آپ نے پھیلایا۔ اصل میں حرستہ سے تعلق تھا۔ ۱۳۱ھ کو واسط میں پیدا ہوئے۔ کوفہ میں پلے بڑھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے قریبی ساتھی رہے ہیں۔ ۱۸۹ھ کو "رے" میں وفات پائی۔
[لکھنوی، عبد الحی، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ: ۲٦۸، ترجمہ: ۳۴۳، قدیمی کتب خانہ کراچی، الاعلام٦: ۸۰]

96 یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری، کوفی، بغدادی، ابویوسف۔ امام ابوحنیفہؒ کے سب سے قریبی ساتھی تھے۔ کوفہ میں ۱۱۳ھ کو پیدا ہوئے۔ فقیہ، علامہ اور حافظ حدیث تھے۔ مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے عہد میں قاضی اور چیف جسٹس رہے ہیں۔ تفسیر، مغازی، اور ایام عرب کے امام تھے۔ ۱۸۲ھ کو وفات پائی۔ [بغدادی، خطیب، تاریخ بغداد ۱۴: ۲۴۲، دار الکتب العربیہ، بیروت، الاعلام۸: ۱۹۳]

بعض دوسرے فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ اب اس اختلاف کی وجہ سے اس مسئلہ میں بچانے کے وجوب اور عدمِ وجوب میں اختلاف ہے۔

جرائم کی تقسیم باعتبار کیفیتِ ارتکاب: جرائمِ بسیطہ اور جرائمِ اعتیاد۔

جرائمِ بسیطہ: وہ جرائم جو ایک مرتبہ کرنے سے ثابت ہوجائے مثلا چوری اور شراب پینا، چاہے جرم کا ارتکاب محض اسی وقت کیا جائے یا استمرار کے ساتھ ساتھ بار بار کیا جائے، حدود، قصاص اور دیت کے تمام جرائم اسی نوع کے تحت داخل ہیں۔

جرائمِ اعتیاد: اعتیاد عادت سے ماخوذ ہے، اس سے مراد وہ جرائم ہیں جو تکرار اور باربار کرنے سے جرائم بن جائیں یعنی کوئی فعل اپنی ذات کے اعتبار سے جرم نہ ہو لیکن اس کے ارتکاب کی عادت ڈالنا اسے جرم بنادے۔جرائمِ اعتیاد عام طور پر تعزیری جرائم ہوتے ہیں۔
قاعدہ یہ ہے کہ تعزیری سزا محرمات کے ارتکاب اور واجبات سے احتراز کے لیے ہے، یہاں تک اتفاق ہے، البتہ کسی مکروہ کے ارتکاب اور مستحب کو چھوڑ دینے پر تعزیر دینے میں اختلاف ہے، بعض فقہاء اسے جائز سمجھتے ہیں، بعض منع کرتے ہیں اور بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگر مصلحت تقاضا کرے تو ان پر تعزیری سزا دی جاسکتی ہے۔
جن فقہاء نے ارتکابِ مکروہ اور ترکِ مستحب پر تعزیر دینے کے جواز کا قول اختیار کیا ہے، ان کے نزدیک بھی یہ مطلق نہیں ہے بلکہ جب کسی شخص کی طرف سے ارتکابِ مکروہ اور ترکِ مستحب بار بار پایا جائے تو تعزیر جائز ہوجائے گی، ایک دو مرتبہ پر تعزیر دینا ان فقہاء کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں تعزیر اس فعل پر نہیں دی گئی بلکہ اسے عادت بنانے اور باربار کرنے پر دی گئی، لہذا جرم عادت اور اس کی باربار تکرار ہوگئی[97]۔

جرائمِ شخصی اور جرائمِ اجتماعی: راقم کی نظر میں جرم کی اس اعتبار سے بھی تقسیم کی جاسکتی ہے کہ بعض اوقات کسی خاص شخص کی طرف سے ارتکابِ فعل یا احترازِ فعل تعزیر کا لائق نہیں ہوتا لیکن اگر کچھ افراد کا مجموعہ مل کر اس کے ارتکاب یا احتراز پر اتفاق کرلیں تو اس صورت میں وہ جرم قابلِ تعزیر بن جاتا ہے، اس کی مثال اذان کے بارے میں امام محمدؒ کا قول ہے کہ اگر کسی شہر کے رہائشیوں نے ترکِ اذان پر اتفاق کرلیا تو میں ہتھیاراٹھا کر ان سے لڑوں گا[98]، حالانکہ اگر کوئی خاص فرد ایسا کرے تو اسے قابلِ تعزیر نہیں سمجھا جاتا۔

---

97 ڈاکٹر عودہ، عبد القادر، التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی ۱: ۹۱، دار الکتاب العربی، بیروت

98 سرخسی، محمد بن احمد، المبسوط ۱: ۱۳۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء، بدائع الصنائع ۱: ۱۳٦

فصلِ چہارم: فقہ مذاہبِ اربعہ اور فقہِ جعفری کا تعارفی جائزہ:

فقہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف فصل سوم میں تفصیل سے گزر گئی ہے، اس باب میں فقہ مذاہبِ خمسہ کا تعارف پیش کیا جاتا ہے البتہ ان کے تعارف سے پہلے دورِ تدوینِ مذاہب تک فقہ کی مرحلہ وار تدوین پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے:

پہلا مرحلہ: فقہ دورِ نبوت میں: دور نبویﷺ میں دین کے تمام علوم کا انحصار وحی پر مبنی تھااور ہر بات کے لیے نبی کریمﷺ کی ذات بابرکات سے رجوع کی جاتی تھی، وحی کی دو شکلیں موجود تھیں، ایک قرآن مجید جس کے الفاظ ومعانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے اور دوسری حدیث جس کے معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے جب کہ الفاظ نبی کریمﷺ کے تھے، ان دونوں سے حاصل شدہ علم محفوظ اور غلطیوں سے پاک تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں دین کے متعلق ہر چھوٹی بڑی بات کے لیے آپﷺ سے رجوع کیا جاتا تھا اور آپﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رہنمائی فرماتے تھے۔

دوسرا مرحلہ: فقہ دورِ خلافت میں: عہدِ خلافت کا دور ۱۱ہجری سے شروع ہوکر ۴۰ ہجری پر جاکر ختم ہوجاتا ہے۔
یہ دور اس بات میں ممتاز ہے کہ اس میں کئی نئے مسائل پیدا ہوئے اور کئی نئے احکام کی دینی حیثیت معلوم کرنے کی ضرورت پڑی، اس کی وجہ کثرتِ فتوحات اور مسلمانوں کا کافروں کے ساتھ اختلاط تھا، ان نت نئے مسائل کی دینی حیثیت جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری تھا۔ اس دور میں کچھ صحابہ دین کے احکام کے متعلق فتوی دینے کے لیے ممتاز سمجھے جاتے تھے، ان میں سیدنا عمر[99]، سیدنا علی[100]، سیدنا زید بن ثابت[101]،

---

99 سیدنا عمر بن الخطاب [۴۰ق ھـ ۲۳ھ] بن نفیل، قرشی، عدوی، ابو حفص۔ دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ سب سے پہلے امیر المؤمنین کے لقب سے نوازے گئے۔ جاہلیت میں قریش کے بہادروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ نبی کریمﷺ کی دعا سے مسلمان ہوئے۔ اپنی خلافت میں فتوحات کی وجہ سے مملکت اسلامیہ کو بڑی وسعت فراہم کردی۔ سیدنا شعبہ بن مغیرہؓ کے غلام ابو لؤلؤ فیروز فارسی نے شہید کیا۔
[عسقلانی، ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۴: ۵۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، الاعلام ۵: ۴۵]

100 علی بن ابی طالب[۲۳ق ھـ ۴۰ھ] بن عبد المطلب، ہاشمی، قرشی، ابو الحسن۔ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ آپﷺ کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں۔ بہادر اور پہلوان تھے۔ سیدہ خدیجہؓ کے بعد بچوں میں سب سے

سیدہ عائشہ، سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین[106] شہرت کے حامل تھے۔

اس عہد میں احکامِ شریعت کے اخذ واستنباط کے لیے قرآن مجیداور حدیثِ نبوی کے علاوہ اجماعِ امت اور قیاس سے بھی کام لیا جاتا تھا کیونکہ کئی ایسے نئے مسائل تھے جن کا صریح حکم قرآن وحدیث میں موجود نہیں تھا، اس کا ثبوت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط سے ہوتا ہے جو انہوں قاضی شریحؒ[107] کو لکھا تھا:

"جب کتاب اللہ میں کوئی حکم پاؤ تو اس کے مطابق فیصلہ کرو، کسی اور طرف توجہ نہ کرو، اگر کوئی ایسا معاملہ سامنے آئے کہ کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ہو تو رسول اللہﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو، اگر کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں میں نہ ملے تو جس بات پر لوگوں کا اجماع ہو اس کے مطابق فیصلہ کرو، کتاب اللہ میں ہو نہ سنت رسول میں اور نہ ہی تم سے پہلوں نے اس سلسلہ میں کوئی رائے ظاہر کی ہو، تو اگر تم اجتہاد کرنا چاہو تو اجتہاد کے لیے آگے بڑھو اور اگر اس سے پیچھے ہٹنا چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ، میں یہی تمہارے حق میں بہتر سمجھتا ہوں[108]۔"

تیسرا مرحلہ: اصاغرِ صحابہ اور اکابرِ تابعین:

پہلے اسلام لانے والے صحابی ہیں۔ اکثر جنگوں میں جھنڈا ان کے پاس رہا۔ عبد الرحمن بن ملجم خارجی نے ١٧ رمضان کو شہید کیا۔ [الاصابہ ۴: ۵٦۴، الاعلام ۴: ۲۹۵]

101 زید بن ثابتؓ [11ق ھ۔۴۵ھ] خزرجی۔ کاتب وحی تھے۔ ١١ سال کی عمر میں ہجرت کی۔ دین میں تفقہ اور کافی سمجھ بوجھ رکھنے کی وجہ سے مدینہ میں قضاء، فتوی، قراءت اور میراث میں امام کی حیثیت رکھتے تھے۔ قرآن کریم کی جمع وتدوین میں بڑا کردار ادا کیا۔ [الاصابہ ۲: ٦٦٠، الاعلام ۳: ۵٧]

102 أم المؤمنین عائشہ بنت ابی بکر الصدیق [۹ ق ھ - ۵۸ھ= ٦١٣ء - ٦٧۸ء] قریشی خاندان سے تعلق تھا۔ مسلمان خواتین میں سب سے بڑی فقیہ اور عالم دین تھیں۔ ۲ ہجری کو نبی کریمﷺ کی زوجیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپﷺ کو بہت زیادہ محبوب تھیں۔ اکابر صحابہ میں شمار ہوتی تھیں۔ ان سے ۲۲١٠ احادیث مروی ہیں۔ [الاصابہ ۸: ۲۳١، الاعلام ۳: ۲۴٠]

103 عبد اللہ بن عمر [١٠ ق ھ - ٧۳ھ= ٦١۳ء - ٦۹۲ء] بن خطاب، عدوی، قرشی، جلیل القدر صحابی ہیں۔ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ اسلام ہی میں ہوش سنبھالا۔ اپنے والد ماجد کی معیت میں ہجرت کی۔ ان کی مرویات ۲٦۳٠ ہیں۔ نبی کریمﷺ کی سنت کی شدت سے پیروکار تھے۔ مکہ معظمہ ہی میں وفات پائی۔ [ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۳: ۲٠۳، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ١۴١٠ھ/١۹۹٠ء، الاعلام۴: ١٠۸]

104 سیدنا عبد اللہ بن عباس [۳ق ھ - ٦۸ھ = ٦١۹ء -٦۸٧ء] بن عبد المطلب، قرشی، ہاشمی، رسول اللہﷺ کے چچا زاد بھائی اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ حبر الامۃ اور ترجمان القرآن جیسے القاب سے نوازے گئے۔ طائف میں سکونت پذیر تھے اور وہیں وفات پائی۔
[ابن الاثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۳: ۹٦، ترجمہ: ۳٠۳۸، دار الکتاب العربی، بیروت، ١۴۲٧ھ/۲٠٠٦ء، الاعلام ۴: ۹۵]

105 سیدنا معاذ بن جبل [۲٠ ق ھ - ١۸ھ= ٦٠۳ء - ٦۳۹ء] بن عمرو بن اوس، انصاری، خزرجی، تمام امت میں حلال اور حرام پر زیادہ علم حاصل تھا۔ ان چھ افراد میں سے ہیں جنہوں نے نبی کریمﷺ کی زندگی میں قرآن کریم جمع کیا تھا۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ آپﷺ نے ان کو یمن کا والی بنا کر بھیجا تھا۔ ان سے ١۵٧ احادیث مروی ہیں۔ [الاصابہ ٦: ١٠٧، الاعلام ٧: ۲۵۸]

106 سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ [... ۳۲ھ] بن غافل بن حبیب، ابوعبد الرحمن، ہذلی۔ عقل، فضل اور رسول اللہﷺ سے نزدیکت کے اعتبار سے بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ سابقین اولین میں سے ہیں۔ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے مکہ میں قرآن کریم بآواز بلند پڑھا۔ رسول اللہﷺ کے خادم تھے۔
[الاصابہ ۴: ۲۳۳، الاعلام۴: ١۳٧]

107 شریح بن الحارث [... - ٧۸ھ= ... - ٦۹٧ء] بن قیس بن جہم، کندی، ابو امیہ، صدر اسلام میں مشہور فقیہ اور قاضی رہے ہیں۔ اصل میں یمن سے تھے۔ سیدنا عمر، عثمان، علی اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں کوفہ کے قاضی تھے۔ حجاج کے عہد میں قضاء سے مستعفی ہوگئے۔ حدیث میں ثقہ اور قضاء میں مأمون تھے۔ کوفہ میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۲: ۴٦٠، الاعلام ۳: ١٦١]

108 ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، جامع بیان العلم وفضلہ ۲: ۸۴٧، دار ابن الجوزی، المملکۃ العربیۃ السعودیہ، ١۴١۴ھ/١۹۹۴ء

یہ دور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ[109] کے عہد سے لے کر بنوامیہ کی خلافت کے خاتمہ تک جاتا ہے، اس دور میں مشہور دو مکتبِ فکر حجاز[110] اور عراق[111] وجود میں آئے۔ حجاز کے مرکزی علمی شہر مکہ[112] اور مدینہ[113] تھے، اہلِ مدینہ کا علم سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے شاگردوں سے ماخوذ تھا اور اہلِ مکہ کا علم سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے ماخوذ تھا۔ اہلِ عراق کا علم سیدنا عبد اللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے ماخوذ تھا[114]۔

صحابہ میں بعض کی نظر حدیث کے ظاہری الفاظ پر ہوتی تھی جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[115] جب کہ بعض کی نظر الفاظِ حدیث کے ساتھ ساتھ شریعت کی روح اور مصالح پر ہوتی تھی جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، البتہ دور صحابہ میں

---

109 معاویہ بن صخر (ابی سفیان) [۲۰ ق ھ – ٦۰ھ= ٦۰۳ء - ٦٨۰ء] ابن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، قرشی، اموی، شام میں اموی خلافت کی بنیاد ڈالنے والی اور عرب کی ایک زیرک شخصیت تھی۔ فصیح، بردبار اور باوقار تھے۔ مکہ میں پیدا ہوئے اور فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ کاتبین وحی میں شامل تھے۔ ۴۱ھ میں خلیفہ نامزد ہوئے۔ ان سے ۱۳۰ احادیث مروی ہیں۔ [الاصابہ ٦: ۱۲۰، الاعلام ۷: ۲٦۱]

110 جزیرۃ العرب کا شمال مغربی حصہ جہاں آفتاب اسلام طلوع ہوا، رسول اللہﷺ کے وطن مالوف اور منزل الوحی اور موجودہ سعودی عرب کا ایک بڑا اور اہم صوبہ۔ عربی مآخذ کا اس پر اتفاق ہے کہ حجاز کا مفہوم "روک یا رکاوٹ" ہے۔ مکہ ،مدینہ اور طائف حجاز کا حصہ ہیں۔ اس کے بڑے بڑے قبائل قریش اوس اور خزرج رہے ہیں۔ عرب کا عظیم پہاڑی سلسلہ"جبل السراۃ" یہاں سے ہو کر گزرتا ہے۔
[حموی، یاقوت، معجم البلدان ۲: ۲۱٨، دار صادر، بیروت، ۱۹۹۵ء، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۷: ۹۰۰]

111 عراق عالم عرب کا ایک مشہور ملک ہے۔ اس کا معنی "نشیبی علاقہ" اور "ساحلی علاقہ" بتایا گیا ہے۔ اس کو "السواد" (سیاہ ملک) بھی کہتے ہیں۔ پچھلے زمانے میں "العراقان" سے اس کے دو مشہور شہر کوفہ اور بصرہ مراد لیے جاتے تھے۔ موجودہ دور میں عراق ایشیا کے مغربی حصہ میں واقع ایک عربی سلطنت ہے۔ مشرق میں اس کی بارڈر ایران، مغرب میں سعودی عرب، اردن اور شام، جنوب میں سعودی عرب اور کویت اور شمال میں ترکی سے ملا ہوا ہے۔
[معجم البلدان ۳: ۹۳، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۳: ۲۷، الموسوعہ العربیہ العالمیہ، مادہ عراق، مکتبۃ صید الفوائد، www.saaid.net/book/index.php]

112 جزیرہ نمائے عرب کے صوبہ حجاز کا مرکزی شہر اور عالم اسلام کا روحانی مرکز ہے اور سیدنا محمدﷺ کے مولد ہیں۔ یونانی جغرافیہ نویس بطلمیوس نے مکہ کو Macorba لکھا ہے جو کہ مقربہ سے معرب ہے جس کے معنی لوگوں کو معبودوں کے قریب لانے کے ہیں۔ بعض محققین نے اس کے معنی معبد بھی لیے ہیں۔ اس کے دوسرے نام ام القری، بیت العتیق اور البلد الامین ہیں۔ اس کے ارد گرد جبل عرفات، جبل ثور، جبل ابی قبیس اور جبل ثبیر کا سلسلہ واقع ہے۔[معجم البلدان ۵: ۱٨۱، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۱: ۴۹۳]

113 جزیرہ نمائے عرب صوبے حجاز کا مقدس شہر جس کا پہلا نام یثرب تھا۔ نبی کریمﷺ نے ہجرت کے بعد اس کا نام طیبہ اور طابہ رکھا۔ اس کے لیے جابرہ، محبوبہ، مدینہ النبیﷺ، مدینہ الرسول اور دار الہجرہ نام بھی استعمال ہوئے ہیں۔ یہ مکہ مکرمہ سے تین سو میل کی مسافت پر واقع ہے۔ اس کے شمال میں جبل احد اور جنوب میں جبل عیر واقع ہیں۔ شہر میں وادی العقیق اور وادی رانوناء قابل ذکر ہیں۔ العین الزرقاء اس کا مشہور چشمہ ہے۔
[معجم البلدان ۵: ۱٨۱،اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۰: ۲۲٨]

114 ابن القیم، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین ۱: ۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

115 عبد الرحمن بن صخر [۲۱ ق ھ – ۵۹ھ= ٦۰۲ - ٦۷۹ء] دوسی، ابو ہریرہ سے مشہور ہیں۔ تمام صحابہ سے زیادہ احادیث یاد تھیں۔ جاہلیت میں ایک نادار یتیم تھے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ تشریف لائے اور مشرف باسلام ہوئے۔ نبی کریمﷺ کی صحبت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا اور ۵۳۷۴ احادیث روایت کیں۔ کچھ وقت کے لیے مدینہ کے والی ر ہیں۔ مدینہ ہی میں وفات پائی۔ [الاصابہ ۷: ۳۴٨، الاعلام ۳: ۳۰٨]

یہ فرق اتنا محسوس نہیں ہوتا تھا، تابعین کے دور میں یہ فرق نمایاں نظر آنے لگا، جو لوگ ظاہر نصوص پر قانع تھے وہ "اصحاب الحدیث" اور جو لوگ نصوص کے مقاصد اور مصالح کو پیش نظر رکھتے تھے وہ "اصحاب الرأی" کہلانے لگے۔ اصحاب الحدیث کا مرکز مدینہ تھا جب کہ اصحاب الرأی کا مرکز عراق تھا، اگر چہ ہر ایک مرکز میں دوسرے مرکز سے متاثرہ افراد بھی ملتے تھے، جیسا کہ امام مالکؒ کے استاذ ربیعۃ الرأی[116] مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی ان کا طریقہ استنباط اصحاب الرأی جیسا تھا اور کوفہ[117] میں امام ابوحنیفہؒ کے استاذ امام عامر شراحیل شعبیؒ[118] کا طریقہ استنباط اصحاب الحدیث جیسا تھا۔

چوتھا مرحلہ: دوسری صدی تا نصف چوتھی صدی:

یہ وہ دور ہے جس میں مذاہبِ فقہیہ کی تدوین دقیق علمی شکل میں ہوئی، صرف فقہ ہی نہیں بلکہ یہ دور تمام علومِ دینیہ کے لیے سنہرا دور ہے، چنانچہ اس دور میں تفاسیر وجود میں آئیں، کتابی شکل میں حدیث کی تدوین ہوئی، عربی زبان کے قواعد مرتب ہوئے اور لغت پر کتابیں وجود میں آئیں۔

ویسے تو لکھنا نبی کریمﷺ کے دور سے ثابت ہے لیکن باضابطہ طور پر کتاب کی شکل میں لکھنے کی مثال اس دور سے پہلے بہت کم ملتی ہے، اس دور کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ دین کے متعلق علوم کو کتابی شکل دی جانے لگی، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ[119] پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنے کی

---

116 ربیعہ بن فروخ [... - ۱۳۶ھ= ... - ۷۵۳ء] مدنی، ابو عثمان، امام، حافظ اور مجتہد فقیہ تھے۔ سخی اور فیاض تھے۔ رأی یعنی قیاس پر گہری نظر تھی اسی وجہ سے ربیعہ الرأی سے مشہور ہوئے۔ امام مالکؒ نے ان سے کسب فیض کیا ہے۔ ابن الماجشون فرماتے ہیں کہ حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ [وفیات الاعیان ۲: ۲۸۸، الاعلام ۳: ۱۷]

117 بابل کے کھنڈرات کے جنوب میں دریائے فرات کے مغربی شاخ کے کنارے واقع عراق کا ایک مشہور شہر ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ۱۷ ہجری کو جنگ قادسیہ کے بعد اس کی بنیاد رکھی تھی جب کہ بصرہ اس سے پہلے بنایا گیا تھا۔ کوفہ کے معنی "ریت کے گول ٹیلے" کے ہیں۔ کوفہ ایک طرف کئی علمی اور فقہی مفاخر کی آماجگاہ تو دوسری طرف کئی فتنوں کو جنم دینے والی جگہ بھی ہے۔

[معجم البلدان ۴: ۴۹۰، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۱۷: ۳۵۴]

118 عامر بن شراحیل [۱۹ھ - ۱۰۳ھ= ۶۴۰ء - ۷۲۱ء] بن عبد ذی کبار، شعبی، حمیری، ابو عمرو، تابعین میں سے ہیں۔ قوت حفظ میں ضرب المثل تھے۔ کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہی وفات پائی۔ عبد الملک بن مروان کے مشیر تھے۔ ثقہ تھے۔ عمر بن عبد العزیزؒ کے لیے قضاء کی خدمت انجام دی ہے۔ [وفیات الاعیان ۳: ۱۲، الاعلام۳: ۲۵۱]

119 عمر بن عبد العزیز [۶۱ھ - ۱۰۱ھ= ۶۸۱ء - ۷۲۰ء] بن مروان بن الحکم، اموی، قرشی، ابوحفص۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ ۹۹ھ کو خلیفہ بنے اور دو سال تک خلافت کا مسند سنبھالا۔ نیک، عادل اورصالح خلیفہ تھے۔ عدل کی وجہ سے عمر ثانی سے مشہور تھے۔[سیر اعلام النبلاء ۵: ۱۱۴، الاعلام۵: ۵۰]

ضرورت محسوس کی اور ابوبکر بن حزم[120] کو خط لکھا کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کو لکھو کیونکہ مجھے علم کے ضائع ہونے اور علماء کے فوت ہوجانے کا ڈر ہے[121]۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس دور میں مذاہبِ خمسہ کی تدوین ہوئی لہذا ان کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، البتہ مذاہبِ خمسہ کے تعارف سے پہلے فقہاء کے طبقات مختصر بیان کیے جاتے ہیں[122]:

طبقہ اولی: طبقہ اولی میں ان فقہاء کا شمار ہوتا ہے جو شریعت میں مجتہدین کی حیثیت سے مشہور ہیں جیسا کہ ائمہ اربعہ اور وہ لوگ جو اصول اور قواعد کی بنیاد ڈالنے میں ان کے ہم پلہ ہیں۔

طبقہ ثانیہ: دوسرا طبقہ مذہب میں مجتہدین کا ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے وہ اصحاب جو ان قواعد کی بنیاد پر دلائل سے احکام کے استنباط کا ملکہ رکھتے ہیں جن کی بنیاد صاحبِ مذہب نے ڈالی ہے۔ یہ حضرات اگر چہ بعض فروع میں ان کی مخالفت کریں لیکن بنیادی اصول اور قواعد میں اپنے استاد کے موافق ہی رہتے ہیں۔

طبقہ ثالثہ: وہ حضرات جو ان مسائل میں اجتہاد کا ملکہ رکھتے ہیں جن میں صاحبِ مذہب سے کوئی روایت منقول نہیں ہوتی جیسا کہ امام ابو جعفر طحاویؒ[123]، شمس الائمہ حلوانیؒ[124]، شمس الائمہ سرخسیؒ [125]اور امام فخر الاسلام بزدویؒ[126]۔ یہ حضرات اصول

---

120 ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری، نجاری، مدنی، مدینہ کے قاضی اور امیر رہے ہیں۔ اپنے عہد میں قضاء کی سمجھ بوجھ رکھنے میں عدیم النظیر تھے۔ کثیر العبادہ اور تہجد کے عادی تھے۔ ان کی بیوی سے روایت ہے کہ چالیس سال تک رات کو نہیں سوئے ہیں۔ سنت وفات ۱۱۷ یا ۱۲۰ ہجری ہے۔
[ذہبی، محمد بن احمد، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام ۷: ۵۱۱، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷]

121 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المختصر، کتاب العلم[۳]، باب کیف یقبض العلم[۳۴]، دار ابن کثیر، یمامہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء

122 یہ تقسیم ابن کمال پاشاؒ نے اپنے رسالہ "طبقات الفقہاء" میں کی ہے، جس پر علامہ کبری زادہؒ نے "طبقات الفقہاء" اور علامہ کفویؒ نے کتائب اعلام الاخیار" میں اعتماد کیا ہے لیکن علامہ مرجانیؒ نے "ناظورۃ الحق" میں، علامہ عبد الحی لکھنویؒ نے اپنی بعض کتابوں میں اور علامہ مطیعیؒ نے "ارشاد اہل الملۃ الی اثبات الادلۃ" میں سختی سے اس کی تردید کی ہے۔ [النقیب، احمد بن نصیر الدین، المذہب الحنفی ۱: ۱۶۳۔ ۱۶۸، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء]

123 احمد بن محمد بن سلامہ [۲۳۹ھ - ۳۲۱ھ= ۸۵۳ء - ۹۳۳ء] ازدی، طحاوی، ابوجعفر، حنفی فقیہ ہیں۔ امام مزنیؒ کے بھانجا ہیں۔ مصر کے علاقے طحا میں پیدا ہوئے۔ مذہب شافعی کے فقیہ تھے لیکن بعد میں مذہبِ حنفی اختیار کیا۔ شام کاسفر کیا اور احمد بن طولون کے خواص میں شامل ہوگئے۔ کئی مفید کتابیں لکھی ہیں۔ [وفیات الاعیان ۱: ۷۱، الاعلام ۱: ۲۰۶]

124 عبد العزیز بن احمد [... - ۴۴۸ھ= ... - ۱۰۵۶ء] بن نصر بن صالح، حلوانی، بخاری، ابو محمد، شمس الائمہ سے مشہور ہیں۔ حنفی فقیہ ہیں۔ حلواء بنانے کی طرف منسوب ہیں، بعض نے ان کا لقب "حلوائی" بتایا ہے۔ بخاری میں اہل الرأی کے امام تھے۔ المبسوط اور النوادر جیسی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔

[الجواہر المضیہ ۱: ۳۱۸، الاعلام ۴: ۱۳]

125 محمد بن احمد بن ابو بکر سرخسی، شمس الائمہ، فقہ، علم الکلام، اصول فقہ اور مناظرے میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ فقہ میں مجتہدین کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان کا عظیم علمی شاہکار "المبسوط" ہے جو انہوں نے اوزجند (فرغانہ) کے جیل میں لکھی ہے جو کہ امام محمدؒ کی "الجامع الکبیر" کی شرح ہے۔
[کحالہ، عمر بن رضا، معجم المؤلفین 8: 239، دار إحیاء التراث العربي، بیروت]

126 علی بن محمد [۴۰۰ھ - ۴۸۲ھ= ۱۰۱۰ - ۱۰۸۹ء] بن حسین بن عبد الکریم، ابو الحسن، فخر الاسلام بزدوی، اکابر حنفیہ میں سے ہیں۔ بزدہ کی طرف منسوب ہیں جو علاقہ نسف کے قریب ایک قلعہ کا نام

اور فروع دونوں میں صاحبِ مذہب سے مخالفت کی قدرت نہیں رکھتے البتہ صاحبِ مذہب سے منقول اصول اور قواعد کی بنیاد پر ان مسائل میں احکام کا استنباط کرتے ہیں جن میں صاحبِ مذہب سے کوئی نص منقول نہ ہو۔

طبقہ رابعہ: مقلدین میں سے اصحابِ تخریج کا طبقہ ہے جیسا کہ امام ابوبکر رازیؒ[127] اور ان کے ہم پلہ فقہاء۔ یہ حضرات اجتہاد پر سرے سے قادر نہیں ہوتے لیکن اصول اور ماخذ پر علمِ تام رکھنے کی وجہ سے اصول پر نظر دوڑا کر یا فروعات میں اس جیسے حکم پر قیاس کرکے کسی ایسے مجمل قول یا مختلف احتمال رکھنے والے مبہم حکم کی وضاحت پر قادر ہوتے ہیں جو کہ صاحبِ مذہب یا ان کے اصحاب سے منقول ہو۔ صاحبِ ہدایہ کا قول: "كذا في تخريج الكرخي وتخريج الرازي" اسی قبیل سے ہے۔

طبقہ خامسہ: مقلدین میں سے اصحابِ ترجیح کا طبقہ ہے جیسا کہ القدوری اور الہدایہ کے مصنفین۔ یہ حضرات ایک قول کا دوسرے قول پر ترجیح کا ملکہ رکھتے ہیں۔

طبقہ سادسہ: یہ ان مقلدین کا طبقہ ہے جو اقوی، قوی، ضعیف، ظاہر الروایہ اور نادر الروایہ میں تمییز کرسکتے ہیں۔ اس طبقہ میں متاخرین کے اصحابِ متون کا شمار ہوتا ہے جیسا کہ کنز الدقائق، المختاراور الوقایہ کے مصنفین، ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ ضعیف اور مردود اقوال نقل نہیں کرتے۔

طبقہ سابعہ: ان مقلدین کا طبقہ ہے جو ذکر شدہ تمام صلاحیتوں سے عاری ہوتے ہیں[128]۔

مذاہبِ خمسہ: ۱: مذہب حنفی، ۲: مذہب مالکی، ۳: مذہب شافعی، ۴: مذہب حنبلی اور ۵: مذہب جعفری کا تعارف:

مذہبِ حنفی کا تعارف:

فقہ حنفی کی شخصیات:

بانی مذہب کا تعارف: حنفی مکتب فکر کا بانی امام ابوحنیفہ بن ثابت بن زُوطَی ہیں، ۸۰ ہجری کو پیدا ہوئے، کوفہ میں پلے بڑھے اور بغداد[129] میں ۷۰ سال کی عمر میں ۱۵۰ ہجری کو وفات پائی۔اہل الرأی کے امام اور اہلِ عراق کے فقیہ ہیں، حدیث نبوی کے حفاظ میں ان کا شمار ہوتا ہے، چنانچہ امام ذہبیؒ[130] ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ عراق کے فقیہ ہیں: أبو حنيفة الإمام الأعظم فقيه العراق. سیدنا انس بن مالک رضی

ہے۔ سمرقند کے رہائشی تھے۔ "المبسوط" اور "کنز الوصول" کے مصنف ہیں جو کہ اصول البزدوی سے مشہور ہے۔ [وفیات الاعیان ۱: ۳۷۲، الاعلام ۴: ۳۲۸]

127 احمد بن علی [۳۰۵ھ - ۳۷۰ = ۹۱۷ - ۹۸۰ء] رازی، ابوبکر، جصاص، ری کے فضلاء میں سے ہیں۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے اور وہیں وفات پائی۔ احناف کے رئیس تھے۔ ان کو قضاء کی پیشکش کی گئی لیکن انہوں نے انکار کردیا۔ "احکام القرآن" اور "اصول الفقہ" جیسی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ [الجواہر المضیہ ۱: ۸۴، الاعلام ۱: ۱۷۱]

128 ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار ۱: ۷۷، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

129 دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد عراق کا دار السلطنت۔ اس کے معنی "دادہ خدا" یا "عطیہ خدا" کے ہیں۔ اس کی بنیاد آٹھویں صدی عیسوی میں رکھی گئی، صدہا سال تک اسلام کا ثقافتی مرکز رہا۔ ۱۲۵۸ء کے بعد یہ ایک صوبے کا صدر مقام اور عثمانی ترکوں کے تحت ولایت بغداد کا مرکز رہا۔ ۱۹۲۱ء میں یہ جدید مملکت عراق کا دار الحکومت بن گیا۔ [معجم البلدان ۱: ۴۵۶، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۴: ۶۳۸]

130 محمد بن احمد بن عثمان [٦٧٣ – ۷۴۸ھ = ۱۲۷۴ - ۱۳۴۸ء] بن قایماز، ذہبی، شمس الدین، ابو عبد اللہ، حافظ، مؤرخ اور محقق عالم ہیں۔ اصل میں ترکمانی تھے۔ دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ ۷۴۱ھ میں آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی۔ سو کی لگ بھگ کتابیں لکھی ہیں۔ [عسقلانی، ابن حجر، الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنۃ۵: ٦٦، دار الجیل بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء، الاعلام ۵: ۳۲٦]

اللہ عنہ کے کوفہ تشریف لانے پر کئی مرتبہ ان کی رویت کا شرف حاصل کیا ہے۔ امام عبد اللہ بن المبارکؒ[132] نے ان کو افقہ الناس کا لقب دیا ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث کی تفسیر میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا، اسی طرح فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ ہر رات ایک رکعت میں ختمِ قرآن کیا کرتے تھے[133]، نیز فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ان کے ساتھ جارہا تھا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا: یہ وہی ابوحنیفہ ہیں جو رات کو نہیں سوتے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم لوگ میرے بارے میں ایسی بات نہیں کریں گے جو مجھ میں نہ ہو اور اس کے بعد ساری رات نماز، دعا اور گڑگڑاہٹ میں گزارتے[134]۔

امیر المؤمنین ابو جعفر[135]نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا: اے ابوحنیفہ! تو نے علم کس سے حاصل کیا ہے؟، فرمایا: حماد (ابن ابی سلیمان)[136] از ابراہیم (نخعی) [137] از عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس۔ امیر المؤمنین نے تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ تو نے تو علم کا پورا احاطہ کیا ہوا ہے۔

ان کے بارے میں مشہور ہے: الفقه زرعه عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، وسقاه علقمة، وحصده إبراهيم النخعي، وداسه حماد، وطحنه أبو حنيفة، وعجنه أبو يوسف وخبزه محمد، فسائر الناس يأكلون من خبزه[138]"۔

---

[131] انس بن مالک بن نضر [۱۰ ق ھ – ۹۳ھ = ٦۱۲ - ۸۱۵ء] ابو ثمامہ یا ابو حمزہ، صحابی رسول اور آپﷺ کے خادم ہیں۔ ان سے ۲۲۸٦ احادیث منقول ہیں۔ مدینہ میں پیدا ہوئے اور بچپن میں مشرف باسلام ہوئے۔ نبی کریمﷺ کی وفات تک ان کے خادم رہیں۔ بصرہ میں وفات پائی۔ بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ [الاصابہ ۱: ۷۳، الاعلام ۲: ۲۴]

[132] عبد اللہ بن المبارک [۱۱۸ھ - ۱۸۱ھ= ۷۳٦ - ۷۹۷ء] بن واضح حنظلی، تمیمی، ابو عبد الرحمن، حافظ، شیخ الاسلام، مجاہد اور تاجر ہیں۔ خراسان کے رہائشی تھے۔ کئی تصانیف کے مالک ہیں۔ تمام عمر حج، جہاد اور تجارت کے لیے اسفار میں گزار دی۔ حدیث، فقہ، عربی اور ایام عرب پر وسیع نظر حاصل تھی۔ "الجہاد" جہاد کے موضوع پر پہلی لکھی جانے والی کتاب ہے جو انہوں نے مرتب فرمائی ہے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۰۱، الاعلام۴: ۱۱۵]

[133] چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح احادیث میں منقول ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہر دن پورا قرآن پڑھا کرتے تھے، لیکن جب نبی کریمﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپﷺ نے ان کو سات دن، پانچ دن یا تین دن سے کم وقت میں ختمِ قرآن سے منع فرمادیا، لہذا ایک رات میں پورا قرآن پڑھنا ہر کس وناکس کے لیے جائز نہیں ہے۔
[دیکھیے: سورۃ المزمل۷۳: ۴، جزری، ابن الاثیر، جامع الاصول فی احادیث الرسول ۲: ۴۷۱، مکتبہ دار البیان، ۱۹٦۹ء - ۱۹۷۲ء]

[134] تذکرۃ الحفاظ ۱: ۱۲۷، الاعلام۸: ۳٦

[135] عبد الرزاق بن ہمام بن نافع [۱۲٦ - ۲۱۱ھ= ۷۴۴ - ۸۲۷ء] حمیری، ابو بکر صنعانی، ایک ثقہ حافظ حدیث تھے۔ صنعاء سے تعلق تھا۔ ۱۷ ہزار احادیث کے حافظ تھے۔ "الجامع الکبیر" کے مصنف ہیں جسے امام ذہبیؒ نے علم کا خزانہ کہا ہے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲٦٦، الاعلام ۳: ۳۵۳]

[136] حماد بن ابی سلیمان کوفی فقیہ ہیں۔ اصل میں اصفہان سے تھے۔ سخاوت سے بہرہ ور انسان تھے۔ رمضان المبارک میں ہر رات پانچ سو آدمیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ امام عجلیؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ فقاہت حماد کو حاصل تھی۔ ۱۲۰ ھ کو وفات پائی۔ [تاریخ الاسلام ۷: ۳۴۷]

[137] ابراہیم بن زید بن قیس بن اسود [۴٦ - ۹٦ھ= ٦٦٦ء - ۸۱۵ء] ابو عمران، نخعی، مذحج سے تعلق تھا۔ صلاح، صدقِ روایت اور حفظِ حدیث کے اعتبار سے اکابر تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ اہل کوفہ سے ہیں۔ ان کے بارے میں صلاح صفدیؒ فرماتے ہیں کہ عراق کے فقیہ، ایک مجتہد امام اور اپنے مذہب پرحاوی تھے۔ جب امام شعبیؒ کو ان کی موت کا علم ہوا تو فرمایا کہ اللہ کی قسم اپنے پیچھے کوئی مثل نہیں چھوڑی۔[سیر اعلام النبلاء ۵: ۱۱۴، الاعلام۱: ۸۰]

[138] ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار ۱: ۵۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

فقہ کی کاشت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کی، سیرابی علقمہ نے کی، کاٹا ابراہیم نخعیؒ نے، گاہا حمادؒ نے، آٹا پیسا ابو حنیفہؒ نے، گوندھا ابویوسفؒ نے، روٹی پکائی محمدؒ نے اور تمام لوگ اسی روٹی سے کھا رہے ہیں۔"
دلیل بازی میں کافی مہارت تھی چنانچہ امام مالکؒ سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں نے ایسا آدمی دیکھا ہے جو اگر ایک ستون کو سونا ثابت کرنا چاہے تو اپنی دلیل سے ثابت کرسکتا ہے[139]۔

امام ابویوسفؒ کا تعارف: یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری، کوفی، بغدادی، امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور وہ شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ان کے مذہب کو پھیلایا۔ کوفہ میں ۱۱۳ھ/۷۳۱ء کو پیدا ہوئے۔فقیہ، علامہ اور حدیث کے حفاظ میں سے تھے۔
حفظِ حدیث میں مشہور تھے، کسی محدث کے پاس جا کر پچاس ساٹھ حفظ کرلیتے اور پھر لوگوں کو املاء کراتے۔ جب امام ابوحنیفہؒ کی صحبت اختیار کی تو ان کا مذہب ان پر غالب آگیا، اگر چہ کئی مسائل میں ان سے اختلاف بھی کیا ہے۔ ہر نماز کے بعد امام ابوحنیفہؒ کا نام لے کر ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگتے تھے۔
ہارون الرشید[140] کے دور میں چیف جسٹس رہے ہیں، ان کے دور ہی میں ۱۸۲ھ/۷۹۸ء کو بغداد میں وفات پائی۔امام ابویوسفؒ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے مذہبِ ابی حنیفہ کی فقہ کے اصول میں کتابیں لکھیں۔
تفسیر، مغازی اور ایام عرب پر وسیع نظر تھی، ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں: الخراج، کتاب الاثار" ان کوفی احادیث کا مجموعہ جو ابویوسف سے مروی ہیں، النوادر، اختلاف الامصار، ادب القاضی، الامالی فی الفقہ، کتاب الرد علی مالک بن انس، الفرائض، الوصایا، الوکالہ، البیوع، الصید والذبائح، الغصب والاستبراء، کتاب الحیل اور الجوامع[141]۔

امام محمد بن حسنؒ کا تعارف: محمد بن حسن بن فرقد، فقہ اور اصول کے امام ہیں۔ واسط[142] میں ۱۳۱ھ/۷۴۸ء کو پیدا ہوئے اور کوفہ میں پرورش پائی اور چودہ سال کی عمر میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کی۔ انہیں کے زیر اثر اپنے آپ کو فقہ کی تحصیل کے لیے وقف کردیا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کی وفات پاجانے پر امام ابویوسفؒ کا دامن مضبوطی سے پکڑکر ان سے فقہ حاصل کی۔ بیس سال کی عمر میں مسجد کوفہ میں خطبہ دیا کرتے تھے۔

---

139 الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ۱: ۲٦

140 ہارون الرشید ابن محمد (المہدی) [۱۴۹ھ - ۱۹۳ھ= ٦٦۷ء - ۸۰۹ء] ابن منصور عباسی، ابو جعفر، عراق میں خاندان عباسیہ کے پانچواں خلیفہ ہیں۔ "ری" میں پیدا ہوئے۔ أدب، اخبار عرب، حدیث اور فقہ پر دسترس حاصل تھی۔ فصیح اور بہادر انسان تھے۔ اپنے عہد کے علماء سے بحث مباحثہ کرتے تھے۔ رات کو ہیئت بدل کر گشت کرتے تھے۔ ان کے دربار میں ہروقت علماء، شعراء اور کاتبین کا جمگھٹا رہتا تھا۔ [ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ ۱۰: ۱۷۱، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء، الاعلام۸: ٦۲]

141 ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء ۱: ۱۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، اردو دائرہ معاف اسلامیہ ۱: ۹۴۵، مادہ ابویوسف، الاعلام ۸: ۱۹۳

142 عراق کے مرکزی علاقے کا ایک شہر جسے حجاج بن یوسف نے شامی افواج کی مستقل چھاؤنی بنانے کے لیے تیار کرایا تھا۔ اس کا نام واسط (درمیانہ) رکھ دیا گیا کیونکہ یہ عراق کے دو بڑے شہروں کوفہ اور بصرہ کے درمیان واقع تھا۔ اس میں مشہور عمارت "القبۃ الخضراء" ہے جسے حجاج نے اپنے لیے تیار کرایا تھا۔ اموی دور میں حکومت کا صدر مقام اور عاملین کا مستقر رہا ہے۔ [معجم البلدان ۵: ۳۴۷، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۲: ۵۷۸]

امام محمد نے علمِ حدیث حضرت سفیان ثوری، امام اوزاعی اور امام مالک بن انس سے حاصل کیا تھا۔ تین سال تک مدینہ منورہ میں امام مالکؒ کے درس میں حاضری دیتے رہیں۔ہارون الرشید کے عہد میں قاضی رہے ہیں، بعد میں معزول کردیے گئے۔ ایک قابل نحوی بھی مانے جاتے تھے۔

ان کے شاگردوں میں امام شافعیؒ کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ اتنے فصیح تھے کہ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن محمد بن الحسن کی لغت میں نازل ہوئی ہے تو ان کی فصاحت کی وجہ سے ایسا کہہ سکتا ہوں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں لکھی ہیں ۔

کئی اہم تصانیف پیچھے چھوڑی ہیں جو کہ فقہ حنفی کی بنیاد ہے: المبسوط، الزیادات، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، کتاب الآثار، السیرالکبیر، الموطأ، الأمالی، المخارج فی الحیل، کتاب الاصل فی الفروع، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ[145]۔

امام زفر بن ہذیلؒ: زفر بن ہذیل بن قیس عنبری، جلیل القدر فقیہ ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے ہیں۔ ۱۱۰ھ/۷۲۸ء کو پیدا ہوئے، اصفہان[146] سے تعلق تھا۔ بصرہ[147] میں مقیم تھے، اس کے قاضی رہے ہیں اور وہیں وفات پائی۔ امام ابوحنیفہؒ نے بصرہ کے قاضی بنتے وقت انہیں فرمایا کہ ہمارے اور اہل بصرہ کے مابین عداوت اور حسد کا تجھے علم ہے، میرے خیال میں تم اس سے بچ نہیں پاسکو گے، جب آپؒ بصرہ آئے تو اہلِ علم ہر روز ان سے فقہ کے بارے میں مناظرہ کرتے تھے، جب آپؒ محسوس کرلیتے کہ اہل بصرہ کو ان کی رائے اچھی معلوم ہوئی تو کہہ دیتے کہ یہ ابو حنیفہؒ کا قول ہے، وہ پوچھتے کہ ابوحنیفہ اتنا بہتر کہہ سکتے ہیں!، آپؒ جواب دیتے کہ ہاں بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر، یہی سلسلہ جاری رہا حتی کہ اہلِ بصرہ کو ان سے اور امام ابوحنیفہؒ سے محبت ہونے لگی۔

---

143 سفیان بن سعید بن مسروق [۹۷ھ - ۱۶۱ھ= ۷۱۶ء - ۷۷۸ء] ثوری، قبیلہ مضر کے بنو ثور بن عبد مناف کی طرف منسوب ہیں، ابو عبد اللہ، امیر المؤمنین فی الحدیث۔ علوم دین اور تقوی کے لحاظ اپنے زمانہ میں مقتدٰی تھے۔ کوفہ میں پلے بڑھے۔ منصور عباسی نے انہیں قاضی مقرر کرنا چاہا لیکن انہوں نے انکار کیا۔ مہدی نے بھی ان سے یہی مطالبہ کیا لیکن آپ بصرہ چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ الجامع الکبیر، الجامع الصغیر اور الفرائض ان کی تصانیف ہیں۔
[وفیات الاعیان ۲: ۳۸٦، الاعلام۳: ۱۰۴]

144 ابوعمر و عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی[۸۸ھ/ ۷۰۷ء- ۱۵۷ھ/ ۷۷۴ء] شام کے بڑے فقیہ اور زاہد گزرے ہیں۔بادشاہوں سے زیادہ ان کی تعظیم کی جاتی تھی۔ آپ کوقضا کی پیشکش کی گئی لیکن آپ نے انکار کیا۔اندلس میں ان کا فتوی چلتا تھا ۔ [وفیات الأعیان ۱: ۲۷۵، الاعلام ۳: ۳۲۰]

145 الانتقاء ۱: ۱۷۴، اردو دائرہ معاف اسلامیہ ۱۱: ۸۴۳، مادہ شیبانی،الاعلام ٦: ۸۰

146 ایران کا ایک مشہور شہر، صفویوں کے عہد میں دار الحکومت اور آج کل صوبہ عراق عجم کا صدر مقام۔ اس کے معنی "افواج" کے ہیں۔ پہلے اس میں دو شہر شامل تھے: جی اور یہودیہ۔ مسلمانوں نے اس ملک کو ۱۹ ہجری میں سیدنا عبد اللہ بن عتبانؓ یا ۲۱ہجری میں سیدنا ابو موسی اشعریؓ کی قیادت میں فتح کیا۔ شاہ عباس نے اپنے دور میں اصفہان کو اتنا خوب صورت بنادیا کہ لوگوں کے مابین مشہور ہوگیا: اصفہان نصفِ جہان" یعنی اصفہان آدھی دنیا ہے۔
[معجم البلدان ۱: ۲۰٦، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲: ۸۴۴]

147 زیریں دو آبہ عراق کا ایک قصبہ جو شط العر ب پر بغداد سے جنوب مشرق میں ۴۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بصرہ کے معنی سخت زمین یا سیاہ سنگریزوں کے ہیں۔ بعض محققین کے نزدیک بصرہ "بس راہ" (کئی راستے) سے معرب ہے۔ اسے سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے خلافت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میں فوجی چھاؤنی کے لیے منتخب کیاتھا۔ [معجم البلدان ۱: ۴۳۰، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۳: ۵۷۹]

ان کا شمار ان افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے کتابیں مدون کیں۔ علم اور عبادت دونوں کے مجموعہ تھے۔ اصحابِ حدیث میں سے تھے لیکن ان پر فقہ اور رأی غالب ہوگئی۔فرماتے تھے کہ جب تک حدیث موجود ہو تو ہم رأی سے استنباط نہیں کرتے اور جب حدیث آجائے تو ہم رأی چھوڑ دیتے ہیں[148]۔

اقسامِ مسائل احناف: فقہاء احناف کے نزدیک مسائل کے تین طبقات ہیں:

۱: **مسائل الاصول:** انہیں ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں، یہ وہ مسائل ہیں جو اصحابِ مذہب امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ سے منقول ہیں، اس حکم میں وہ ائمہ بھی داخل ہیں جنہوں نے ان سے اخذ کیا ہو جیسا کہ امام زفرؒ اور امام حسن بن زیادؒ[149]، البتہ عام طور پر مسائل الاصول سے ائمہ ثلاثہ کا قول ہی مراد ہوتا ہے۔
ظاہر الروایہ کی کتابیں امام محمدؒ کی چھ کتابیں ہیں: المبسوط، الزیادات، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر۔ان کو ظاہر الروایہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ امام محمدؒ سے ثقات کی روایات سے ثابت ہیں جو کہ متواتر یا مشہور ہیں۔

۲: **مسائل النوادر:** وہ مسائل جو اصحابِ مذہب سے منقول ہوں لیکن مذکورہ کتابوں میں نہیں بلکہ امام محمدؒ کی دوسری کتابوں میں، جیسا کہ کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات اور رقیات[150]۔
یا امام محمدؒ کے علاوہ باقی ائمہ کی کتابوں میں منقول ہوں جیسا کہ امام حسن بن زیادؒ کی "المجرد" اور امام ابویوسفؒ کی "الأمالی"۔
أمالی املاء کی جمع ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ عالم اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام شدہ مسائل اپنے حافظہ سے بیان کرے اور شاگرد انہیں لکھا کریں، یہ سلف کا طریقہ تھا۔
انہیں غیر ظاہر الروایہ اسلیے کہتے ہیں کہ یہ امام محمدؒ سے ظاہر الروایہ کی کتابوں کی طرح صحیح اور ثقہ روایات سے ثابت نہیں ہیں۔

۳: **الواقعات:** اس سے مراد وہ مسائل ہیں جو متاخرین مجتہدین نے مستنبط کیے ہیں درآنحالیکہ متقدمین سے ان کے متعلق کوئی روایت منقول نہ ہو۔ متاخرین سے امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے شاگرد اور پھر ان کے شاگردوں کا تسلسل مراد ہے جو کہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ بعض اوقات یہ حضرات کچھ دلائل وشواہد کی وجہ سے اصحابِ مذہب سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔ متاخرین کے فتاوی کے متعلق پہلی کتاب فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ[151]کی "کتاب النوازل" ہے۔ بعد میں مشائخ نے کئی دوسری کتابیں بھی جمع کیں جیسا کہ مجموع النوازل، الواقعات للناطفی اور الواقعات للصدر الشہید۔

---

148 الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء ۱: ۱۴۳ ،الاعلام ۳: ۳۵

149 الحسن بن زیاد [... - ۲۰۴ھ = ... - ۸۱۹ء] لؤلؤی، کوفی، ابو علی، بیع لؤلؤ یعنی ہیرے کی فروخت کی طرف منسوب ہیں۔ قاضی اور فقیہ تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں شامل تھے۔ ان کے مذہب سے واقف تھے۔ کئی مفید کتابیں لکھی ہیں: أدب القاضی، معانی الایمان، النفقات، الخراج، الفرائض، الوصایا، الأمالی۔ [الجواہر المضیہ ۱: ۱۹۳، الاعلام ۲: ۱۹۱]

150 کیسانیات سے مراد وہ مسائل جو امام محمدؒ نے ابو عمر اور سلیمان بن شعیب کیسانیؒ کو املاء کیے تھے، جرجانیات سے مراد وہ مسائل ہیں جو امام محمدؒ نے جرجان میں جمع کیے تھے، ہارونیات سے مراد وہ مسائل ہیں جو امام محمدؒ نے ہارون الرشید کے دور میں جمع کیے تھے اور رقیات سے مراد وہ مسائل ہیں جو امام محمدؒ نے فرات کے قریب واقع شہر "رقہ" میں جمع کیے تھے۔[طحطاوی، احمد بن محمد، حاشیۃ الطحطاوی ۱: ۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء]

151 نصر بن محمد بن احمد [... - ۳۷۳ھ = ... - ۹۸۳ء] بن ابراہیم، سمرقندی، ابو اللیث، امام الہدی۔ احناف کے جلیل القدر فقیہ ہیں۔ زہد سے بہرہ ور صوفی تھے۔ ابوجعفر ہندوانیؒ سے فقہ حاصل کی۔ کئی مفید تصانیف لکھی ہیں: بستان العارفین، تنبیہ الغافلین، خزانۃ الفقہ، شرح الجامع الصغیر، النوازل۔

ان کے بعد متاخرین میں سے کچھ فقہاء نے مسائل الاصول، مسائل النوادر اور الواقعات کو یکجا کرکے کسی فرق کے بغیر جمع کیا جیسا کہ "فتاوی قاضی خان" اور "الخلاصہ" جب کہ بعض فقہاء نے فرق کرکے ان کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے جیسا کہ امام سرخسیؒ کی "کتاب المحیط"، انہوں نے سب سے پہلے مسائل الاصول، پھر مسائل النوادر اور آخر میں فتاوی کو ذکر کیا ہے[152]۔

شاہ ولی اللہؒ[153] نے الگ طریقے سے مسائل کی تقسیم کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ محققین فقہاء کے ہاں مسائل کی چار اقسام ہیں:
۱: ایک قسم وہ ہے جو ظاہر مذہب سے ثابت ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر حالت میں قبول کی جائے گی چاہے اصول کی موافق ہو یا مخالف۔
۲: دوسری قسم وہ ہے جو امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے شاذ روایت ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک اصول کی موافق نہ ہو تو قبول نہیں کی جائے گی۔
۳: تیسری قسم وہ ہے جس کی تخریج متاخرین نے کی ہو اور جمہور اصحاب اس پر متفق ہوں، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر حال میں اس پر فتوی دیا جائے گا۔
۴: چوتھی قسم وہ ہے جس کی تخریج متاخرین نے کی ہو لیکن جمہور اصحاب اس پر متفق نہ ہوں، اس کا حکم یہ ہے کہ مفتی اسے اصول اور سلف سے منقول نظائر پر پیش کرے گا، اگر ان کا موافق ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ نہیں[154]۔

مذہبِ حنفی کی معتمد کتابیں:

فقہاءِ احناف نے اصحابِ مذہب سے منقول مسائل کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے جس کی وضاحت اوپر دی گئی، اسی کے مطابق مذہب حنفی کی کتابوں کی تفصیل دی جاتی ہے:
۱: کتب الاصول: اس سے مراد وہ کتابیں ہیں جو ظاہر الروایہ اور ظاہر المذہب کہلاتی ہیں، اس میں امام محمدؒ کی وہ تصنیفات شامل ہیں جن کے مسائل امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بلاواسطہ یا امام ابویوسفؒ کے واسطہ سے سندًا نقل کیے ہیں۔ یہ کتابیں فقہ حنفی کی اساس اور بنیاد ہیں۔ امام محمدؒ نے ان کتابوں کو بغداد میں لکھا ہے اور پھر متواترًا ان کتابوں کو ان سے اتنے افراد نے نقل کیا ہے کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہے۔
کتب الاصول چھ ہیں:
المبسوط: اس کو "کتاب الاصل فی الفروع" بھی کہتے ہیں۔ یہ امام محمدؒ کی پہلی کتاب ہے جو انہوں نے لکھی اور اپنے تلامذہ سے املاء کروائی[155]۔
کتب الاصول میں سب سے اہم کتاب یہی ہے۔ اس کتاب کے کئی نسخے ہیں جن میں مشہور ابوسلیمان جوزجانی[156] کا نسخہ ہے۔ کتاب کے شروع میں ابوسلیمان جوزجانیؒ امام

[الجواہر المضیہ ۲: ۱۹۶،
الاعلام ۸: ۲۷]

152 رد المحتار علی الدر المختار ۱: ۶۹

153 احمد بن عبد الرحیم [۱۱۱۰ - ۱۱۷۶ھ = ۱۶۹۹ - ۱۷۶۲ء] فاروقی، دہلوی، ہندی، ابو عبد العزیز، شاہ ولی اللہ سے شہرت یافتہ ہیں۔ احناف کے ایک محدث فقیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی، ان کی اولاد اور ان کی بہن کی اولاد کی وجہ سے ہندوستان میں دوبارہ حدیث اور سنت کو زندہ کردیا۔ ہندوستان میں ان کی کتابوں اور اسناد پر دارو مدار ہے۔ کئی مفید کتابیں لکھی ہیں: الفوز الکبیر، حجۃ اللہ البالغہ، عقد الجید، ازالۃ الخفاء، المسوی، المصفی، فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن۔
[کتانی، عبد الحی، فہرس الفہارس والاثبات ومعجم المعاجم والمشیخات والمسلسلات ۱: ۱۴۸، دار الغرب اسلامی، بیروت، ۱۹۸۲ء، الاعلام ۱: ۱۴۹]

154 شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید ۱: ۱۹، المطبعۃ السلفیہ، قاہرہ

155 کشف الظنون ۱: ۸۱

محمد سے نقل کرتے ہیں۔ میں نے تمہیں امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور اپنا قول بیان کیا ہے اور جس میں اختلاف نہ ہو تو وہ ہم سب کا قول ہے: قد بيّنت لكم قَول أبي حنيفَة وَأبي يُوسُف وَقَوْلِي وَمَا لم يكن فِيهِ اخْتِلَاف فَهُوَ قَوْلنَا جَمِيعًا[157]۔

امام محمدؒ نے یہ کتاب لکھی تو بہت مشہور ہوئی، امام شافعیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو بہت پسند کیا اور اسے حفظ کیا ۔ اس وقت کے ایک یہودی نے اس کتاب کو پڑھنے کی وجہ سے اسلام قبول کیا اور کہا: یہ تمہارے چھوٹے محمد کا حال ہے تو بڑے محمد کا حال کیا ہوگا؟![158]۔

اس کتاب سے امام ابوحنیفہؒ کے اندازِ استدلال اور طریقہ استنباط کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ امام محمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے مابین مسائل کے متعلق ایک مکالمہ جاری رہتا ہے۔

الجامع الصغیر: قدیم اور ایک بابرکت کتاب ہے۔ اس میں ۱۵۳۲ مسائل بیان ہوئے ہیں۔ ۴۲ میں اختلاف ہے اور محض دو مسائل میں قیاس اور استحسان کا ذکر ہے۔

امام محمدؒ نے یہ کتاب امام ابویوسفؒ کی خواہش پر مرتب فرمائی تھی، چنانچہ جب امام ابویوسفؒ نے ان سے کہا کہ ایک ایسی کتاب مرتب کردو جس میں امام ابوحنیفہؒ سے میری روایات کا ذکر ہو، تو امام محمدؒ نے اسے مرتب کرکے امام ابویوسفؒ پر پیش کیا، امام ابویوسفؒ نے اسے بہت پسند کیا البتہ فرمایا کہ تین مسائل میں ان سے غلطی ہوئی ہے، امام محمدؒ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آپ بھول گئے ہیں۔

بہر حال امام ابویوسفؒ اپنی جلالتِ شان کے باوجود یہ کتاب حضر وسفر میں اپنے پاس رکھتے تھے[159]۔

الجامع الکبیر: علامہ اکمل الدین بابرتیؒ[160] فرماتے ہیں کہ کئی اہم اور جلیل القدر مسائل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اسم بامسمی ہے[161]۔

الزیادات: الجامع الکبیر میں جو مسائل باقی رہ گئے تھے، امام محمدؒ نے ان کو اس کتاب میں مرتب فرمایا اور پھر "الزیادات" سے جو مسائل باقی رہ گئے، ان کو" زیادات الزیادات" میں جمع فرمایا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اما م ابویوسفؒ بعض مسائل املاء کرتے اور امام محمدؒ کا بیٹا انہیں لکھتے۔ امام محمدؒ تبرک کے طور پر ان مسائل کو اصل باب بناتے اور ان پر تکمیلِ باب

---

156 موسی بن سلیمان [... - ۲۰۰ھ = ... - ۸۱۵ء] ابو سلیمان، جوزجانی، حنفی فقیہ ہیں۔ خراسان سے شہر بلخ کے مضافات میں واقع جوزجان سے تعلق تھا۔ بغداد میں شہرت پائی۔ مأمون نے ان کو قضاء کی پیشکش کی لیکن انہوں نے بڑی حکمت سے رد کردی۔ [الجواہر المضیہ۲: ۱۸٦، الاعلام ۷: ۳۲۳]

157 شیبانی، محمد بن حسن بن فرقد، الاصل المعروف بالمبسوط ۱: ۱، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی

158 حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۱: ۱۵

159 کشف الظنون ۱: ۵٦۳، لکنوی، ابو الحسنات، محمدعبد الحی، النافع الکبیر مع شرح الجامع الصغیر ۱: ٦۷، عالم الکتب بیروت، ۱۴۰٦ھ

160 محمد بن محمد بن محمود[۷۱۴ھ - ۷۸٦ھ = ۱۳۱۴ء - ۱۳۸۴ء] اکمل الدین، ابو عبد اللہ، جمال الدین رومی بابرتی کے فرزند ہیں۔ فقہ حنفی کے عالم اور ادیب ہیں۔ بابرت کی طرف منسوب ہیں جو کہ بغداد یا ترکی کا علاقہ ہے۔ ان پر کئی مرتبہ قضاء پیش کیا گیا لیکن انہوں نے انکار کیا۔ العنایہ فی شرح الہدایہ، شرح مشارق الانوار، شرح وصیۃ الامام ابی حنیفہ، شرح المنار اور شرح تلخیص المعانی جیسی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔
[سیوطی، جلا الدین، بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحویین واللغات ۱: ۲۳۹، المکتبۃ العصریہ صیدا لبنان، الاعلام ۷: ۴۲]

161 کشف الظنون ۱: ۵٦۹

کے لیے کچھ متعلقہ مسائل کی زیادت فرمائے، اسی وجہ سے انہیں "الزیادات" کا نام دیا گیا[162]۔

السیر الصغیر: فقہ کی اصطلاح میں "سیر" ان قوانین کو کہا جاتا ہے جن کا تعلق جنگ وامن، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین تعلقات اور باہمی روابط سے ہوتا ہے[163]۔ قانون کی تاریخ میں اس موضوع پر پہلی کتاب امام محمدؒ نے "السیر الصغیر" کے نام سے تالیف فرمائی۔

السیر الکبیر: یہ بھی بین الاقوامی قوانین پر مشتمل کتا ب ہے، اس کا سببِ تالیف یہ ہے کہ شام[164] کے عالم امام اوزاعیؒ نے "السیر الصغیر" پڑھی تو فرمایا کہ یہ کتاب کس کی ہے؟ کہا گیا کہ محمد عراقی کی، فرمایا کہ اہلِ عراق اس موضوع پر کیوں قلم اٹھاتے ہیں؟ درآنحالیکہ وہ اس کے متعلق کچھ بھی علم نہیں رکھتے۔
امام محمدؒ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں اس موضوع پر دوبارہ قلم اٹھایا اور "السیر الکبیر" کے نام سے اس موضوع پر زیادہ وسیع اور بڑی کتاب مرتب فرمائی۔ جب امام اوزاعیؒ نے اسے پڑھا تو فرمایا کہ اگر محمدؒ نے اس میں احادیث ذکر نہ کی ہوتیں تو میں ضرور کہہ دیتا کہ محمد علم اپنی طرف سے وضع کرتا ہے۔
یہ دونوں کتابیں امام محمدؒ کی آخری تصنیفات ہیں۔ امام محمدؒ نے "السیر الکبیر" میں امام ابویوسفؒ کا نام ذکر نہیں کیا ہے بلکہ جب ان سے روایت لیتے ہیں تو لکھتے ہیں: أَخْبَرَنِي الثِّقَة یعنی مجھے ایک معتمد آدمی نے خبر دی ہے، وجہ یہ ہے کہ دونوں کے تعلق میں کسی وجہ سے خلا پیدا ہوگیا تھا[165]۔
ائمہ احناف سے منقول ہے کہ امام محمدؒ کی ہر وہ کتاب جس کے نام میں "الکبیر" لگا ہوا ہے وہ امام محمدؒنے بلاواسطہ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کی ہے، جب کہ "الصغیر" نامی ہر کتاب انہوں امام ابویوسفؒ کے واسطہ سے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے[166]۔

الکافی فی فروع الحنفیہ: الکافی محمد بن احمد مروزیؒ[167] کی کتاب ہے جو کہ حاکم شہید سے مشہورہیں۔ حاکم شہیدؒ نے اس میں امام محمدؒ کی مذکورہ چھ کتابوں کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔اس کتاب کے لکھنے کی وجہ امام سرخسیؒ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حاکم شہید مروزیؒ نے دیکھا کہ بعض طلباء "المبسوط" کی وسعت اور مسائل میں تکرار کی وجہ

---

162 کشف الظنون ۲: ۹۶۲
163 التعریفات الفقہیہ ۱: ۱۱۸
164 سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بن نوح کے نام سے مشہور شہر کا نام ہے۔ پہلے دور میں ارض شام اور فلسطین کی زرخیزی کی زرخیزی لٹیرے بدویوں کو اپنی طرف کھینچتی تھی جسے وہ "شراب اور خمیری روٹی کی سرزمین" سمجھا کرتے تھے۔ آنحضرتﷺ نے وفات سے پہلے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ملک شام کو فتح کرنے کے ارادہ سے بھیجا تھا جسے سیدنا ابوبکرؓ نے فتح کیا تھا۔ آج کل سوریا کے نام سے مغربی ایشیاء کے خطے میں واقع عربی سلطنت ہے۔
[الموسوعۃ العربیہ العالمیہ، مادہ سوریا، معجم البلدان ۳: ۳۱۱، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۱: ۵۹۱]
165 سرخسی، شمس الائمہ، محمد بن احمد، شرح السیر الکبیر ۱: ۳/۱، الشرکہ الشرقیہ للاعلانات، ۱۹۷۱ء
166 حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۱: ۱۵
167 محمد بن محمد بن احمد [... - ۳۳۴ھ = ... - ۹۴۵ء] ابو الفضل، مروزی، سلمی، بلخی، حاکم شہید سے مشہور ہیں۔ وزیر اور قاضی رہے ہیں۔ اپنے دور میں احناف کے امام تھے۔ بخاری کے قاضی تھے پھر امیر حمید نے انہیں اپنا وزیر مقرر کیا۔ "ری" میں شہید کردیے گئے۔ [الجواہر المضیہ ۲: ۱۱۲، الاعلام ۷: ۱۹]

سے اس کی قراءت سے اعراض کررہے ہیں تو حاکم شہید نے مناسب سمجھا کہ امام محمد کی کتابوں کا خلاصہ ذکر کیا جائے تاکہ سیکھنے والوں کے لیے آسانی پیدا ہو[168]۔

المبسوط: حاکم شہیدؒ کی کتاب "الکافی" کی کئی شروحات لکھی گئیں لیکن ان میں مشہور اور معتمد شرح شمس الائمہ سرخسیؒ نے "المبسوط" کے نام سے لکھی، یہ تیس جلد پر مشتمل کتاب ہے۔ شمس الائمہ کا نام محمد بن احمد تھا لیکن لوگ انہیں شمس الائمہ یعنی تمام اماموں کے سورج کے لقب سے پکارتے تھے۔ شمس الائمہ سرخسیؒ اوزجند[169] میں ایک کنویں میں بارہ سال تک قید تھے، شاگرد ان کے پاس آتے رہتے تھے اور آپؒ کنویں سے ان کو پڑھاتے تھے اور شاگرد لکھتے تھے، اسی حالت میں انہوں نے کئی دوسری مفید کتابیں بھی لکھیں ہیں: شرح الجامع الکبیر للامام محمد،شرح السیر الصغیر للامام محمد اور الاصول[170]۔

کتب النوادر: کتب الاصول کے علاوہ فقہ حنفی کی بعض کتابیں "کتب النوادر" یا "غیر ظاہر الروایہ" سے بھی مشہور ہیں جن میں الرَّقِّیات، الجرجانیات، الہارونیات، الکیسانیات، امام ابویوسفؒ کی "الأمالی" اور "الجوامع"، امام حسن بن زیادؒ کی کتاب "المجرد" اور حاکم شہیدؒ کی کتاب "المنتقی" جس میں انہوں نے امام محمدؒ کی غیر ظاہر الروایہ کتابوں کا خلاصہ ذکر کیا ہے، شامل ہیں۔
یہ کتابیں امام محمدؒ سے ضعیف اور آحاد طرق سے مروی ہیں لہذا ان کا درجہ وہ نہیں ہے جو کہ کتب الاصول کا ہے، یہی وجہ ہے کہ عام طور پر فقہاء ان سے فتوی نہیں دیتے اور کتب الاصول کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔

معتمدہ متون یا مختصرات: وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی ہمتوں میں کمی آتی گئی اور بسیط اور طویل کتابوں کا ذوق کم ہونے لگا تو فقہاء نے لوگوں کے لیے اصحابِ مذہب کی کتابوں سے ماخوذ مختصر کتابیں لکھنی شروع کیں جنہیں متون اور مختصرات کہا جانے لگا، اس سے مراد وہ تمام قسم کی کتابیں ہیں جن میں ابو الحسین قدوریؒ[171]، علامہ مرغینانیؒ[172] اور امام نسفیؒ[173] جیسے جلیل القدر فقہاء نے اصحابِ مذہب کے اقوال اور فتاوی کو جمع کیا ہے۔
فقہِ حنفی کی اس قسم کی مشہور کتابیں یہ ہیں:

---

168 سرخسی، شمس الائمہ، محمد بن احمد، المبسوط ۱: ۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء

169 اوزجند جو اصل میں اُوزکند تھا، ماوراء النہر میں فرغانہ کے مضافات میں واقع ایک شہر کا نام ہے۔ اس اہل خطہ کے نزدیک "کند" کے معنی گاؤں کے ہیں۔ اوزجند پانی اور باغات سے مالا مال شہر نقل کیا جاتا ہے۔ ابو الحسن اوزجندی علی بن سلیمان اسی کی طرف منسوب ہیں۔ [معجم البلدان ۱: ۲۸۰]

170 الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ۲: ۲۸، الاعلام ۵: ۳۱۵

171 احمد بن محمد بن احمد [۳۶۲ - ۴۲۸ھ = ۹۷۳ - ۱۰۳۷ء] بن جعفر بن حمدان، ابوالحسین، قدوری، حنفی فقیہ ہیں۔ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ عراق میں فقہ حنفی کے رئیس تھے۔ فقہ حنفی کا مشہور متن "القدوری" ان کی تصنیف کردہ ہے۔ [الجواہر المضیہ ۱: ۹۳، الاعلام ۱: ۲۱۲]

172 علی بن ابی بکر [۵۳۰ - ۵۹۳ھ = ۱۱۳۵ - ۱۱۹۷ء] بن عبد الجلیل، فرغانی، مرغینانی، ابو الحسن، برہان الدین، فقہاء احناف کے اکابر میں شامل ہیں۔ فرغانہ کے قریب واقع گاؤں مرغینان کی طرف منسوب ہیں۔ حافظ، مفسر، محقق اور ادیب تھے۔ فقہ حنفی کا مشہور متن "الہدایہ" انہوں نے مرتب فرمایا ہے۔ [الجواہر المضیہ ۱: ۳۸۳، الاعلام ۴: ۲۶۶]

173 عبد اللہ بن احمد بن محمود [... - ۷۱۰ھ = ... - ۱۳۱۰ء] نسفی، ابو البرکات، حافظ الدین، حنفی فقیہ اور مفسر ہیں۔ اصفہان کے علاقے ایذج سے تعلق تھا۔ جیحون اور سمرقند کے درمیان واقع شہر "نسف" کی طرف منسوب ہیں۔ شہرہ آفاق تفسیر "مدارک التنزیل" اور حنفی متن "کنز الدقائق" کے مصنف ہیں۔ [الجواہر المضیہ ۱: ۲۷۰، الاعلام ۴: ۶۷]

مختصر القدوری : مختصر القدوری لگ بھگ تین سو صفحات کا مختصر متن ہے، اسے ابو الحسین احمد بن محمد بن احمد قدوری نے لکھا ہے۔ امام قدوریؒ عراق میں فقہاء احناف کے رئیس مانےجاتے تھے۔ عبد القادر قرشیؒ[174] نے اس کتاب کو "بابرکت مختصر" سے یاد کیا ہے۔ علامہ مرغینانیؒ اپنی مایہ کتاب "الہدایہ" میں "الکتاب" اور "المختصر" سے یہی کتاب مراد لیتے ہیں۔
امام قدوریؒ نے اس کتاب میں فقہ حنفی کے تمام مسائل کو آسان اور جامع انداز میں پیش کیا ہے۔ اس زمانے تک فقہ حنفی کے جتنے اجتہادات ہوئے تھے امام قدوریؒ نے ان کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ گویا کہ اس میں فقہ حنفی کی ایک نچھوڑ پیش کی گئی ہے، یہی وجہ ہےکہ "مختصر القدوی" روزِ اول سے لے کر اب تک علماء اور طلباء کے مابین متداول ہے[175]۔

الہدایہ: امام قدوریؒ کے کچھ عرصے بعد فرغانہ[176] کے ایک مشہور فقیہ علی بن ابی بکر، برہان الدین مرغینانیؒ کا نام آتا ہے۔ "الہدایہ" انہی کی کتاب ہے۔ علامہ مرغینانیؒ نے محسوس کیا کہ امام محمدؒ کی "الجامع الصغیر" اور امام قدوریؒ کی "المختصر" میں بعض مسائل ایسے ہیں جو ایک دوسرے کے ہاں موجود نہیں ہیں، انہوں نے ان کو یکجا کرنےکا سوچا لیکن جب تقابلی جائزہ لیا تو معلوم ہو اکہ دونوں میں بعض جگہ تکرار جب کہ بعض جگہ کچھ منفرد مسائل بھی ہیں، لہذا انہوں نے تکرار کو حذف کیا اور منفرد مسائل کو ایک جگہ جمع کرکے "بدایۃ المبتدی" کے نام سے ایک نئی کتاب لکھی اور اس میں "الجامع الصغیر" کی ترتیب ملحوظ رکھی۔
اس کتاب پر انہوں نے خود ایک بڑی شرح "کفایۃ المنتہی" کے نام سے آٹھ جلدوں میں لکھی جو ۸۰ اجزاء بنتے ہیں جو کہ اب ناپید ہے۔ اسے مکمل کرنے سے پہلے انہیں احساس ہوا کہ وہ بہت زیادہ پھیل گئی ہے، لہذا ایک دوسری شرح لکھنے کا فیصلہ کیا اور مشہور ومعروف کتاب "الہدایہ" تالیف کی۔
اکمل الدین بابرتیؒ سے روایت ہے کہ علامہ مرغینانیؒ نے اس کتاب کو ۱۳ سال میں لکھا ہے، اس دوران آپؒ مسلسل روزہ رکھتے اور کسی کو اپنے روزے پر مطلع ہونے نہیں دیتے، ان کی اسی تقوی اور زہد کی وجہ سے کتاب کو مقبولیت ملی۔
اس کتاب میں مصنف فقہ حنفی کی نمائندگی اتنی عقلی، علمی اور مختصر انداز میں کرتے ہیں کہ پڑھنے والا ان کی علمیت اور فقاہت سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ جس شخص کو اس کتاب پر گرفت حاصل ہوجائے تو گویا کہ اس کے ہاتھ فقہ حنفی کے قلعہ کی کنجی لگ گئی۔
ہدایہ کی مقبولیت کی خاطر کئی فقہاء نے اس پر قلم اٹھایا اور کسی نے اس کی شرح ، کسی نے حاشیہ اور کسی نے تلخیص لکھی تو کسی نے اس کی احادیث کی تخریج کی، فائدے کی خاطر صرف ان میں سے اہم کے نام ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے:

---

174 عبد القادر بن محمد بن نصر اللہ [٦٩٦ - ٧٧٥ھ = ١٢٩٧ - ١٣٧٣ء] قرشی، ابو محمد، محیی الدین، تراجم کے عالم اور حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ فقہاء احناف میں شمار ہوتے ہیں۔ قاہرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ تراجمِ فقہاء احناف کے متعلق لکھی جانے والی پہلی اور شہرہ آفاق کتاب "الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ" ان کی تصنیف کردہ ہے۔ [الدرر الکامنہ ٣: ١٩١، الاعلام ٤: ٤٢]

175 الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ١: ٩٣، الاعلام١: ٢١٢

176 سیر دریا (سیحون) کے وسط میں واقع اور روس میں شامل ایک سو کلومیٹر لمبی اور ستر کلومیٹر چوڑی مشہور وادی ہے جسے ١٩٢٤ء میں قائم ہونے والے سوویت جمہوریہ ازبکستان میں شامل کردیا گیا۔ فرغانہ کا علاقہ ہمشہ گنجان آباد رہا ہے۔ یہ علاقہ مختلف قسم کے پھلوں اور سبزیوں کے لیے مشہور ہے خاص کر کپاس یہاں کا مشہور زرعی پیداوار ہے۔ [معجم البلدان٤: ٢٥٣، اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ٢٤٨]

(۱)النہایہ، پھر اس کی تلخیص خلاصۃ النہایہ فی فوائد الہدایہ، (۲) الفوائد، (۱) معراج الدرایہ فی شرح الہدایہ، (۳) نہایۃ الکفایہ فی درایۃ الہدایہ، (۵) الغایہ، (٦) حاشیۃ تکملۃ الفوائد، (۷) غایۃ البیان ونادرۃ الاقران، (۸) الکفایہ، (۹) العنایہ بمعرفۃ احادیث الہدایہ، (۱۰) فتح القدیر للعاجز الفقیر، (۱۱) العنایہ فی شرح الہدایہ، (۱۲) الکفایہ فی مختصر الہدایہ، (۱۳) الکفایہ فی معرفۃ احادیث الہدایہ، (۱۴) النہایہ فی شرح الہدایہ، (۱۵) نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ، (۱٦) الدرایہ فی منتخب تخریج احادیث الہدایہ۔
وکیلِ احناف کمال الدین ابن ہمامؒ[177] کی "فتح القدیر" اور علامہ اکمل الدین بابرتیؒ کی "العنایہ" ہدایہ پر گرفت حاصل کرنے کے لیے انتہائی لازمی ہیں۔
جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعیؒ[178] کی "نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ" محض ہدایہ ہی نہیں بلکہ فقہِ حنفی کے حدیثی مستدلات کا ایک عظیم سرمایہ ہے[179]۔

شرح الوقایہ: کتاب الہدایہ کی مقبولیت کی خاطر تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ اول[180] نے اس کی ایک جامع تلخیص لکھنےکی ضرورت محسوس کی جس کا نام "وقایۃ الروایہ فی مسائل الہدایہ" رکھا۔ صدر الشریعہ نے تفصیلات کو نکالتے ہوئے قدوری، جامع صغیر اور علامہ مرغینانیؒ کی طرف سے اضافات کو اس میں جمع کیا۔ "الوقایہ" قدوری کے بعد فقہ حنفی کا دوسرا مقبول ترین متن قرار پایا۔
یہ متن مقبول ہوگیا تو اسی مصنف کے نواسے عبید اللہ بن مسعودؒ جو کہ صدر الشریعہ اصغر سے مشہور ہیں، نے اس کی شرح لکھی جو "شرح الوقایہ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ شرح مع متن کے ایک کتاب کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے اور ہدایہ کو سمجھنے کے لیے ایک سیڑھی کی حیثیت رکھتی ہے۔ صدر الشریعہ نے "النقایہ" کے نام سے "الوقایہ" کی تلخیص بھی لکھی ہے[181]۔

کنز الدقائق: ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفیؒ کی مشہور کتاب ہے اور قدوری اور شرح الوقایہ کے بعد تیسرے نمبر پر آتی ہے۔ امام نسفیؒ صرف فقیہ ہی نہیں بلکہ ایک عظیم مفسر اور اصولی بھی ہیں، مشہور تفسیر "مدارک التنزیل" ان کی لکھی ہوئی ہے۔
کنز الدقائق کے نام سے انہوں نے جو متن تیار کیا ہے انتہائی جامع اور مختصر متن ہے۔ فقہ حنفی میں اس نہج کی دوسری کوئی کتاب نہیں ملتی۔ انتہائی طویل مسئلے کو دو تین

---

177 محمد بن عبد الواحد [۷۹۰ - ۸٦۱ھ = ۱۳۸۸ - ۱۴۵۷ء] سیواسی، سکندری، کمال الدین، ابن الہمام سے مشہور ہیں۔ علماء احناف کے امام ہیں۔ اصل میں سیواس سے تعلق تھا البتہ سکندریہ میں پیدا ہوئے۔ تفسیر، فرائض، فقہ، حساب، لغت، موسیقی اور منطق پر دسترس حاصل تھی۔ فتح القدیر جیسی عظیم کتاب کے مصنف ہیں۔ [الجواہر المضیہ ۲: ۸٦، الاعلام ٦: ۲۵۵]

178 عبد اللہ بن یوسف بن محمد [... - ۷٦۲ھ = ... - ۱۳٦۰ء] زیلعی، ابو محمد، جمال الدین، فقیہ اور محدث ہیں۔ صومال میں زیلع کے علاقے سے تعلق تھا۔ قاہرہ میں وفات پائی۔ عظیم فقہی احادیثی ذخیرہ "نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ" کے مصنف ہیں۔
[شوکانی، محمد بن علی، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع ۱: ۴۰۲، دار المعرفہ، بیروت، الاعلام ۴: ۱۴۷]

179 کشف الظنون ۱: ۲۲۷، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۰: ۴۵۷، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ۱: ۳۸۳، الاعلام۴: ۲٦٦

180 تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ اول، صدر الشریعہ ثانی عبید اللہ بن مسعود کے دادا ہیں، حنفی فقیہ ہیں۔ ٦۳۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ مشہور کتاب "شرح الوقایہ" کے متن "وقایۃ الروایہ فی مسائل الہدایہ" کے مصنف ہیں جسے انہوں نے اپنے نواسے صدر الشریعہ ثانی کے لیے تصنیف کی تھی۔
[معجم المطبوعات ۲: ۱۱۹۹، کشف الظنون ۲: ۲۰۲۰]

181 الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ۲: ۳٦۵، الاعلام۴: ۱۹۷

حروف میں سمیٹنا ان کا خاصہ ہے، اس کی مشہور مثالیں "ومسالة البئر جحط[182] اور ومنع الرّجوع دمعٌ خزقه[183]" ہیں[184]۔

کنز الدقائق کی دو بڑی شرحیں ہیں جن کا شمار فقہ حنفی کے مایہ ناز ذخیرہ میں ہوتا ہے، ایک "نصب الرایہ" کے مصنف علامہ زیلعی عبد اللہ بن یوسفؒ کے ہم لقب علامہ زیلعیؒ عثمان بن علی کی "تبیین الحقائق فی شرح کنز الدقائق" ہے، یہ تھوڑی مختصر ہے اور اس میں دلیل پر زیادہ زور دیا گیا ہے[185]۔

دوسری شرح مشہور حنفی فقیہ علامہ ابن نجیم زین الدین بن ابراہیمؒ[186] کی "البحرالرائق شرح کنز الدقائق" ہے جو کافی مفصل اور آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے، اس میں جزوی احکام کے استیعاب پر زیادہ زور دیا گیا ہے[187]۔ دونوں شرحیں ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ابو بکر بن مسعود کاسانیؒ[188]، ملک العلماء (علماء کا بادشاہ)، علاء الدین حنفی کی مشہور کتاب ہے۔ فقہ حنفی کی سب سے مایہ ناز اور الگ نہج پر لکھی جانی والی ایک معتبر کتاب ہے۔ اس کتاب کو علامہ کاسانیؒ کے تسلسلِ بیان، زبان کی آسانی اور خوبصورت اسلوب نے عجیب رونق بخشی ہے۔ مصنف کی طرف سے یہ کتاب احناف کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے۔

یہ کتاب علاء الدین سمرقندی محمد بن احمدؒ[189] کی کتاب "تحفۃ الفقہاء" کی شرح ہے، علامہ سمرقندیؒ نے محسوس کیا کہ قدوری کے بعد کافی زمانہ گزرا ہے جس میں نئے مسائل سامنے آگئے ہیں جوکہ قدوری میں نہیں ہیں، لہذا قدوری کو ترتیب دے کر ایک نئی کتاب لکھنے کی ضرورت ہے، اس ضرورت کے پیشِ نظر انہوں نے قدوری کو بہتر ترتیب دے کر اور اس پر کچھ اضافات کرکے "تحفۃ الفقہاء" لکھی۔

علامہ سمرقندیؒ کی ایک فقیہ اور انتہائی خوبصورت بیٹی تھی جنھوں نے اپنے والد کے کتاب کو حفظ کیا تھا، اس کے لیے بادشاہوں کی طرف سے رشتہ کے کئی پیغامات آئے ہوئے تھے لیکن ابھی تک علامہ سمرقندیؒ نے کسی کو جواب نہیں دیا تھا۔

علامہ سمرقندیؒ کے شاگرد رشید علامہ کاسانیؒ نے "تحفۃ الفقہاء" کی شرح "بدائع الصنائع" کے نام سے لکھی اور اپنے شیخ کو پیش کی۔ شیخ کو یہ کتاب اتنی پسند آئی کہ اپنی اسی بیٹی کی شادی اپنے شاگرد سے کراکر انہیں اپنا داماد بنا لیا۔

---

182 نسفی، ابو البرکات، عبد اللہ بن احمد، کنز الدقائق ۱: ۱۳۲، دار البشائر الاسلامیہ، دار السراج، ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء

183 کنز الدقائق ۱: ۵۳۸

184 الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ۱: ۲۷۰، الاعلام۴: ٦٧

185 الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ۱: ۳۴۵، الاعلام۴: ۲۱۰

186 زین الدین بن ابراہیم بن محمد [... - ۹۷۰ھ = ... - ۱۵٦۳ء] ابن نجیم سے مشہور ہیں۔ حنفی فقیہ ہیں۔ مصر کے علماء میں سے ہیں۔ قواعد فقہیہ کی مایہ ناز کتاب "الأشباہ والنظائر" اور "البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق" ان کی تصنیف کردہ ہیں۔ [معجم المطبوعات ۱: ۲٦۵، الاعلام ۳: ٦۴]

187 الاعلام۳: ٦۴

188 ابوبکر بن مسعود بن احمد [... - ۵۸۷ھ = ... - ۱۱۹۱ء] کاسانی، ملک العلماء، علاء الدین، حنفی فقیہ ہیں۔ حلب سے تعلق تھا۔ علاء الدین سمرقندیؒ کے شاگرد خاص اور داماد تھے۔ حلب ہی میں وفات پائی۔ شہرہ آفاق کتاب "البدائع والصنائع" کے مصنف ہیں۔ [الجواہر المضیہ ۲: ۲۴۴، الاعلام ۲: ۷۰]

189 محمد بن احمد بن ابی احمد [... - ۴۵۰ھ = ... - ۱۱۳۵ء] ابوبکر، علاء الدین، سمرقندی، فقیہ ہیں۔ جلیل القدر علماء احناف میں سے ہیں۔ حلب میں مقیم تھے۔ اپنی کتاب "تحفۃ الفقہاء" کی وجہ سے شہرت پائی۔ [الجواہر المضیہ ۲: ٦، الاعلام ۵: ۳۱۷]

اس کے بارے میں اس وقت کے فقہاء کہتے تھیں۔ شرح تحفت◌ھ وزوجہ ابنتہ یعنی کاسانی نے اس کی "تحفہ" کی شرح لکھی او ر اس نے اپنی بیٹی اسے نکاح میں دیدی[190]۔

رد المحتار علی الدر المختار: محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین[191] کی مشہور کتاب ہے، ابن عابدینؒ ۱۷۸۴ء کو پیدا ہوئے اور شام کے نامور فقیہ اور اپنے زمانے میں فقہ حنفی کے امام کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ رد المحتار "حاشیۃ ابن عابدین" اور "الفتاوی الشامیۃ" کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔
علامہ ابن عابدینؒ بچپن میں اپنے والد کے ساتھ تجارت میں ہاتھ بٹھایا کرتے تھے، ایک مرتبہ تجارت گاہ میں تلاوت کررہے تھے کہ کسی نے غلط پڑھنے پر ٹوکا۔ علامہ ابن عابدینؒ نے وہاں سے علم کے حصول کے لیے قدم اٹھایا اور ایک عظیم فقیہ اور مفتی بن گئے۔
یہ کتاب ایک دوسری کتاب کا حاشیہ ہے، محمد بن عبد اللہ تمرتاشیؒ[192] نے "تنویر الابصار وجامع البحار" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں مفتی بہ اقوال جمع کیے، علامہ علاء الدین حصکفیؒ[193] نے "الدر المختار فی شرح تنویر الابصار" کے نام سے اس پر حاشیہ چڑھایا، علامہ حصکفی کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہے، انہوں نے کئی جگہوں پر علامہ تمرتاشیؒ سے اختلاف کیا۔
علامہ ابن عابدینؒ نے "رد المحتار" کے نام سے اس پر حاشیہ لکھا اور جن جگہوں میں دونوں مصنفین کے مابین اختلاف پایا گیا، اس کے مابین دلائل سے فیصلہ کیا[194]۔
اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت بخشی اور روزِ وجود سے فقہاءِ احناف کے لیے ایک عظیم فتاوی اور مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

الفتاوی الہندیہ: فقہ حنفی کے عظیم علمی سرمایہ میں فتاوی ہندیہ کا شمار بھی ہوتا ہے جسے "فتاوی عالمگیریہ" بھی کہتے ہیں۔ اس کو محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر[195] کے حکم سے لکھا گیا ہے۔
اس کی تدوین کے لیے تقریبا پچاس علماء پر مشتمل ایک مرکزی جماعت تشکیل دی گئی، مرکزی جماعت کے تحت ذیلی جماعتیں بھی تھیں۔ زیادہ تر استفادہ شاہی لائبریری سے کیا جاتا تھا۔ تیاری اور نظر ثانی کے بعد مسودات عالمگیر کے سامنے پیش کیے جاتے تھے۔

---

190 کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۱: ۳۷۱، معجم المؤلفین ۸: ۲۲۸،الاعلام۲: ۷۰/ ۵: ۳۱۸

191 محمد امین بن عمر[۱۱۹۸ھ - ۱۲۵۲ھ= ۱۷۸۴ء - ۱۸۳٦ء] دمشقی، اجداد میں محمد صلاح الدین عابدین سے مشہور تھے، اسی وجہ سے ابن عابدین کہلانے لگے۔ شام کے فقیہ اور اپنے زمانے میں فقہ حنفی کے امام گزرے ہیں۔ دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ صغر سنی میں قرآن کریم حفظ کیا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب رد المحتار علی الدر المختار ان کی تصنیف کردہ ہے۔
[سرکیس، یوسف الیان، معجم المطبوعات ۱: ۱۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، الاعلام ٦: ۴۲]

192 محمد بن عبد اللہ بن احمد [۹۳۹ - ۱۰۰۴ھ= ۱۵۳۲ء - ۱۵۹٦ء] خطیب، عمری، تمرتاشی، غزی، حنفی، شمس الدین، اپنے دور کے حنفی شیخ ہیں۔ غزہ سے تعلق تھا۔ وہیں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ شہرہ آفاق کتاب "تنویر الابصار" کے مصنف ہیں۔ [خلاصۃ الاثر ۴: ۱۸، الاعلام ٦: ۲۳۹]

193 محمد بن علی بن محمد [۱۰۲۵ھ - ۱۰۸۸ھ= ۱٦۱٦ء - ۱٦۷۷ء] حصنی، علاء الدین، حصکفی، دمشق میں احناف کے مفتی تھے۔ وہیں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ عالی ہمت فاضل تھے۔ درس وتدریس پر ہمہ تن متوجہ تھے۔ مشہور کتاب "الدر المختار" کے مصنف ہیں۔
[خلاصۃ الاثر ۴: ٦۳، الاعلام ٦: ۲۹۴]

194 سرکیس، یوسف بن الیان، معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ۱: ۱۵۰/ ۲: ٦۴۲/۷۷۸، ۱۳۴٦ھ/۱۹۲۸ء، کشف الظنون ۱: ۵۰۱، الاعلام ٦: ۴۲/ ۲۹۴

195 محمد اورنگ زیب عالمگیر [۱۰۲۸ - ۱۱۱۸ھ= ۱٦۱۹ء - ۱۷۰۷ء] ہندوستان کے مغل بادشاہوں میں سے ہیں۔ کئی شہریں فتح کیے۔ مجاہد، عالم اور صوفی تھے۔ بچپن میں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔ علماء کے مرجع تھے۔ دکن میں وفات پائی۔ [معجم المطبوعات ۲: ۴۹۸، الاعلام ٦: ۴٦]

اگر کوئی فروگذاشت ہوتی تو عالمگیر کے حکم پر دور کی جاتی تھی۔ اس پر اس وقت کا دو لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔
اس فتاوی میں ان احکام شرعیہ کے متعلق فتاوٰی جمع کیے گئے ہیں جن کا روزمرہ زندگی میں ضرورت پڑھتی ہے۔ ان فضلاء نے "الہدایہ" کی ترتیب پر اس فتاوی کو جمع کیا اور اس کا نام بادشاہ کے نام پر رکھا۔ عالمگیرؒ کی اس کاوش کو تمام دنیائے اسلام میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا[196]۔

فقہ مالکی کا تعارفی جائزہ:

فقہ مالکی کی اہم شخصیات:

بانی مذہب کا تعارف: فقہ مالکی کی بنیاد امام، حافظ، فقیہ الامہ، شیخ الاسلام مالکؒ بن انس بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث نے رکھی ہے، امام دار الہجرہ یعنی ہجرت والے گھر (مدینہ) کے امام سے مشہور ہیں ۔ امام مالکؒ ۹۳ھ=۷۱۲ء ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ کے فقیہ اور عظیم محدث تھے۔ امراء اور بادشاہوں سے دور رہنا پسند فرماتے ، ہارون الرشید نے انہیں اپنے ہاں آنے کے لیے پیغام بھیجا تاکہ انہیں حدیث پڑھائیں لیکن امام مالکؒ نے جواب دیا کہ (علم کسی کے پاس جاتا نہیں) بلکہ علم کے لیے آنا پڑتا ہے۔
امام عبد الرزاقؒ[197] ان کے بارے میں فرماتے تھے کہ لوگ طلبِ علم کے لیے سفر کرتے ہیں لیکن انہیں مدینہ کے عالم سے بڑا کوئی عالم نہیں مل سکے گا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب علماء کا ذکر کیا جائے تو امام مالک کی مثال ستارے کی ہے، نیز فرماتے ہیں کہ اگر امام مالک اور ابن عیینہ[198] نہ ہوتے تو حجاز کا علم ضائع ہوجاتا۔
امام مالکؒ اہلِ حدیث کے امام مانے جاتے تھے۔امیر المؤمنین ابوجعفرؒ اسے کہتے کہ اللہ کی قسم ! تم لوگوں میں سب سے زیادہ عقل اور علم کے مالک ہو، اگر میں زندہ رہا تو قرآن کی طرح تمہارا قول لکھوں گا اور اطرافِ مملکت میں بھیجوں گا تاکہ لوگ اس پر عمل کریں۔
امام مالکؒ احادیث کے بارے میں کافی محتاط تھے، فرماتے تھے کہ یہ علم دین ہے پس دیکھو کہ تم کس سے دین حاصل کرتے ہو، میں نے ایسے ستر آدمی دیکھے جو مسجدِ رسول اللہﷺ میں احادیثِ رسول بیان کرتے لیکن میں نے ان سے نہیں پڑھا۔ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے تب تک فتوی نہیں دیا جب تک ۷۰ علماء نے میرے بارے میں یہ گواہی نہ دی کہ میں اس کا اہل ہوں۔ علم کی اس عظیم شخصیت نے ۱۷۹ھ=۷۹۵ء کو وفات پائی[199]۔

ابن القاسم: ابو محمد عبد الرحمن بن القاسم [... - ۱۲٦ھ = ... - ۷۴۳ء] بن محمد بن ابی بکر صدیق، حفظِ حدیث، فقہ، دیانت اور علم کے اعتبار سے ان کا شمار اہلِ مدینہ کے عظیم راہنماؤں میں ہوتا ہے۔علم اور زہد دونوں کے جامع تھے۔ امام مالکؒ اور ان کے ہم پلہ حضرات سے فقہ سیکھی۔ بیس سال تک امام مالکؒ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ امام مالکؒ کے شاگردوں نے امام مالکؒ کی وفات کے بعد ان سے بہت زیادہ نفع حاصل

---

196 اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۰: ۹۲، معجم المطبوعات ۲: ۴۹۸

197 عبد الرزاق بن ہمام بن نافع [۱۲٦ - ۲۱۱ھ= ۷۴۴ء - ۸۲۷ء] حمیری، ابو بکر صنعانی، ایک ثقہ حافظ حدیث ہیں۔ صنعاء سے تعلق تھا۔ ۱۷۰۰۰ احادیث کے حافظ تھے۔ احادیث میں "جامع الاحادیث" نامی کتاب لکھی ہے جسے امام ذہبیؒ نے "علم کا خزانہ" کہا ہے۔ اسی طرح حدیث میں "المصنف" نامی شہرہ آفاق کتاب بھی ان کی لکھی ہوئی ہے۔ [وفیات الاعیان ۱: ۳۰۳، الاعلام ۳: ۳۵۳]

198 سفیان بن عیینہ بن میمون [۱۰۷ - ۱۹۸ھ = ۷۲۵ - ۸۱۴ء]ہلالی، کوفی، ابو محمد، مکہ کے محدث تھے۔ حافظ، ثقہ اور علمِ عظیم کے مالک تھے۔ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ مکہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ احادیث میں "الجامع" کے مصنف ہیں۔ [وفیات الاعیان ۱: ۲۱۰، الاعلام۳: ۱۰۵]

199 تذکرة الحفاظ ۱: ۱۵۵، الانتقاء ۱: ۱٦، الاعلام ۵: ۲۵۷

کیا۔ فقہ مالکی کی عظیم شاہکار "المدونہ" ان کی نقل کی ہوئی کتاب ہے۔ آپ نے شام میں وفات پائی[200]۔

ابن وہب: ابو محمد عبد اللہ بن وہب [۱۲۵ - ۱۹٤ھ = ۷٤۳ - ۸۱۳ء] بن مسلم، فقہاء مالکیہ اور امام مالکؒ کے تلامذہ میں سے ہیں، بیس سال تک ان سے کسب فیض کیا ہے، "الموطأ الکبیر" اور "الموطأ الصغیر" کے مصنف ہیں۔ امام مالکؒ ان کو امام کہہ کر پکارتے اور ان کو مسائل لکھتے وقت عبد اللہ بن وہب "مفتی" کے لقب سے نوازتے۔
فقہ، حدیث اور عبادت کے جامع تھے۔ زہد پسند انسان تھے، ان پر قضاء پیش کیا گیا تو چپ کر گھر میں بیٹھے رہیں۔ مصر[201] میں وفات پائی[202]۔

علامہ سحنون: ابو سعید عبد السلام [۱٦۰ - ۲٤۰ھ = ۷۷۷ - ۸۵٤ء] بن سعید بن حبیب، سحنون سے مشہور ہیں، سحنون مغرب میں ایک تیز پرندے کا نام ہے، ان کی تیز ذہانت اور عقلمندی کی وجہ سے انہیں سحنون کا لقب دیا گیا۔قیروان[203] میں پیدا ہوئے۔ امام مالکؒ سے کسبِ فیض کا موقع نہ ملنے پر افسوس تھا اور کہا کرتے تھے کہ اللہ فقیری کو ذلیل کردے، ہم نے زمانہ تو امام مالکؒ کا پایا لیکن پڑھا ابن القاسمؒ سے۔
علامہ سحنون جلیل القدر مالکی فقیہ ہیں۔ امام ابن القاسمؒ اور امام ابن وہبؒ کے شاگرد رہے ہیں۔ "المدونہ" کا معتمد نسخہ ان کی تصنیف کردہ ہے۔ اصحابِ مالکؒ میں سے ان کے جتنے تلامذہ کسی کے نہیں تھے، مغرب میں امام مالکؒ کا علم ان ہی کی وجہ سے پھیلا ہے[204]۔

اسد بن الفرات: اسد بن الفرات [۱٤۲ - ۲۱۳ھ = ۷۵۹ - ۸۲۸ء] بن سنان ابو عبداللہ، قیروان کے قاضی رہے ہیں۔ ایک بہادر اور عظیم مجاہد تھے۔ فقہاءِ مالکیہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ امام ابن القاسمؒ کے شاگرد ہیں، المدونہ کی تصنیف کی ابتداء انہوں نے کی تھی جسے "الاسدیہ" کے نام سے جانا جاتا تھا[205]۔

شیخ خلیل: خلیل بن اسحاق [... - ۷۷٦ھ = ... - ۱۳۷٤ء] ضیاء الدین، جندی، آٹھویں صدی ہجری کے عظیم مالکی فقیہ ہیں، مصر سے تعلق تھا۔ ان کے والد حنفی المذہب تھے۔ اپنے عہد میں مالکی مذہب کے مفتی رہے ہیں۔ "المختصر" ان کی مایہ ناز فقہی کتاب ہے

---

[200] وفیات الاعیان ۳: ۱۲۹، الاعلام ۳: ۳۲۳

[201] مصرایم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے مسمی براعظم افریقیہ کے شمال مشرق میں واقع ایک مستطیل شکل کا ملک ہے۔ اس کے مغرب میں لیبیا، جنوب میں سوڈان، شمال مشرق میں اسرائیل اور شمال میں بحیرہ روم ہے۔ مصر تقریبا تین ہزار برس تک تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت یہاں ہوئی تھی۔ ۱۸ہجری میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کو فتح کیا۔
[معجم البلدان ۵: ۱۳۷، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۱: ۱۸۷]

[202] وفیات الاعیان ۳: ٦۳، الاعلام ۴: ۱۴۴

[203] قیروان فارسی لفظ کاروان سے معرب ہے جو کہ تونس کا ایک شہر ہے جو شہر تونس سے ۱۱۲ میل جنوب میں واقع ہے۔ سابقاً اسلامی افریقہ کا صدر مقام رہا ہے۔ یہاں کے ارد گرد دریاؤں میں اکثر اچانک سیلاب آتےرہتے ہیں۔ شہر میں کئی گھریلو قسم کی صنعتیں ملتی ہیں۔ اس شہر کو ۵۰ ہجری میں سیدنا عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے اس لیے بسایا تا کہ اپنی فوج کے لیے چھاؤنی بنا کر بربر قوم کو مرعوب رکھے۔ [معجم البلدان ۴: ۴۲۰، اردو دائرہ معاف اسلامیہ ۱٦: ۵۳٦]

[204] وفیات الاعیان ۳: ۱۸۰، الاعلام ۳: ۳۲۳

[205] حمیری، عبد المنعم، محمد بن عبد اللہ، الروض المعطار فی خبر الاقطار ۱: ۳۱۸، مؤسسۃ ناصرۃ للثقافہ، بیروت، ۱۹۸۰ء، وفیات الاعیان ۳: ۱۸۱، الاعلام ۱: ۲۹۸

جو تمام مالکی فقہاء کے لیے ایک مستند فقہی مرجع ہے اور اس کی کئی سو شروحات لکھی گئی ہیں[206]۔

ابن فرحون: ابراہیم بن علی بن محمد[... - ۷۹۹ھ= ... - ۱۳۹۷ء] ابن فرحون، برہان الدین یعمری، عالم اور باحث تھے۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے اور وہیں وفات پائی۔ فقہاءِ مالکیہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں مشہور یہ ہیں: "الدیباج المذہب" اور "تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناہج الاحکام"[207]۔

مذہب مالکی کی معتمد کتابیں:

فقہ مالکی کی اصل اور بنیادی کتابیں دو ہیں، ان میں سے ایک "الموطأ" اور دوسری "المدونہ" ہے۔

الموطأ: بانی مذہب امام مالکؒ کی کتاب ہے، ایک عظیم، بابرکت اور قدیم کتاب ہے۔ امام مالکؒ نے اس میں صحیح احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا ہے۔

اس کتاب کی عظمت کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ اس کے بارے میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زمین میں موطأ مالک سے زیادہ کوئی دوسری صحیح ترین کتاب موجود نہیں ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہارون الرشید نے مجھ سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ "الموطأ" کو کعبہ میں معلق کردے اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم دے، میں نے کہا کہ ایسا نہ کر، کیونکہ رسول اللہﷺ کے صحابہ نے فروعی مسائل میں اختلاف کیا ہے اور مختلف شہروں میں گئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ صحیح ہے۔ انہوں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! اللہ تجھے توفیق سے نواز دے۔

امام مالکؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ جب ابو جعفر منصور[208] نے حج کیا تو انہوں نے اس ارادے کا اظہار کیا کہ "الموطأ" کو لکھوا کر ہر شہر میں اس کا ایک ایک نسخہ بھیج دیا جائے تاکہ لوگ اس پر عمل کریں، امام مالکؒ نے ان کو بھی منع کیا[209]۔

"الموطأ" صرف احادیث ہی نہیں بلکہ فتاوی تابعین اور اہل مدینہ کے اجماعات کا ایک عظیم ذخیرہ بھی ہے۔

المدونہ فی فروع المالکیہ: عبد الرحمٰن بن القاسم جو کہ ابن القاسم سے مشہور ہیں، کی کتاب ہے۔ مالکی مذہب کی جلیل القدر کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابن القاسمؒ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں، بیس سال تک ان سے کسبِ فیض کیا ہے، یہ کتاب انہوں نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے۔

"المدونہ" اصل میں امام اسد بن فراتؒ کے سوالات ہیں جو انہوں نے امام ابن القاسمؒ سے کیے ہیں اور انہوں نے ان کے جوابات دیے ہیں۔ اس کے متعلق منقول ہے کہ اس کی تصنیف امام اسد بن فراتؒ نے عراق سے واپسی کے بعد شروع کی تھی۔ امام اسد بن فراتؒ اسے قیروان لے کر آئے، ان سے امام سحنونؒ نے ان مسائل کو لکھا جسے "الاسدیہ" کے نام سے جانا جاتا تھا۔

---

206 الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنہ ۲: ۲۰۷ ، الاعلام ۲: ۳۱۵

207 الدرر الکامنہ۲: ۲۰۷ ، الاعلام ۱: ۵۲

208 عبد اللہ بن محمد بن علی [۹۵ - ۱۵۸ھ= ۷۱۳ - ۷۷۵ء] ابو جعفر، منصور، بنو العباس کا دوسرا خلیفہ، فقہ اور ادب ، فلسفہ اور علوم فلکیہ پر دسترس حاصل تھی۔ ابو العباس سفاح کے بعد خلیفہ بنے۔ سنجیدہ مزاج آدمی تھے۔ تمام خلفاء عباسیہ کے والد ہیں۔ اپنی سلطنت کے قیام کے لیے کئی لوگوں کا قتل کیا ہے۔ [طبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک۷: ۳۲۱، دار التراث، بیروت، ۱۳۸۷، الاعلام ۴: ۱۱۷]

209 کشف الظنون ۲: ۱۹۰۸، تذکرۃ الحفاظ ۱: ۱۵۵، الاعلام ۵: ۲۵۷

پھر امام سحنونؒ نے ۱۸۸ھ میں امام ابن القاسمؒ کی طرف رحلت کی اور ان پر یہ کتاب پیش کی اور کچھ مسائل کی اصلاح کرکے ۱۹۱ھ میں واپس قیروان لے کر آئے۔
بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام اسد بن فراتؒ نے امام ابن القاسمؒ سے "المدونہ" نقل کیا تھا، جب امام سحنونؒ امام اسدؒ کے پاس آئے اور اس کی نقل اتارنے کی خواہش ظاہر کی تو امام اسدؒ نے انکار کردیا، تب امام سحنونؒ امام ابن القاسمؒ کے پاس گئے اور اس کتاب کو ان سے نقل کیا اور امام ابن القاسمؒ سے خط لا کر امام اسد بن فراتؒ کو دیا کہ اپنے نسخے کا تقابل سحنونؒ کے نسخہ سے کردو، لیکن انہوں نے اس سے بھی انکار کردیا۔
بہر حال دونوں کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ صحیح نسخہ امام سحنونؒ کا ہے، یہی وجہ ہے کہ اہلِ قیروان کا اعتماد امام سحنونؒ کے نسخہ پر ہے[210]۔
اس کتاب میں امام سحنونؒ نے ان مسائل کو بھی نقل کیا ہے جو امام ابن القاسمؒ نے امام مالکؒ کے اصول پر قیاس کیے ہیں، گویا کہ "المدونہ" امام مالکؒ، امام ابن القاسمؒ، امام اسد بن الفراتؒ اور امام سحنونؒ کے افکار کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے۔

كتاب النوادر والزيادات على ما فى المدونة من غيرها من الأمہات: چوتھی ہجری کے ایک عظیم فقیہ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی زید القیروانیؒ[211] کی کتاب ہے جو کہ قیروان میں سکونت پذیر تھے، اپنے عہد میں مالکیہ کے امام تھے۔ امام مالکؒ کے مذہب کے جامع اور ان کے اقوال کے شارح تھے اور چھوٹے مالک کے نام سے جانے جاتے تھے۔ یہ کتاب انہوں نے "المدونہ" پر لکھی ہے اور اس میں دوسری اہم کتابوں کے مسائل کو بھی جمع کیا ہے۔ یہ انتہائی وسیع کتاب ہے جو ۱۰۰ اجزاء پر مشتمل ہے اور اصول اور فروع کا جامع ہے[212]۔

فقہ مالکی کی ان بنیادی کتابوں کے علاوہ اہم متون یہ ہیں:
مختصر الخلیل: ضیاء الدین خلیل بن اسحاق بن موسٰی کی کتاب ہے، جنہوں نے اپنے عہد میں اپنے مذہب کا جھنڈا بلند کیا تھا۔ آپؒ علم وعمل دونوں کے امام اور ایک زاہد فقیہ تھے۔ فقہ مالکی میں مختصر الخلیل کی حیثیت فقہ حنفی میں مختصر القدوری جیسی ہے، مصنف نے جمع، استیعاب اور تحریر ایسے انداز سے کی ہے کہ یہ کتاب روزِ اول سے لے کر اب تک علمی درسگاہوں میں تدریس اور افتاء کے لیے ایک مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، مصنف نے اپنے مذہب کے تمام علماء کے اقوال اور تمام احکام کا استیعاب کیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر فرانسیسی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے۔
اس کتاب کی تعریف میں امام حطابؒ[213] فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا حجم چھوٹا اور علم زیادہ ہے، مصنف نے جمع کرکے مکمل استیعاب کیا ہے اور اپنے ہم پلہ افراد سے جنس اور نوع میں سبقت لے گئے ہیں، قابلِ فتوی، ارجح اور اقوی قول کو

---

210 ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیات الاعیان وأنباء أبناء الزمان ۳: ۱۸۲/۱۲۹، دار صادر بیروت، تذکرة الحفاظ ۱: ۱۵۵، الانتقاء ۱: ۵۰، الاعلام ۳: ۳۲۳

211 عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی زید، قیروانی، ابو محمد، قیروان کے رہائشی تھے۔ اپنے عہد میں مالکیہ کے امام اور مقتدی تھے۔ امام مالکؒ کے مذہب کے جامع اور ان کے اقوال کے شارح تھے۔ وسیع علم، کثرت حفظ اور فصیح القلم تھے۔ چھوٹے مالک سے شہرت یافتہ تھے۔ ۳۸۹ء میں وفات پائی۔
[معجم المطبوعات ۱:
۳۲]

212 معجم المطبوعات ۱: ۳۲، معجم المؤلفین ٦: ٤٣

213 محمد بن محمد بن عبد الرحمن [۹۰۲ - ۹۵۴ھ= ۱۴۹۷ - ۱۵۴۷ء] رعینی، ابو عبد اللہ، حطاب، مالکی فقیہ ہیں۔ ایک صوفی عالم تھے۔ مغرب سے تعلق تھا لیکن مکہ میں شہرت پائی۔ طرابلس میں وفات پائی۔ کئی مفید کتابیں لکھی ہیں جن میں "مواہب الجلیل" جیسی قابل قدر کتاب بھی شامل ہے۔
[معجم المؤلفین ۴: ۱۱۴، الاعلام ۷:
۵۷]

بیان کرنا مصنف کا خاصہ ہے، کسی نے اس جیسی کوئی کتاب پیش کی ہے، نہ کوئی لکھنے والا اس نہج پر چلا ہے[214]۔

مصنف نے اسے باب النکاح تک مکمل کرکے وفات پائی، پھر ان کے شاگردوں نے مصنف کے مسودہ سے اسے مکمل کیا۔

اس کتاب کی کئی شروحات، حواشی اور تلخیصات لکھی گئی ہیں جن میں مشہور یہ ہیں:

۱: محمد بن احمد بساطی مالکی[215] کی شرح **"شفاء العلیل فی شرح مختصر الشیخ الخلیل"**۔

۲: امام حطاب رعینی محمد بن محمد کی شرح **"مواهب الجلیل فی شرح مختصر الخلیل"**۔

۳: امام مواق محمد بن یوسف غرناطی[216] کی شرح **"التاج والاکلیل فی شرح مختصر الخلیل"**[217]۔

۴: احمد بن محمد دردیرؒ[218] کی شرح "الشرح الکبیر"۔ امام دردیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مختصر الخلیل کے مغلق کو کھولنے، مطلق کو مقید کرنے اور اہلِ مذہب کے معتمد اقوال ذکرکرنے پر اکتفاء کیا ہے، اور جب میں ایک قول ذکر کروں تو وہی فتوی کے لیے راجح ہوتا ہے[219]۔

امام دردیرؒ کی شرح پر علامہ دسوقی محمد بن عرفہؒ[220] کا مشہور حاشیہ **"حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر"** چڑھا ہوا ہے جس نے اس شرح کے نفع کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ یہ حاشیہ فقہ مالکی کے فقہی سرمایہ میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

التلقین فی الفروع: قاضی عبد الوہاب بن علی بغدادی مالکیؒ[221] کی کتاب ہے، مصنف کو شعر وادب پر بھی دسترس حاصل تھی، چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے فقیہ ہیں، اپنے زمانے میں فقہاء مالکیہ کے شیخ سمجھے جاتے تھے۔

---

214 حطاب، محمد بن محمد، مواهب الجلیل فی شرح مختصر خلیل ۱: ۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

215 محمد بن احمد بن عثمان [۷۶۰ - ۸۴۲ھ= ۱۳۵۹ - ۱۴۳۹ء] بساطی، ابو عبد اللہ، مالکی فقیہ ہیں، مصر کے قاضی رہے ہیں۔ مصر میں بساط کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ میں وفات پائی۔ "المغنی" اور مشہور شرح "شفاء العلیل فی شرح مختصر الشیخ: خلیل" ان کی تصنیف کردہ ہیں۔
[معجم المؤلفین ۳: ۱۱۴، الاعلام ۵: ۳۳۲]

216 محمد بن یوسف بن ابی القاسم [... - ۸۹۷ھ= ... - ۱۴۹۲ء] غرناطی، ابو عبد اللہ، مواق، مالکی فقیہ ہیں۔ غرناطہ کے عالم ہیں اور اپنے دور کے امام تھے۔ مختصر الخلیل کی شرح "التاج والاکلیل" کے نام سے لکھی ہے۔ [معجم المطبوعات ۲: ۸۳۵، الاعلام ۷: ۱۵۴]

217 کشف الظنون ۲: ۱۶۲۸، معجم المطبوعات ۲: ۸۳۵، معجم المؤلفین ۳: ۱۱۴، الاعلام ۲: ۳۱۵

218 احمد بن محمد بن احمد[۱۱۲۷ھ - ۱۲۰۱ھ= ۱۷۱۵ء - ۱۷۸۶ء] عدوی، ابوالبرکات، دردیر سے مشہور ہیں۔ فقہاء مالکیہ میں سے ہیں۔ مصر کے علاقے بنو عدی میں پیدا ہوئے، ازہر میں تعلیم حاصل کی۔ قاہرہ میں وفات پائی۔ ان کی مشہور کتاب: اقرب المسالک لمذہب الامام مالک" ہے۔
[معجم المطبوعات ۲: ۸۶۹، الاعلام ۱: ۲۴۴]

219 دسوقی، محمد بن احمد، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۱: ۶، دار الفکر ، بیروت، الاعلام 1: 244/۶: ۱۷

220 محمد بن احمد بن عرفہ[... - ۱۲۳۰ھ= ... - ۱۸۱۵ء] دسوقی، مالکی، عربی کے علماء میں سے ہیں۔ قاہرہ میں رہائش پذیر تھے اور وہیں وفات پائی۔ جامعہ ازہر کے مدرسین میں سے تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں مشہور یہ ہیں: الحدود الفقہیہ، حاشیۃ علی مغنی اللبیب، حاشیۃ علی السعد التفتازانی، حاشیۃ علی الشرح الکبیر علی مختصر الخلیل۔ [معجم المطبوعات۲: ۸۷۵، الاعلام ۶: ۱۷]

221 عبد الوہاب بن علی بن نصر [۳۶۲ - ۴۲۲ھ= ۹۷۳ - ۱۰۳۱ء] بغدادی، ابو محمد، قاضی، فقہاءِ مالکیہ سے ہیں۔ شعروادب پر بھی دسترس حاصل تھی۔ بغداد میں پیدا ہوئے۔ اسعرد کے قاضی رہے ہیں۔ مصر میں شہرت پائی۔ کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں، فقہ مالکی کی مشہور کتاب "التلقین" ان کی تصنیف کردہ ہے۔ [وفیات الاعیان ۱: ۳۰۴، الاعلام ۴: ۱۸۴]

امام ابن خلکان فرماتے ہیں کہ یہ کتاب صغیر الحجم ہونے کے باوجود منتخب ترین اور بہت زیادہ فائدہ مند کتابوں میں سے ایک ہے۔
فقہ مالکی کےایک دوسرے امام علامہ مازریؒ[223] نے اس کی کتاب کی شرح لکھی ہے جس نے اصل کتاب کو مزید چار چاند لگا دیے ہیں۔ اصل اور شرح دونوں کئی بار ایک ساتھ چھپے ہیں[224]۔

الکافی فی فقہ اہل المدینہ: حافظِ اہل مغرب پانچویں صدی ہجری کے امام علامہ ابن عبد البرؒ[225] کی کتاب ہے۔ فقہ مالکی کا مشہور متن ہے اور فقہاءِ مالکیہ کے لیے ایک مستند مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔
مصنف نے "الموطأ" پر "الاستذکار فی شرح مذاہب علماء الامصار" اور "التمہید لما فی الموطأ من المعانی والمسانید" کے نام سے بھی دو شروحات لکھی ہیں جو موطأ کی اہم ترین شروحات اور فقہ مالکی کا عظیم سرمایہ شمار ہوتی ہیں[226]۔

بلغۃ السالک لاقرب المسالک: یہ "الشرح الکبیر" کے مصنف علامہ دردیرؒ کی دوسری کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے حدودِ فقہیہ کےلغوی اور شرعی معانی کی تشریح کا اہتمام کیا ہے اور مذہب مالکی کی روایات ذکر کرکے راجح قول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کتاب میں دلائل کا بیان انتہائی کم ہے۔ اسے "الشرح الصغیر" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔
یہ کتاب فقہ مالکی کی معتمد مراجع میں سے ایک ہے اور مذہب مالکی کا کوئی عالم اور طالبِ علم اس سے مستغنی نہیں ہے۔
علامہ صاوی احمد بن محمدؒ[227] نے **"حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر"** کے نام سے اس پر انتہائی قیمتی حاشیہ چڑھایا ہے۔ علامہ صاویؒ کا یہ حاشیہ کئی حواشی کا خلاصہ اور نچھوڑ ہے اور مذہبِ مالکی کے لیے سرمایہ افتخار ہے[228]۔

فقہ شافعی کا تعارف:

---

[222] احمد بن محمد بن ابراہیم [٦٠٨ - ٦٨١ھ= ١٢١١ - ١٢٨٢ء] بن ابی بکر، ابن خلکان، برمکی، اربلی، ابو العباس، معتمد تاریخ دان اور ماہر ادیب تھے۔ اربل میں پیدا ہوئے۔ شہرہ آفاق کتاب "وفیات الاعیان وأنباء أبناء الزمان" کے مصنف ہیں جو کہ سوانح نگاری میں ایک منضبط کتاب ہے۔ دمشق میں سفح قاسیون میں وفات پائی۔ [صلاح الدین، محمد بن شاکر، فوات الوفیات ١: ١١٠، دار صادر بیروت، ١٩٧٣ء، الاعلام ١: ٢٢٠]

[223] محمد بن علی بن عمر [٤٥٣ - ٥٣٦ھ= ١٠٦١ - ١١٤١ء] مازری، ابو عبد اللہ، محدث اور مالکی فقیہ ہیں۔ مازر کی طرف منسوب ہیں۔ مہدیہ میں وفات پائی ہے۔ حدیث، فقہ اور ادب میں مفید کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں "المعلم بفوائد مسلم"، "التلقین"، الکشف والانباء فی الرد علی الاحیاء" اور "ایضاح المحصول فی الوصول" شامل ہیں۔ [وفیات الاعیان ١: ٤٨٦، الاعلام ٦: ٢٧٧]

[224] وفیات الاعیان ٣: ٢١٩، کشف الظنون ١: ٤٨١، الاعلام ٤: ١٨٣

[225] یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، نمری، قرطبی، ابو عمرو، حافظِ حدیث، مؤرخ اور ادیب ہیں۔ اپنے دور میں حافظِ مغرب کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ قرطبہ میں 368= 978ء کو پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے لیے اندلس کے مشرقی اورمغربی علاقوں کا سفر کیا۔ شاطبہ میں 463 ھ =1071 ء کو وفات پائی۔[وفیات الاعیان ٧: ٦٦، الاعلام٨: ٢٤٠]

[226] وفیات الاعیان ٧: ٦٦، کشف الظنون ٢: ١٣٧٩، الاعلام ٨: ٢٤٠

[227] احمد بن محمد [١١٧٥ھ - ١٢٤١ھ = ١٧٦١ء - ١٨٢٥ء] خلوتی، صاوی سے مشہور ہیں۔ مالکی فقیہ ہیں۔ مصرکے مغربی صوبے "صاء الحجر" کی طرف منسوب ہیں۔ ان کے والد محترم اولیاء اللہ میں سے تھے۔ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ تفسیر جلالین کا مشہور حاشیہ "الصاوی" ان کی تصنیف ہے۔ فقہ مالکی کی کئی مستند شروحات بھی لکھیں ہیں۔ [معجم المطبوعات ١: ٣٧٦، الاعلام ١: ٢٤٦]

[228] صاوی، احمد بن محمد، حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ١: ١، دار المعارف، بیروت، الاعلام ١: ٢٤٣/ ١: ٢٤٦

بانی مذہب کا تعارف: ابو عبد اللہ محمد بن ادریس [۱۵۰ - ۲۰۴ھ = ۷۶۷ - ۸۲۰ء] بن عباس بن عثمان، رسو ل اللہﷺ کے ہم نسب ہیں۔ غزہ[229] میں پیدا ہوئے۔ شعروادب ، ایام عرب، فقہ، حدیث اور قرأت پر دسترس حاصل تھی، انتہائی نشانہ باز تھے۔
سات سال کی عمر میں قرآن کریم اور ۱۷ سال کی عمر میں امام مالکؒ کی کتاب "الموطأ" کو حفظ کیا۔ بیس سال کی عمر میں فتوی دینے کے قابل ہوگئے تھے۔
پہلی شخصیت ہیں جنہوں علم اصولِ فقہ کی داغ بیل ڈال کر ان کو مدون کیا۔ امام مالکؒ اور امام محمدؒ کے شاگرد رہے ہیں، فرماتے تھے کہ میں نے امام محمدؒ سے اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں لکھی ہیں۔
امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ قلم ودوات سے تعلق رکھنے والا ہر شخص امام شافعیؒ کا ممنون ہے۔ امام ابوثورؒ[230] فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ جیسی شخصیت دیکھی ہے، نہ انہوں نے اپنی جیسی شخصیت دیکھی ہوگی۔رمضان المبارک میں ٦٠ مرتبہ ختم قرآن کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ مصر میں وفات پائی۔
المسند، احکام القرآن، السنن، الرسالہ، اختلاف الحدیث، السبق والرمی، فضائل قریش، أدب القاضی، المواریث جیسی اہم کتابیں لکھی ہیں[231]۔

امام مزنیؒ: اسماعیل بن یحیی [۱۷۵- ۲٦۴ھ = ۷۹۱ - ۸۷۸ء] بن اسماعیل، ابو ابرہیم، مزنی، امام شافعیؒ کے مصر سے تعلق رکھنے والے شاگرد ہیں۔
امام مزنیؒ زہد سے معمور، ایک مجتہد عالم اور قوی استدلال کی مالک شخصیت تھے، شوافع کے امام ہیں۔ ان کے بارے میں امام شافعیؒ فرماتے کہ میرے مذہب کے ناصر ہیں اور ان کی قوتِ استدلال کے بارے میں فرماتے کہ اگر شیطان سے مناظرہ کرے تو اس پر بھی غالب آجائے۔

انتہائی محتاط اور متورع انسان تھے، کسی وجہ سے جماعت میں شرکت کی سعادت نصیب نہ ہوتی تو منفردًا پچیس مرتبہ نماز ادا کرتے تھے[232]۔ مستجاب الدعوات تھے۔ امام شافعیؒ کو غسل دینے کی سعادت بھی ان کے حصہ میں آئی۔
مذہبِ شافعی کی کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں "الجامع الکبیر"، "الجامع الصغیر" اور فقہاءِ شوافع کا مرجع "المختصر" جیسی مفید کتابیں شامل ہیں، ان کا معمول تھا کہ کسی مسئلہ

---

229 جنوب مغربی یہودیہ کا ایک اہم تجارتی شہر جو ساحل سمندر کے قریب مصر کو جانے والی شاہراہ اور عرب سے آنے والے قافلوں کے متعدد راستوں کے مقام پر واقع ہے۔ یہ شہر فلسطینیوں کاتھا۔ آنحضرت ﷺ کے پر داداہاشم کا انتقال یہاں ہوا تھا۔ اصل میں مکہ کے لوگ یہاں تجارت کے لیے آتے تھے۔ رسول اللہﷺ کے زمانے میں انطونی نوس مارٹر نے اسے عشرت وفراوانی سے بھرپور شہر بتایا ہے۔
[معجم البلدان ۴: ۲۰۲، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۴: ۵۳۱]

230 ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان [... - ۲۴۰ھ= ... - ۸۵۴ء] کلبی، بغدادی، ابو ثور، امام شافعیؒ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے فقیہ تھے۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ فقہ، علم، ورع اور تقوی میں دنیا کے امام ہیں۔ احادیث پر تفریعات کی ہیں اور ان کا دفاع کیا ہے۔ بغداد میں وفات پائی۔ اپنی تمام کتابوں میں امام شافعیؒ کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ [وفیات الاعیان ۱: ۲٦، الاعلام ۱: ۳۷]

231 تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲٦۵، معجم المطبوعات ۲: ۴٦۹، الاعلام ٦: ۲٦

232 چونکہ احادیث سے ایک فرض کے بار بار ادا کرنے کا ثبوت نہیں ملتا، بلکہ نبی کریمﷺ سے محض جماعت ہی نہیں بلکہ نماز قضاء ہوگئی تھی لیکن آپﷺ نے ایک ہی مرتبہ نماز ادا کرنے پر اکتفاء کیا تھا [دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب التیمم [۷]، باب: الصعید الطیب وضوء المسلم، یکفیہ من الماء [۵]، حدیث ۳۳۷]، لہذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ امام مزنیؒ جماعت کے فوت شدہ اجر کی تلافی کے لیے ایک مرتبہ فرض اور باقی مرتبہ نفل ہی ادا کرتے تھے۔

سے فارغ ہوکر "المختصر" میں لکھنے کے بعد اللہ تعالی کے شکریہ کے طور پر دو رکعت نفل ادا کردیتے[233]۔

امام شیرازیؒ: ابراہیم بن علی [۳۹۳ - ۴۷٦ھ = ۱۰۰۳ - ۱۰۸۳ء] بن یوسف، فیروزآبادی، شیرازی، ابو اسحاق، ایک عظیم مناظر ہیں۔ بغداد میں اپنے دور کے ایک جلیل القدر مفتی اور امام تھے۔ بحث مباحثہ اور مناظرہ میں قوتِ استدلال سے مشہور تھے۔ کئی مفید اور بابرکت کتابوں کے مصنف ہیں۔ فقہ شافعی میں مرجع کی حیثیت رکھنے والی کتاب "المہذب" ان ہی کی تصنیف کردہ ہے[234]۔

امام الحرمین: عبد الملک بن عبد اللہ [۴۱۹ - ۴۷۸ھ = ۱۰۲۸ - ۱۰۸۵ء] جوینی، ابو المعالی، رکن الدین، امام الحرمین کے لقب سے مشہور ہیں۔ والد محترم نے بچپن میں ان کی تربیت پر پوری توجہ دی، خاص کر حلال کمائی کھلانے کا خاص خیال رکھتے تھے۔
امام الحرمینؒ متأخرین شافعیہ کے جلیل القدر عالم ہیں۔ علماء ان کی امامت اور غزارتِ علم پر متفق ہیں۔ اصول، فروع اور ادب پر دسترس حاصل تھی۔ مکہ میں چار سال ٹھہرے رہیں اور مدینہ میں درس وافتاء کا سلسلہ چلایا، اسی وجہ سے امام الحرمین کہلائے۔
اکابر علماء ان کے دروس میں حاضری دیتے تھے۔ تیس سال تک مدرسہ نظامیہ میں صدر امام، خطیب اور مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دی ہیں۔ اپنے وقت کے ہر فن میں کتاب لکھی ہے[235]۔

امام غزالیؒ: محمد بن محمد بن محمد [۴۵۰ - ۵۰۵ھ = ۱۰۵۸ - ۱۱۱۱ء] غزالی، ابو حامد، حجۃ الاسلام، زین الدین، فقیہ، فلسفی اور ایک عظیم صوفی گزرے ہیں۔ ان کی آخری عمر میں ان کی مثل دوسرا شافعی فقیہ نہیں ملتا تھا۔ امام الحرمین جوینیؒ سے کسب فیض کیا ہے اور ان کی مشہور زمانہ کتاب "النہایہ" کا خلاصہ لکھا ہے۔ فقہ اور دوسرے کئی فنون میں دو سو کی لگ بھگ کتابیں لکھی ہیں، جن میں ان کی شہرہ آفاق کتاب "احیاء علوم الدین" بھی شامل ہے[236]۔

امام رافعیؒ: عبد الکریم بن محمد [۵۵۷ - ٦۲۳ھ = ۱۱٦۲ - ۱۲۲٦ء] بن عبد الکریم بن الفضل، امام الدین، علامہ، ابو القاسم، قزوینی، جلیل القدر شافعی فقیہ ہیں۔ شوافع کے بڑے لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ تفسیر اور حدیث پڑھاتے تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام رافعیؒ نیک لوگوں میں سے تھے اور کئی ظاہری کرامات کے مالک تھے۔
کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں، امام غزالیؒ کی کتاب "الوجیز" کی شرح لکھی ہے جو کہ فقہاء شوافع کے مابین "الشرح الکبیر" سے مشہور ہے اور ان کی مستند اور معتمد مراجع میں سے ایک ہے[237]۔

امام نوویؒ: یحیی بن شرف [٦۳۱ - ٦۷٦ھ = ۱۲۳۳ - ۱۲۷۷ء] بن مری بن حسن، نووی، شافعی، ابو زکریا، محیی الدین، شیخ الاسلام، شام کے ایک علاقے "نوا" میں پیدا ہوئے اور اسی کی طرف منسو ب ہیں۔ بچپن سے ان میں دین کی بو محسوس ہوتی تھی، چنانچہ بچے ان کو کھیلنے پر مجبور کرتے لیکن آپؒ قرآن کریم پڑھنے کو ترجیح دیتے، والد محترم دکان پر بٹھاتے تو بھی قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے اور بیع وشراء کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔

---

233 وفیات الاعیان ۱: ۲۱۸، الاعلام ۱: ۳۲۹
234 وفیات الاعیان ۱: ۲۸، الاعلام ۱: ۵۱
235 وفیات الاعیان ۳: ۱٦۹، الاعلام ۴: ۱٦۰
236 وفیات الاعیان ۴: ۲۱۷، الاعلام ۷: ۲۲
237 فوات الوفیات ۲: ۳۷٦، الاعلام ۴: ۵۵

زہد اور قناعت سے مشہور تھے۔ عمر بھر کنوارے رہیں۔ کئی علوم پر دسترس حاصل تھی جن میں فقہ، حدیث، اسماء رجال، لغت اور تصوف شامل ہیں۔ کئی سو مفید کتابیں لکھی ہیں[238]۔

مذہبِ شافعی کی معتمد کتابیں:

الأم: فقہ شافعی کی بنیادی کتاب ہے جسے امام شافعیؒ نے بذات خود لکھی ہے۔ یہ امام شافعیؒ کے آخری دور کے اجتہادات پر مبنی ہے، پہلے دور کے اجتہادات اس میں موجود نہیں ہیں۔کتاب الام ۱۵ مجلدات پر مبنی امام شافعیؒ کی کئی کتابوں کا مجموعہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ[239] نے امام شافعیؒ کی کتابوں کی تعداد ۱۴۰ سے اوپر بتائی ہے۔ کسی دوسرے بانی مذہب نے کتاب الام جیسی جامع کتاب مرتب نہیں فرمائی ہے۔
کتاب الام کو مصر کے مؤذن امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ[240] نے ابواب میں تقسیم کیا ہے اور وہ اسی کی طرف منسوب ہے حالانکہ اس کی تالیف امام بویطیؒ[241] نے کی ہے لیکن انہوں نے اس میں اپنا ذکر کیا ہے نہ ہی اس کی اپنی طرف نسبت کی ہے[242]۔
کتاب الأم میں امام شافعیؒ کی غیر معمولی بصیرت، مضبوط قوتِ استدلال اور چھوٹے چھوٹے مسئلہ پر عظیم علمی مکالمہ سے متاثر ہوئے بغیر کوئی نہیں رہ سکتا۔ حقیقت میں یہ صرف فقہ شافعی ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ایک عظیم علمی ورثہ ہے۔

مختصر المزنی: امام شافعیؒ کے شاگرد اسماعیل بن یحیی کی مشہور کتاب ہے۔ امام مزنیؒ مذہبِ شافعی میں تصنیف لکھنے والی پہلی شخصیت ہیں۔
حاجی خلیفہؒ[243] اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: ان پانچ کتابوں میں سے ایک ہے جو کہ شوافع کے مابین مشہور ہیں اور سب سے زیادہ ہر کسی کے ہاتھ میں متداول ہیں، یہ کتاب تمام شہروں کی چکر کاٹنے والی ہے۔
امام ابن سریجؒ[244] اس کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ مختصر مزنی دنیا سے کنواری ہی نکل جائے گی (یعنی کوئی بھی اس کے غوامض پر مکمل عبور حاصل نہیں کرسکتا)، یہ

---

238 سبکی، تاج الدین، عبد الوہاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیۃ الکبری۸: ۳۹۵، دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۳ھ، الاعلام ۸: ۱۴۸

239 احمد بن علی [۷۷۳ھ ۸۵۲ھ] بن محمد، شہاب الدین، ابن حجر عسقلانی۔ قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ شعر وادب کے پیاسے تھے۔ پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے حصول میں صعوبتیں برداشت کیں۔ حدیث، تاریخ اور رجال کے بے مثال عالم گزرے ہیں۔
[شوکانی، محمد بن علی، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع۱: ۸۷، مطبعۃ السعادہ مصر، ۱۳۴۸ھ، الاعلام۱: ۱۷۸]

240 ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار [۱۷۴ - ۲۷۰ھ = ۷۹۰ء - ۸۸۴ء] بن کامل، مرادی، مصری، ابو محمد، امام شافعیؒ کے شاگرد اور ان کی کتابوں کے راوی ہیں۔ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے جامع ابن طولون میں حدیث املاء کی۔ مؤذن تھے۔ مصر میں وفات پائی۔ [معجم المطبوعات ۱: ۱۸۳، الاعلام ۳: ۱۴]

241 یوسف بن یحیی [... - ۲۳۱ھ =... - ۸۴۶ء] قرشی، ابو یعقوب، بویطی، امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔ امام شافعیؒ کی وفات کے بعد ان کے درس و افتاء کا مسند انہوں نے سنھبالا۔ مصر سے تعلق تھا اور بویط کی طرف منسوب ہیں۔ خلقِ قرآن کے مسئلے میں بغداد تک گدھے پر بٹھا کر لے جائے گئے اور قید میں ڈال دیے گئے اور قیدہی میں وفات پائی۔ فقہ میں "المختصر" نامی کتاب لکھی ہے۔ [وفیات الاعیان ۲: ۲۵۷، الاعلام ۸: ۲۵۷]

242 کشف الظنون ۲: ۱۳۹۷، معجم المطبوعات ۲: ۳۶۹

243 مصطفی بن عبد اللہ کاتب چلپی [۱۰۱۷ - ۱۰۶۷ھ = ۱۶۰۹ء - ۱۶۵۷ء] حاجی خلیفہ سے مشہور ہیں۔ اصل میں ترکی سے تعلق تھا۔ غیر معمولی تاریخ دان ہیں۔ قسطنطنیہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ صاحب قلم و میدان تھے۔ شہرہ آفاق کتاب "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" کے مصنف ہیں جو اپنے موضوع کے متعلق جامع ترین کتاب ہے۔ [معجم المطبوعات ۲: ۷۳۲، الاعلام ۷: ۲۳۶]

244 احمد بن عمر بن سریج [۲۴۹ - ۳۰۶ھ = ۸۶۳ء - ۹۱۸ء] ابو العباس، فقہاء شوافع میں شمار ہوتے ہیں۔ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ ۴۰۰ کی لگ بھگ کتابیں لکھی ہیں۔ شیراز کے قاضی رہے ہیں۔ مذہب شافعی کی نصرت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ [وفیات الاعیان ۱: ۱۷، الاعلام ۱: ۱۸۵]

کتاب مذہبِ شافعی میں لکھی جانے والی تمام کتابوں کے لیے اصل کی حیثیت رکھتی ہے، علماءِ شافعیہ نے مختصر مزنیؒ کی مثال پر(اپنی کتابوں) کو ترتیب دی ہے اور اسی کے کلام کی تشریح اور تفسیر پیش کی ہے، شافعیہ اس پر پوری طرح متوجہ ہیں، اسی کے پڑھنے والے اور اسی کے مطالعے کرنے والے ہیں، کسی نے اس کی طویل شرح تو کسی نے مختصر تعلیل پیش کی ہے، لیکن ان میں سے اکثر کو یہ اعتراف ہے کہ اس کی حقیقتوں پر چند افراد ہی عبور رکھتے ہیں[245]۔

نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب: امام الحرمین عبد الملک جوینیؒ کا ایک عظیم علمی شاہکار ہے۔ امام ابن خلکانؒ اس کتاب کی مدح میں فرماتے ہیں کہ اسلام میں اس جیسی تصنیف نہیں لکھی گئی ہے[246]۔

مذہبِ شافعی کی تقریبا تمام کتابوں کا سرچشمہ یہی کتاب ہے اور اس کتاب کے بعد مذہبِ شافعی کی کتابوں کا ایک نہ ختم ہونےوالا سلسلہ چلا آیا ہے، ذیل میں ان میں سے چند اہم کی طرف مختصر اشارہ کیا جاتا ہے:

"النہایہ "، مختصر المزنی کی شرح ہے جو "الأم" کا اختصار ہے، امام الحرمین کے شاگرد امام غزالیؒ نے اس کا اختصار "البسیط" کے نام سے کیا، پھر "البسیط" کا اختصار "الوسیط" اور اس کا اختصار "الوجیز" کے نام سے لکھا۔

امام رافعیؒ نے "الوجیز" کا خلاصہ "المحرر" کے نام سے، امام نوویؒ نے "المحرر" کا خلاصہ "منہاج الطالبین" کے نام سے، شیخ الاسلام قاضی زکریاؒ[247] نے "المنہاج" کا خلاصہ "منہج الطلاب" کے نام سے اور پھر اس کی شرح "فتح الوہاب بشرح منہج الطلاب" کے نام سے لکھی[248]۔

امام رافعیؒ نے "العزیز بشرح الوجیز" کے نام سے "الوجیز" کی ایک بہت بڑی شرح بھی لکھی جو "الشرح الکبیر" کے نام سے جانی جاتی ہے۔ یہ شرح فقہاءِ شافعیہ کے نزدیک قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی اور اسے فقہ حنفی کی "الہدایہ" جیسی قدرومنزلت ملی، چنانچہ کسی نے اس کے اختصار، کسی نے شرح اور کسی نے اس کی احادیث کی تخریج کے لیے قلم اٹھایا ہے۔

ان سب میں زیادہ مقبولیت امام نوویؒ کے اختصار کو ملی ہے جو "روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین" کے نام سےمشہور ہے[249]۔

حافظ ابن حجرؒ کی "التلخیص الحبیر" اور امام ابن الملقنؒ [250]کی "البدر المنیر" اسی شرح کی احادیثی تخریجات ہیں۔

---

245 وفیات الاعیان ۱: ۲۱۷، کشف الظنون ۲: ۱۶۳۵

246 وفیات الاعیان ۳: ۱۶۸، کشف الظنون ۲: ۱۹۹۰

247 زکریا بن محمد بن احمد [۸۲۳ - ۹۲۶ھ = ۱۴۲۰ - ۱۵۲۰ء] بن زکریا انصاری، سنیکی، مصری، شافعی، ابو یحیی، شیخ الاسلام، قاضی، مفسر اور حافظ حدیث ہیں۔ مصر کے علاقے سنیکہ میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ میں تعلیم حاصل کی۔ فقیر اور مسکین تھے لیکن علمی فضیلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بادشاہ کے دربار تک رسائی فرمائی۔ کئی مفید کتابیں لکھی ہیں۔ [معجم المطبوعات ۱: ۳۸۳، الاعلام ۳: ۴۶]

248 بجیرمی، سلیمان بن محمد، حاشیۃ البجیرمی علی شرح المنہج ۱: ۱٦، مطبعہ حلبی، ۱۳٦۹ھ/۱۹۵۰ء، الجمل، سلیمان بن عمر، حاشیۃ الجمل ۱: ۷، دار الفکر، بیروت

249 نووی، یحیی بن شرف، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ۱: ۵، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

250 عمر بن علی بن احمد [۷۲۳ - ۸۰۴ھ = ۱۳۲۳ - ۱۴۰۱ء] انصاری، شافعی، سراج الدین، ابو حفص ابن النحوی، ابن المقلن سے مشہور ہیں۔ حدیث، فقہ اور معرفت رجال حدیث کے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ قاہرہ میں وفات پائی۔ ۳۰۰ کی لگ بھگ تصنیفات لکھی ہیں۔ ان میں مشہور یہ ہیں: اکمال

المہذب فی الفقہ الشافعی: ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازیؒ کی عظیم کتاب ہے، حاجی خلیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک جلیل القدر کتاب ہے، فقہاء شافعیہ نے اس پر پوری توجہ دی ہے[251]۔

امام شیرازیؒ کتاب کی ابتداء میں فرماتے ہیں کہ میں اس کتاب میں مذہبِ شافعی کے اصول مع دلائل اور ان اصول پر مرتب ہونے والے مشکل مسائل مع علتوں کے ذکر کروں گا[252]۔اس طرح امام شیرازیؒ نے اس کتاب میں پانچویں صدی ہجری تک مرتب ہونے والے مسائل اور اجتہادات اس میں سمو دیے ہیں۔

اس کتاب کی کئی شرحیں لکھی گئیں جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ اہم ہے لیکن ان میں روزِ اول سے لے کر اب تک مقبول اور معروف شرح امام نوویؒ نے **"المجموع شرح المہذب"** کے نام سے لکھی ہے۔ کافی وسیع شرح ہے اور مذہبِ شافعی کے فقہی ذخائر میں ایک مستند علمی ذخیرہ ہے۔ امام نوویؒ نے اسے صرف "باب الربا" تک مکمل کیا ہے، باقی کی تکمیل فقہ شافعی کے ایک دوسرے بڑے فقیہ تقی الدین سبکیؒ[253] نے کی ہے[254]۔

الحاوی الکبیر: اپنے زمانے کے چیف جسٹس امام ماوردی علی بن محمدؒ کا ایک عظیم علمی شاہکار ہے، حاجی خلیفہؒ فرماتے ہیں کہ مذہبِ شافعی میں اس جیسی دوسری کتاب نہیں ملتی۔ مصنف کی دوسری مشہور کتاب "الاحکام السطانیہ" ہے، قضاء سے تعلق رکھنے والا کوئی فرد اس سے مستغنی نہیں ہے۔

امام ماوردیؒ نے اپنی ساری کتابیں ایک کونے میں چھپائے رکھی تھیں،جب ان کےمرنے کا وقت قریب آیا تو اپنے ایک معتمد شخص سے کہا کہ فلاں جگہ میری تصنیف کردہ کتابیں پڑھی ہیں، نیت کے تکدر کے خوف سے میں نے ان کو چھپائے رکھا تھا[255]۔

مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج: دسویں صدی ہجری سے تعلق رکھنے والے ایک عظیم مفسر اور فقیہ خطیب شربینیؒ[256] کی کتاب ہے۔

فقہ شافعی میں خطیب شربینیؒ کی دوسری اہم کتاب **"الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع"** ہے، جو فقہ شافعی کی ایک مستند کتاب **"غایۃ الاختصار"** کی شرح ہے، اس میں مصنفؒ نے اصل کتاب کی مشکل جگہوں کی توضیح اور تشریح پیش کی ہے اور اپنی طرف سے کچھ فوائد اور قواعد کا اضافہ بھی کیا ہے[257]۔

تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، التوضیح لشرح الجامع الصحیح اور خلاصۃ البدر المنیر۔ [الضوء اللامع ۱۱: ۱۵۸، الاعلام ۵: ۵۷]

251 کشف الظنون ۲: ۱۹۱۲، معجم المطبوعات ۲: ۱۱۴۷

252 شیرازی، ابراہیم بن علی، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱: ۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت

253 علی بن عبد الکافی [۶۸۳ - ۷۵۶ھ = ۱۲۸۴ - ۱۳۵۵ء] ابو الحسن، تقی الدین، سبکی، اپنے عہد میں شیخ الاسلام تھے اور مفسرین میں ایک نامور شخصیت تھی۔ تاج الدین سبکیؒ کے والد ہیں۔ قاہرہ میں وفات پائی۔ مفید کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں: الابتہاج فی شرح المنہاج، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، السیف المسلول علی من سب الرسول" شامل ہیں۔
[سیوطی، جلال الدین، حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ ۱: ۳۲۱، دار احیاء الکتب العربیہ، مصر، ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء ، الاعلام ۴: ۳۰۲]

254 کشف الظنون ۲: ۱۹۱۲

255 کشف الظنون ۱: ۶۲۸، معجم المطبوعات ۲: ۱۶۱۱، الاعلام ۴: ۳۲۷

256 محمد بن احمد [... - ۹۷۷ھ = ... - ۱۵۷۰ء] شربینی، شمس الدین، شافعی فقیہ اور مفسر ہیں۔ قاہرہ سے تعلق تھا۔ تفسیر قرآن میں "السراج المنیر" اور فقہ میں "الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع" اور "مغنی المحتاج" جیسی مفید کتابیں لکھی ہیں۔ [معجم المطبوعات ۱: ۱۱۰۸، الاعلام ۶: ۶]

257 معجم المطبوعات ۲: ۱۱۰۹، الاعلام ۶: ۶، شربینی، خطیب، الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع ۱: ۴، دار الفکر بیروت

نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج: دسویں صدی ہجری کے ایک دوسرے فقیہ شمس الدین رملی محمد بن احمدؒ[258] کی ایک عظیم شرح ہے۔ علامہ رملیؒ اپنے عہد میں مصر کے ایک عظیم مفتی تھے اور شافعی صغیر سے مشہور تھے[259]۔

مذکورہ بالا دونوں کتابیں امام نوویؒ کی کتاب "منہاج الطالبین" کی شروحات ہیں جو کہ امام جوینیؒ کی کتاب "الأم" کے خلاصہ "النہایہ" کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

یہ دونوں کتابیں فقہ شافعی کی بڑی اہم کتابیں شمار ہوتی ہیں، اور مذہبِ شافعی کا کوئی بھی عالم اور طالبِ علم ان سے مستغنی نہیں ہے۔

فقہ حنبلی کا تعارف:

بانی مذہب کا تعارف: امام احمد بن محمد بن حنبل[۱٦٤ - ۲۴۱ھ = ۷۸۰ - ۸۵۵ء] ابو عبد اللہ، شیبانی، مذہب حنبلی کا امام اور ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ گندم گو رنگت، پر رونق چہرے اور طویل قد وقامت کے مالک تھے۔ سفید کپڑے پہنتے اور سر اور داڑھی پر حناء لگاتے تھے۔

اصل میں مرو[260] سے تعلق تھا لیکن پیدائش بغداد میں ہوئی۔ طلبِ علم پر مکمل طور پر متوجہ ہوئے اور اس کے لیے کوفہ، بصرہ، مکہ اور مدینہ وغیرہ جیسے اہم شہروں کا سفر کیا۔ ایک لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔

امام شافعیؒ سے کسب فیض کیا، جب تک امام شافعیؒ بغداد سے مصر نہیں گئے تھے تو ان کے شاگرد خاص شمار ہوتے تھے۔ امام شافعیؒ ان کے بارے میں فرماتے تھے کہ میں بغداد سے اس حالت میں نکلا کہ اس میں امام احمدؒ سے زیادہ کوئی متقی اور فقیہ آدمی نہیں چھوڑا۔

صاحبِ استقامت تھے، خلقِ قرآن کے مسئلے میں ۲۸ ماہ تک قید کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اپنے موقف پر ڈٹے رہیں۔

تیس ہزار احادیث کا مجموعہ "المسند" کے مصنف ہیں جو کہ تمام اہلِ اسلام کے لیے ایک قابل قدر سرمایہ احادیث ہے۔ اس کے علاوہ التاریخ، الناسخ والمنسوخ، الرد علی الزّنادقہ فیما ادعت بہ من متشابہ القرآن، التفسیر، فضائل الصحابہ، المناسک، الزہد، الاشربہ، المسائل، العلل والرجال جیسی کئی اہم کتابیں لکھی ہیں[261]۔

امام اثرمؒ: احمد بن محمد ہانئ [... - ۲٦۱ھ = ... - ۸۷۵ء] اسکافی، ابوبکر الاثرم، حفاظِ حدیث میں سے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ سے کسب فیض کیا ہے۔ حدیث کی بڑی خدمت کی ہے۔ امام ابوبکر خلالؒ نے انہیں جلیل القدر حافظ اور عالم کہا ہے۔ "السنن" ان

---

258 محمد بن احمد بن حمزہ [۹۱۹ھ - ۱۰۰۴ھ= ۱۵۱۳ء - ۱۵۹٦ء] شمس الدین، رملی، اپنے زمانے میں مصر کے فقہ اور فتوی کے مرجع گزرے ہیں۔ شافعی صغیر سے مشہور تھے۔ مصر کے شہر رملہ کی طرف منسوب ہیں۔ اپنے والد کے فتاوی کو جمع کیا اور کئی شروح اور حواشی تصنیف کیں جن میں مشہور عمدۃ الرابح، غایۃ المرام اور نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج ہیں۔ [معجم المطبوعات ۱: ۹۵۲، الاعلام ٦: ۷]

259 معجم المطبوعات ۲: ۹۵۲، الاعلام ٦: ۷

260 کتابوں میں مرو شاہجہان سے مشہور ہے۔ مرو کے معنی اس سفید پتھر کے ہیں جس سے آگ جلائی جاتی ہے جب کہ شاہجہان فارسی کا لفظ ہے جس کے معنی بادشاہ کے ہیں۔ مرو خراسان کا ایک مشہور اور بڑا شہر ہے جو کہ نیسابور، سرخس اور بلخ سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔ اس کی طرف نسبت کرکے خلاف القیاس مروزی کہا جاتا ہے۔ صحابی رسول سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کا مزار شریف یہاں پر ہے۔ [معجم البلدان ۵: ۱۱۳]

261 ابن الجوزی، ابو الفرج، عبد الرحمن بن علی، صفۃ الصفوۃ ۱: ۳۴۸، دار الحدیث قاہرہ، مصر، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، وفیات الاعیان ۱: ٦٤، الاعلام ۱: ۲۰۳

کی جلالتِ شان اور وسعتِ علم پر دال ہے۔ عللِ حدیث اور ناسخ و منسوخ احادیث کے متعلق کتابیں لکھی ہیں[262]۔

امام ابوبکر الخلال: احمد بن محمد بن ہارون [... - ۳۱۱ھ = ... - ۹۳۲ء] ابوبکر الخلال، تفسیر، حدیث اور لغت کے ایک جلیل القدر عالم ہیں۔ حنابلہ کے بڑے افراد میں شمار ہوتے ہیں۔ بغداد کے رہنے والے تھے۔
امام ذہبیؒ نے انہیں امام احمد کے علم کے مؤلف، جامع اور مرتب کا لقب دیا ہے۔ کئی مشہور کتابوں کے مصنف ہیں: تفسیر الغریب، طبقات احمد بن حنبل، الحث علی التجارة والصناعة والعمل، السنۃ، العلل اور الجامع لعلوم الامام احمد[263]۔

امام خرقی: عمر بن الحسین بن عبد اللہ [... - ۳۳۴ھ = ... - ۹۴۵ء] خرقی، ابو القاسم، بغداد سے تعلق رکھنے والے ایک حنبلی فقیہ ہیں۔ بیع الخرق یعنی کپڑا فروخت کرنے کی طرف منسوب ہیں۔ دمشق[264] میں وفات پائی۔
کئی کتابیں لکھی تھیں جو جل گئیں، وجہ یہ تھی کہ جب بغداد میں صحابہ کو گالیاں دی جانے لگیں تو ایک گھر میں کتابیں چھوڑ کر نکل پڑے، وہ گھر جل گیا جس کی وجہ سے ان کی کتابیں بھی جل گئیں، محض فقہ کی ایک کتاب "المختصر" باقی رہ گئی جو فقہ حنبلی کا بنیادی متن ہے[265]۔

ابو الخطابؒ: محفوظ بن احمد بن حسن [۴۳۲ - ۵۱۰ھ = ۱۰۴۱ - ۱۱۱٦ء] کلوذانی، ابو الخطاب، ایک جلیل القدر فقیہ اور اپنے عہد میں حنابلہ کے امام تھے۔ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی ۔ فقہ حنبلی کی کئی مفید کتابیں لکھی ہیں: الانتصار فی المسائل الکبار، رؤوس المسائل اور الہدایہ[266]۔

ابن قدامہؒ: عبد اللہ بن محمد بن قدامہ[۵۴۱ - ٦۲۰ھ = ۱۱۴٦ - ۱۲۲۳ء] جماعیلی، مقدسی، دمشقی، موفق الدین، حنبلی، ایک کثیر العبادہ عالم تھے۔ ورع اور تقوی کی مثال، حیاء کا مجسمہ اور اخلاق حسنہ کے حامل تھے۔ متواضع اور فقراء ومساکین کے ساتھ محبت کرنے والے تھے۔ اسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا گویا کہ کسی صحابی کی زیارت نصیب ہورہی ہے۔ ہر وقت چہرے پر رونق چھائی رہتی تھی۔
مذہبِ حنبلی کے اکابر فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔مذہب حنبلی کا بنیادی متن "مختصر الخرقی" حفظ کیا تھا۔ تمام مذاہب کے لیے یکساں مفید اور شہرہ آفاق کتاب "المغنی" ان ہی کی تصنیف کردہ ہے۔"المغنی" کے علاوہ المقنع، الکافی اور "العمدہ" جیسے بنیادی متون کے بھی مصنف ہیں[267]۔

---

262 تذکرۃ الحفاظ ۲: ۱۱۴، الاعلام ۱: ۲۰۵
263 تذکرۃ الحفاظ ۳: ۷، الاعلام ۱: ۲۰٦
264 شام کا مشہور شہر ہے۔ دمشق کے لغوی معنی تیزی اور سرعت کے ہیں۔ چونکہ اسے تعمیر کرنے میں تیزی سے کام لیا گیا اسلیے اسے دمشق کہا گیا۔ حسنِ عمارت، زمین کی زرخیزی، کثرت اثمار اور کثرت پانی کی وجہ سے جنت نظیر علاقہ ہے۔ اس میں دنیا کی حسین اور مشہور جامع مسجد موجود ہے جسے "جامع دمشق" کہا جاتا ہے۔ اس میں انبیاء اور صالحین کے اتنے آثار موجود ہیں جتنے کسی بھی دوسری جگہ میں نہیں ملتے۔ [معجم البلدان ۲: ۴٦۵]
265 المقصد الارشد ۲: ۲۹۸، الاعلام ۵: ۴۳
266 المقصد الارشد ۳: ۲۰، الاعلام ۵: ۲۹۱
267 المقصد الارشد ۲: ۱۵، الاعلام ۴: ٦٦

ابن تیمیہ: شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم [٦٦١ھ - ٧٢٨ھ = ١٢٦٣ء - ١٣٢٨ء] ابو العباس، تقی الدین، ابن تیمیہ، حران[268] میں پیدا ہوئےلیکن والد محترم انہیں دمشق لے گئے اور وہاں پر شہرت حاصل کی۔
بچپن سے علومِ دینیہ کے حصول میں لگ گئے تھے، فقہ اور اصولِ فقہ اپنے والد سے سیکھا۔ علم تفسیر، علم حدیث، علم کلام، فلسفہ، علم الفرائض اور کئی دیگر علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ بیس سال سے کم عمر میں فتوی دینے کے اہل ہوگئے تھے۔
کئی مرتبہ جیل میں ڈال دیے گئے حتی کہ موت بھی دمشق کے قلعہ میں حالتِ قید میں ہوئی اور تمام دمشق نے ان کی جنازہ میں شرکت کی۔ تفسیر اور تمام علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ان کی تصانیف ٣٠٠ جلد کی لگ بھگ ہیں جن میں سے اہم یہ ہیں: الجوامع، السیاسۃ الشرعیہ، الفتاوی، مجموع الرسائل، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، منہاج السنہ، القواعد النورانیہ الفقہیہ[269]۔

ابن قیم الجوزیہؒ: محمد بن ابی بکر [٦٩١ - ٧٥١ھ = ١٢٩٢ - ١٣٥٠ء] بن ایوب بن سعد، زرعی، دمشقی، شمس الدین، دمشق میں پیدا ہوئےاور وہیں وفات پائی۔ امام ابن تیمیہؒ کے شاگردِ خاص ہیں اور تقریبا ان کے اقوال کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتے۔ امام ابن تیمیہؒ کی کتابوں کی تہذیب اور ان کے علم کو ابن القیمؒ ہی نے نشر کیا۔ ان کی خاطر قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔
اخلاقِ حسنہ کے مالک اور لوگوں میں محبوب تھے۔ کتابوں کی محبت میں فناء تھے۔ کئی شہرہ آفاق تصانیف لکھی ہیں جو مذہب کی قید سے بالاتر ہر کسی کے لیے یکساں مفید ہیں: اعلام الموقعین، الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیہ، تحفۃ المودود باحکام المولود، زاد المعاد، اخبار النساء، الداء والدواء وغیرہ[270]۔

امام بہوتیؒ: منصور بن یونس بن صلاح الدین[... - ١٢٣٠ھ= ... - ١٨١٥ء] ابن حسن بن ادریس، بہوتی، حنبلی، اپنے زمانے میں حنابلہ کے شیخ تھے۔ مصر میں وفات پائی۔ علم اور عمل دونوں کے شہسوار تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں " کشاف القناع عن متن الاقناع للحجاوی" اور "عمدۃ الطالب" مشہور ہیں[271]۔

فقہِ حنبلی کی معتمد کتابیں:

مسند الامام احمد بن حنبل: امام احمد بن حنبلؒ نے فقہ پر کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی ہے جس پر فقہ حنبلی کی بنیاد بتائی جائے البتہ انہوں نے تیس ہزار احادیث کا ایک بہت بڑا مجموعہ "المسند" کے نام سے مرتب کیا ہے۔ ان میں جو احادیث منقول ہیں، امام احمد بن حنبلؒ اکثر وبیشتر ان ہی احادیث کی بنیاد پر فتوی دیا کرتے تھے۔
امام احمد بن حنبلؒ کے فتاوی کو امام ابوبکر الاثرمؒ نے "سنن ابی بکر الاثرم" اور امام ابوبکر خلالؒ نے "السنۃ لابی بکر بن الخلال"، "الحث علی التجارۃ والصناعۃ"، اور "الجامع لعلوم الامام احمد بن حنبل" میں جمع کیا ہے۔ امام خلالؒ کی آخر الذکر کتاب کے بارے میں حاجی خلیفہؒ فرماتے ہیں کہ مذہب حنبلی میں اس پایہ کی دوسری کتاب نہیں ملتی[272]۔

---

[268] موصل، شام اور روم کے راستے پر واقع جزیرہ اقور کا مشہور شہر ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے نام سے موسوم ہے۔ کہا گیا ہے کہ طوفان نوح کے بعد زمین پر بننے والا پہلا شہر ہے۔ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیدنا عیاض بن غنمؓ نے اس کو فتح کیا۔ حران کے نام سے دمشق میں ایک چھوٹا سا شہر بھی موجود ہے۔ [معجم البلدان ٢: ٢٣٥]

[269] فوات الوفیات ٢: ٣٢٣، المقصد الارشد ١: ١٣٢، الاعلام ٥: ٢٩١

[270] المقصد الارشد ٢: ٣٨٣، الاعلام ٦: ٥٦

[271] معجم المطبوعات ١: ٥٩٩، الاعلام ٧: ٣٠٦

[272] کشف الظنون ١: ٥٧٦/ ٢: ١٦٨٠

مختصر الخرقی: ابو القاسم، عمر بن حسین کی شہرہ آفاق کتاب ہے، روزِ اول سے متقدمین اور متوسطین حنابلہ کے لیے مستند متن کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسے فقہ حنفی کی مشہور کتاب "القدوری" جیسی حیثیت حاصل ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیونکہ کسی بھی مذہب میں کسی کتاب کی اتنی خدمت نہیں ہوئی ہے جتنی کہ اس کی ہوئی ہے اور نہ کسی کتاب پر اتنی توجہ دی گئی ہے جتنی کہ اس پر دی گئی ہے۔
علامہ ابن قدامہؒ نے اس کی مدح ان الفاظ میں کی ہے کہ یہ ایک بابرکت، فائدہ مند، مختصر، موجز اور جامع کتاب ہے۔
اس کتاب میں دو ہزار تین سو مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس کی تین سو شروحات لکھی گئی ہیں۔ طلباء کی سہولت کی خاطر اس کو نظم بھی کیا گیا ہے اور اس کی لغات کی شرح بھی لکھی گئی ہے[273]۔

المغنی: فقہ حنبلی کے ساتھویں صدی ہجری کے مایہ ناز فقیہ علامہ موفق الدین حنبلیؒ کی کتاب ہے، جو کہ مختصر الخرقی کی شرح ہے۔ مذہب حنبلی کی ایک بلیغ اور عدیم النظیر کتاب ہے۔
امام ابن مفلحؒ[274] نے اسے اسلامی کتابوں میں سے ایک قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مذہبِ حنبلی میں آخری درجہ تک پہنچنے والی کتاب ہے، انہوں نے اس پر جان تھکائی ہے اور انتہائی جید کام ہے اور تمام مذاہب کا خلاصہ پیش کیا ہے۔
امام ابن الصلاحؒ[275] فرماتے ہیں کہ اگر ابن قدامہؒ کی باقی تصنیفات نہ ہوتیں تو یہی تصنیف (ان کی جلالتِ شان) کے لیے کافی تھی۔
امام عز الدین بن عبد السلامؒ[276] فرماتے ہیں کہ میں نے جودتِ شان اور تحقیق میں اس جیسی دوسری کتاب نہیں دیکھی ہے[277]۔
انہوں نے اس کتاب میں عجیب اسلوب اختیار کیا ہے، "مختصر الخرقی" کا مسئلہ اٹھاکر بطور ترجمہ اوپر لکھ دیتے ہیں، پھر نیچے اس کی تشریح، اس کے متعلق اتفاق اور اختلاف ، امام احمدؒ کے اقوال، باقی ائمہ جن میں ائمہ ثلاثہ خصوصی طور پر شامل ہوتے ہیں، کے اقوال اور ان کے دلائل، مجتہدین صحابہ اور تابعین کے فتاوٰی، مسئلہ کے متعلق منقول روایات، ترجیح اور عدمِ ترجیح کی وجہ اور اس مسئلہ کے متعلق دوسری فروعات کا ذکر کرتے ہیں۔

---

[273] کشف الظنون ۲: ۱٦۲٦، وفیات الاعیان ۳: ۴۴۱، ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی ۱: ۲۹، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، ابن مفلح، ابراہیم بن محمد، المقصد الارشد فی ذکر اصحاب الامام احمد ۲: ۲۹۸، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

[274] ابراہیم بن محمد [۸۱٦ - ۸۸۴ھ = ۱۴۱۳ - ۱۴۷۹ء] بن عبد اللہ بن محمد ابن مفلح، ابو اسحاق، برہان الدین، قاضی اور مؤرخ ہیں۔ دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ ایک غیر متعصب عالم تھے، ان کی وجہ سے دمشق میں حنابلہ اور غیر حنابلہ کے مابین کھڑا فتنہ دفن ہوا۔ مشہور کتاب "المقصد الارشد فی ذکر اصحاب الامام احمد" کے مصنف ہیں۔ فقہ میں "المبدع بشرح المقنع" نامی کتاب لکھی ہے۔ [الضوء اللامع ۱: ۱۵۲، الاعلام ۱: ٦۵]

[275] عثمان بن عبد الرحمن (صلاح الدین) [۵۷۷ - ٦۴۳ھ = ۱۱۸۱ - ۱۲۴۵ء]، ابو عمرو، تقی الدین، ابن الصلاح سے مشہور ہیں، تفسیر، حدیث، فقہ اور اسماء رجال میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ دمشق کے بادشاہ اشرف کی طرف سے دار الحدیث کی تدریس کے متولی تھے۔ اپنی مشہور کتاب "معرفۃ انواع علم الحدیث" سے مشہور ہیں، جو کہ "مقدمہ ابن الصلاح" کے نام سے جانی جاتی ہے۔ [وفیات الاعیان ۱: ۳۱۲، الاعلام۴: ۲۰۷]

[276] عبد العزیز بن عبد السلام [۵۷۷ - ٦٦۰ھ = ۱۱۸۱ - ۱۲٦۲ء] بن ابی القاسم بن الحسن سلمی، دمشقی، عز الدین، سلطان العلماء کے لقب سے مشہور ہیں۔ فقہ شافعیہ کے مجتہد ہیں۔ دمشق میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ میں وفات پائی۔ کئی مفید کتابیں لکھی ہیں جن میں الالمام فی ادلۃ الاحکام، قواعد الاحکام فی اصلاح الانام اور الغایہ فی اختصار النہایہ مشہور ہیں۔ [فوات الوفیات ۲: ۳۵۰، الاعلام ۴: ۲۱]

[277] کشف الظنون ۲: ۱٦۲٦/ ۱۷۴٦، المقصد الارشد ۲: ۱٦

حیثیت یہ ہے کہ اس کتاب کو اپنی جامعیت کے اعتبار سے انسائیکلوپیڈیا کی سی حیثیت حاصل ہے اور محض مذہب حنبلی ہی نہیں بلکہ تمام مذاہب کے علماء وطلباء کے لیے ایک مستند مرجع ہے۔

العمدۃ: "المغنی" کے مصنف علامہ موفق الدین ابن قدامہؒ کی کتاب ہے، یہ کتاب فقہ الحدیث کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں علامہ ابن قدامہؒ نے فقہی ابواب کی ترتیب سے ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق احکام سے ہے۔
یہ کتاب عام فقہی کتابوں سے الگ نوعیت کی ہے، البتہ فقہاء حنابلہ کے نزدیک درسی کتاب کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی مشہور شرح "العدہ" ہے۔

الکافی: علامہ ابن قدامہؒ کی تیسری کتاب ہے، اس میں مصنف نے احادیث کے ساتھ ساتھ احکام بھی بیان کیے ہیں۔ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں طوالت اور اختصار کے مابین راستہ اختیار کیا ہے اور مسائل کے دلائل اختصار سے بیان کیے ہے[278]۔

المقنع: علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلیؒ کی چوتھی کتاب ہے، جسے مشرق اور مغرب میں تقریبا "مختصر الخرقی" جیسی شہرت مل گئی ہے۔ نویں صدی ہجری تک ہر کسی کے ہاتھ میں متداول تھی۔ اس کتاب کے بعد فقہ حنبلی میں کئی اہم کتابوں کا ایک سلسلہ چلا آیا ہے، چنانچہ کسی نے اس کی شرح، کسی نے تلخیص اور کسی نے لغات پر توجہ دی ہے۔
علامہ ابن قدامہؒ نے فقہ حنبلی میں مذکورہ بالا چاروں کتابیں ایسی ترتیب سے لکھی ہیں کہ ایک مبتدی قاری میں مرحلہ وار اجتہادِ مطلق کی صلاحیت پیدا ہوجائے، چنانچہ:
۱: **العمدہ** صرف فقہی احادیث پر مشتمل ہے جو کہ مبتدئین طلباء کے لیے ہے۔
۲: **المقنع:** ان افراد کے لیے ہے جو مبتدئین کا مرحلہ عبور کر گئے ہیں، یہ کتاب دلیل اور تعلیل سے عاری ہے البتہ اس میں کسی مسئلہ کے متعلق امام احمدؒ کے مختلف اقوال کا ذکر پایا جاتا ہے جو کہ پڑھنے والے میں یہ تاثر پیدا کرتا ہے کہ امام احمدؒ سے مختلف اقوال کیوں منقول ہیں؟۔
۳: **الکافی:** اس میں مصنف نے کسی مسئلہ کے متعلق ائمہ مذہب حنبلی سے منقول مختلف اقوال کے دلائل بھی ذکر کیے ہیں تاکہ پڑھنے والا دلائل کی چھان بین اورمختلف آراء کا تقابل کرکے اجتہاد فی المذہب کا درجہ حاصل کرے۔
۴: **المغنی:** اس کتاب میں مصنف نے کسی مسئلہ کے متعلق احادیث، ائمہ اربعہ کے ساتھ کئی دوسرے ائمہ کی رائے، فتاوی صحابہ اور تابعین اور آخر میں منتخب کردہ قول کی وجہِ ترجیح بیان کی ہے۔ اس کے پڑھنے سے قاری میں اجتہادِ مطلق کی روح ڈالنا مقصود ہے۔

الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف: نویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ علی بن سلیمان علامہ علاء الدین مرداویؒ[279] کی **"المقنع"** پر ایک مستند شرح ہے، انہوں نے اسے **"المقنع"** کی تصحیح کے لیے لکھا ہے، انہوں نے اس میں وسعت اختیار کی ہے اور اپنی جان کھپائی ہے[280]۔

---

278 ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، الکافی ۱: ۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء
279 علی بن سلیمان بن احمد [۸۱۷ھ - ۸۸۵ھ = ۱۴۱۳ء - ۱۴۸۰ء] مرداوی، دمشقی، حنبلی فقیہ ہیں۔ نابلس کے قریب مردا میں پیدا ہوئے۔ جب عمر بڑھ گئی تو دمشق چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ ان کی مشہور کتاب "الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف" ہے۔
[سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، الضوء اللامع لاہل القرن التاسع ۵: ۲۲۶، مکتبۃ دار الحیاۃ، بیروت، الاعلام ۴: ۲۹۲]
280 الضوء اللامع ۵: ۲۲۶

اس میں مصنف کا طریقہ کار یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں اصحابِ مذہب سے منقول تمام اقوال مع قائل ذکر کردیتے ہیں، پھر جو قول اکثر فقہاء کے نزدیک مختار ہو تو اسے راجح قرار دیتے ہیں۔ مذہب کی کئی کتابوں سے استغناء دلانے والی کتاب ہے۔

علامہ مرداویؒ نے اس کے بعد **"التنقیح المشبع فی تحریر احکام المقنع"** نامی کتاب سے ایک جلد میں اس کا خلاصہ جمع کیا جسے عام وخاص نے سراہا۔ ابن النجارؒ[281] فرماتے ہیں کہ مذہب اس جیسی کتاب کو محتاج تھا[282]۔

اس کتاب میں مصنفؒ نے ان روایات کی تصحیح کی ہے جو "المقنع" میں مطلق ہیں یا کئی وجوہ کا احتمال رکھتی ہیں، اس کے مبہم حکم اور لفظ کی تفسیر بیان کی ہے اور کئی تصحیح شدہ مسائل اپنی طرف سے بڑھادیے ہیں۔

علامہ مرداویؒ کے بعد تقی الدین احمد ابن النجارؒ نے "المقنع" اور آخر الذکر شرح کو **"منتہی الارادات فی جمع المقنع مع التنقیح وزیادات"**کے نام سے ایک کتاب میں جمع کیا اور اس پر کچھ زیادات کا اضافہ کیا[283]۔

ان کی یہ کتاب منظرِ عام پر آتے ہی حنابلہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس سلسلہ کی پہلی کتابوں سے فائدہ لینے کی ضرورت بہت کم محسوس کی۔ متأخرین حنابلہ عام طور فتوی کے لیے اسی کتاب پر اعتماد کرتے ہیں۔ مصنف نے اپنی اس کتاب کی ایک شرح بھی لکھی ہے۔

شرح منتہی الارادات [دقائق اولی النہی لشرح المنتہی]: گیارہویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت اور مصر میں حنابلہ کے شیخ منصور بن یونس علامہ بہوتیؒ کی شرح ہے[284]۔

یہ شرح ابن النجارؒ کی "منتہی الارادات" کی شرح اور امام بہوتیؒ کی "الاقناع" پر اپنی شرح کا مجموعہ ہے۔ متأخرین حنابلہ کے لیے مستند ترین کتاب ہے۔

امام بہوتیؒ نے اس کی شرح **"ارشاد أولی النہی لدقائق المنتہی"** بھی لکھی ہے۔

الاقناع لطالب الانتفاع: موسی بن احمد علامہ حجاویؒ[285] کی ایک مستند کتاب ہے، اسے انہوں نے الانصاف، الفروع، المقنع اور المحرر جیسی اہم کتابوں کو دلیل اور تعلیل سے عاری کرکے جمع کیا ہے۔ یہ کتاب فقہ حنبلی کے اہم مراجع میں سے ایک ہے، متأخرین علماء اس پر پورا اعتماد کرتے ہیں۔

---

[281] محمد بن احمد بن عبد العزیز [۸۹۸ - ۹۷۲ھ = ۱۴۹۲ - ۱۵۶۴ء] فتوحی، تقی الدین ابو البقاء۔ ابن النجار سے مشہور ہیں۔ مصر کے حنبلی فقیہ ہیں۔ قاضی رہے ہیں۔ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تک ان کی صحبت اختیار کی لیکن کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جو ان پر عیب کا سبب بنے۔ مشہور شرح "منتہی الارادات" کے مصنف ہیں۔ [کشف الظنون ۲: ۱۸۵۳، الاعلام ٦: ٦]

[282] کشف الظنون ۲: ۱۸۰۹، الضوء اللامع ۴: ۲۹۲، ابن النجار، الفتوحی، محمد بن احمد، منتہی الارادات ۱: ٦، مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

[283] کشف الظنون ۲: ۱۸۵۳، معجم المؤلفین ٦: ۲۵۰

[284] محبی، محمد امین بن فضل اللہ، خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ۴: ۴۲٦، دار صادر بیروت، الاعلام ۷: ۳۰۷

[285] موسی بن احمد بن موسی [... - ۹٦۸ھ = ... - ۱۵٦۰ء] حجاوی، مقدسی، صالحی، شرف الدین، ابو النجا، حنبلی فقیہ ہیں۔ دمشق سے تعلق تھا۔ نابلس کے گاؤں نجا کی طرف منسوب ہیں۔ حنابلہ کے مفتی اور شیخ الاسلام ہیں۔ فقہ حنبلی میں "زاد المستقنع فی اختصار المقنع"، "الاقناع" اور "مختصر المقنع" لکھی ہیں۔

[شذرات الذہب ۱۰: ۴۷۲،

الاعلام ۷: ۳۲۰]

مصنف کی فقہ حنبلی کے لیے دوسری مستند کتاب **"زاد المستقنع فی اختصار المقنع"** ہے[286]۔

کشاف القناع عن متن الاقناع: امام بہوتیؒ کی "الاقناع" پر شہرہ آفاق شرح ہے[287]۔ فقہاء حنابلہ کے لیے ایک عظیم فقہی سرمایہ ہے۔ مصنفؒ نے اس شرح میں المقنع، المحرر، الفروع، المستوعب، الانصاف اور خاص کر شرح المنتہی اور المبدع پر اعتماد کیا ہے۔ انہوں نے علامہ حجاویؒ کے مطلق قول کی قید، احکام اور ادلہ کی علتوں کے بیان، ان کے متعارض اقوال کی وضاحت اور ان مسائل کے بیان پر خصوصی طور پر توجہ دی ہے جس میں علامہ حجاویؒ نے "منتہی الارادات" سے مخالفت کی ہے[288]۔

الفروع فی الفقہ الحنبلی: آٹھویں صدی ہجری کے فقیہ شمس الدین محمد بن مفلح حنبلیؒ کی کتاب ہے، حاجی خلیفہؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس میں بہترین کام کیا ہے اور اپنے مذہب پر احسان کیا ہے۔
حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے "الفروع" دو جلدوں میں تصنیف کی ہے، جس میں انہوں نے حد درجہ بہترین کام کیا ہے اور اس میں ایسی عجیب فروعات ذکر کی ہیں کہ علماء سے سبقت لے گئے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ[289] فرماتے ہیں کہ آپؒ کئی علوم میں سبقت لے جانے والے فاضل اور متقن عالم تھے خاص کر فروع میں، انہوں نے "المقنع" پر تیس جلدوں میں شرح لکھی ہے۔
صاحب المقصد الارشد نے اسے جلیل القدر، عمدہ اور فوائد کی جامع کتاب قرار دی ہے[290]۔
مصنف کا طریقہ یہ ہے کہ مذہب میں راجح روایت ہی ذکر کرتے ہیں البتہ جہاں ترجیح میں اختلاف ہو تو اختلاف ذکر کردیتے ہیں، نیز مذہب حنبلی ذکر کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ امام احمدؒ کے ساتھ متفق اور مختلف ائمہ کی رائے بھی ذکر کرتے ہیں۔

فقہِ جعفری کا تعارف:

ائمہ مذہبِ جعفری: ویسے تو جعفریہ بارہ اماموں کے قائل ہیں جن کے اقوال اور روایات پر مذہب جعفری کا مدار ہے[291]، البتہ ذیل میں صرف ان ائمہ کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر فقہ جعفری کا اعتماد ہے۔
سیدنا علی بن ابی طالب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب [۲۳ ق ھ- ۴۰ھ = ۶۰۰ - ۶٦۱ء]، ہاشمی، قرشی، أبو الحسن، أمیر المؤمنین۔ نبی کریمﷺ کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں۔ اہلِ بیت کے سرخیل اور جعفریہ کے نزدیک بارہ اماموں میں سے پہلے امام معصوم ہیں۔ چوتھے خلیفہ راشد، سابقون اولون اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ مکہ معظمہ

---

286 معجم المؤلفین ۱۳: ۳۳
287 خلاصۃ الاثر ۳: ۳۲٦، الاعلام ۷: ۳۰۷
288 بہوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع عن متن الاقناع ۱: ۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت
289 اسماعیل بن عمر بن کثیر [۷۰۱ھ - ۷۷۴ھ = ۱۳۰۲ء - ۱۳۷۳ء] قرشی، بصری، دمشقی، ابوالفداء، حافظ حدیث، تاریخ دان اور فقیہ شخصیت ہیں۔ شام میں بصری کے نواحی میں پیدا ہوئے۔ طلبِ علم کے لیے دمشق کا سفر کیا۔ کئی مفید تصانیف لکھیں۔ ان کی زندگی ہی میں ان کی تصانیف مشہور ہوگئی تھیں۔ دمشق میں وفات پائی۔ [البدر الطالع ۱: ۱۴۳، الاعلام ۱: ۳۲۰]
290 کشف الظنون ۲: ۱۲۵٦، الدرر الکامنہ ٦: ۱۴، المقصد الارشد ۲: ۵۲۰
291 الندوۃ العالمیہ للشباب الاسلامی، الموسوعۃ المیسرہ فی الادیان والمذاہب والاحزاب المعاصرہ ۱: ۵۱، دار الندوہ العالمیہ للطباعہ، ۱۴۲۰ھ

میں پیدا ہوئے اور رسول اللہﷺ کے سایہ عاطفت میں پلے بڑھے۔ ۶۱ھ کو خلیفہ منتخب ہوئے[292]۔

علی زین العابدین: علی بن الحسین [۳۸ - ۹۴ھ = ۶۵۸ - ۷۱۲ء] بن علی بن ابی طالب، ہاشمی، قرشی، ابو الحسن، زین العابدین سے ملقب ہیں۔ ساداتِ اہل بیت میں سے ہیں۔ جعفریہ کے نزدیک چوتھے امام معصوم ہیں۔ جلیل القدر تابعین میں سے ایک ہیں۔ حلم، ورع اور تقوی میں ضرب المثل تھے۔ مدینہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ جب انہوں نے وفات پائی تو ۱۰۰ گھرانے ایسے نکل آئے جن کی روزی روٹی کا انتظام آپ کے صدقات پر چل رہا تھا[293]۔

جعفر بن محمد الصادق: جعفربن محمد الباقر [۸۰ - ۱۴۸ھ = ۶۹۹ - ۷۶۵ء] بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب، ہاشمی، قرشی، ابو عبد اللہ، الصادق۔ مدینہ میں پیدائش ہوئی تھی، وہیں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اہلِ بیت کے سادات میں سے ہیں اور جعفریہ کے نزدیک بارہ اماموں میں سے چھٹے امام ہیں۔ جلیل القدر تابعی ہیں۔ علمِ دین میں ایک اونچے مقام کے حامل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ جیسی شخصیات نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ "الصادق" لقب سے مشہور تھے کیونکہ انہوں نے زندگی میں کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔ خلفاءِ بنوعباس کے ساتھ چپقلش رہتی تھی۔ انتہائی بہادر تھے اور حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتے تھے۔ ان سے "رسائل" نامی ایک مجموعہ کتاب منقول ہے جوکہ پانچ سو رسائل پر مشتمل ہے۔ فقہ جعفری کے متون اربعہ کے مصنفین ان سے اپنی سند کے ساتھ مسائل نقل کرتے ہیں[294]۔

فقہاءِ مذہب جعفری:

ابوجعفر کُلینی: محمد بن یعقوب بن اسحاق [... - ۳۲۹ھ= ... - ۹۴۱ء]، ابوجعفر، کلینی، امامیہ کے جلیل القدر فقیہ ہیں۔ کلین[295] کی طرف منسوب ہیں۔ بغداد میں شیعہ کے شیخ تھے اور وہیں وفات پائی۔ ان کی کتابوں میں فقہ جعفری کی مستند ترین کتاب "الکافی فی الحدیث" شامل ہے، یہ کتاب انہوں نے بیس سال میں مکمل کی تھی، اس کی پہلی جلد اصول فقہ اور آخری دو جلدیں فروع پر مشتمل ہیں[296]۔

ابن بابویہ قمی: محمد بن علی بن حسین بن موسی[۳۰۶ھ - ۳۸۱ھ= ۹۱۸ء - ۹۹۱ء] بن بابویہ، قمی، فرقہ امامیہ کے بہت بڑے محدث اور فقیہ ہیں۔ "قُم[297]" میں پیدا ہوئے اور

---

292 الاصابہ ۴: ۴۶۴، الاعلام ۴: ۲۹۵

293وفیات الاعیان ۳: ۲۶۶، الاعلام ۴: ۲۷۷

294وفیات الاعیان ۱: ۳۲۷، الاعلام ۲: ۱۲۶

295 کلین "ری" کے قریب عراق کا ایک قصبہ ہے جو شاہراہ "قم" سے مشرق کی سمت پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ کلین کے تلفظ میں اختلاف ہے، امام سمعانیؒ نے اسے "کُلِین" بتایا ہے، ابن الاثیرؒ نے "اللباب" میں امام سمعانیؒ کی موافقت کی ہے جب کہ "الکامل" میں اسے "کُلَین" لکھا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے "کُلَین" بتایا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اس کے تلفظ میں اختلاف کا سبب مختلف علاقوں کے عوامی تلفظ ہیں۔
[سمعانی، عبد الکریم، الانساب۱۱: ۱۴۱، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء، ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اللباب فی تہذیب الانساب ۳: ۱۰۸، دار صادر، بیروت، ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، الکامل فی التاریخ ۷: ۸۷، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء، ابن حجر، احمد بن علی، لسان المیزان ۵: ۴۳۳، دائرۃ المعارف النظامیہ، ہند، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت لبنان، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۱ء، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۱۷: ۳۸۳]

296 طوسی، ابو جعفر، محمد بن حسن، الفہرست ۱: ۳۴۹، مؤسسۃ نشر الفقاہۃ، ۱۴۱۷ھ، الاعلام ۷: ۱۴۵

297 ایران کا ایک قصبہ جو عراق عجم میں ایک ندی کے کنارے واقع ہے۔ اسے ۲۳ھ میں سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ یہاں کے باشندے ہمیشہ سے کٹر قسم کے شیعہ رہے ہیں اور یہ شیعانِ

وہیں وفات پائی۔ قم میں امامیہ کے شیخ تھے۔ حفظ اور کثرتِ علم میں مشہور تھے۔ تقریباً تین سو تصنیفات لکھی ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں: الاعتقادات، معانی الاخبار، الامالی، عیون اخبار الرضی، اکمال الدین واتمام النعمہ، علل الشرائع والاحکام، الہدایہ اور من لایحضرہ الفقیہ جو کہ ان متون اربعہ میں سے ایک ہے جن پر فقہ جعفری کا مدار ہے[298]۔

ابو جعفر طوسی: محمد بن حسن بن علی طوسی [٣٨٥ - ٤٦٠ھ= ٩٩٥ - ١٠٦٧ء]، جعفریہ کے ایک عظیم مفسر اور مصنف ہیں۔ تفسیر، فقہ، اصول فقہ، رجال اور علم کلام جیسے عظیم علوم میں انتہائی اہم تصنیفات پیچھے چھوڑی ہیں۔ امامیہ کے شیخ اور ان کے لیے ایک عظیم تحفہ ہیں۔ کئی مرتبہ لوگوں کے سامنے ان کی کتابیں جلا دی گئیں۔ مذہب جعفری کی مستند ترین تفسیر "التبیان الجامع لعلوم القرآن" اور فقہ جعفری کی مستند ترین دو کتابیں "الاستبصار فیما اختلف فیہ من الاخبار" اور "تہذیب الاحکام" ان کی لکھی ہوئی ہیں۔ نیز"فہرست کتب الشیعہ" کے نام سے شیعہ کی کتابوں کی فہرست کے بھی مصنف ہیں[299]۔

محقق حلی: جعفر بن الحسن [٦٠٢ - ٦٧٦ھ= ١٢٠٥ - ١٢٧٧ء] بن یحیی بن الحسن بن سعید، ہذلی، حلی، نجم الدین، ابو القاسم، محقق، مدقق، امام، علامہ اور شیعہ کے جلیل القدر فقیہ ہیں۔ اپنے عہد کے بے مثل عالم تھے۔ دلیل بازی اور استحضارِ جواب میں عدیم النظیر تھے۔ کئی مفید کتابیں لکھی ہیں جن میں فقہ جعفری کا مستند اور شہرہ آفاق متن "شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام" بھی شامل ہے[300]۔

یحیی بن سعید حلی: شیخ نجم الدین حلی کے چچا زاد بھائی ابو زکریا یحیی بن احمد بن یحیی بن الحسن بن سعید، نجیب الدین، ہذلی، حلی، شیعی۔ اپنے جد اعلی کی طرف منسوب ہوکر یحیی بن سعید سے مشہور ہیں۔ امام، علامہ، اور ایک مقتدی شخصیت تھی۔ ٦٠١ ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ادب، فقہ اور اصول فقہ جیسے علوم پر دسترس حاصل تھی۔ انتہائی متقی اور زاہد عالم تھے۔ امام ذہبیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: لغوی، ادیب، احادیث کے حافظ، لغت اور ادب پر بصیرت رکھنے والے رافضہ کے بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں جس میں فقہ کی شہرہ آفاق کتاب "الجامع للشرائع" اور اصولِ فقہ کی "المدخل" شامل ہیں۔ ذوالحجہ ٦٨٩ھ یا ٦٩٠ھ کو وفات پائی[301]۔

کتبِ فقہ جعفری:

متونِ اربعہ کا تعارف:

علی کا بہت بڑا مرکز رہا ہے۔ یہاں پر کئی اولیاء کے مزار ہیں جن میں امام سابع موسی کاظمؒ کی دختر اور امام ثامن علی رضاؒ کی ہمشیرہ فاطمہ کا روضہ شامل ہے۔ [معجم البلدان ٤: ٣٩٧، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ١٦: ٣٠٣]

[298] طوسی، ابو جعفر، محمد بن حسن، الفہرست ١: ٣٩٧، مؤسسۃ نشر الفقاہۃ، ١٤١٧ھ، معجم المطبوعات ١: ٣٣، الاعلام ٦: ٢٧٣

[299] نجاشی، ابو العباس، احمد بن علی، الرجال ١: ٣٠٦،مؤسسۃ النشر الاسلامی بقم المشرفہ، ایران، الاعلام ٦: ٨٣

[300] حلی، ابن داؤد، حسن بن علی،کتاب الرجال ١: ٧٦، منشورات المطبعہ الحیدریہ، نجف، ١٣٩٢ھ/ ١٩٧٢ء، طہرانی، آغا بزرگ، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ٣: ٣٣، دار الاضواء، بیروت، ١٤٠٣ھ، الاعلام ٢: ١٢٣

[301] رجال ابن داؤد ١: ٢٨١، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ٢٣: ٧٩، سیوطی، جلال الدین، عبد الرحمن، بغیۃ الوعاۃ ٢: ٣٣١، المکتبۃ العصریہ، لبنان صیدا

من لایحضرہ الفقیہ: محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی کی مشہور کتاب ہے۔ ان چار متون میں سے پہلی کتاب ہے جن پر فقہ جعفری کا مدار ہے اور حدیث سے متعلق وہ مجموعہ ہے جو شیعہ حدیث کی چار کتابوں موسوعۃ الکتب الأربعہ میں شمار ہوتا ہے۔

شیخ ابن بابویہ قمی اس کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے باقی مصنفین کی طرح ہر روایت نقل نہیں کی ہے بلکہ صرف اسی روایت ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے جو میرے نزدیک قابل فتوی ہے اور جس کی صحت پر مجھے اعتماد ہے اور جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ میرے اور میرے رب کے مابین حجت اور دلیل بنے گی[302]۔

شیخ قمی اکثر اوقات اسناد کے حذف کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جعفر الصادقؒ سے روایت نقل کرتے ہیں اور اس پر تفریع کرتے ہیں لیکن بعض اوقات ان سے جزئیات کی تفصیل بھی نقل کرتے ہیں۔

مصنفؒ نے فقہ جعفری کے لیے **"المقنع فی الفقہ"** اور **"الہدایہ"** جیسی اہم کتابیں بھی لکھی ہیں، دونوں کتابیں "مجموعۃ الجوامع الفقہیہ" میں شامل ہوکر ۱۲۷۶ء میں طبع ہوچکی ہیں[303]۔ یہ دونوں کتابیں شہرت میں "من لایحضرہ الفقیہ" کے ہم پلہ تو نہیں ہیں لیکن فقہ جعفری کی مستند کتابوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

الکافی فی الحدیث: ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی کی کتاب ہے، جو کہ فقہ جعفری کا دوسرا مستند ترین متن ہے۔ یہ کتاب ۳۰ بڑے عناوین اور ۳۲۶ ابواب پر مشتمل ہے۔ امام ابو جعفر کلینی نے اس کتاب میں منقول احادیث کو بیس سال کی مدت میں مدون کیا ہے۔ بعض اکابر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں ۱۶۱۹۹ احادیث منقول ہیں۔ جدید طرز پر احادیث کی شماری کے بعد ان کی تعداد ۱۵۱۷۶ بتائی گئی ہے۔

مصنف نے اپنے ایک دوست کے خط سے متأثر ہو کر مقدمہ اور کتاب الکافی لکھی ہے اور یہ تمنا ظاہر کی ہے کہ "اگر موت نے مہلت دی تو اس سے زیادہ وسیع اور مکمل انداز میں کتاب لکھوں گا، جس میں تمام حقوق ادا ہوجائیں گے، انشاء اللہ"۔

الکافی کا مقدمہ شیخ کی وسعت نظر، قدرت تحریر، قدرت اسلوب اور کمال فہم وبصیرت کا آئینہ دار ہے۔ الکافی کی ترتیب وتدوین سے اندازہ ہوتا ہے شیخ کو علم عقائد وکلام، معقولات وفقہ میں بے مثال مہارت تھی، ان کا حافظہ قوی اور بصیرت پختہ تھی، نیز تاریخ ورجال، درایت وروایت اور تفسیر وادب پر عبور حاصل تھا۔

مصنف نے ہر بڑے عنوان کے ذیل میں چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے، الأقوی فالأقوی کے اصول پر پوری کتاب یوں مرتب کردی کہ عقائد واخلاق اور اعمال واحکام میں جس مسئلے پر احادیث کی ضرورت ہو، عنوان دیکھیے اور حدیثیں پڑھ لیجیے۔ عنوان اتنے واضح رکھے کہ ذیل میں جمع شدہ احادیث کا خلاصہ ہوں اور پڑھنے والا ان کا مطلب سمجھ لے۔ شیخ نے بڑے عنوان کا نام "کتاب" اور ذیلی عنوان کا نام "باب" لکھا ہے۔

اس کی پہلی جلد میں صرف مسئلہ امامت کے متعلق ۱۲۷ ابواب میں احادیث درج کی گئی ہیں۔ دراصل اس کی پہلی جلد اصول پر مشتمل ہے جس میں انتہائی اہم اور مفید مباحث سے تعرض کیا گیا ہے اور باقی دو جلدیں فروع پر مشتمل ہیں۔

عربی میں اس کی بہترین شرح **"مرأۃ الاصول"** اور فارسی میں **"الصافی"** ہے[304]۔

---

302 من لایحضرہ الفقیہ ۱: ۱۲

303 فہرست الطوسی ۱: ۳۹۹، معجم المطبوعات ۱: ۴۳، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱: ۳۲۶

304 فہرست الطوسی ۱: ۳۲۹، رجال النجاشی ۱: ۳۷۹، سید ظفر حسن، الشافی ترجمہ اصول کافی ۱: ۷، ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ، ناظم آباد۲، کراچی، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ۸: ۲۲۹، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۷: ۳۸۳

تہذیب الاحکام: ابو جعفر محمد بن حسن طوسی کی جلیل القدر کتاب ہے۔ فقہ کی ان چار کتابوں میں سے تیسری کتاب ہے جنہیں شیعہ بے حد قدر ومنزلت سے دیکھتے ہیں۔ فقہ کے مختلف عناوین پر مشتمل احادیث کا مجموعہ ہے۔
یہ کتاب اصل میں شیخ ابو عبد اللہ مفید[305] کی کتاب "المقنعہ" کی شرح ہے، شیخ نے "المقنعہ" کو بنیاد بنا کر اس میں ذکر شدہ احکامِ شریعت کے لیے اپنی سند سے احادیث ذکر کی ہیں، البتہ مصنف نے اصل کتاب کی کتاب التوحید، کتاب العدل، کتاب النبوۃ اور کتاب الامامہ کو چھوڑ کر کتاب الطہارہ سے ابتدا کی ہے اور ایک ایک مسئلہ کو اٹھا کر اس پر ظاہر قرآن، صریح قرآن، اخبار متواترہ، اخبار صحیحہ، اجماع اور ائمہ شیعہ سے منقول احادیث سے استدلال کیا ہے، اس کے بعد ان احادیث سے تعرض کیا ہے جو کسی معین حکم کے مخالف ہیں اور ان سے اخذ نہ کرنے کی وجہ بیان کی ہے۔
اس کتاب میں ۳۹۳ ابواب اور ۱۳۵۹۰ احادیث مذکور ہیں۔
اس کتاب کی تکمیل کے بعد مصنف کا ارادہ اس کی ایسی شرح لکھنے کا ہے جو ان تمام احادیث پر مشتمل ہو جن سے شیعہ حضرات استدلال کرتے ہیں، اگر تمام احادیث میسر نہ ہوسکیں تو ان اکثر احادیث پر ضرور مشتمل ہوگی جن تک مصنف کی رسائی ہو سکے[306]۔
مصنف نے اگر چہ اس ارادہ کا اظہار کیا ہے لیکن ان کی کتابوں میں تہذیب الاحکام کی کوئی اس قسم کی کوئی شرح راقم کی نظر سے نہیں گزری ہے۔

الاستبصار فیما اختلف فیہ من الاخبار: یہ بھی ابو جعفر محمد بن حسن طوسی کی کتاب ہے۔ یہ متون اربعہ اور موسوعۃ الاحادیث الشیعہ میں سے چوتھی کتاب ہے۔ اس میں بھی احادیث ہی منقول ہیں البتہ پہلی تصنیف بہت مفصل ہے اور اس میں ہر قسم کی احادیث ہیں جب کہ اس میں صرف وہی احادیث منقول ہیں جو مختلف فیہ ہیں۔
یہ کتاب ۹۲۵ یا ۹۱۵ ابواب پر مشتمل ہے اور بعض علماء نے اگر چہ اس کی احادیث کی تعداد ۶۵۳۱ بتائی ہے لیکن شیخ نے بذات خود اس کی تعداد ۵۵۱۱ بتائی ہے۔
اس کی تصنیف کی وجہ سے شیخ نے یہ بتائی ہے کہ جب تہذیب الاحکام احادیث کے ایک بہت بڑے ذخیرے پر مشتمل تھی جس سے مبتدی، متوسط اور منتہی سب کے سب استفادہ کرنے لگیں تو ان کے دلوں میں یہ شوق پیدا ہوا کہ میں ایک ایسی کتاب لکھ دوں جو صرف مختلف فیہ احادیث پر مشتمل ہو اور ان میں جمع وتطبیق بیان کروں[307]۔
اس کتاب میں مصنف کا طریقہ کار یہی ہے کہ سب سے پہلے ان روایات کو ذکر کرتے ہیں جو مفتی بہ اور معتمد ہیں، اس کے بعد وہ احادیث ذکر کرتے ہیں جو پہلی روایات سے مخالف نظر آتے ہیں، پھر دونوں میں تطبیق بیان کرتے ہیں اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو

---

305 محمد بن محمد بن نعمان [۳۳۶ھ - ۴۱۳ھ = ۹۴۷ء - ۱۰۲۲ء] ابو عبد اللہ، مفید، ابن المعلم سے مشہور ہیں۔ فرقہ امامیہ کے محقق ہیں۔ اصول، کلام اور فقہ میں کئی تصانیف لکھی ہیں۔ عکبرا میں پیدا ہوئے اور بغداد میں وفات پائی۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ سلف پر بہت طعن کی ہے۔ دو سو کی لگ بھگ کتابیں لکھی ہیں جن میں: الاعلام فیما اتفقت الامامیہ علیہ من الاحکام، الرسالۃ المقنعہ اور احکام النساء مشہور ہیں۔
[ذہبی، محمد بن احمد، میزان الاعتدال فی نقد الرجال ۳: ۳۰، دار المعرفہ، بیروت لبنان، ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء، الاعلام ۷: ۲۱]

306 طوسی، محمد بن حسن، تہذیب الاحکام ۱: ۶۱، دار الکتب الاسلامیہ، تہران بازار سلطانی، ۱۳۹۰ھ، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ۳: ۱۳۳، طوسی، کتاب الاستبصار فیما اختلف فیہ من الاخبار ۱: ۲۱، دار الاضواء، ۱۳۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء، فہرست الطوسی ۱: ۳۰۳، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۲: ۵۸۳

307 الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ۳: ۷۷، الاستبصار ۱: ۲۱/ ۳۳، فہرست الطوسی ۱: ۳۰۳، رجال النجاشی ۱: ۳۰۶، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۲: ۵۸۳

بعض روایات کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں۔ وجوہِ ترجیح مصنف نے مقدمہ میں مختصرًا بیان کی ہیں لیکن کتاب کے درمیان میں بھی ان کا ذکر کرتے ہیں۔

احادیثِ احکام پر مشتمل فقہ جعفری کی دوسری اہم کتابیں:

فقہ جعفری میں احادیثِ احکام پر مشتمل دوسری اہم کتابیں تین شخصیات نے لکھی ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا نام "محمد" ہے جس کی وجہ سے ان کو "محمدینِ ثلاثہ" کے نام سے جانا جاتا ہے، تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

الوافی: محمدین ثلاثہ میں سے پہلی شخصیت محدث محمد بن مرتضی فیض الکاشانی[308] کی تصنیف ہے جس میں کتبِ اربعہ کی احادیثِ احکام کی جمع کی گئی ہے۔ الوافی ایک مقدمہ، چودہ کتابوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ تین مقدمات، تین تمہیدات اور اسانید کے بیان کے خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ اور ۱۴ کتابوں میں سے ہر ایک خطبہ، دیباچہ اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ آغا بزرگ طہرانی[309] فرماتے ہیں کہ میں نے خاتمہ کے دو ابواب کو شامل کرکے اس کے ابواب کا شمار کیا تو یہ ۲۷۳ ابواب بن گئے اور پوری کتاب تقریبا ۱۵۰۰۰ احادیث پر مشتمل ہے[310]۔

تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ: تخفیف کی خاطر "الوسائل" بھی کہا جاتا ہے۔ محمد بن حسن حر العاملی[311] کی مشہور کتاب ہے۔ طہارۃ، صلوۃ، زکاہ، جہاد، نکاح اور مواریث پر مشتمل ہے۔ کتبِ اربعہ میں مذکور تمام احادیث اور کتبِ امامیہ میں مذکور ان اکثر احادیثِ احکام کی جامع ہے جن پر احکام کا مدار ہے۔ یہ کتاب فقہی ترتیب پر مرتب ہے اور ۷۰ سے زیادہ کتابوں پر مشتمل ہے[312]۔

بحار الأنوار الجامعۃ لدرر أخبار الأئمۃ الأطہار: علامہ مجلسی محمد باقر بن محمد تقی أصفہانی[313] کی شہرہ آفاق کتاب ہے۔ کتاب کی اہمیت کا اندازہ آغا بزرگ طہرانی کے اس قول سے ہوتا ہے: وہ جامع ہے کہ اس جیسی جامع پہلے لکھی گئی ہے نہ بعد میں، کیونکہ یہ کتاب جمعِ اخبار کے ساتھ ساتھ دقیق تحقیقات، بیانات اور ایسی شروح پرمشتمل ہے جو

---

308 محسن بن مرتضی [۱۰۰۸ - ۱۰۹۰ھ= ۱۶۰۰ - ۱٦۸۰ء] بن فیض اللہ محمود، کاشانی، امامیہ کے مفسر ہیں۔ آپ کانام محسن بن محمد اور محمد محسن دونوں طرح منقول ہے۔ فیض لقب تھا اور کاشی، کاشانی اور قاشانی نسبت تھی۔ ملامحسن فیض الکاشانی سے مشہور ہیں۔ امام غزالیؒ کی کتابیں پڑھی تھیں ، اکثر کتابوں میں ان ہی کے منہج پر چلے ہیں۔ ۸۰ کے لگ بھگ کتابوں کے مصنف ہیں۔ [الذریعہ الی تصانیف الشریعہ ۱۸: ۱۳، الاعلام ۵: ۲۹۰]

309 محسن (محمد محسن) [۱۲۹۳ - ۱۳۸۹ھ= ۱۸۷٦ - ۱۹۷۰ء] بن علی بن محمد رضا طہرانی، مصنفین کے تراجم کے عالم ہیں۔ طہران سے تعلق تھا اور عراق منتقل ہوئے تھے۔ ایران کے دستوری انقلاب میں حصہ لیا تھا۔ علی الاطلاق شیعہ کے محدث مانے جاتے ہیں۔ ان کی اہم کتابوں میں "الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" اور "نقباء البشر فی القرن الرابع عشر" شامل ہیں۔ [الاعلام ۵: ۲۸۹]

310 الذریعہ الی تصانیف الشریعہ ۱۸: ۱۳

311 محمد بن حسن بن علی عاملی [۱۰۳۳ - ۱۱۰۴ھ= ۱٦۲۴ - ۱٦۹۳ء] "حر" سے ملقب تھے۔ امامی فقیہ اور مؤرخ ہیں۔ مشغر میں پیدا ہوئے، خراسان میں مقیم تھے اور وہیں وفات پائی۔ کئی مفید تصانیف لکھی ہیں جن میں "أمل الآمل فی ذکر علماء جبل عامل، الجواہر السنیہ فی الاحادیث القدسیہ، تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ اور ہدایہ الأمہ الی احکام الأئمہ شامل ہیں۔ [الذریعہ الی تصانیف الشریعہ ۲۱: ۳٦۲، خلاصہ الاثر ۳: ۳۳۲، الاعلام ٦: ۹۰]

312 الذریعہ الی تصانیف الشریعہ ۲۱: ۳٦۲

313 محمد باقر بن محمد تقی [۱۰۳۷ - ۱۱۱۱ھ= ۱٦۲۷ - ۱۷۰۰ء] بن مقصود علی، اصفہانی، امامی عالم اور اصفہان میں مشیختِ اسلام کے والی ہیں۔ احادیث کے ایک بہت بڑے مجموعے کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے۔ کئی مفید کتابیں لکھی ہیں جن میں ۲۵ جلدوں پر مشتمل "بحار الأنوار" جیسی عظیم کتاب بھی شامل ہے۔ [الذریعہ الی تصانیف الشریعہ ۲۰: ۱۲، الاعلام ٦: ۴۸]

دوسری کتابوں میں نہیں ملتیں۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔ اللہ تعالی نے اس جمع کے اسباب علامہ مجلسی کے لیے میسر فرمادیے تھے۔"
علامہ طہرانی نے اس کی ۲۵ جلدوں کا ذکر کیا ہے، جن میں سے ہر جلد ۱۳۰ کے لگ بھگ ابواب پر مشتمل ہے۔ علامہ طہرانی نے ہر جلد اور اس کے متعلقہ ابواب کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔
یہ کتاب روزِ اول سے تمام شیعی محدثین، مفسرین، فقہاء اور علماء کے لیے ایک مستند مرجع کی حیثیت اختیار کرگئی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کی وجہ سے کسی نے اس کی شرح، کسی نے تلخیص، کسی نے استدراک اور کسی نے اس کی باقی کتابوں کے ساتھ جمع کیا ہے تو کئی علماء نے اس کی فہارس پر کام کیا ہے[314]۔

فقہ جعفری کے چند دوسرے معتمد فقہی متون:

مسائل الخلاف فی الاحکام: شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی کی ایک معتمد اور انتہائی معنی خیز کتاب ہے۔ یہ کتاب تقابلی فقہ پر لکھی گئی ہے۔ مصنف نے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ اس کتاب میں ہمارے مذہب اور اس کے خلاف جانے والے تمام متقدمین اور متأخرین فقہاء کی آراء کا ذکر کیا گیا ہے[315]۔
کسی مسئلہ کے بارے میں اپنی رائے اور باقی فقہاء کی آراء ذکر کرنے میں مصنف انتہائی اختصار سے کام لیتے ہیں تاکہ پڑھنے والا کوئی تھکاوٹ وملال محسوس نہ کرے، البتہ مصنف صرف فقہاء اربعہ تک محدود نہیں رہتے بلکہ ان کے علاوہ دوسرے فقہاء کی آراء بھی ذکر کرتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ کتاب تقابلی فقہ پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔
مسائل الخلاف اس اعتبار سے انتہائی مفید ہے کہ مصنف اس میں مذہب کا مفتی بہ قول ذکر کرتے ہیں اور اس اعتبار سے انتہائی انوکھی ہے کہ تقابلی فقہ پر تقریبا جتنی کتابیں اور موسوعات لکھی گئی ہیں، ان میں فقہ جعفری سے تعرض نہیں کیا گیا ہے، لہذا فقہ جعفری پر کام کرنے والا کوئی بھی شخص اس سے مستغنی نہیں ہے، بالخصوص وہ شخص جو تقابلی فقہ پر کام کررہا ہو۔
مصنف کی **"کتاب المبسوط"** بھی فقہ پر لکھی جانے والی مشہور کتاب ہے جو صرف فقہ جعفری کے مسائل پر مشتمل کتاب ہے۔ یہ دونوں کتابیں اس وجہ سے بھی انتہائی اہمیت کی قابل ہیں کہ فقہ جعفری میں اس سے پہلے فقہ پر لکھی جانی والی کتابیں نفسِ متون احادیث اور عینِ عباراتِ احادیث ہیں، لیکن ان دونوں کتابوں میں مصنف نے باقی مذاہب کے فقہاء کی طرح عینِ متونِ احادیث کے التزام کو چھوڑ کر ان سے مستنبط ہونے والے مسائل کو اپنے الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔

شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام: نجم الدین جعفر بن حسن بن یحیی بن سعید حلی کی تصنیف ہے۔ حنفی متن" مختصر القدوری" اور حنبلی متن" مختصر الخرقی" کی طرح فقہ جعفری کا مشہور متن ہے جس پر متقدمین اور متأخرین جعفریہ کا استناد ہے۔

اس کتاب کے علمی مقام کا اندازہ شیخ طہرانی کے کلام سے ہوتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کی یہ کتاب ترتیب میں تمام فقہی متون میں بہترین اور فروعات کے لیے جامع ترین متن ہے، روزِ اول سے اب تک اصحابِ مذہب اس کے دلدادہ ہیں، ہمیشہ سے شیعہ کے علمی حلقوں میں درسی کتاب رہی ہے، فقہاء نے ہر زمانے میں اس پر اعتماد

---

314 الذریعہ الی تصانیف الشریعہ ۲۰: ۱۲ - ۲۳
315 طوسی، ابوجعفر، محمد بن حسن، مسائل الخلاف فی الاحکام ۱: ۵۰، مؤسسۃ النشر الاسلامی، قم ایران، ۱۴۰۷ھ، فہرست الطوسی ۱: ۲۶۹

کیا ہے، اسے اپنی ابحاث اور تدریسات کا مرجع بنایا ہے اور اس میں اپنی تشریحات اور حواشی کا اضافہ کیا ہے اور اس کی کئی شرحیں لکھی ہیں بلکہ بڑے بڑے فقہی موسوعات اصل میں اس کی ہی شروحات ہیں[316]۔

مصنف نے فقہ جعفری کے دوسرے مشہور فقہی متن اور اپنے ہم عصر چچا زاد بھائی یحیی بن سعید حلی کی کتاب "الجامع للشرائع" کے مقابلے میں تھوڑی تفصیل سے کام لیا ہے، مثال کے طور پر قصاص کے باب میں قتلِ عمد کے حکم بیان کرنے کے بعد اس کی مختلف صورتوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قتل عمد کبھی تو مباشرت سے سرزد ہوجاتا ہے اور کبھی تسبیب یعنی اس کے سبب بننے سے، پھر تسبیب کے چار مراتب بیان کیے ہیں اور پھر ہر مرتبہ کی تفصیل تھوڑی وضاحت کے ساتھ پیش کی ہے[317]۔
"الجامع للشرائع" اور "شرائع الاسلام" دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ "الجامع للشرائع" پر عبور حاصل کرنے کے بعد "شرائع الاسلام" کو غور سے پڑھا جائے اور پڑھنے والا دعوی کرے کہ میں نے فقہ جعفری کا استیعاب کیا ہے تو غلط نہ ہوگا۔

الجامع للشرائع (جامع الشرایع): یحیی بن سعید حلی کی تصنیف ہے۔ انتہائی مفید اور جامع کتاب ہے۔ مسائل کے انداز، اختصار اور مفتی بہ قول ذکر کرنے اور فقہ جعفری میں شہرت اور استناد کے اعتبار سے فقہ حنفی کے مشہور متن "مختصر القدوری" کے پایہ کی کتاب ہے۔
مصنف کے بارے میں مشہور ہے کہ لوگوں میں ان کی مثل فقیہ نہیں پایا جاتا اور انہوں نے فقہ میں ایسی جامع کتاب لکھی ہے جس نے بھاگے ہوئے اونٹ کی طرح ہر ناقابل رسائی مسئلے کو قابو میں کیا ہے۔
کتاب کے مقدمہ میں مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے ایسی کتاب لکھنے کا عزم کیا ہے جو صرف فقہ پر مشتمل ہو، اصول پر حاوی ہو اور ابواب وفصول کی جامع ہو[318]۔ کتاب کو بادئ النظر سے بھی پڑھا جائے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ مصنف نے اپنے وعدے کو سچ کرکے دکھایا ہے۔

---

316 الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ۴: ۴۴
317 رجال ابن داؤد ۱: ٤٧، حلی، نجم الدین، جعفر بن حسن، شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام٦: ۴۸۹، انتشارات استقلال، تہران، ۱۴۰۹ھ
318 رجال ابن داؤد ۱: ۲۸۱، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ۲۳: ٤٩، حلی، یحیی بن سعید، الجامع للشرائع ۱: ۴۹، مؤسسۃ الشہداء العلمیہ، ۱۴۰۵ھ

بابِ دوم: قتل، صلح، عفو اور دیت کے احکام

فصل نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
فصلِ اول	قتلِ عمد کے احکام کا تقابلی مطالعہ (دفعہ:300-308)	72
فصلِ دوم	احکام صلح وعفو قتل عمد کی صورت میں (دفعہ:309-314)	102
فصلِ سوم	قتل شبہ عمد، قتل خطاء وقتل بالسبب کے احکام کا تقابلی مطالعہ(دفعہ:315-322)	123
فصلِ چہارم	ٹھگ، بچے کے ضیاع اور دیت کے احکام کا تقابلی مطالعہ(دفعہ:323-331)	142

فصل اول: قتلِ عمد کے احکام کا تقابلی مطالعہ (دفعہ308-300)

"Sec 300: Qatl-e-amd. Whoever, with the intention of causing death or with the intention of causing bodily injury to a person, by doing an act which in the ordinary course of nature is likely to cause death, or with the knowledge that his act is so imminently dangerous that it must in all probability cause death, causes the death of such person, is said to commit qatl-e-amd[319]."

"دفعہ300- قتلِ عمد: جو کسی شخص کو ہلاک کرنیکی نیت سے یا کسی کو جسمانی ضرب پہنچانے کی نیت سے کسی ایسے فعل کے ذریعے جو عام حالات میں ہلاکت کا باعث بن سکتا ہو، یا اس علم سے کوئی فعل انجام دے کہ اس کا یہ فعل اتنا سخت خطرناک ہے کہ ہلاکت کا پورا امکان ہے، کسی کو ہلاک کرے تو اسے قتل عمد کہا جائے گا[320]**۔"**

قتل کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور مختلف مکاتب کی رو سے قتلِ عمد کی تفصیل:
قتل کے لغوی معنی: لغت میں قتل سے مراد ایسا فعل ہے جو کسی کی روح نکلنے کا باعث بنے۔ امام اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ قتل کے معنی روح کو جسم سے زائل کرنے کے ہیں[321]۔ امام ابن منظور افریقیؒ[322] فرماتے ہیں کہ ضرب، پتھر اور زہر دے کرماردینے، ان تینوں پر قتل کا اطلاق ہوتا ہے[323]۔

قتل کے اصطلاحی معنی: قتل کے اصطلاحی معنی میں لغوی معنی کا اعتبار ہے، چنانچہ امام جرجانیؒ فرماتے ہیں: القتل هو فعل يحصل به زهوق الروح[324]" **یعنی قتل وہ فعل ہے جس سے** کسی کی جان چلی جائے۔

علامہ بابرتیؒ فرماتے ہیں: هُوَ فِعْلٌ مِنْ الْعِبَادِ تَزُولُ بِهِ الْحَيَاةُ[325]" **یعنی قتل انسان کا وہ فعل ہے جس** سے زندگی کا خاتمہ ہوجائے۔

---

[319] Saeed, Irfan Ahmd, The Pakistan Penal Code: 333, Irfan law book house, Lahore, 1999

[320] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۲

[321] راغب، اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن ۱: ۶۵۵، دار العلم الدار الشامیہ، دمشق بیروت، ۱۴۱۲ھ

[322] محمد بن مکرم بن علی[۶۳۰ھ - ۷۱۱ھ = ۱۲۳۲ء - ۱۳۱۱ء] جمال الدین، رویفعی، افریقی، سیدنا رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی نسل سے تعلق ہے۔ لغت کے بہت بڑے امام ہیں۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ طرابلس کے قاضی رہے ہیں۔ کئی تصانیف لکھیں جن میں لسان العرب، مختار الاغانی، مختصر مفردات ابن البیطار، نثار الازھار فی اللیل والنہار، مختصر تاریخ دمشق اور اختصار کتاب الحیوان شہرت کی حامل ہیں۔
[کتبی، محمد بن شاکر، فوات الوفیات ۴: ۹۳، دار صادر بیروت، الاعلام، خیر الدین زرکلی، ۷: ۱۰۸، دار العلم ملایین، ۲۰۰۲ء]

[323] افریقی، ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب ۱۱: ۵۵۲، دار صادر بیروت

[324] جرجانی، علی بن محمد بن علی، التعریفات ۱: ۲۲۰، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ

[325] بابرتی، محمد بن محمد، العنایہ شرح الہدایہ ۱۰: ۲۰۳، دار الفکر، بدون تاریخ، بلخی، نظام الدین، الفتاوی الہندیہ ۶: ۲، دار الفکر، ۱۳۱۰ھ

مذکورہ تعریف سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ درمیان میں کسی انسانی فعل یا حرکت کا واسطہ بننے کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی کی روح کو قبض کرلے تو اس پر قتل کا اطلاق نہیں ہوگا۔

قتل کی اقسام: جمہور فقہاء نے قصد اور خطا کے اعتبار سے قتل کی تین اقسام بیان کی ہیں:
ا: قتلِ عمد
۲: قتل شبہِ عمد
۳: قتلِ خطا
فقہِ جعفری میں بھی قتل کی مذکورہ تین اقسام کا اعتبار ہے[326]۔
فقہاءِ احناف کے نزدیک ان میں دو مزید اقسام کا اضافہ کیا جاتا ہے:
۱: قتل قائم مقام خطا
۲: قتل بالسبب
فقہاءِ حنابلہؒ نے قتل قائم مقام خطا اور قتل بالسبب کو ایک قسم شمار کیا ہے، لہذا ان کے نزدیک قتل کی اقسام چار ہیں۔
فقہاءِ مالکیہ نے قتل کو دو اقسام: قتلِ عمد اور خطاء تک محدود رکھا ہے[327]۔

فقہاء کے نزدیک قتلِ عمد کی تعریف: قتلِ عمد کی تعریف میں فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ جمہور فقہاءِ مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور احناف میں سے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک قتلِ عمد کی تعریف یہ ہے: هُوَ قَصْدُ الْفِعْلِ وَالشَّخْصِ بِمَا يَقْتُل قَطْعًا أَوْ غَالِبًا[328]
یعنی کسی انسان کے ساتھ ایسےفعل کا قصد کرنا جو یقینا یا عام طور پر ہلاک کرنے کا باعث بنتا ہے، قتلِ عمد ہے۔

امام ابن جزی مالکیؒ[329] فرماتے ہیں: العمد فهو أن يقصد القاتل إلى القتل بضرب محدد أو مثقل أو بإحراق أو تغريق أو خنق أو سم أو غير ذلك[330]" یعنی قاتل کسی کو ہلاک کرنے کا قصد کرلے دھاری داریا بھاری چیز سے یا جلانےیا پانی میں ڈبونے یا گلا گھونٹنے یا زہر دینے وغیرہ سے، تو یہ قتلِ عمد ہے۔

---

326 ابن بابویہ قمی، ابو جعفر، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸۴، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت لبنان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء
327 تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن رشد، محمد بن احمد بن رشد الحفید، بدایۃ المجتہد ۲: ۵۴۸، المکتبات الازہریہ، مرغنیانی، علی بن ابی بکر، الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی ۴: ۱۵۸، المکتبۃ الاسلامیہ، ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار ۵: ۳۳۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، رملی، محمد بن ابی العباس، نہایۃ المحتاج ۷: ۲۴۹، مصطفی البابی الحلبی، شربینی، خطیب، محمد بن احمد، مغنی المحتاج شرح منہاج الطالبین ۴: ۳، دار الفکر بیروت، ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، المغنی ۷: ۶۳۶، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء، بہوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع ۵: ۵۲۰، دار الفکر بیروت
328 کویت، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ۳۲: ۳۳۶، دار السلاسل کویت، ۱۴۰۴ھ/۱۴۲۷ء
329 محمد بن احمد بن محمد[۶۹۳ھ - ۷۴۱ھ= ۱۲۹۴ء - ۱۳۴۰ء] ابن جزی، کلبی، ابو القاسم، اصول اور لغت کے عالم ہیں۔ غرناطہ سے تعلق تھا۔ امام مقریزیؒ فرماتے ہیں کہ معرکہ طریف میں لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے اور اس کے بعد نہیں پائے گئے۔ القوانین الفقہیہ فی تلخیص مذہب المالکیہ، تقریب الوصول الی علم الوصول اور التسہیل لعلوم التنزیل جیسی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔
[عسقلانی، ابن حجر، الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ ۲: ۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الاعلام ۵: ۳۲۵]
330 کلبی، ابن جزی، محمد بن احمد، القوانین الفقہیہ: ۳۳۹، دار الفکر، بیروت

فقہاءِ جعفریہ نے بھی قتل عمد کی قریب قریب یہی تعریف کی ہے، چنانچہ یحییٰ بن سعید حلی فرماتے ہیں کہ قتلِ عمد یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے فعل اور ارادے کا قصد کرکے ایسے آلہ سے وار کردے جو عام طور پر ہلاک کرنے کا سبب بنتا ہو جیسا کہ چھری، تلوار، بھاری پتھر اور لاٹھی ہوگئی اور تب تک اسے نہ اٹھادے جب تک وہ مر نہ جائے، نیز زہر دینے، گلا گھونٹنے اور کھانے پینے سے باز رکھ کر مارنا بھی قتلِ عمد ہے[331]۔

ان تمام ائمہ کے مقابلے میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قتلِ عمد کے متحقق ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ قتل کرتے وقت کسی ایسی دھاری دار چیز مثلاً چھری، شیشہ، تلوار، دھاری دار لکڑی، تیر، خنجر اور ہتھیار کا استعمال کیا جائےجواجزاءِ جسم کو ٹکڑے کردینے کی صلاحیت رکھتی ہو، لہذا کسی کو ایسی بھاری چیز سے قتل کرنا قتلِ عمد کی تعریف میں داخل نہیں ہے جو دھاری دار نہ ہومثلاً لکڑی اور پتھر سے مارنا یا زہر دے دینا، پانی میں ڈبونا اور گلا گھونٹنا وغیرہ[332]، البتہ آگ کے ذریعے ہلاک کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قتلِ عمد میں داخل ہے[333]۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ عمد قصد اور ارادے کو کہتے ہیں اور چونکہ ارادے کا تعلق دل سے ہے جسے جاننے کا طریقہ صرف یہی ہے کہ اس کی دلیل موجود ہو اور دلیل یہ ہے کہ قاتل آلہ قتل استعمال کرلے[334]، لہذا اگر قاتل نے کسی ایسی چیز کا استعمال کیا جو چھوٹی موٹی چوٹ پہنچا کر ڈرانے، دھمکانے یا تنبیہ اور تادیب کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے تو ایسی چیز کے استعمال سے شبہہ پیدا ہوجاتا ہے، کیونکہ یہ احتمال ہے کہ قاتل کا مارتے وقت قتل ہی کا ارادہ تھا لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ قاتل کا ارادہ قتل کا نہیں تھا بلکہ تنبیہ اور تادیب کا تھا جس سے ایک گونہ شبہہ پیدا ہوگیا اور شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے، لہذا یسی چیز کے استعمال کی صورت میں قتلِ عمد ثابت نہیں ہوگا۔

تجزیہ: مجموعہ تعزیرات پاکستان کی تعریف جمہور فقہاء کی ذکر کردہ تعریف سے موافقت رکھتی ہے اور موجودہ زمانے کے اعتبار سے جمہور فقہاء ہی کا قول زیادہ قرینِ قیاس ہے تاکہ قتل کا قلع قمع ہوجائے۔ ویسے بھی متاخرین احناف نے زہر دے کر ہلاک کرنے کی صورت میں قصاص کے وجوب کو راجح قرار دیا ہے، اس لیے کہ زہر بھی آگ اور چھری کا کام دیتا ہے[335]، لہذا قتل کے لیے استعمال ہونے والی تمام غیر دھاری دار چیزوں پر زہر کی طرح قتلِ عمد کا حکم لگانا زیادہ راجح ہے۔

"Sec 301: Causing death of person other than the person whose death was intended. Where a person by doing anything which he intends or knows to be likely to cause death causes death of any reason whose death he neither intends nor knows

---

[331] الجامع للشرائع ۲: ۴۹۰

[332] التعریفات۱: ۲۲۰، موصلی، عبد اللہ بن محمود، الاختیار لتعلیل المختار ۵: ۲۲، دار المعرفہ بیروت، لبنان، رد المحتار ۵: ۳۳۹، کاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۷: ۲۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، صاوی، احمد بن محمد، بلغۃ السالک لاقرب المسالک (حاشیۃ الصاوی) ۴: ۳۳۸، دار المعارف بیروت، القوانین الفقہیہ ۳۳۹، نووی، محیی الدین، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ۹: ۱۲۳، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء، المغنی ۷: ۲۳۹، کشاف القناع ۵: ۳۰۴

[333] الاختیار لتعلیل المختار ۵: ۲۲، لمغنی ۸: ۲۶۱

[334] رد المحتار ۵: ۳۳۹

[335] حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار ۵: ۳۳۹

himself to be likely to cause such an act committed by the offender shall be liable for qatl-e-amd[336]."

"دفعہ 301-ایسے شخص کے علاوہ جسکی موت کا قصد کیا گیا ہو دسرے شخص کی موت کا باعث ہونا: جب کوئی شخص کسی فعل سے جس کے ذریعے وہ ہلاک کرنے کی نیت رکھتا ہو یا جانتا ہو کہ اس فعل سے ہلاکت واقع ہوسکتی ہے ایسے شخص کو ہلاک کردے جس کی موت کا باعث بننے کا نہ تو اس نے قصد کیا ہو نہ ہی جانتا ہو کہ اس کے باعث بننے کا امکان ہے تو ایسے فعل کا مرتکب قتلِ عمد کے مرتکب کی حیثیت سے سزا کا مستوجب ہوگا[337]۔"

صورت مذکورہ فقہاء کی نظر میں: ائمہ احناف کے نزدیک اس قسم کا قتل قتلِ خطا میں داخل ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ قتلِ خطا کی مختلف صورتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: أو قصدَ رجلا فأصاب غیرہ أو أاراد یدَ رجل فأصاب عنق غیرہ[338]" یعنی ایک آدمی کا قصد کیا لیکن دوسرا ہلاک کردیا یا کسی آدمی کے ہاتھ کا ارادہ کیا لیکن دوسرے کی گردن پر ضرب لگا دی (تو یہ قتلِ خطا ہے)۔

امام رافعیؒ[339] نے مزید وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "عیون" میں امام محمدؒ سے منقول ہے کہ جب تو نے کسی انسان کے کسی خاص عضو کا ارادہ کیا لیکن اس کے کسی دوسرے عضو کو ہلاک کردیا تو یہ عمد ہے، لیکن اگر وہ ضرب کسی ایسے شخص کو لگی جس کا تونے ارادہ نہیں کیا تھا تو یہ خطا ہے۔ کتاب النصاب میں اس کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کے ہاتھ مارنے کا ارادہ کرلے لیکن غلطی سے اس کی گردن ماردی تو یہ عمد ہے لیکن اگر کسی آدمی کا ارادہ کیا اور دوسرے کو ہلاک کردیا تو یہ خطا ہے[340]۔

معلوم ہوا کہ فقہاءِ احناف کے نزدیک اگر اسی معین آدمی کے کسی ایک عضو کی بجائے دوسرا عضو ہلاک کردے تو یہ عمد شمار ہوگا لیکن اگر نشانہ چوک گیا اور دوسرے شخص کو ہلاک کردیا تو اگر چہ ارادہ قتل ہی کا ہو، لیکن یہ خطا شمار ہوگی۔

اس مسئلہ میں فقہاءِ شوافع اور فقہاءِ حنابلہ کی رائے بھی یہی ہے، چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: وإن قصد فعلا محرما فقتل آدميا مثل أن يقصد بهيمة أو آدميا معصوما فيصيب غيره فيقتله فهو خطأ أيضا لأنه لم يقصد قتله وهذا مذهب الشافعي وكذلك قال ابن المنذر : أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن القتل الخطأ أن يرمي الرامي شيئا فيصيب غيره [341]"

---

[336] The Pakistan Penal Code: 333

[337] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۳

[338] ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار٦: ۵۳۰، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی پاکستان، بدون تاریخ

[339] عبد القادر بن مصطفی [۱۲۴۸ھ - ۱۳۲۳ھ= ۱۸۳۲ء - ۱۹۰۵ء] بیساری، رافعی، علماء ازہر میں سے حنفی فقیہ ہیں۔ طرابلس شام میں پیدا ہوئے۔ فقہ حنفی میں اتنی مہارت تھی کہ چھوٹے ابو حنیفہ پکارے جاتے تھے۔ قاہرہ میں وفات پائی۔ ان کی کتابوں میں تقریر علی الدر المختار اور تقریر علی الاشباہ والنظائر شہرت کی حامل ہیں۔[الاعلام٣٦:٤]

[340] رافعی، عبد القادر، تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین : ۳۲۲، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی پاکستان، بدون تاریخ

[341] المغنی٨: ٢٤٢

یعنی اگر کسی نے حرام فعل کا ارادہ کرلیا اور اس کی وجہ سے انسان قتل کردیا مثلا کسی جانور یا معصوم آدمی (کے قتل) کا ارادہ کرلیا لیکن دوسرے شخص کو مار کر قتل کردیا تو یہ بھی خطا ہے، اس لیے کہ اس نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا، امام شافعیؒ کا مذہب بھی یہی ہے، اسی طرح امام ابن المنذرؒ[342] فرماتے ہیں کہ ان تمام اہلِ علم کا جن سے ہم روایت کرتے ہیں، اس پر اتفاق ہے کہ نشانہ لگانے والا کسی چیز پر نشانہ لگادے لیکن (نشانہ چوک کر) دوسرے کو ہلاک کردے تو یہ قتلِ خطا ہے۔

فقہاءِ جعفریہ کے نزدیک بھی اس قسم کا قتل قتل خطا شمار ہوتا ہے، چنانچہ یحیی حلی فرماتے ہیں کہ قتل خطا یہ ہے کہ اپنے فعل اور نیت سے قتل کا ارادہ نہ ہو، مثلا کسی پرندے پر نشانہ لگائے لیکن گولی کسی انسان کو ماردے یا کسی ایک انسان پر نشانہ لگائے اور دوسرا ہلاک کر دے[343]۔

امام مالکؒ کے نزدیک چونکہ قتل صرف دو اقسام قتلِ عمد اور قتلِ خطا میں منحصر ہے، اور قتل خطا یہ ہے کہ دو آدمی ایک دوسرے کو کھیل کھود کے طور پر ماررہے تھے یا کھیل کھود میں ایک نےدوسرے کے پاؤں کو پکڑا اور وہ گر گیا جس کی وجہ سے وہ مرگیا تو یہ قتلِ خطا ہے، اس تعریف کی رو سے مذکورہ صورت قتل عمد میں داخل ہوجاتی ہے، چنانچہ فقہاء مالکیہ نے اس کی تصریح بھی کردی ہے کہ مذکورہ صورت قتلِ عمد ہے[344]۔

تجزیہ: خلاصہ یہ ہوا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی مذکورہ صورت مذاہبِ اربعہ کے نزدیک قتلِ خطا جب کہ امام مالکؒ کے نزدیک مطلقا اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کے نزدیک تب قتلِ عمد ہے جب مجرم کی نیت ہلاک کرنے کی ہو یا جانتا ہو کہ اس سے ہلاکت واقع ہو سکتی ہے۔

راقم کی رائے یہ ہے کہ اسے قتلِ عمد ہی شمار کیا جائے چاہے قاتل کا ارادہ اور نیت اس آدمی کے ہلاک کرنے کا ہو یا نہ ہو، کیونکہ اگر اسے فقہاء مذاہب اربعہ کی رائے کے مطابق مطلقا قتلِ خطا کہا جائے یا مجموعہ تعزیرات پاکستان کے مطابق قتلِ عمد کا حکم لاگو کرنے کے لیے ارادہ اور نیت کی شرط لگائی جائے، تو ہر مجرم کورٹ میں اپیل کرے گا کہ میرا ارادہ مقتول کے قتل کانہیں تھا بلکہ کسی دوسرے شخص کے قتل کا تھا اور اس طرح اسے بچنے کا ایک طریقہ ہاتھ آجائے گا، جب کہ دوسری طرف زمانہ گزر جائے گا لیکن موجودہ دور کے عدالتی نظام کے مطابق اولیاءِ مقتول قاتل کی نیت اور ارادہ قتل کو ثابت نہیں کر پاسکیں گے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق اس پر مطلقا قتلِ عمد ہی کا حکم لگایا جائے۔

"Sec 302: Punishment of qatle-e-amd. Whoever commits qatl-e-amd shall, subject to the provisions of this chapter, be—

(a) Punishment with death as qisas[345];"

---

[342] محمد بن ابراہیم بن المنذر نیسابوری [۲۴۲ھ - ۳۱۹ھ= ۸۵۶ء - ۹۳۱ء] ابوبکر، حافظ حدیث اور ایک مجتہد فقیہ تھے۔ مکہ میں حرم کے شیخ تھے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن المنذر نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جن کی مثل نہیں ملتی۔ ان کی کتابوں میں المبسوط، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف، الاشراف علی مذاہب اہل العلم اور تفسیر القرآن شامل ہیں۔ [وفیات الاعیان ۱: ۴۶۱، الاعلام۵: ۲۹۴]

[343] الجامع للشرائع ۲: ۴۹۰

[344] مالک بن انس، المدونۃ الکبری ۴: ۵۶۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ۱۰: ۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت

[345] The Pakistan Penal Code: 334

دفعہ 302-قتل عمد کی سزا: جو شخص قتل عمد کا مرتکب ہوگا۔ اس باب کے احکام کے تابع ہوگا:۔
(اے) قصاص کے طور پر موت کی سزا دی جائے گی[346]۔"

قصاص کے لغوی اور اصطلاحی معنی: قصاص کا لفظ "قص" سے ماخوذ ہے، قص کے معنی دوسرے کے نقشِ قدم تلاش کرنے اور اس پر چلنے کے ہیں، اس کے معنی کاٹنے کے بھی آتے ہیں، اسی سے "قص الشعر" ماخوذ ہے جو بال کاٹنے کو کہتے ہیں[347]۔
شریعت کی اصطلاح میں کسی شخص کو وہی جسمانی سزا دینا یا اسی طرح قتل کردینا جس طرح اس نے کیا ہو "قصاص" ہے: القصاص هو أن يفعل بالفاعل مثل ما فعل[348]۔

مذاہبِ خمسہ کی رو سے قتلِ عمد کی سزا: قتلِ عمد کی سزا کے بارے متفقہ طور پر فقہاءِ مذاہب خمسہ کے نزدیک قصاص واجب ہے[349]، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى [350]" "مؤمنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص یعنی خون کے بدلے خون کا حکم دیا جاتا ہے[351]"۔
علامہ ابن قدامہؒ نے قتل عمد کی صورت میں قصاص کے وجوب پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے[352]۔ علامہ ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ وہ قتل جس کے ارتکاب سے قصاص واجب ہوتا ہے تو وہ متفقہ طور پر قتلِ عمد ہی ہے[353]۔

تجزیہ: یہ دفعہ مذاہبِ خمسہ سے موافق ہے البتہ اس میں یہ وضاحت نہیں دی گئی ہے کہ مجرم سے قصاص کس طریقہ سے لی جائے گی۔ آیا قصاص کے لیے اسے پھانسی پر چڑھایا جائے گا یا اسے گولی ماری جائے گی یا اسے اس طریقہ سے قتل کیا جائے گا جو طریقہ اس نے مقتول کو قتل کرنے کے لیے اختیار کیا ہو؟۔

(b)"Punishment with death or imprisonment for life as ta' zir having regards to the facts and circumstances of the case if the proof of either of the forms specified in Section 304 is not available; or[354]"

"(بی) بطورِ تعزیر موت کی سزا دی جائے گی یا مقدمے کے کوائف اور حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے عمر قید کی سزا دی جائے گی اگر دفعہ 304میں مذکورہ صورتوں میں سے کسی قسم کا ثبوت موجود نہ ہو[355]۔"

دفعہ 304 کی تفصیل اپنی جگہ پر ملاحظہ ہو، یہاں بطورِ تعزیر موت کی سزا دینے پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

---

346 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۳
347 تاج العروس ۱۸: ۹۸/ ۱۰۰
348 التعریفات ۱: ۲۲۵
349 بدایۃ المجتہد۲: ۳۹۷، المغنی ۹: ۳۲۲، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸۳، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۰
350 سورۃ البقرہ ۲: ۱۷۸
351 اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۴۴
352 المغنی ۸: ۲٦۸
353 بدایۃ المجتہد۴: ۱۷۹، دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
354 The Pakistan Penal Code: 334
355 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۳

مذاہبِ خمسہ کی رو سے بطورِ تعزیر موت کی سزا دیں۔ بنیادی طور پر بطورِ تعزیر قتل کردینا جائز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلاَ تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ[356] "اور کسی شخص کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کردیا ہے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر[357]"۔

حق سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت نبی کریمﷺ کے اس ارشاد میں موجود ہے: لاَ يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلاَّ بِإِحْدَى ثَلاَثٍ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّيِّبُ الزَّانِي ، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ الْجَمَاعَةَ[358]" یعنی کسی مسلمان کا خون جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ماننے والا ہو، حلال نہیں ہے البتہ تین صورتوں میں جائز ہے: جان کے بدلے جان لینے، شادی شدہ ہوکر زنا کرنے والے اور دین سے نکل جانے والے (مرتد) جماعت کو چھوڑ دینے والے۔

لہٰذا بطورِ تعزیر موت کی سزا دینا جائز نہیں ہونا چاہیے لیکن فقہاء کے نزدیک مخصوص حالات میں بطورِ تعزیر قتل کرنا جائز ہے، چنانچہ وہ چند صورتیں جن میں فقہاءِ احناف کے نزدیک مجرم کو بطورِ تعزیر قتل کرنا جائز ہے ان کو علامہ ابن عابدینؒ نے بیان فرمایا ہے:

۱: ان جرائم میں جو بار بار کرنے کی وجہ سے شدت پکڑلے اور اس کی جنس میں قتل مشروع ہو، مجرم کو بطورِ تعزیر قتل کیا جاسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اہلِ ذمہ میں سے جو نبی کریمﷺ کی شان میں گستاخی کی کثرت کرے تو فقہاء نے اس کے قتل کرنے کا فتوی دیا ہے اگر چہ پکڑنے کے بعد اسلام لائے، فقہاء فرماتے ہیں کہ اسے سیاسۃً یعنی فتنہ کی جڑ اکاڑنے کے لیے قتل کیا جائے گا۔

۲: چور اگر بار بار چوری کرے تو امام اس کو سیاسۃً قتل کرسکتا ہے۔

۳: جس آدمی کے بارے میں شہر میں بار بار گلا گھونٹنے کا عمل ثابت ہوجائے تو اس کو فساد پھیلانے کی وجہ سے سیاسۃً قتل کیا جائے گا، اسی طرح ہر وہ شخص جو ایسا کرے یعنی شہر میں خوف ودہشت پھیلائے تو قتل کے ذریعے اس کے شر کو دفع کیا جاسکتا ہے۔

۴: ساحر اور زندیق توبہ کرنے سے پہلے پکڑے گئے تو قتل کیے جائیں گے[359]۔

امام زیلعیؒ نے ایک اور صورت بھی ذکر کی ہے کہ جس آدمی کے بارے میں لواطت کا شنیع عمل بار بار ثابت ہوجائے تو چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ امام اسے سیاسۃً قتل کر سکتا ہے[360]۔ اسی طرح فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھاری چیز سے قتل کردینے کی صورت میں قصاص واجب نہیں ہے بلکہ دیت واجب ہے لیکن اگر

---

356 سورۃ الانعام ٦: ١٥١

357 اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ٢٣١

358 بخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب الدیات [٨٧]، باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالأَنْفَ بِالأَنْفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ [٦]، حدیث ٦٨٧٨

359 رد المحتار ۴: ١٥، دار الفکر بیروت، ١۴١٢ھ/١٩٩٢ء

360 زیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ٣: ١٨١، المطبعۃ الکبری الامیریہ، بولاق قاہرہ، ١٣١٣ھ

ایساکرنا کسی کی عادت بن جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسے سیاسۃ قتل کیا جائے گا[361]۔

فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک بھی بطور تعزیر قتل کرنے کا جواز ثابت ہے، چنانچہ علامہ دردیرؒ فرماتے ہیں کہ اس جاسوس کا قتل کرنا جائز ہے جو مسلمانوں کے احوال دشمن کو بتاتا ہو اگر چہ ہمارے ملک میں امان لے کر داخل ہوا ہو، اسی طرح زندیق بھی قتل کیا جاسکتا ہے[362]۔

فقہاءِ حنابلہ بھی بطور تعزیر جاسوس کو قتل کرنے کے قائل ہیں[363]۔

فقہاءِ جعفریہ کی رائے بھی یہی ہے چنانچہ شیخ ابو جعفر قمی نقل کرتے ہیں کہ ایسے تمام گناہ کبیرہ کرنے والے افراد جن پر دو مرتبہ حد جاری ہوجائے (لیکن اس کے باوجود وہ باز نہیں آتے) تو تیسری مرتبہ قتل کیے جائیں گے[364]۔ ابوجعفر طوسی فرماتے ہیں کہ کسی زانی پر تین مرتبہ حد جاری کردی گئی (لیکن اس کے باوجود وہ باز نہیں آتا) تو چوتھی مرتبہ قتل کیا جائے گا[365]۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جب فساد دفع کرنا مقصود ہو اور وہ قتل ہی سے ہو سکتا ہو تو مجرم کو قتل کیا جائےگا، پس جس آدمی سے فساد کا ارتکاب بار بار ثابت ہو اور وہ مقررہ حدود سے منع نہیں ہوتا بلکہ اپنے فساد پر ڈٹا رہے تو اس کی مثال اس حملہ آور کی ہے جو صرف قتل کے ذریعے دفع ہوسکتا ہو، لہذا اسے قتل کیا جائے گا۔ چوتھی مرتبہ شراب پینے والے کا قتل بھی اسی بنیاد پر جائز ہے۔ جو کئی بار جاسوسی کرے تو قتل کیا جائے گا۔ فقہاءِ احناف اور مالکیہ بھی اس کے قائل ہیں، لوگوں کی اصلاح کے لیے یہ بات ایک عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہے[366]۔

فقہاءِ شافعیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بطورِ تعزیر مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے، چنانچہ امام نوویؒ جاسوس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جاسوس اگر حربی کافر ہو تو بالاتفاق اسے قتل کیا جائے گا، البتہ اگر حکومتِ اسلامی کے ساتھ عہدوپیمان کیا ہو یا ذمی ہو تو امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک جاسوسی کرنے سے اس کا عہد وپیمان ٹوٹ جائے گا جب کہ شافعیہ کے نزدیک اس میں اختلاف ہے، ہاں اگر معاہدہ میں جاسوسی نہ کرنے کی شرط شامل تھی تو بالاتفاق جاسوسی کرنے سے معاہدہ ختم ہوجائے گا …………… اگر جاسوس مسلمان ہو تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا[367]۔

اس بابت جمہور فقہاء کے دلائل یہ ہیں: سیدنا عرفجہ رضی اللہ عنہ[368] بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرتﷺ سے سنا کہ جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سب ایک شخص کے اوپر جمے ہوئے ہو اور وہ تم میں پھوٹ اور جدائی ڈالنا چاہے تو اسے مارڈالو[369]۔

---

361 تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۳: ۲۴۰

362 ابن فرحون، ابراہیم بن علی، تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناہج الاحکام ۲: ۲۹۷، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

363 العثیمین، محمد بن صالح، الشرح الممتع علی زاد المستقنع ۸: ۸۷، دار ابن الجوزی، ۱۴۲۲ھ/ ۱۴۲۸ء، کشاف القناع ۳: ۴۷

364 من لایحضرہ الفقیہ۴ : ۵۶

365 الاستبصار فیما اختلف من الاخبار ۴: ۲۹۳

366 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، الاختیارات الفقہیہ ۱: ۶۰۱، دار المعرفہ بیروت لبنان، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۸ء

367 نووی، یحیی بن شرف، المجموع شرح المہذب ۱۹: ۳۳۲ - ۳۳۳، دار الفکر بیروت

368 سیدنا عرفجہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے رہائشی تھے۔ ان کے والد کے نام میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے شریح، صریح، شریک، شراحیل اور ذریح پانچوں نقل کیے ہیں۔ انہوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔ [الاصابہ ۳: ۳۸۵]

ساحر کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جادوگر کی حد تلوار کی وار ہے۔
سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا جس کو چوپائے سے بدفعلی کرتے پاؤ اسے قتل کردو اور جانور کو بھی ہلاک کردو[371]۔
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے چوتھی یا پانچویں مرتبہ شراب پینے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا[372]۔
اس قسم کے تمام احادیث جمہور فقہاء کے نزدیک تعزیرًا اور سیاسۃً قتل کرنے پر محمول ہیں۔
حافظ ابن حجرؒ اس روایت کی نسخ کے قائل ہیں اور امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ میں اہلِ علم کے درمیان اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں جانتا[373]۔
تجزیہ: خلاصہ یہ ہوا کہ جمہور فقہاء اس کے قائل ہیں کہ اگر مجرم کوئی جرم بار بار کرے، شریعت کی مقرر کی گئی حد دینے کے باوجود جرم سے باز نہ آئے یا ایسا فساد پھیلائے جس کی وجہ سے شہر میں خوف ودہشت کی فضا پھیل جائے تو اس طرح کے مخصوص حالات اور جرم کی نوعیت کو دیکھ کر جج اور حکومت اپنی صوابدید پر مجرم کو قتل کی سزا دے سکتی ہے۔ موجودہ زمانے کے حالات کے اعتبار سے جمہور ہی کا قول راجح ہے۔

"(C) Punishment with imprisonment of either description for a term which may extend to twenty-five years where according to the injunctions of Islam the punishment of qisas is not applicable[374]."

"(سی) دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزا دی جائے گی جو پچیس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے جب کہ اسلامی احکام کے مطابق قصاص کی سزا طلاق پذیر نہ ہو[375]۔**"**

شریعت کی روشنی میں سزائے قید کا حکم:

قید کے لغوی اور اصطلاحی معنی: سزائے قید کو شریعت میں حبس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حبس کے لغوی معنی روکنے کے ہیں، یہی وجہ کہ وقف کو بھی حبس سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں موقوف شیئ مالک کے تصرفات سے روک دی جاتی ہے[376]۔
حبس کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ شرعی اصطلاح میں حبس کسی آدمی کو بذاتِ خود تصرف کرنے سے منع کرنے کو کہتے ہیں: هُوَ تَعْوِيقُ الشَّخْصِ وَمَنْعُهُ مِنْ التَّصَرُّفِ بِنَفْسِه، اس میں ضروری نہیں کہ کسی تنگ کوٹھری میں ڈال دیا جائے بلکہ کسی مسجد یا گھر میں روکے رکھنے پر بھی حبس کا اطلاق ہوتا ہے[377]۔

---

369 قشیری، مسلم بن الحجاج، کتاب الامارۃ[۳۳]، باب: حکم من فرق أمر المسلمین وھو مجتمع [۱۳]، حدیث ۴۹۰۳، دار الجیل، بیروت

370 ترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ، کتاب الحدود[۱۵]، باب: حد الساحر[۲۷]، حدیث ۱۴۶۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

371 سنن ترمذی، کتاب الحدود [۱۵]، باب: فیمن یقع علی البھیمۃ[۲۳]، حدیث ۱۴۵۵

372 شیبانی، ابو عبداللہ، احمد بن حنبل، المسند ۲: ۱۳۲، حدیث ۶۱۹۷، مؤسسۃ قرطبہ، قاہرہ

373 عسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری ۱۲: ۸۰، دار المعرفہ بیروت، ۱۳۷۹ھ

374 The Pakistan Penal Code: 334

375 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۳

376 تا ج العروس ۱۵: ۵۲۰و ۵۲۲

377 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۳۵: ۳۹۸، دار الوفاء، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

سزائے قید کی مشروعیت قرآن وحدیث کی روشنی میں: قرآن کریم کی بعض آیات سے سزائے قید کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاللاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلا [378]" "مسلمانو! تمہاری عورتوں میں جو بدکا ری کا ارتکاب کربیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو اگر وہ ان کی بدکاری کی گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کردے یا اللہ ان کے لیے کوئی اور سبیل پیدا کرے[379]۔

تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ [380]" " ان کو عصر کی نماز کے بعد کھڑا کرو اور دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں[381]۔"

فَإِذا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ [382]" "پس جب تم کا فروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اڑادو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو جو زندہ پکڑے جائیں ان کو مضبوطی سے قید کرلو[383]"

اسی طرح احادیث نبویہ سے بھی سزائے قید کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، چنانچہ آپﷺ کا فرمان ہے: إذا أمسك الرجل الرجل وقتله الآخر يقتل الذي قتل ويحبس الذي أمسك[384]" یعنی جب ایک آدمی دوسرے کو پکڑ لے اور تیسرا اسے قتل کردے تو جس نے قتل کیا ہے اسے قتل کیا جائے اور جس نے پکڑا ہے اسے قید کردیا جائے۔ دوسری حدیث میں آپﷺ سے منقول ہے: حبس رجلا في تهمة ثم خلى عنه [385]" کہ آپﷺ نے ایک آدمی کو کسی تہمت میں قید کیا اور (جرم نہ ثابت ہونے پر) رہا فرمایا، اسی طرح روایت ہے کہ غطفان[386] کے کچھ لوگوں سے دو اونٹ گم ہوگئے، انہیں غفار[387] کے دو آدمیوں پر شک ہوا اور ان کو پکڑ کر نبی کریمﷺ کی خدمت میں پیش کرکے سارا معاملہ ذکر کردیا۔ نبی کریمﷺ نے ایک کو قید کیا اور دوسرے کو کہا کہ جاکر (اونٹوں کو) ڈھونڈ لاؤ، ابھی تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ وہ دونوں اونٹوں کو لے کر لوٹ آیا[388]۔

---

378 سورۃ النساء ۴: ۱۵

379 جالندھری، مولانا فتح محمد، اردو ترجمہ قرآن: ۱۲۹، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء

380 سورۃ المائدہ ۵: ۱۰۶

381 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد جالندھری: ۸۲۴

382 سورۃ محمد ۴۷: ۴

383 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد جالندھری:

384 بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبری ۸: ۵۰، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

385 سنن ترمذی، کتاب الدیات[۱۴]، باب: الحبس فی التھمۃ[۲۱]، حدیث ۱۴۱۷

386 غَطَفان قیس عیلان کا قبیلہ ہے، جو کہ غطفان بن سعد بن قیس عیلان کی طرف منسوب ہے۔ یہ قبیلہ کوفہ میں رہائش پذیر تھا۔ اس کی طرف نسبت کرکے غَطَفانی بولا جاتا ہے۔ غطفان کے ہم نام ایک دوسرا قبیلہ غطفان جذام ہے جس کا سلسلہ نسب غطفان ابن سعد بن ایاس بن ربیل بن حرام بن جذام کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ [الانساب ۱۰: ۵۹، اللباب فی تہذیب الانساب ۲: ۳۸۶]

387 قبیلہ غِفار، غفار بن ملیل بن ضمرہ بن بکر ابن عبد مناۃ بن کنانۃ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار کی طرف منسوب ہے۔ سیدنا ابوذر غفاریؓ اسی قبیلہ سے ہیں۔ اس قبیلہ کو سیدنا نبی کریمﷺ نے مغفرت کی دعا فرمائی ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ قریش، انصار، جہینہ، مزینہ، اسلم، غفار اور اشجع ایک دوسرے کے موالی ہیں، جن کا اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی مولی نہیں۔ [الانساب ۱۰: ۴۵، اللباب ۲: ۳۸۷]

388 صنعانی، ابوبکر، عبد الرزاق بن ہمام، المصنف ۱۰: ۲۱۶، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ

صحابہ کی زندگی سے بھی قید کرنے کی سزا ثابت ہے، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ[389] کا گھر چار سو یا چار ہزار دراہم کے بدلے مکہ میں جیل بنانے کے لیے خریدا تھا[390]۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس ایک چور لایا گیا، انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر دوبارہ لایا گیا تو اس کا پیر کاٹ دیا، جب سہ بارہ لایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اس کا (دوسرا) ہاتھ بھی کاٹ دوں تو وہ کیسے چوے گا اور کیسے کھائے گا اور اگر میں اس کا (دوسرا) پیر کاٹ دوں تو وہ کیسے چلے گا، مجھے (ایسا کرتے ہوئے) اللہ سے شرم آتا ہے، پھر اسے کوڑے لگائے اور ہمیشہ کے لیے جیل میں ڈال دیا[391]۔

حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ میں ائمہ مسلمین میں سے کسی کو نہیں جانتا جو یہ کہتا ہو کہ مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی اور (قسم کھانے پر) بلاکسی قید وضرب کے چھوڑ دیا جائے گا، ائمہ اربعہ اور باقی ائمہ میں سے کسی کے نزدیک بھی یہ حکم مطلق نہیں ہے، جس نے یہ گمان رکھا کہ شریعت اس حکم کے اطلاق اور عموم پر ہے تو وہ انتہائی شدید اور ایسی غلطی میں مبتلا ہے جو رسول اللہﷺ کی نصوص اور اجماعِ امت کے خلاف ہے[392]۔

مذکورہ تمام نصوص سے ثابت ہوا کہ خاص نوعیت کے حالات میں مجرم کو قید کرنا قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کی رو سے جائز ہے، البتہ مجرم کو کتنے وقت کے لیے قید میں رکھا جائے؟ تو اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

قید کرنے کی مدت: چونکہ حبس ایک تعزیری سزا ہے اس لیے اس کے بارے میں کوئی خاص مدت منقول نہیں ہے بلکہ جج جرم، مجرم اور حالات کی نوعیت کے اعتبار سے اس میں اختیار رکھتا ہے اور ایک منٹ سے لے کر عمر قید تک سزا دے سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل نصوص اس پر دال ہیں:

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں: ومن يتهم بالقتل والسرقة يحبس ويخلد في السجن إلى أن يظهر التوبة[393]" یعنی جو شخص قتل اور چوری سے متہم ہو تو وہ ہمیشہ کے لیے قید میں ڈال دیا جائے گا جب تک کہ توبہ کا اظہار نہ کردے۔

علامہ حصکفیؒ ایسے شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو چوری کا ارتکاب کرے جب کہ اس کا ایک ہاتھ کام نہیں کررہا ہو، کہ توبہ کرنے تک اسے قید میں رکھا جائےگا۔ اس کی تشریح میں علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کی مدت قاضی اور امام کی رائے پر منحصر ہے، منقول ہے کہ توبہ اس وقت تک قبول نہیں کیا جائے گا جب تک

---

389 صفوان بن امیہ [... - ۴۱ھ= ... - ٦٦١ء] بن خلف بن وہب، جمحی، قرشی، مکی، ابووہب، ایک فصیح صحابی ہیں۔ جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں قریش کے معزز افراد میں سے تھے۔ فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ مؤلفة قلوب میں سے تھے۔ یرموک میں شرکت کی۔ مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ ان سے ۱۳ احادیث منقول ہیں۔ [الاصابہ ۳: ۴۳۲، الاعلام۳: ۲۰۵]

390 سنن کبری بیہقی ٦: ۳۴

391 سنن کبری بیہقی ۸: ۲۷۵

392 ابن القیم، محمد بن ابی بکر، الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیۃ ۱: ۱۵۱، مطبعۃ المدنی، قاہرہ

393 رد المحتار ۳: ٦٤

اس کے چہرے میں صالحین کی روشنی نہ پائی جائے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایک سال تک جب کہ بعض کے نزدیک موت تک (قید میں رکھا جائے گا) [394]۔

فقہ مالکیہ کے محقق علامہ ابن فرحونؒ فرماتے ہیں کہ قید کرنے کی سزا قاضی کی رائے کی تابع ہے، اگر چہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عمر قید کی سزا جائز نہیں ہے لیکن عمر بن عبد العزیزؒ سے عمر قید کی سزا کے بارے میں حکم دینا ثابت ہے[395]۔

علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے کو پکڑا اور تیسرے نے اسے قتل کردیا تو پکڑنے والے کے بارے میں امام احمدؒ سے مختلف روایات منقول ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ اسے مرنے تک قید میں رکھا جائے[396]۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ انہوں نے چور کو تیسری مرتبہ چوری کرنے پر ہمیشہ کے لیے جیل میں ڈال دیا[397]۔

ابوجعفر قمی نے بھی مذکورہ روایت اپنی سند سے نقل کی ہے، اسی طرح نقل کیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اگر ایک آدمی کسی کو پکڑ لے اور دوسرا اسے قتل کردے توانہوں نے فرمایا کہ قاتل کو قتل کیا جائے اور پکڑنے والے کو قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ پریشانی کی وجہ سے مرجائے[398]۔

اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ[399] کے بارے میں بھی منقول ہے کہ انہوں نے ایک چالاک چور ضابئ بن الحارث برجمی[400] کو قید خانے میں مرنے دیا[401]۔
تجزیہ: مذکورہ دلائل کی روشنی میں ثابت ہوا کہ مجرم کو سزائے قید دینا اور عمر بھر تک قید میں رکھنا مذاہبِ خمسہ کی رو سے جائز ہے۔

"Sec 303: Qatl committed under ikrah-itam or ikrah-i-naqis.— Whoever commits qatl, --

(a) under ikrah-tam shall be punished with imprisonment for a term which may extend to twenty-five years but shall not be less than ten years and the person causing ikrah-i-tam' shall

---

[394] رد المحتار ۴: 104
[395] تبصرة الحکام ۴: ۲۹۵
[396] المغنی ۸: ۳٦۴
[397] سنن کبری بیہقی ۸: ۲۷۵، الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ١٦: ۲۸۹
[398] من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۵۱/ ۹۱
[399] سیدنا عثمان بن عفان [۴۷ق ھ ـ ۳۵ھ] بن ابی العاص بن امیہ، قرشی۔ تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ ذو النورین لقب سے ملقب تھے۔ جاہلیت میں شریف اور معزز تھے۔ سابقین اولین سے ہیں۔ سب سے پہلے سیدہ رقیہؓ کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی۔ اسلام کے لیے کئی مالی قربانیاں دیں۔ کوفہ، بصرہ اور مصر کے بلوائیوں نے شہید کیا۔[الاصابہ ۴: ۴۵٦، الاعلام۴: ۲۱۰]
[400] ضابئ بن حارث [... - ۳۰ھ = ... - ٦۵۰ء] بن ارطاہ تمیمی، برجمی، جاہلیت کا ایک معروف اور بدزبان شاعر ہے۔ اسلام کا زمانہ بھی پایا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہا۔ شکار کا حددرجہ شوقین تھا۔ سیدنا عثمانؓ نے اسے ایک بچے کے گھوڑے کے نیچے روندے کی پاداش میں جیل میں بھیج دیا، آزاد کرنے پر اس نے پھر جرم کیا تو دوبارہ مرنے تک قید میں سڑنے دیا۔
[معاہدالتنصیص علی شواہد التلخیص، عبد الرحیم بن عبد الرحمن ۱: ٦۵، دار لکتب العلمیہ، بیروت، الاعلام۳: ۲۱۲]
[401] سنن کبری بیہقی ۸: ۲۷۵، تبصرة الحکام ۲: ۳۱۰

be punished for the kind of qatl committed as a consequence of his ikrah-i-tam; or

(b) under ikrah-i-naqis shall be punished for the kind of qatli committed by him and the person causing ikrah-i-naqis shall be punished with imprisonment for a term which may extend to ten years[402]."

"دفعہ :303- قتل جس کا ارتکاب اکراہ تام یا اکراہ ناقص کے تحت کیا گیا ہو: جو شخص قتل کا کوئی..........:-

(اے) اگر اکراہ تام کے تحت ارتکاب کرے تو اسے قید کی سزا دی جائے گی جو پچیس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے لیکن دس سال سے کم نہ ہوگی اور جو شخص اکراہ تام کا ارتکاب کرے اسے وہی سزا دی جائے گی جو اس قسم کے قتل پر دی جاتی ہے جو اکراہ تام کے نتیجے میں واقع ہوا ہو ۔ یا"

"(بی) اگر اکراہ ناقص کے تحت قتل کرے تو جس قسم کا اس نے قتل کیا اس قسم کے لیے مقررہ سزا دی جائے گی اور جو شخص اکراہ ناقص کا ارتکاب کرے اسے قید کی سزا دی جائے گی جو دس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[403]۔"

تعزیر کی تفصیل کے لیے Sec: 302(B) ملاحظہ ہوجب کہ اکراہ کے لغوی معنی، اصطلاحی معنی، مذاہب خمسہ کی رو سے اس کی اقسام اور حکم کی تفصیل یہ ہے:

اکراہ کے لغوی معنی: لغت میں اکراہ کسی کو کسی کام پر زبردستی مجبور کرنے کو کہتے ہیں، چنانچہ امام ابن منظور افریقیؒ فرماتے ہیں: وأَكْرهْتُه حَمَلْتُه على أَمْرٍ هو له كارِهٌ[404]" یعنی میں اسے ایسے کام پر مجبور کردیا جسے وہ ناپسند کرتا تھا ۔ امام راغب اصفہانیؒ نے بھی اسی طرح کا معنی ذکر کیا ہے[405]۔ عربی میں کسی دوسرے سے مجبور ہوتے ہوئے کسی کام کے کرنے کو "کَرہٌ" کہا جاتا ہے جب کہ خود اپنے نفس کو کسی کام کے کرنے پر مجبور کردینے کو "کُرہٌ" کہا جاتا ہے[406]، بہر حال اکراہ میں دو اجزاء یعنی مجبوری اور کام کی ناپسندیدگی کا وجود ضروری ہے۔

اکراہ کے اصطلاحی معنی: امام جرجانیؒ نے اکراہ کے اصطلاحی معنی ان الفاظ سے بیان کی ہے: حمل الغير على ما يكرهه بالوعيد والإلزام والإجبار على ما يكره الإنسان طبعا أو شرعا[407]" یعنی کسی دوسرے کو دھمکی اور جبر کرکے کسی ایسے کام پر مجبور کردینا جسے وہ طبعا یا شرعا ناپسندکرتا ہو۔ محمد اعلی تھانویؒ نے بھی تقریبا یہی تعریف کی ہے[408]۔

---

402 The Pakistan Penal Code: 337

403 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۳

404 لسان العرب۱۳: ۵۳۴

405 مفردات القرآن ۱: ۴۰۸

406 لسان العرب۱۳: ۵۳۴

407 التعریفات ۱: ۵۰

408 تھانوی، محمد علی، کشاف اصطلاحات العلوم والفنون ۱: ۳۶۱، مکتبہ لبنان ناشرون، بیروت، ۱۹۹۶ء

علامہ علاء الدین بخاری[409] نے اکراہ کی تعریف کچھ زیادہ وضاحت سے کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے: الإکراہ حمل الغیر علی أمر یمتنع عنه بتخویف یقدر الحامل علی إیقاعه ویصیر الغیر خائفا به"[410]

یعنی آدمی جس کام سے باز رہنا چاہتا ہو، اس کو اس کے کرنے پر ایسی دھمکی کے ذریعے مجبور کرناجس کے کرگزرنے پر آمادہ کرنے والا قادر ہو اور دوسرا شخص اس دھمکی سے خوف زدہ ہو۔

مذکورہ تعریفات کی رو سے اکراہ کے متحقق ہونے کے لیے مندرجہ ذیل اشیاء کا پانا جانا ضروری ہے:

۱: کسی کا دھمکی دے کر مجبور کرنا، لہٰذا اگر کسی کام کا دافع یا محرک حیاء، شرم، دوستی اور محبت ہو تو اسے اکراہ نہیں کہا جائےگا۔
۲: دھمکی دینے والا اسے عملی جامہ پہنانے پر قادر ہو۔
۳: دوسرا شخص اس سے خوف زدہ ہو۔
۴: جسے دھمکی دی جائے وہ خود اس کام کو ناپسند کرتا ہو۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اکراہ کا تحقق صرف بادشاہ کی طرف سے ہوسکتا ہے لیکن صاحبین کی رائے یہ ہے کہ چوراور ڈاکو اور ہر ظالم جو دھمکی کو پورا کرنے پر قادر ہو ، سے اکراہ کا تحقق ہوسکتا ہے، فتوی صاحبین ہی کے قول پر ہے[411]۔

اکراہِ تام: اکراہ تام سے مراد وہ اکراہ ہے جس سے انسان کسی کام پر آخری درجہ مجبور ہوجائے مثلا جان کی ہلاکت یا کسی عضو کی ہلاکت وغیرہ کا اندیشہ ہوجائے، اس کو اکراہِ ملجی بھی کہا جاتا ہے۔

اکراہِ ناقص: وہ اکراہ جس میں جان یا اعضاء کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو، البتہ مارنے، قید اور جیل میں ڈالنے وغیرہ کی دھمکی ہو، اس کو اکراہ غیر ملجی بھی کہتے ہیں[412]۔

اکراہ تام اور اکراہ ناقص میں قتل کے ارتکاب کا حکم: اکراہ کو مذکورہ دو اقسام میں تقسیم کرنا مذاہبِ خمسہ میں سے صرف احناف کی رائے ہے، جہاں تک باقی مذاہب ہیں تو اکراہ ملجی کی حد تک تو سب قائل ہیں، البتہ اکراہِ غیر ملجی میں اختلاف ہے، چنانچہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی ایک روایت کے مطابق اکراہ غیر ملجی کو اکراہ کہا جائے گا ، جب کہ دوسری روایت کے مطابق اکراہ غیر ملجی کو اکراہ نہیں کہا جائے گا، فقہاء شافعیہ کے ہاں یہی قول زیادہ راجح ہے[413]۔

مالکیہ کے نزدیک اکراہ غیر ملجی بعض مکرہ علیہ کے اعتبار سے اکراہ مانا جائے گا جب کہ بعض کے اعتبار سے اکراہ نہیں مانا جائے گا۔ وہ امور جن میں اکراہ غیر ملجی کو اکراہ نہیں مانا جائے گا، ان میں سے چند یہ ہیں: قولی یا فعلی کفر، وہ معصیت جس

---

409 عبد العزیز بن احمد بن محمد[... - ۷۳۰ھ= ... - ۱۳۳۰ء] علاء الدین بخاری، بخاری سے تعلق تھا۔ فقہ حنفی کے جلیل القدر علماءِ اصول میں سے ہیں۔ ان کی اہم تصانیف یہ ہیں: شرح اصول البزدوی جسے کشف الاسرار کے نام سے جانا جاتا ہے اور شرح المنتخب الحسامی۔
[معجم المطبوعات ۱: ۵۳۸، الاعلام۴: ۱۳]

410 علاء الدین، عبد العزیز بن احمد، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی ۴: ۵۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

411 رد المحتار ٦: ۱۲۹

412 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۸: ۷۹، دار المعرفہ بیروت، رد المحتار ٦: ۱۲۹

413 المغنی ۹: ۳۲۲، السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الاشباہ والنظائر۱: ۲۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، زخیلی، ڈاکٹر وہبہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ ٦: ۲۵۴، دار الفکر سوریہ، دمشق

سے کسی مخلوق کا حق متعلق ہو جیسا کہ کسی کا قتل کرنا یا کسی کا اندام کاٹ دینا، کسی ایسی عورت سے زنا کرنا جو اسے ناپسند کرتی ہو، نبی یا فرشہ یا صحابی کو گالی دینا یا کسی مسلمان پر تہمت لگانا۔
وہ چیزیں جن میں اکراہ غیر ملجی کو اکراہ مانا جائے گا، ان میں سے چند یہ ہیں: شراب پینا، مردار کھانا، طلاق، قسم، خرید وفروخت اور ان کے علاوہ تمام عقود ومعاملات اور ان کے اثرات[414]، لہٰذا ان جیسے افعال پر مکرَہ کا مؤاخذہ نہیں ہوگا جب کہ پہلی قسم کے افعال کے ارتکاب پر اس کا مؤاخذہ کیا جائے گا۔

قتل پر مجبور کرنے کی صورت میں مذاہب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اکراہ تام ہو تو امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مکرِہ اور مکرہ علیہ دونوں پر قصاص جاری ہوگا یا دونوں سے دیت لی جائے گی، جب کہ ائمہ احناف میں سے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے یہ ہےکہ قصاص مکرِہ ہی سے لیا جائے گا اس لیے کہ مکرہ علیہ کی مثال اس آلے کی ہے جو قاتل قتل کرتے وقت استعمال کرتا ہے، اس کے مقابلے میں مکرہ علیہ پر حالات کی نوعیت کے اعتبار سے تعزیر اور قید واجب ہوگی۔ امام ابویوسفؒ کے نزدیک قصاص کسی پر بھی واجب نہیں ہوگا البتہ مکرِہ سے دیت لی جائے گی، جب کہ امام زفرؒ کے نزدیک قصاص مکرِہ سے نہیں بلکہ مکرہ علیہ سے لیا جائے گا[415]۔

فقہاء جعفریہ کی رائے بھی امام زفرؒ کے موافق ہے، چنانچہ ابوجعفر طوسی فرماتے ہیں کہ مکرہ علیہ نے ایک انسان کو حقِ قصاص کے بغیر قتل کیا ہے لہٰذا اس کا خون وجوبًا حلال ہوگیا[416]۔
اگر اکراہ ناقص کی صورت میں کسی کو قتل کردیا تو متفقہ طور پر مکرہ علیہ ہی سے قصاص لیا جائے گا[417]۔

تجزیہ: خلاصہ یہ ہوا کہ اکراہِ تام کی صورت میں فقہاء احناف میں سے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے مکرِہ سے قصاص لینے کی ہے، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مکرہ اور مکرہ علیہ دونوں سے قصاص لیا جائے گا، امام زفرؒ اور فقہاءِ جعفریہ کے نزدیک مکرہ علیہ سے قصاص لیا جائے گا جب کہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک کسی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔
اس سے ثابت ہوا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کا زیر بحث دفعہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے سے موافق ہے۔ موجودہ دور کے لحاظ سے راقم کے نزدیک یہی زیادہ راجح ہے۔
اکراہِ ناقص کی صورت میں مذاہب خمسہ اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا کا حکم ایک جیسا ہے۔

"304: Proof of qatl-e-amd liable to qisas, etc.—(1) proof of qatl-e-amd shall be in any of the following forms namely: --

414 حاشیۃ الصاوی ۱: ۳۵۲ ، القوانین الفقہیہ ۲: ۸۸
415 بدائع الصنائع ۹: ۳۳۹۰، رد المحتار ۵: ۸۵، المغنی ۸: ۳۳۲، الاشباہ والنظائر للسیوطی ۲: ۱۸۰، حاشیۃ الصاوی ۲: ۵۴۹، حاشیۃ الدسوقی ۲: ۲
416 طوسی، ابو جعفر، محمد بن حسن، الخلاف ۵: ۳۴۸ / ۸: ۳۱۰، مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعہ لجماعۃ المدرسین، ۱۴۰۷ھ
417 بدائع الصنائع ۹: ۳۳۹۰، رد المحتار ۵: ۸۵، المغنی ۸: ۳۳۲، الاشباہ والنظائر للسیوطی ۲: ۱۸۰، حاشیۃ الصاوی ۲: ۵۴۹، حاشیۃ الدسوقی ۲: ۲، الخلاف ۸: ۳۱۰

(a) the accused makes before a Court competent to try the offence a voluntary and true confession of the commission of the offence; or[418]"

"دفعہ 304-قتلِ عمد مستوجب قصاص کا ثبوت: ۱۔ قتل عمد مستوجب قصاص کا ثبوت مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہوسکتی ہے یعنی:۔
(اے) ملزم اس جرم کی سماعت کی مجاز عدالت کے سامنے ارتکاب جرم کا رضا کارانہ اور سچا اقرار کرے[419]۔ "

اقرار کے لغوی اور اصطلاحی معنی: اقرار قرار سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی کسی بات پر ڈٹ جانے اور اعتراف کے ہیں۔ اصطلاحِ شرع میں اقرار دوسرے کا حق اپنے ذمہ ہونے اور گذشتہ واقعہ کی خبر دینے کا نام ہے: الإقرار في الشرع إخبار بحق لآخر عليه وإخبار عما سبق[420]۔ چونکہ اقرار سے کوئی نیا حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ گذشتہ واقعہ کے خبر دینے کا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص سے جبرًا طلاق کا اقرار کرایا جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی، اس کے برعکس اگر کسی سے جبرو اکراہ سے طلاق دلوائی جائے تو طلاق واقع ہوجائے گی[421]۔

اقرار کی حجیت: اقرار کی حجت ہونے کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا[422]" "اور عہد لینے کے بعد پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا انہوں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کیا[423]"، اسی طرح فرماتے ہیں: بَلِ الإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ[424]" "بلکہ انسان اپنے آپ پر گواہ ہے[425]" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ پر اکیلا گواہ ہوگا[426]۔

احادیث سے بھی اقرار کی حجیت ثابت ہوتی ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص رسول اللہﷺ کی خدمت میں آیا اورآپﷺ کو پکارا، کہنے لگا: یا رسول اللہﷺ میں نے زنا کیا، آپﷺ نے اس کی جانب سے منہ پھیر لیا، چنانچہ وہ چار مرتبہ اسی طرح گھوما اور اس نے اپنے اوپر چار مرتبہ گواہی دی، تو آنحضرت نے اسے بلایا اور دریافت کیا کہ تجھے جنون کی شکایت تو نہیں ہے؟ بولا نہیں، آپﷺ نے فرمایا تو محصن ہے، اس نے عرض کیا: جی ہاں، تب رسول اللہﷺ نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور سنگسار کردو[427]۔
اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ دو آمی آپﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں ایک نے کہا کہ میرا لڑکا اس کے یہاں ملازم تھا، اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ نبی کریمﷺ نے اس لڑکے کو سو کوڑے لگانے اور ایک سال جلا

---

[418] The Pakistan Penal Code: 337

[419] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۳
[420] التعریفات ۱: ۵۰، کشاف اصطلاحات العلوم والفنون ۱: ۲۵۶
[421] تبیین الحقائق ۵: ۲
[422] سورۃ آل عمران ۳: ۸۱
[423] اردو ترجمہ قرآن جالندھری : ۷۹
[424] سورۃ القیامۃ ۷۵: ۱۴
[425] اردو ترجمہ قرآن جالندھری : 1016
[426] طبری، محمدابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن ۲۳: ۳۹۲، دار ہجر
[427] صحیح مسلم، کتاب الحدود[۳۰]، باب: من اعترف علی نفسہ بالزنا[۵]، حدیث ۳۵۱۵

وصٰی کا حکم دیا اور فرمایا۔ وَاغد یَا اُنَیسُ إِلی امْرَاۃِ ھذا فإِنِ اعترفت فارْجمھا "اے انیس[428]! تو صبح اس عورت کے پاس جا، اگر وہ اقرار کرے تو اس کو رجم کرو[429]۔ نیز نبی کریمﷺ نے غامدیہ کے رجم کا حکم بھی اس کے اقرار ہی سے دیا تھا[430]۔

اجماع سے بھی اقرار کی حجیت ثابت ہے چنانچہ امت مسلمہ رسول اللہﷺ کے زمانے سے اب تک اقرار کی صحت اور اس کی حجیت کی قائل ہے[431]حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ بلا کسی اختلاف کے اقرار کی قبولیت لازمی ہے[432]۔
تجزیہ: زیرِ بحث دفعہ اصول شریعت سے موافق ہےکیونکہ جب اقرار سے رجم ثابت ہوسکتی ہےتو قصاص بھی ثابت ہوسکتا ہے۔

(b)"by the evidence as provided in Article 17 of the Qanune-e-Shahadat, 1984 (P.O. No. 10 of 1984[433]."
"(بی) فرمان قانون شہادت وفرمان نمبر 1984/10ء کے آرٹیکل 17 میں مذکورہ شہادت کے ذریعے۔"
شہادت کا حکم: قانونِ شہادت 1984 کے دفعہ 17 میں یہی حکم بیان ہوا ہے کہ کسی بھی کیس میں مطلوبہ گواہ کی تعداد اور اہلیت کا تعین قرآن وسنت میں بیان کیے گئے اسلامی احکامات کے مطابق ہوگا[434]۔
تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ زناء کے علاوہ تمام حدود وقصاص میں دو مرد گواہ کافی ہیں، عورت کی گواہی حدود وقصاص میں قابل قبول نہیں ہے[435]۔

"(2) the provisions of subsection (1) shall, mutatis, mutandis, apply to a hurt liable to qisas[436]."
"(2) ذیلی دفعہ (1) کا جہاں تک اطلاق ممکن ہو زخموں کے قصاص پر اطلاق پذیر ہوگا۔"
شریعت کی روشنی میں قتل ثابت کرنے یا زخم ثابت کرنے کے لیے قانون شہادت کا طریقہ کار ایک جیسا ہے، لہذا وہی طریقہ کار جو اوپر بیان ہوا زخم میں بھی اس کے مطابق عمل ہوگا۔

"305: Wali. – in case of qatl, the wali shall be—
(a)the heirs of the victim, according to his personal law, and

---

428 اس حدیث میں ذکر شدہ صحابی سیدنا انیس رضی اللہ عنہ کے تعین کے بارے میں کسی نے جزمی قول اختیار نہیں کیا ہے۔ امام ابن حبانؒ اور ابن عبد البرؒ کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد انیس بن ضحاک اسلمی ہے۔ امام ابن السکنؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں مذکورہ انیس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے جب کہ حافظ ابن حجرؒ کا میلان انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ [الاصابہ ۱: ۲۸۵/ ۲۸۶]

429 صحیح مسلم، کتاب الحدود[۳۰]، باب: من اعترف علی نفسہ بالزنا[۵]، حدیث ۳۵۳۱

430 صحیح مسلم، کتاب الحدود[۳۰]، باب: من اعترف علی نفسہ بالزنا[۵]، حدیث ۳۵۲۸

431 الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸: ۲۲۳

432 الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیہ ۱: ۲۸۳

433 The Pakistan Penal Code: 338

434 Barrister A.G Chaudhary, The Qanoon e Shahadat Order, 1984, section: 217, Eastern Law book house, Lahore, 2011

435 بدائع الصنائع ٦: ۲٤٦، تبصرۃ الحکام ۱: ۲٦٥، روضۃ الطالبین ۱۱: ۲٥۳، المغنی ۱۲: ٦، الجامع للشرائع ۲: ۳۳۳

436 The Pakistan Penal Code: 338

(b)the Government, if there is no heir[437].

"دفعہ 305-ولی: قتل کی صورت میں ولی حسب ذیل ہوں گے:
(اے) مقتول کے قانون شخصی کے مطابق کے ورثاء ہوں گے۔
(بی) اگر کوئی وارث نہ ہو تو حکومت ولی ہوگی[438]۔"

ولایت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف: ولایت کے لغوی معنی قربت کے ہیں، ولی اسی سے ماخوذ ہے جو کہ فاعل کے معنی میں ہے۔ کہا جاتا ہے: ولي فلان الشي ء يليه" یعنی فلاں کسی معاملے کے نفاذ اور سرپرستی کا حق رکھتا ہے۔ ابن فارسؒ[439] فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو کسی کے معاملے کو سنبھالے کا حق رکھے، وہ اس کا ولی ہے۔ محمد اعلی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ لغت میں ولی مندرجہ ذیل پانچ معانی میں مستعمل ہوتا ہے: کسی کے معاملے میں تصرف کا حق رکھنے والے، مددگار اور محب، آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ شدہ، ہمسایہ اور چچا زاد بھائی، جب کہ شریعت میں اس کا اطلاق مکلف وارث پر ہوتا ہے، لہذا مکلف کی قید لگانے سے غلام، کافر، بچہ اور مجنون نکل گئے[440]۔ امام جرجانیؒ فرماتے ہیں کہ شریعت میں دوسرےپر چاہے وہ مانے یا نہ مانے، کسی بات کے نافذ کرنے کو ولایت کہتے ہیں[441]۔

استحقاقِ قصاص اور استیفاءِ قصاص کا حکم: یہاں دو مسئلے ہیں: مطالبہ قصاص کا حق کس کو حاصل ہے جسے استحقاقِ قصاص کہتے ہیں اور استیفاءِ قصاص یعنی قاتل سے حقِ قصاص کون وصول کرے گا؟۔
پہلے مسئلہ کے بارے میں جمہور فقہاء احناف، مالکیہ، شوافع، اور حنابلہ کے نزدیک قصاص بنیادی طور پر مجنی علیہ اور مقتول کا حق ہے جب کہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ قصاص سے شریعت کا مقصود تشفی یعنی اولیاء کے آتشِ غضب کا سرد ہونا ہے اور تشفی میت کو حاصل نہیں ہوتی بلکہ اولیاء کو حاصل ہوتی ہے لہذا یہ ورثاء کا حق ہے۔

فقہاء احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک قصاص کا حق مقتول کے تمام ورثاء کو حاصل ہے، خواہ وہ ایک ہوں یا کئی، مرد ہو یا عورت جب کہ فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک صرف عصبہ مرد ہی مطالبہ قصاص کا حق رکھتے ہیں، بیٹیاں، بہنیں یا شوہر قصاص لینے کے حقدار نہیں ہیں۔ فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک مندرجہ ذیل تین شرطوں کے ساتھ عورتیں قصاص لے سکتی ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ وہ عورت مجنی علیہ کے ورثاء میں شامل ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی برابری میں کوئی عصبہ مرد موجود نہ ہو مثلا اگر بیٹا اور بیٹی یا بھائی اور بہن موجود ہوں تو قصاص بیٹے اور بھائی کا ہی حق ہے اور تیسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ مذکر ہوتی تو عصبہ ہوتی جیسا کہ بیٹی اور حقیقی بہن[442]، تاہم اس

---

437 The Pakistan Penal Code: 338

438 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۳

439 احمد بن فارس بن زکریا [۳۲۹ - ۳۹۵ھ= ۹۴۱ - ۱۰۰۴ء] قزوینی، رازی، ابو الحسین، لغت اور ادب کے امام ہیں۔ بدیع ہمدانی اور صاحب ابن عباد جیسے نامور ادباء نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ اصل میں قزوین سے تھے، پھر ہمذان میں اقامت اختیار کی اور آخر میں ری منتقل ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ لغت کی مشہور کتاب "مقاییس اللغۃ" ان کی تصنیف کردہ ہے۔ [وفیات الاعیان ۱: ۳۵، الاعلام۱: ۱۹۳]

440 ابو الحسین، احمد بن فارس، معجم مقاييس اللغۃ ٦: ۱۴۱، دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء، کشاف اصطلاحات العلوم والفنون ۲: ۱۴۰۳

441 التعریفات ۱: ۳۲۹

442 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۲، حاشیۃ الدسوقی ۳: ۲٥٦، المجموع شرح المہذب ۱۸: ۴۳۷، کشاف القناع ۵: ۵۳۳، بدایۃ المجتہد ۳: ۱۸۵

پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ مستحقینِ قصاص میں سے ایک شخص بھی قصاص کو معاف کردے تو قصاص نہیں لیا جائے گا[443]۔

اگر ورثاء میں بعض نابالغ ہوں تو فقہاءِ احناف میں سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بالغ کو قصاص لینے کا حق حاصل ہوگا جب کہ صاحبین کے نزدیک اس کو قصاص لینے کا حق حاصل نہیں ہوگا بلکہ بچے کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا[444]۔

فقہاءِ احناف کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف ایک دوسرے بنیادی نکتہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک قصاص بنیادی طور پر مجنی علیہ اور مقتول کا حق ہے، اس لیے کہ جنایت اس پر کی گئی ہے لہذا بدلے کا حق بھی اسے حاصل ہوگا لیکن چونکہ مرنے کی وجہ سے وہ اپنا حق وصول کرنے کا قابل نہ رہا لہذا میراث کے طور یہ حق ورثاء کو منتقل ہوجائے گا، اور چونکہ ان کو یہ حق وراثت کے طور پر منتقل ہوگیا ہے لہذا وہ تمام کے تمام وراثت کے حصوں مثلا نصف، ثلث اور سدس کے مطابق اس میں شریک ہوں گے، جب کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ قصاص سے شریعت کا مقصود تشفی ہے اور یہ میت کو حاصل نہیں ہوتی بلکہ اولیاء کو حاصل ہوتی ہے لہذا یہ میراث سے انتقال کے طور پر نہیں بلکہ نئے سرے سے ان کا حق ہے، اور جب میراث سے منتقل نہیں ہے تو وہ اس میں شریک بھی نہیں ہیں بلکہ ہر وارث کو علی الکمال یہ حق حاصل ہے کہ وہ قاتل سے قصاص لینے کا مطالبہ کرے[445]۔

فقہاء حنابلہ کے نزدیک اگر ورثاء میں سے بعض غائب یا نابالغ ہوں تو غائب کے حاضر ہونے اور بچے کے بالغ ہونے تک قاتل کو قید میں رکھا جائے گا[446]۔

استحقاقِ قصاص کے بعد استیفاءِ قصاص یعنی قاتل کے قتل کئے جانے کا مرحلہ آتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا[447] "اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے کہ ظالم قاتل سے بدلہ لے تو اس کو چاہیے کہ قتل کے قصاص میں زیادتی نہ کرے۔ کہ وہ منصور وفتح یاب ہے[448]"۔ اگر چہ قصاص کا فیصلہ عدالت کرے گی لیکن مقتول کے اولیاء کو اس کا موقعہ دیا جائے گا، اس کی حکمت یہ ہے کہ قصاص ورثاء کے آتشِ غضب کو سرد کرنے کے لیے ہے تاکہ آگے سے قتل وقتال کا سلسلہ بند ہوجائے۔

استیفاءِ قصاص کے بارے میں مذاہبِ فقہاء کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وارث ایک ہی ہو اور بالغ ہو تو وہ حق قصاص وصول کرے گا، نابالغ ہو تو فقہاء مالکیہ اور فقہاءِ شوافع کے نزدیک اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا جب کہ باقی ائمہ کے نزدیک قصاص قاضی وصول کرے گا، اگر بالغ ونابالغ دونوں ہوں تو فقہاءِحنابلہ اور شوافع کے نزدیک نابالغ کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا جب کہ باقی ائمہ کے نزدیک بالغ شخص قصاص لے گا، کسی اور کو بھی قصاص لینے کا وکیل بنایا جاسکتا ہے لیکن ضروری ہے کہ اصل مستحق وہاں موجود ہو۔ مذکورہ افراد میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو جمہور ائمہ جن میں فقہاء جعفریہ بھی داخل ہیں، کے نزدیک حکومت قصاص لے گی جب کہ امام ابویوسفؒ کی

---

443 بدایۃ المجتہد ۳: ۱۸۵
444 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۳
445 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۲
446 المغنی ۸: ۳۴۹
447 سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۳۳
448 اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۴۷۳

رائے یہ ہے کہ اگر مقتول دار اسلام سے ہو تو حکومت دیت ہی لے گی، اور اگر مقتول دارِ حرب سے ہو تو حکومت مجرم سے قصاص اور دیت دونوں کا اختیار رکھتی ہے، البتہ اس پر مذاہب خمسہ کے تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ ولی نہ ہونے کی صورت میں حکومت مجرم کو معاف نہیں کر سکتی[449]۔

استحقاقِ قصاص اور استیفاءِ قصاص کے بارے میں مذہب جعفری کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ اس کے مطالبے کا حق اولاد کو حاصل ہوگا، مذکر ہوں یا مؤنث، اگر اولاد نہ ہوں تو مقتول کے والدین اس کے حقدار ہوں گے، اگر والدین نہ ہوں تو حقیقی بہن بھائی یا باپ شریک بہن بھائی کو قصاص کے مطالبے کا حق حاصل ہوگا، ماں شریک بہن بھائی مقتول کے قصاص کا مطالبہ نہیں کرسکتے، اگر یہ بھی موجود نہ ہوں تو چچیرے بہن بھائیوں کو حقِ مطالبہ قصاص حاصل ہوگا، اگر یہ بھی موجود نہ ہوں تو حکومتِ وقت مقتول کی طرف سے ولی ہوگا اور میاں بیوی ایک دوسرے کے حق قصاص کا مطالبہ نہیں کرسکتے۔

اگر مقتول کے اولیاء پوری جماعت ہو تو ان میں سے ایک کو قصاص وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا، اگر چہ باقی افراد موجود نہ ہوں، چاہے باقی اولیاء اسی شہر میں موجود ہوں یا اسی شہر سے غائب کسی دوسرے شہر میں ہوں، بشرطیکہ قصاص وصول کرنے والا ان کے لیے دیت کا ضامن بن جائے۔

اگر مقتول کے اولیاء کی اس جماعت میں کوئی مجنون یا بچہ بھی شامل ہو تو ہوشمند اور بالغ کو قصاص وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا، بشرطیکہ مجنون اور بچہ کے حصے کی دیت کا ضامن بن جائے۔

اگر مقتول کا ایک ہی ولی موجود ہو لیکن وہ مجنون یا بچہ ہو اور اس کا باپ یا دادا زندہ ہو تو ان کے لیے قصاص وصول کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا جب تک کہ بچہ بالغ نہ ہوجائے یا مرنہ جائے اور اس کا وارث اس کا قائم مقام نہ ہو جائے[450]۔

تجزیہ: مطالبہ قصاص کا حق ورثاء کو حاصل ہونے پر دفعہ ہذا اور مذاہبِ خمسہ متفق ہیں، البتہ ورثاء کی تعیین، ان کی موجودگی اور عدم موجودگی اور ورثاء میں نابالغ اور فاتر العقل پائے جانے کی صورت میں فقہاء کے مابین کافی اختلاف ہے، تفصیل اوپر دی گئی ہے۔

"306: Qatl-e-amd not liable to qisas. – Qatl-e-amd shall not be liable to qisas in the following cases, namely: --

(a) when an offender is minor or insane:

provided that, where a person liable to qisas associates himself in the commission of the offence with a person not liable to qisas with the intention of saving himself from qisas, he shall not be exempted from qisas[451];"

"دفعہ 306-قتلِ عمد جو مستوجب قصاص نہ ہوگا:

449 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۳، تبیین الحقائق ٦: ۱۰۸، مغنی المحتاج ۴: ۴۰، المغنی ۸: ۳۴۹، المجموع ۱۸: ۴۳۷، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸۵

450 الخلاف ۸: ۳۳۰/ ۳۳۲/ ۳۳۴

451 The Pakistan Penal Code: 339

(ک) جب جرم کا مرتکب نابالغ یا فاتر العقل ہو شرط یہ ہے کہ کوئی شخص جو قابل قصاص ہو ارتکاب جرم میں ایسے شخص کو ساتھ ملائے جو مستوجب قصاص نہیں اس نیت سے کہ قصاص سے بچ جائے تو اسے قصاص سے استثناء نہیں دیا جائے گا[452]۔"

مجنون اور بچے کے قصاص کا حکم: مجنون اور نابالغ پر قصاص نہ جاری ہونے کا مسئلہ تمام فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے، علامہ ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ قاتل جس سے قصاص لیا جاتا ہے، میں متفقہ طور پر شرط یہ ہے کہ وہ عاقل، بالغ، قتل کرنے میں مختار ہو اور بذات خود قتل کرنے والا ہو دوسرا کوئی شخص قتل کرنے میں اس کا شریک نہ ہو[453]۔

مجنون کے بارے میں فقہاء جعفریہ کی رائے جمہور فقہاء کی طرح ہے کہ اس کا عمد اور خطا برابر ہے لہذا اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس کی قوم پر دیت واجب ہوگی، البتہ بچے کے بارے میں امام ابو جعفر قمی نے بچے کی قد کا اعتبار کیا ہے کہ اس کی قد پانچ بالشت ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا، اگر پانچ بالشت سے کم ہو تو دیت لی جائے گی، لیکن امام ابوجعفر طوسی نے مطلقا نابالغ سے قصاص نہ لینے کا قول اختیار کیا ہے[454]، اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔ امام قمی کے قول سے بھی ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک پانچ بالشت تک پہنچنے والا بچہ عام طور پر سمجھدار ہوتا ہے لہذا ان کے نزدیک بچے کی سمجھ کا اعتبار ہے۔

مستوجبِ قصاص اور غیر مستوجبِ قصاص کا مل کر قتل کرنے کا حکم: جب دو افراد قتل کرنے میں شریک ہوں اور ان میں سے ایک مستوجبِ قصاص جب کہ دوسرا غیر مستوجبِ قصاص ہو مثلا کوئی کسی بچے، مجنون، قتلِ خطا کرنے والے یا مقتول کے باپ کے ساتھ قتل میں شریک ہوجائے، تو ان تمام صورتوں میں فقہاءِ احناف کے نزدیک مستوجبِ قصاص پر قصاص واجب نہیں ہوگا[455]۔

فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ اگر بالغ کسی بچے کے ساتھ قتل میں شریک ہو اور دونوں نے قتل کرنے میں ایک دوسرے سے تعاون کیا ہو تو بالغ پر قصاص واجب ہوگا، اگر دونوں نے قتل میں ایک دوسرے کا تعاون نہیں کیا ہو لیکن دونوں کا ارادہ قتل کا ہو یا صرف بالغ کا ارادہ قتل کا ہو تو اس صورت میں بالغ پر قصاص واجب نہیں ہوگا، ہاں اگر مقتول کے اولیاء قسم کھالیں کہ مقتول بالغ ہی کی وار سے مرا ہے تو بالغ پر قصاص آئے گا، البتہ اگر قتلِ عمد کرنے والا قتلِ خطا کرنے والا کے ساتھ شریک ہوجائے یا مستوجبِ قصاص کسی مجنون کے ساتھ شرکت کرلے تو کسی صورت میں بھی قصاص واجب نہیں ہوگا[456]۔

فقہاء شوافع کے نزدیک قتلِ شبہ عمد اور قتلِ خطا کرنے والے کے شریک سے قصاص نہیں لیا جائے گا لیکن اگر دو آدمی کسی کے قتل کا قصد کرلیں اور ان میں سے ایک کی ذات میں کوئی ایسی وجہ پائی گئی جس کی وجہ سے اس پر قصاص جاری نہیں ہوسکتا مثلا وہ مقتول کا باپ ہو، تو دوسرے پر قصاص جاری ہوگا[457]۔ نابالغ اور مجنون کی

---

452 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۳
453 بدایۃ المجتہد ۲: ۱۷۸
454 من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۹۰، الخلاف ۸: ۳۲۶/ ۹: ۶
455 بدائع الصنائع ۷: ۲۳۵
456 حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۴: ۲۴۳
457 مغنی المحتاج ۴: ۲۰

شرکت کی صورت میں ان کی رائے بھی یہ ہے کہ بالغ اور عقل مند سے قصاص نہیں لیا جائے گا[458]۔

فقہاءِ حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ اگر ایک جماعت نے کسی کو قتل کردیا اور ان میں سے ایک مقتول کا باپ ہو تواگر چہ باپ پر قصاص جاری نہیں ہوسکتا لیکن باقی پر قصاص جاری ہوگا، اس طرح وہ شرکاء جن میں سے ایک کی ذات میں کوئی ایسی وجہ پائی گئی جس کی وجہ سے اس سے قصاص ساقط ہوجاتا ہے، دوسرے سے قصاص کو ساقط نہیں کرتی، ہاں اگر فعل میں شک پایا جائے مثلاً کسی کے ساتھ بچہ یا مجنون قتل میں تعاون اور شرکت کرلے تو اس صورت میں کسی پر بھی قصاص نہیں آئے گا[459]۔
فقہاء جعفریہ سے امام ابوجعفر طوسی فرماتے ہیں کہ اگر ایسے دو آدمی کسی کو قتل کردیں جن میں سے ایک مستوجب قصاص جب کہ دوسرا غیر مستوجب قصاص ہو تو دیکھا جائے گا: اگر ایک پر قصاص اسلیے جاری نہ ہوسکتا ہو کہ اس کی ذات میں کوئی ایسا معنی پایا جارہا ہے جس کی وجہ سے قصاص جاری نہیں ہوسکتا تو دوسرے آدمی سے قصاص لیا جائے گا مثلاً بیٹے کے قتل میں باپ دوسرے آدمی کی مدد کرے، اور اگر ان دونوں میں سے ایک پر قصاص اس کے فعل کی وجہ سے جاری نہ ہوسکتا ہو مثلاً ایک کا ارادہ قصداً قتل کا ہو لیکن دوسرا غلطی سے اس کے قتل میں شریک ہوجائے تو دونوں پر قصاص جاری نہ ہوگا[460]۔

تجزیہ: مذکورہ بحث سے ثابت ہوا کہ مستوجب قصاص اور غیر مستوجب قصاص کےشریک ہو کر کسی کو قتل کرنے کی صورت میں احناف اور حنابلہ کا مذہب مستوجبِ قصاص سے قصاص نہ لینے کا ہے، جب کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور فقہاء جعفریہ کے نزدیک بعض صورتوں میں مستوجبِ قصاص کو بطورِ قصاص قتل کیا جائے گا۔
موجودہ دور کے حالات کے اعتبار سے راقم کی رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول اختیار کیا جائے جیسا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا میں ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو زمانہ حاضر کے سفاک جان بچانے کی خاطر اس قسم کے حیلے بہانے اختیار کرتے رہیں گے۔

"when an offender causes death of the child or grandchild, how-lowsoever; and[461]"

"(بی) جب کوئی مجرم اپنے بچے یا پوتے، خواہ وہ کتنا نیچے ہو، کے قتل کا ارتکاب کرے[462]۔"
مذاہبِ خمسہ کی روشنی میں بچے یا پوتے کے قتل کا حکم: مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہےکہ بیٹے، پوتے اور پڑپوتے وغیرہ تمام فروع کے قتل پر قصاص واجب نہیں ہے[463]، البتہ امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر باپ اپنے بچے کو لٹا کر ذبح کردے تو باپ سے قصاص لیا جائے گا یا ماں نے شیرخوار بچے سے دودھ منع کردیا حتی کہ وہ مرگیا تو ماں پر قصاص لازم آئے گا[464]۔

---

458 شافعی، محمد بن ادریس، الام ٦: ٣٩، دار المعرفہ بیروت، ١٣٩٣ھ
459 المغنی ٨: ٢٩٣
460 الخلاف ٨: ٣٣٣
461 The Pakistan Penal Code: 339
462 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٤٣
463 بدائع الصنائع ٧: ٢٣٥، مغنی المحتاج ٣: ١٨، المغنی ٨: ٢٨٥، دسوقی ١٨: ٥٣، من لایحضره الفقیہ ٣: ٩٣
464 بدایۃ المجتہد ٢: ٣٠٠، حاشیۃ الدسوقی ٣: ٢٤٢

فقہاء جعفریہ کے نزدیک اگر مجرم باپ اور دادا وغیرہ ہے تو ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا لیکن اگر ماں یا دادی وغیرہ نے اپنے بیٹے وغیرہ کو قتل کردیا تو ان سے قصاص لیا جائے گا[465]۔

تجزیہ: دفعہ زیر بحث مذاہب اربعہ سے کلی طور پر جب کہ مذہبِ جعفری سے جزوی طور پر موافق ہے۔

(b)"When any wali of the victim is a direct descendant, how-lowsoever, of the offender[466]."

"(سی) جب مقتول کا کوئی ولی براہ راست مجرم کی نسل سے ہو خواہ کتنا نیچے ہو[467]۔"

یہ دفعہ مذاہبِ اربعہ سے موافق ہے، چنانچہ تمام مذاہب کا اس پر اتفاق ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ اگر مقتول کے اولیاء میں قاتل کا بیٹا یا پوتا وغیرہ شامل ہو تو قصاص باطل ہوجا ئے گا اور دیت واجب ہوگی، باقی ائمہ کی رائے بھی احناف کی طرح ہے[468]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو (بی) کے تحت ذکر ہوا[469]۔

تجزیہ: دفعہ زیر بحث مذاہب اربعہ سے کلی طور پر جب کہ مذہبِ جعفری سے جزوی طور پر موافق ہے۔

"**307: Cases in which qisas for qatl-e-amd shall not be enforced.**—Qisas for qatl-e-amd shall not be enforced in the following cases, namely: --

(a) when the offender dies before the enforcement of qisas[470]."

"دفعہ 307- وہ صورتیں جن میں قتلِ عمد کے لیے قصاص نافذ نہیں کیا جائے گا:

(اے) جبکہ مجرم قصاص کے نفاذ سے پہلے وفات پاجائے[471]۔"

قاتل کے مرجانے کی صورت میں مذاہب خمسہ کے نزدیک قصاص ساقط ہونے پر اتفاق ہے، البتہ فقہاء حنابلہ اور فقہاء شوافع کے نزدیک اس کی متروکہ میراث سے دیت کی ادائیگی واجب ہوگی[472]۔

تجزیہ: زیر بحث دفعہ مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

"(B) When any wali voluntarily and without duress, to the satisfaction of the Court, waives the right of qisas under Section 309 or compounds under Section 310; and[473]"

---

465 الخلاف ٨: ٢٤٨، الجامع للشرائع ٢: ٣٩٤

466 The Pakistan Penal Code: 339

467 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٣٣

468 مرداوی، علاء الدین، علی بن سلیمان، الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف ٩: ٣٥١، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ١٤١٩ھ، رد المحتار ٥: ٣٣٥، المغنی ٨: ٢٨٤، مغنی المحتاج ٣: ١٨

469 الخلاف ٨: ٢٤٨، الجامع للشرائع ٢: ٣٩٤

470 The Pakistan Penal Code: 339

471 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٣٥

472 الام ٦: ١٠، بدائع الصنائع ٧: ٢٦٣، الانصاف ١٠: ٧، مغنی المحتاج ٣: ٤٨، حاشیة الصاوی ٣: ٣٣٤، الخلاف ٨: ٣٤٣

473 The Pakistan Penal Code: 339

(بی) جب کوئی ولی رضا کارانہ طور پر اور بغیر دباو کے عدالت کے اطمینان کی حد تک دفعہ 309کے تحت قصاص کے حق سے دستبردار ہوجائے یا دفعہ 310کے تحت صلح کرے؛ اور "

صلح اور عفو کی تفصیل کے لیے دفعہ 309 اور 310 ملاحظہ ہو۔

"(C) When the right of qisas sevolves on the offender as a result of the death of the wali of the victim, or on the person who has no right of qisas against the offender[474]."

"(سی): جبکہ قصاص کا حق مقتول کے ولی کی موت کے نتیجہ میں خود قاتل کی طرف یا ایسے شخص کی طرف منتقل ہوجائے جو مجرم کے خلاف قصاص کا دعوی نہ کرسکتا ہو۔"

اس مسئلہ کی تفصیل دفعہ (C) 306 کے تحت گزر گئی البتہ یہاں پر وضاحت کے لیے مثال دی جاتی ہے، عائشہ اپنے خاوند زید کے بھائی خالد کو قتل کردیتی ہے، زید کا خالد کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہیں ہے، اسلیے خالد اپنی بیوی عائشہ کے خلاف قصاص کا مطالبہ کردیتا ہے لیکن خالد وفات پاجاتا ہے اور قصاص کا حق اس کے بیٹے بکر کو حاصل ہوجاتا ہے، چونکہ بکر عائشہ کا بھی بیٹا ہے لہذا عائشہ کے خلاف قصاص نافذ نہیں ہوگا کیونکہ فروع اپنے اصول کے خلاف قصاص کا مطالبہ نہیں کرسکتے[475]۔

"308: punishmet in qatl-e-amd not liable to qisas, etc.—

(1) Where an offender guilty of qatl-e-amd is not liable to qisas under Section 306 or the qisas is not enforceable under caluse (c) of Section 307 he shall be liable to diyat:"

Provided that, where the offender is minor insance, diyat shall be payable either from his property or, by such person as may be determined by the Court[476]:"

"دفعہ 308-قتلِ عمد ناقابل قصاص کی سزا وغیرہ:

۱: جب قتلِ عمد کے کسی مجرم سے دفعہ 306 کے تحت قصاص نہیں لیا جاسکتا یا 307کی شق سی کے تحت قصاص نافذ نہیں کیا جاسکتا تو اس مجرم سے دیت وصول کی جائے گی۔

شرط یہ ہے کہ جب مجرم نابالغ یا فاتر العقل ہو تو دیت اس کی جائیداد سے ادا کی جائے گی یا اس شخص سے وصول کی جائیگی جس کا تعین عدالت کرے گی[477]۔"

قتلِ عمد ناقابل قصاص کی صورت میں دیت وصول کرنے کا حکم:

نابالغ اور مجنون کے قتل کی سزا: مذہب حنفی، مالکی، حنبلی اور جعفری کے نزدیک مطلقا نابالغ اور مجنون کے قتل کی صورت میں ان کے عاقلہ سے دیت وصول کی جائے گی، اس لیے کہ نابالغ اور مجنون وجوب قصاص کے اہل نہیں ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کا عمد خطا ہے۔

---

474 The Pakistan Penal Code: 339

475 مثال المغنی ۸: ۲۸۷ سے لے گئی ہے، البتہ آسانی سے سمجھنے کے لیے راقم نے نام اپنی طرف سے ذکر کیے ہیں۔

476 The Pakistan Penal Code: 340

477 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۵

اس کے مقابلے میں امام شافعی کی ایک روایت ان کے مطابق ہے جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ ان کے اپنے مال سے دیت ادا کی جائے گی[478]۔ امام سیوطیؒ[479] فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف اس نابالغ اور مجنون کے بارے میں ہے جو تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھتے ہوں، لیکن اگر سمجھ بوجھ نہیں رکھتے تو یقینی طور پر ان کا عمد خطا ہے[480]، لہٰذا اس صورت میں ان کی رائے بھی ائمہ ثلاثہ کی طرح ہوگئی کہ دیت عاقلہ سے وصول کی جائے گی۔

مذاہبِ خمسہ نے ایک دوسری صورت میں بھی نابالغ اور مجنون سے دیت لینے کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ نابالغ اور مجنون قتل میں کسی بالغ اور عقل مند کی مدد کرے تو ان کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی، فرق صرف یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے نزدیک نابالغ اور عقل مند میں سے ہر ایک پر نصفِ دیت جب کہ حنابلہ کے نزدیک ثلث دیت لازم ہوگی[481]۔ بیٹے اور پوتے وغیرہ کے قتل کی صورت میں یا مقتول کا کوئی ولی براہ راست مجرم کے فروع سے ہو تو قصاص ساقط ہوگا اور بالاتفاق دیت لازم ہوگی[482]۔

تجزیہ: زیر بحث دفعہ میں مذاہب خمسہ اور مجموعہ تعزیرات پاکستان دیت کے وجوب کی حد تک تو متفق ہیں لیکن دونوں میں اس اعتبار سے اختلاف ہے کہ مذاہب خمسہ کے نزدیک دیت عاقلہ سے وصول کی جائے گی جب کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے مطابق مجرم یا اس شخص سے دیت وصول کی جائے گی جس کا تعین عدالت کرے۔

"Provided further that where at the time of committing qatl-e-amd the offender being a minor, had attained sufficient maturity or being insane, had a lucid interbal, so as to be able to realize the consequences of his act, he may also be punished with impertinent of either description for a term which may extend to fourteen years as ta'zir[483]:"

"مزید شرط یہ ہے کہ جب قتلِ عمد کا ارتکاب کے وقت مجرم نابالغ ہو اور اس نے کافی پختگی حاصل کرلی ہو یا فاتر العقل ہو اور اس کو ہوش مندی کے ایسے وقفے ملتے ہوں جن میں وہ اپنے فعل کے نتائج کو سمجھ سکتا ہو تو اسے بھی دونوں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا بھی بطور تعزیر دی جاسکتی ہے جو پچیس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[484]۔"

---

478 ماوردی، علامہ ابو الحسن، کتاب الحاوی الکبیر١٢: ٦٦، دار الفکر بیروت، المجموع شرح المہذب ١٩: ٣١، رد المحتار ۵: ٣٣٣، حاشیۃ الدسوقی ٣: ٢٣٤، المغنی ٨: ٢٨٣، الخلاف ٨: ٣٢٦

479 عبد الرحمن بن ابی بکر [٨٤٩ - ٩١١ھ= ١٤٤٥ - ١٥٠٥ء] خضیری، جلال الدین، سیوطی، پانچ سال کی عمر میں یتیم ہوئے۔ قاہرہ میں پلے بڑھے۔ چالیس سال کی عمر میں دریائے نیل کے روضۃ المقیاس میں عزلت نشین ہوئے اور وہیں اپنی اکثر تصانیف لکھیں۔ امراء وشرفاء ان کو اپنے تحائف پیش کرتے لیکن آپ کسی کے تحائف کو قبول نہیں کرتے۔[شذرات الذہب ١٠: ٧٤، الاعلام٣: ٣٠١]

480 الاشباہ والنظائر ١: ٨۵

481 بدائع الصنائع ٧: ٢٣۵، حاشیۃ الدسوقی ٣: ٢٣٨، المغنی٨: ٢٩٣، الام ٦: ٣٩، مغنی المحتاج ٣: ٢٠، الجامع للشرائع ٣: ٢٢

482 ماوردی، علی بن محمد، الحاوی فی فقہ الشافعی ١٢: ٢٣، دار الکتب العلمیہ، ١٤١٤ھ/ ١٩٩٣ء، بدائع الصنائع ٧: ٢٤٠، مغنی المحتاج ٣: ١٨، المغنی ٨: ٢٨٧

483 The Pakistan Penal Code: 340

484 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٣۵

قتل عمد کے ارتکاب پر نابالغ اور مجنون پر تعزیر دینے کا حکم: قتلِ عمد کے ارتکاب کے وقت عقلی پختگی حاصل کیے ہوئے نابالغ سے قصاص نہ لینے اور تعزیری سزا دینے پر اصولی طور پر مذاہبِ خمسہ متفق ہیں[485]۔

مجنون کےقصاص کے بارے میں علامہ ابن عابدینؒ نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ اگر قاتل ولی کو حوالہ کرنے کے بعد مجنون ہوگیا تو قصاص لیا جائے گا لیکن اگر قضاءِ قاضی یا حوالہ کرنے سے پہلے مجنون ہوگیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ دیت واجب ہوگی۔

اگر کوئی شخص بعض اوقات متوازن اور بعض اوقات مجنون رہا اور اس نے عقلی توازن برقرار رکھتے ہوئے قتل کیا ہو تو دیکھا جائے گا، اگر مکمل طور پر عقلی توازن کھو بیٹھا تو قصاص نہیں لیا جائےگا لیکن اگر بعض اوقات متوازن رہا تو حالت توازن میں اس سے قصاص لیا جائے گا[486]۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ اگر قاتل نے حالت توازن میں قتل کیا ہوتو اس سے حالت توازن میں قصاص لیا جائے گا، لیکن اگر قتل کے بعد توازن کھو بیٹھا تو اس کے توازن آنے کا انتظار کیا جائے گا، توازن حاصل نہ ہوا تو دیت واجب ہوگی[487]۔

فقہاء شوافع کے نزدیک اگر مکمل طور پر مجنون ہو تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اگر وقتا فوقتا جنون آتا رہا تو حالتِ جنون میں قتل کرنے کا حکم مکمل جنون والے کا ہے اور حالت توازن میں قتل کرنے کا حکم متوازن آدمی کا ہے لہذا اس سے ہر حال میں قصاص لیا جائے گا[488]۔

فقہاءِ حنابلہ کے نزدیک اگر حالت توازن میں قتل کیا تو اس سے کسی بھی صورت میں قصاص ساقط نہیں ہوگا شرط یہ ہے کہ قتل شہادت سے ثابت ہو، لیکن اگر اس کے اقرار سے قتل ثابت ہو تو پھر توازن آنے تک اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کرلے[489]۔

امام ابو جعفر قمی فرماتے ہیں کہ جس نے عقلی توازن برقرار رکھتے ہوئے قابلِ حد عمل کرلیا تو جنون کی وجہ سے اس سے حد ساقط نہیں ہوگی۔ قاتل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قاتل نے ہوش مندی میں مقتول کو قتل کردیا لیکن اس پر قتل اس کے جنون کے بعد ثابت ہوا تو اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ قاتل نے ہوش مندی میں قتل کیا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا، اور اگر اس کی گواہی نہیں دی تو دیکھا جائے گا اگر اس کے پاس مال موجود ہو تو اس سے دیت ادا کی جائے گی لیکن اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی[490]۔

تجزیہ: خلاصہ یہ ہوا کہ عدمِ بلوغ اور حالتِ جنون کی حالت میں قتل کرنے والے سے قصاص نہ لینے کی صورت میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کا زیر بحث دفعہ مذاہبِ خمسہ سے موافق ہے۔

---

485 بدائع الصنائع ۷: ٦٣، رد المحتار ۱: ۱۳۵/ ۴: ۱۵، المغنی ۱: ٦۱۵، مغنی المحتاج ۱: ۱۳۱، الجامع للشرائع ۳: ۲

486 رد المحتار ۵: ۳۴۳

487 حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۳۷

488 مغنی المحتاج ۴: ۱۵، روضۃ الطالبین ۹: ۱۴۹

489 المغنی ۸: ۲۸۴

490 من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۳٦ /۸۳

البتہ حالتِ توازن میں قتل کرنے کے بعد عقلی توازن کھو بیٹھنے کی صورت میں زیر بحث دفعہ کا حکم مجرم سے تعزیر لینے کا ہے جب کہ مذہب حنفی، مالکی، شافعی کے نزدیک ہوشمندی آتے ہی قصاص لیا جائے گا، اگر ہوشمندی نہیں آئی تو دیت وصول کی جائے گی۔ اس کے مقابلے میں فقہاء حنابلہ اور فقہاء جعفریہ کے نزدیک حالت توازن میں قتل کرنے والے قاتل سے قصاص لیا جائے گا چاہے حالتِ جنون ہی میں کیوں نہ ہو، لہٰذا اس صورت میں دفعہ ہذا تمام مذاہب سے غیر موافق ہے۔

"Provided further that, where the qisas is not enforceable under clause (c) of Section 307, the offender shall be liable to diyat only if there is any wali other than offender and if there is no wali other than the offender, he shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to fourteen years as ta'zir[491]."

"مزید شرط یہ ہےکہ جب دفعہ 307 کی ضمن (C) کےتحت قصاص قابل نفاذ نہ ہو تو مجرم صرف دیت کا مستوجب ہوگا، اگر مجرم کے علاوہ دیگر ولی موجود ہو اور اگر مجرم کے علاوہ دیگر ولی موجود نہ ہو تو اس کو بطورِ تعزیر کے کسی بھی قسم کی سزائے قید ایسی مدت کے لیے دی جائے گی جو پچیس سال تک ہوسکتی ہے۔"

اس کی تفصیل دفعہ 306 (C) کے تحت گزر گئی کہ مقتول کے ولی کی موت کے نتیجہ میں قصاص ایسے شخص کی طرف منتقل ہو جائے جو کہ مجرم کے خلاف قصاص کا دعوی نہ کرسکتا ہو تو باتفاقِ مذاہب اس سے قصاص ساقط ہوجائے گا اور دیت واجب ہوگی، البتہ اگر کوئی ولی نہ رہے تو امام عمر بن عبد العزیز، امام نخعیؒ، سفیان ثوریؒ، امام شافعیؒ اور اہل ظواہر کے نزدیک قصاص واجب ہے، باقی ائمہ کے نزدیک اگرچہ قصاص واجب نہیں ہے لیکن حکومت مجرم کو تعزیری سزا دینے کی مجاز ہے[492]۔

(2) "Notwithstandig any thing contained in sub-section(1), the Court, having regard to the facts and circumstances of the case in addition to the punishment of diyat, may punish the offender with imprisonment of either description for a term which may extend to fourteen years, as ta'zir[493]."

"(2) ضمنی دفعہ (1) میں درج کسی امر کے باوصف عدالت مقدمہ کے حقائق اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے دیت کی سزا کے علاوہ مجرم کو تعزیر کے کسی بھی قسم کی سزائے قید ایسی مدت کے لیے دے سکتی ہے جو پچیس سال تک ہوسکتی ہے[494]۔"

حد، دیت اور قصاص کے ساتھ تعزیر جمع کرنے کا حکم: حد، دیت یاقصاص کے ساتھ تعزیری سزا دینا باتفاق ائمہ جائز ہے:
فقہاءِ احناف کےنزدیک اس کی مثال بطورِ تعزیر زانی غیر محصن کو سو کوڑے لگانے کے بعد ایک سال جلاوطن کرنے کا حکم ہے[495]، فقہاء مالکیہ کی رائے بھی یہی ہے[496]۔

---

[491] The Pakistan Penal Code: 340

[492] المغنی 8: ۲۸۳، الجامع للشرائع ۳: ۲

[493] The Pakistan Penal Code: 340

[494] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۳۵

فقہاء شوافع کی رائے بھی یہی ہے چنانچہ جب قاتل سے قصاص نہیں لیا جاسکتا مثلاً اپنے بیٹے کے بدلے تو اسے تعزیری سزا دی جاسکتی ہے، اسی طرح شراب پینے کی صورت میں چالیس سے زیادہ کوڑے لگانا بطور تعزیر ہے[497]۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس کے ہاتھ کو بطور تعزیر اس کی گردن میں معلق کردینا مسنون ہے[498]۔فقہاءِ جعفریہ کا مسلک بھی یہی ہے چنانچہ امام ابوجعفر قمیؒ نقل کرتے ہیں کہ جب چور پر حد قائم کردی جائے تو اسے دوسرے شہر کو جلاوطن کیا جائے[499]۔

فصلِ دوم: احکام صلح وعفو قتلِ عمد کی صورت میں (دفعہ:-309 314):

"Sec 309: Waiver—Afw of qisas in qatl-e-amd.—(1) in the case of qatl-e-amd, an adult sane wali may at any time and without any compensation, waives his right of qisas:

Provided that the right of qisas shall not be waived—

---

495 بدائع الصنائع ۷: ۳۹

496 تبصرة الحكام ۲: ۲٦٦

497 نہاية المحتاج ۷: ۱۷۲

498 المغنی ۱۰: ۲٦٦

499 من لايحضره الفقيہ ۳: ۵۱

(a) Where the Government is the wali, or

"دفعہ 309-قتل عمد میں عفو قصاص:

(1) قتل عمد کی صورت میں کوئی بالغ ہوش مند ولی کسی بھی وقت بلاکسی ہرجانہ کے اپنے حق سے دست کش ہوسکتا ہے، شرط یہ ہے کہ قصاص کے حق سے دست کشی اختیار نہیں جاسکے گی:-
(اے) جہاں حکومت ہی ولی ہو[501]۔"

عفو کے لغوی اور اصطلاحی معنی: عفو کے لغوی معنی گناہ کو معاف کرنے اور اس پر انتقام کے چھوڑ دینے کے ہیں، نیز اس کے معنی مٹانے، ساقط کردینے، کثرت اور سہولت وآسانی کے بھی آتے ہیں[502]۔
شریعت کی اصطلاح میں عفو مجرم پر اپنے حق کو معاف کردینے اور بری کردینے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے[503]۔
عفو قصاص کا حکم: فقہاء عفو قصاص کی مشروعیت کے قائل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ[504]"
"اور اگر قاتل کو اس کے مقتول بھائی کے قصاص میں سے کچھ معاف کردیا جائے تو وارثِ مقتول کو پسندیدہ طریقہ سے قرار داد کی پیروی یعنی مطالبہ خون بہا کرنا اور قاتل کو خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے، یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لیے آسانی اور مہربانی ہے[505]"۔
حدیث سے بھی عفو کی تائید ملتی ہے، چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریمﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپﷺ کی طرف کوئی ایسا معاملہ اٹھا دیا جاتا جس میں قصاص ہوتا مگر آپﷺ اس میں عفو کا حکم دیتے[506]۔
سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ[507] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ سے سنا، فرماتے ہیں کہ اسے میرے کانوں نے سنا اور دل نے محفوظ رکھا، آپﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی آدمی ایسا نہیں جسے بدن میں کوئی مصیبت پہنچ جائے اور وہ اسے صدقہ کردے، مگر اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کردیتا ہے اور ایک گناہ معاف فرما دیتا ہے[508]۔
فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک عفوِ قصاص کے لیے شرط یہ ہے کہ قاتل نے قتلِ غیلہ یعنی مال لینے کے لیے قتل نہ کیا ہو، کیونکہ اگر قاتل نے قتل غیلہ کیا ہو تو یہ حرابہ یعنی ڈاکہ

---

500 Pakistan Penal Code: 341

501 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۳۶

502 جصاص، ابوبکر، احمد بن علی، احکام القرآن۱: ۱۸۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ، جزری، ابو السعادات، مبارک بن محمد، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر۳: ۵۲۴، المکتبۃ العلمیہ بیروت، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء، تاج العروس ۳۹: ۲۸

503 احکام القرآن ۱: ۱۸۹

504 سورۃ البقرہ ۲: ۱۷۸

505 اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۳۳

506 سجستانی، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الدیات[۳۰]، باب: الامام یأمر بالعفو فی الدم[۳]، حدیث ۴۴۹۹، دار الکتاب العربی، بیروت

507 عویمر بن مالک [... - ۳۲ھ= ... - ۶۵۲ء] بن قیس بن امیہ، انصاری، خزرجی، ابو الدرداء، صحابی رسولﷺ ہیں۔ حکیم، شہسوار اور قاضی تھے۔ بعثت سے پہلے تاجر تھے پھر عبادت کے لیے یک طرف ہوگئے۔ نبی کریمﷺ کے عہد میں قرآن کریم حفظ کیا۔ دمشق کے پہلے قاضی رہے ہیں۔شام میں وفات پائی۔ ان سے ۱۷۹ احادیث منقول ہیں۔ [الاصابہ ۳: ۶۲۱، الاعلام۵: ۹۸]

508 ترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ، کتاب الدیات [۱۳]، باب: ماجاء فی العفو[۵]، حدیث ۱۳۹۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت

زنی اور قطع طریق کے معنی میں ہے اور محارب کے قتل کو معاف کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں قاتل کو قتل کرنا زمین سے فساد مٹانے کے لیے ہے، لہذا قتل غیلہ میں قاتل بطورِ قصاص نہیں بلکہ بطورِ حد قتل کیا جائے گا[509]۔
امام ابن تیمیہؒ کی رائے بھی یہی ہے[510]، اسی طرح فرماتے ہیں کہ عفو بھلائی اور احسان ہے اور احسان میں فضیلت زیادہ ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ عفو کی وجہ سے ضرر لاحق نہ ہوتا ہو، اگر عفو کی وجہ سے ضرر لاحق ہوتا ہو تو معاف کرنے والا خود اپنے آپ پر یا دوسروں پر ظلم کررہا ہے، لہذا عفو جائز نہیں نہ ہوگا[511]۔
حکومت کی ولایت کی صورت میں عفو کا حکم: فقہاءِ مذاہبِ خمسہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ولی نہ ہونے کی صورت میں حکومت مجرم کو معاف نہیں کر سکتی[512]۔
تجزیہ: زیر بحث دفعہ مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

(b)"Where the right of qisas vests in a minor or insane[513]."
"(بی) جہاں حق قصاص کسی نابالغ یا فاتر العقل کو حاصل ہو[514]۔"
نابالغ اور فاتر العقل کے عفو کا حکم: عفو کے لیے مذاہب خمسہ کے نزدیک بلوغ اور کمال عقل ضروری ہے لہذا نابالغ اور مجنون حق قصاص کو معاف نہیں کرسکتے، کیونکہ یہ ان کے حق میں خالص ضرر کا تصرف ہے لہذا وہ اس کے مالک نہ ہوں گے[515]۔
تجزیہ: زیر بحث دفعہ مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

"(2) Where a victim has more than one wali any one of them may waive his right of qisas:
Provided that the wali who does not waive the right of qisas shall be entitled to his share of diyat[516]."
"(۲) جہاں کسی مقتول کے ایک سے زائد ولی ہوں تو ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے حق قصاص کو معاف کرسکے گا، مگر شرط یہ ہے کہ ولی جو قصاص کے حق سے دست کش نہ ہو وہ دیت میں سے اپنے حق کی وصولی کا مستحق ہوگا۔ "
ایک سے زائد اولیاء میں سے بعض کے عفو کا حکم: جب اولیاء ایک سے زائد ہوں تو بعض کے عفو کی صورت میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ قاتل سے قصاص ساقط ہوجائے گا، کیونکہ جب عفو کی وجہ سے معاف کرنے والے کا حصہ ساقط ہوگیا تو چونکہ قصاص میں اس طرح تقسیم تو ہو نہیں سکتی کہ ایک کا حصہ قصاص ساقط ہوجائے اور دوسرا اپنے حق کا قصاص وصول کرلے، لہذا عدمِ تجزی قصاص کی وجہ سے قصاص مکمل طور پر ساقط ہوجائے گا، البتہ باقی اولیاء کا حصہ باجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم مال کی طرف منتقل ہوجائے گا، کیونکہ سیدنا عمر، سیدنا ابن مسعود اور سیدنا ابن عباس

---

509 ابن العربی، ابو بکر، محمد بن عبد اللہ، احکام القرآن ۳: ۱۵۹، دار الکتاب العربی، بیروت، نفراوی، احمد بن غنیم، الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیراونی ۱: ۴۸، مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ، دسوقی ۳: ۲۳۸، المغنی ۸: ۲۷۰

510 الانصاف فی معرفۃ الرجح من الخلاف ۱۰: ۷

511 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، جامع المسائل لابن تیمیہ ٦: ۳۸، دار عالم الفؤاد للنشر والتوزیع، ۱۴۲۲ھ

512 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۳، کشاف القناع ۵: ۵۳۵، حاشیۃ الدسوقی ۳: ۲۵٦، المہذ ب ۲: ۱۸۵، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸۵

513 Pakistan Penal Code: 341

514 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۳٦

515 بدائع الصنائع ۷: ۲۳٦، مغنی المحتاج ۵: ۳۹۰، کشاف القناع ۵: ۵۴۳، حاشیۃ الدسوقی ۳: ۲۵۹، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۷

516 Pakistan Penal Code: 341

رضی اللہ عنہم سے اس طرح مروی ہے اور اس پر کسی صحابی کا انکار منقول نہیں ہے[517]۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت میں منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی حاضر کیا گیا جس نے دوسرے کو قتل کیا تھا، تو مقتول کی اولاد آگئی جب کہ ایک نے عفو کیا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قریب بیٹھے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کہتا ہوں کہ یہ قتل سے محفوظ ہوگیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی کمر پر تپتپی دے کر فرمایا کہ علم کا خزانہ ہے[518]۔

سیدنا زید بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کے پاس کسی دوسرے کو پایا جس کی وجہ سے اس نے بیوی کو قتل کردیا، یہ مقدمہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، لیکن ان میں سے ایک بھائی نے اپنی بہن پر غصہ کی وجہ سے اپنا حصہ معاف کردیا، وہ تین بھائی تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے باقی دو سے کہا: دیت کا دو تہائی لے لو، کیونکہ اسے قتل کرنے کا کوئی راستہ نہیں بچا[519]۔

فقہاءِ جعفریہ کا مذہب جمہور فقہاء سے مختلف ہے، ان کے نزدیک مثلا اگر دو اولیاء میں سے ایک نے قصاص سے معافی کردی تو دوسرے کو دیت لینے یا قصاص وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا، بشرطیکہ قصاص وصول کرنے والا ولی قاتل کے اولیاء کو نصفِ دیت ادا کردے[520]۔ وجہ یہ ہے کہ ایک ولی نے اپنے حق سے معافی کی ہے جس کی وجہ سے دوسرے ولی کے لیے آدھا حق بچتا ہے لہٰذا اگر وہ قصاص لینا چاہے تو آدھی دیت ادا کرنے کے بعد ہی قصاص وصول کرسکے گا۔

تجزیہ: زیر بحث دفعہ مذاہبِ اربعہ سے موافق ہے جب کہ مذہبِ جعفری میں تفصیل ہے جس کی ایک صورت اس دفعہ کا مخالف ہے۔

"(3) Where there are more than one victim, the waiver of the right of qisas by the wali of one victim shall not affect the right of qisas of the wali of the other victim[521]."

"(3) جب مقتول ایک سے زائد ہوں تو ایک مقتول کے ولی کی طرف سے دست کشی دوسرے مقتول کے ولی کے حق قصاص کو متاثر نہیں کریگی[522]۔"

جب مقتول ایک سے زائد ہوں: فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک جب ایک قاتل ایک سے زیادہ افراد کو قتل کردے تو ان میں ہر ایک کے اولیاء کو حق قصاص حاصل ہو گا، لیکن کسی ایک فریق کے قصاص وصول کرنے سے باقی کا حق ساقط ہوجائے گا اور اس کے مال میں باقیوں کے لیے دیت واجب نہ ہوگی، اس لیے کہ قصاص میں تبعیض اور تقسیم نہیں آسکتی لہٰذا جب ایک فریق نے قتل کردیا تو جیسا کہ سب نے قتل کردیا[523]۔

فقہاء شوافع فرماتے ہیں کہ اگر ایک آدمی نے پوری جماعت کو قتل کردیا تو پہلے مقتول کے لیے قصاص لیا جائے گا اور باقی کو دیت دی جائے گی، البتہ اگر پہلے مقتول کے اولیاء نے قاتل کو معاف کردیا تو قصاص کا حق دوسرے فریق کو منتقل ہوجائے گا، اور

---

517 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۷،المغنی ۸: ۳۳۶، کشاف القناع ۵: ۵۳۳،روضۃ الطالبین ۹: ۲۳۹، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۴۰

518 طبرانی، ابو القاسم، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر ۸: ۲۹۶، دار الکتب العلمیہ بیروت

519 بیہقی، ابوبکر، احمد بن حسین، معرفۃ السنن والاثار ۶: ۱۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت

520 الاستبصار فیما اختلف من الاخبار ۳: ۳۶۲، الخلاف ۸: ۳۳۶

521 Pakistan Penal Code: 341

522 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۳۶

523 البحر الرائق ۸: ۳۵۵، ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، الکافی فی فقہ اہل المدینہ المالکی ۲: ۱۰۹۹، مکتبہ الریاض، المملکہ العربیۃ السعودیہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

اگر تمام مقتولین بیک وقت قتل ہوئے ہوں تو حق قصاص کے لیے قرعہ ڈالا جائے گا جس کے نام قرعہ نکلا وہ قصاص لے گا اور باقی کو دیت ادا کی جائے گی[524]۔

فقہاءِ حنابلہ کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ یا تو دونوں بیک وقت قتل کیے ہوں گے یا یکے بعد دیگرے قتل کیے ہوں گے، اگر دونوں کے اولیاء نے قصاص کا مطالبہ کیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا، اگر ایک مقتول کے اولیاء نے قصاص کا مطالبہ کیا جب کہ دوسرے کے اولیاء نے دیت کا مطالبہ کیا تو اسی طرح فیصلہ کیاجائے گا، اگرہر ایک فریق نے مطالبہ کیا کہ قاتل سے ہمارے لیے علیحدہ طور پر قصاص لیا جائے تو دیکھا جائے گا، اگر قتل یکے بعد دیگرے کیے گئے ہوں تو پہلے مقتول کے اولیاء کا حق قصاص ہوگا اور دوسرے فریق کو دیت ادا کی جائے گی، لیکن اگر دونوں قتل بیک وقت ہوئے تھے تو قرعہ ڈالا جائے گا، جس کے نام قرعہ نکلا اس کے لیے قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور باقی کو دیت ادا کردی جائے گی[525]۔

فقہاءِ جعفریہ کی رائے بھی یہی ہے کہ ایک مقتول کے اولیاء کی معافی سے دوسرے مقتول کے اولیاء کا حق ساقط نہیں ہوتا بلکہ انہیں قصاص یا دیت لینے کا اختیار حاصل ہوگا[526]۔

مذکورہ مسئلہ میں قصاص اور دیت کے اختلاف کے باوجود تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ ہر قتل علیحدہ قتل ہے بلکہ فقہاء شوافع نے تو تصریح بھی کی ہے کہ اگر ایک فریق نے حق قصاص معاف کردیا تو یہ دوسرے فریق کو منتقل ہوجائے گا، لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک فریق کا عفو دوسرے کے حقِ قصاص کو متاثر نہیں کرے گا۔

تجزیہ: زیرِ بحث دفعہ اور مذاہب خمسہ اپنے مابین جزوی اختلافات کے باوجود اس پر متفق ہیں کہ ایک مقتول کے اولیاء کی معافی کی وجہ سے دوسرے مقتول کے اولیاء کا حق متاثر نہیں ہوگا۔

"(4) Where there are more than one offenders, the waiver of the right of qisas against one offender shall not affect the right of qisas against the other offender[527]."

"(4) جب ایک سے زائد مجرم ہوں تو ایک مجرم کے خلاف حقِ قصاص کی دست کشی دوسرے مجرم کے خلاف قصاص کے حق کو متاثر نہیں کریگی[528]۔"

جب مجرم ایک سے زائد ہوں: ایک سے زائد افراد ایک آدمی کو قتل کرنے کے بارے میں احناف میں سے امام ابویوسفؒ کے علاوہ فقہاء مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ ایک مجرم کے خلاف حق قصاص سے دست کشی دوسرے مجرم کے خلاف قصاص کو متاثر نہیں کرتی ، چنانچہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ جب دو آدمی ایک شخص کو قتل کردیں تو اگر ولی نے دونوں کو معاف کردیا تو قصاص ساقط ہوجائے گا، اور اگر ایک کو معاف کردیا تو اس سے قصاص ساقط ہوجائے گا لیکن اسے دوسرے سے قصاص لینے کا اختیار حاصل ہوگا، اس لیے کہ وہ ہر ایک سے کامل قصاص کا استحقاق رکھتا ہے لہٰذا ایک سے عفو دوسرے سے عفو کا موجب نہ ہوگا، اس کے برعکس امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ

---

524 الام ٦: ٢٢، المجموع ١٨: ٣٣٣

525 کشاف القناع ٥: ٥٣١

526 کلینی، ابو جعفر، محمد بن یعقوب، الکافی ١٩: ١٣٣، دار الکتب الاسلامیہ، مرتضی آخوندی تہران، ١٣٨٨ھ

527 Pakistan Penal Code: 341

528 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٣٦

ایک سے قصاص دوسرے سے قصاص کو ساقط کردیتا ہے لیکن یہ قول مختار نہیں ہے[529]۔

علامہ دسوقیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک جماعت نے ایک یا کئی آدمیوں کو قتل کردیا یا کسی کے ہاتھ کو کاٹ دیاتو ان میں ہر ایک کے ساتھ منفردًا صلح ، عفو اور قصاص جائز ہے یا بعض سے عفو کرنا اور باقی سے قصاص لینا یا سب کے ساتھ صلح کرنا یا بعض کے ساتھ صلح کرنا ، بعض سے عفو کرنا اور بعض سے قصاص لینا تمام کی تمام صورتیں جائز ہیں[530]۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اولیاء بعض سے قصاص لینے اور بعض کو قتل کردینے کا ارادہ کرلیں تو یہ حق ان کے لیے ثابت ہے، اسی طرح فرماتے ہیں کہ اگر تین آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کردیا، اولیاء نے دو سے قصاص لیا اور ایک سے دیت لی تو (یہ جائز ہے)، البتہ اس سے ایک تہائی دیت لی جائے گی[531]۔

تین آدمیوں کے مشترکہ قتل کی صورت میں امام بہوتیؒ فرماتے ہیں کہ ولی کے لیے جائز ہے کہ ایک سےعفو کرکے ثلثِ دیت قبول کرلے اور باقی دو کو قتل کردے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ ایک کو قتل کردے اور باقی دو سے کل دیت کا دو ثلث وصول کرلے[532]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک اگر دس افراد نے مل کر کسی آدمی کو قتل کردیا تو مقتول کے اولیاء کو تین باتوں میں سے ایک کا اختیار حاصل ہوگا:

1: سب کو معاف کرکے ان میں سے ہر فرد سے دیت کا دسواں حصہ وصول کرلیں۔

2: سب کو قتل کردیں بشرطیکہ:

۱: ان افراد میں سے ہر ایک مقتول کا برابر ہو، یعنی ہر فرد ایسا ہو کہ اگر وہ اکیلے مقتول کو قتل کرتا تو اس پر قصاص جاری ہوتا لہٰذا اگر باپ نے چند افراد کے ساتھ مل کر بیٹے کو قتل کردیا تو باپ سے قصاص وصول نہیں کیا جائے گا۔

۲: ان میں ہر ایک کا جرم اس قابل ہو کہ وہ ہلاکت کا سبب بن سکتا ہو۔

ان شرائط کے پائے جانے کے بعد مقتول کے اولیاء کے لیے ان افراد سے قصاص لینے کا حق حاصل ہے، مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ان دس افراد کے اولیاء کو مکمل نو دیتیں ادا کردیں۔

3: ان میں سے کسی ایک فرد کو قصاص لینے کے لیے متعین کردیں، بشرطیکہ اس کے ساتھ قتل میں شریک باقی نو افراد مل کر اس مقتول کے اولیاء کو اپنے حصے کی دیت ادا کردیں[533]۔

تجزیہ: بجز مذہب جعفری کے زیر بحث دفعہ اور مذاہب اربعہ اس پر متفق ہیں کہ ایک مجرم سے معافی دوسرے مجرم سے حق قصاص کو متاثر نہیں کرسکتی۔

"310: Compounding of qisas (sulh) in qatl-e-amd. – (1) In the case of qatl-e-amd an adult sane wali may at any time on accepting badal-i-sulh, compound his right of qisas:
Provided that giving a female in marriage shall not be a valid badali-e-sulh[534]."

"دفعہ 310-قتل عمد میں صلح قصاص:

---

529 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۷

530 دسوقی ۳: ۳۱۸

531 الام ٦: ۳۲

532 کشاف القناع ۵: ۵۱۵

533 من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۹۱، الاستبصار ۴: ۳۸٦، الخلاف۸: ۲۹۰

534 Pakistan Penal Code: 343

(۱) قتل عمد کی صورت میں کوئی بالغ ہوش مند ولی کسی بھی وقت بدل صلح قبول کرکے اپنے حق قصاص پر مصالحت کرسکتا ہے، شرط یہ ہے کہ کسی عورت کو شادی میں دینا جائز بدل صلح نہیں ہوگا[535]۔"

صلح کے لغوی اور اصطلاحی معنی: صلح لغت میں خصومت اور فساد کی ضد ہے، اس کے معنی لوگوں کے مابین نفرت ختم کرنے اور مٹانے کے آتے ہیں[536]۔ اصطلاح میں صلح سے مراد وہ معاملہ ہے جس کے ذریعے نزاع اور جھگڑے کو ختم کردیا جائے اور اختلاف کرنے والوں کے مابین موافقت پیدا کردی جائے[537]۔

مشروعیتِ صلح: عمومی طور پر شریعت نے صلح کی ترغیب دی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ[538]" "اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رخی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کرلیں[539]"، نبی کریمﷺ کا فرمان ہے: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا حرم حلالا أو أحل حراما[540]" یعنی صلح مسلمانوں کے مابین جائز ہے سوائے اس کے جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام ٹھہرادے۔ علامہ ابن قدامہؒ نے صلح کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے[541]۔

خون کے معاملات میں قصاص کے سقوط کے لیے صلح کرنا شریعت کی نظر میں مرغوب ہے، چنانچہ نبی کریمﷺ کا فرمان ہے: من قتل مؤمنا متعمدا دفع إلى أولياء المقتول فإن شاءوا قتلوا وإن شاءوا أخذوا الدية وهي ثلاثون حقة وثلاثون جذعة وأربعون خلفة وما صالحوا عليه فهو لهم وذلك لتشديد العقل[542]" یعنی اگر کسی شخص نے کسی کو عمدا قتل کیا تو اسے مقتول کے وارثوں کے حوالے کردیا جائے۔ اگر وہ چاہیں تو اسے قتل کردیں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں اور دیت میں انہیں تیس تین سالہ، تیس چار سالہ اور چالیس حاملہ اونٹنیاں دینی پڑیں گی اور اگر صلح کرلیں تو وہی کچھ ہے جس پر صلح کرلیں اور یہ دیت عاقلہ پر سخت ہے۔

حقِ قصاص پر مصالحت: حق قصاص پر مصالحت باتفاق ائمہ جائز ہے، چاہے بدل صلح دیت کے برابر ہو، کم ہو یا زیادہ ہو، فوری ہو یا کسی معین وقت پر ادائیگی مؤخر کی گئی ہو، ادائیگی کا وقت قریب ہو یا بعید، اور چاہے بدلِ صلح دیت کی جنس سے ہو یا خلافِ جنس سے، ان تمام صورتوں میں صلح جائز ہے اور اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا، مگر شرط یہ ہے کہ قاتل صلح پر راضی ہو[543]۔

عورت کو بطور بدلِ صلح شادی میں دینا: عورت کو شادی میں بطور بدلِ صلح دینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ تمام فقہاء نے بدل صلح کے مال ہونے کی شرط لگائی ہے[544]،

---

535 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۳۷
536 مفردات القرآن ۱: ۳۸۹
537 البحر الرائق ۷: ۲۵۵، المغنی ۵: ۳
538 سورۃ النساء ۴: ۱۲۸
539 اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۱۵۹
540 سنن ترمذی، کتاب الاحکام[۱۳]، باب ما ذکر فی الصلح بین الناس[۱۷]، حدیث ۱۳۵۲
541 المغنی ۵: ۳
542 سنن ترمذی، کتاب الدیات[۱۴]، باب الدیۃ کم ھی من الابل[۱]، حدیث ۱۳۸۷
543 بدائع الصنائع ٦: ۴۹، شرح منتہی الارادات ۲: ۲٦۵، المغنی ۴: ۵۴۵، مواہب الجلیل ۵: ۸۵، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸٦
544 بدائع الصنائع ٦: ۴۸، الشرح الکبیر للامام الدردیر ۴: ۲٦۳، شرح منتہی الارادات ۲: ۲٦٦، مغنی المحتاج ۵: ۲۹۰

چونکہ عورت شادی میں دیا مال نہیں ہے لہذا عورت کو بطور "بدلِ صلح شادی میں دینا شریعت کی رو سے جائز نہیں ہے۔

عورت کی شادی مال نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے نکاحِ شغار سے منع فرمایا ہے، چنانچہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے شغار سے منع فرمایا اور شغار یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرادے کہ وہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرادے گا اور دونوں کے لیے مہر مقرر نہ کیا گیا ہو[545]۔

ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں کہ نکاحِ شغار جاہلیت کا ایک مشہور نکاح تھا جس میں ایک آدمی دوسرے سے کہتا: شاغِرنی یعنی مجھے اپنی بہن، بیٹی یا جو بھی اس کی پرورش کے تحت تھی، نکاح میں دیدے جس کے بدلے میں اپنی بہن، بیٹی یا جو بھی اس کی پرورش میں تھی کا نکاح تمہارے ساتھ کرادوں گا، اس میں مہر نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر لڑکی کی بضع (جماع) دوسری لڑکی کی بضع کا (بطور مہر) بدل بن جاتا تھا[546]۔

معلوم ہوا کہ نکاح شغار میں عورت کے لیے مہر نہیں ہوتا تھا بلکہ ایک کا نکاح دوسرے کے نکاح کا بدل بن جاتا۔ چونکہ نکاح میں عورت کو کچھ مال بطور مہر دینا ضروری ہے، لہذا شریعت نے اس نکاح سے منع فرمایا اور عورت کو شادی میں دینا بطور مہر کافی نہیں سمجھا، بدل صلح کی صورت حال بھی نکاح شغار جیسی ہے لہذا یہ شریعت کی رو سے جائز بدل صلح نہ ہوگا۔
تجزیہ: زیر بحث دفعہ مذاہبِ خمسہ سے موافق ہے۔

"(2) Where a wali is a minor or an insane, the wali of such miner or insane wali may compound the right of qisas on behalf of such minor or insane wali:
Provided that the value of badali—sulh shall not be less than the value of diyat[547]."
"(2) جب کوئی ولی نابالغ ہو یا فاتر العقل ہو تو ایسے نابالغ یا فاتر العقل ولی کا ولی اس نابالغ یا فاتر العقل ولی کی طرف سے حقِ قصاص پر مصالحت کرسکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ بدل صلح کی مالیت دیت کی مالیت سے کم نہیں ہوگی۔"

نابالغ یا فاتر العقل ولی کی طرف سے حقِ قصاص پر مصالحت: علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ نابالغ کی طرف سے مصالحت کرنے والے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اسے کھلا ہوا نقصان نہ پہنچائے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اگر باپ یا وصی نے قتل خطا یا قتل عمد میں دیت سے کم مقدار پر مصالحت کرلی تو یہ جائز نہ ہوگی[548]، اس کی وجہ یہی ہے کہ اس صورت میں اسے نقصان پہنچ رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اگر ولی نابالغ یا فاتر العقل کی طرف سے حق قصاص پر مصالحت کرنا چاہتا ہو تو اس کے لیے باتفاق ائمہ شرط یہ ہے کہ ولی ایسا تصرف کرے گا جس میں نابالغ اور فاتر العقل کا حق ضائع نہ ہو بلکہ ان کا فائدہ ہو، لہذا

---

545 صحیح بخاری، کتاب النکاح [٦٧]، باب الشغار [٢٨]، حدیث ٥١١٢، صحیح مسلم، کتاب النکاح [١٧]، باب تحریم نکاح الشغار وبطلانہ [٧]، حدیث ٣٥٣٠
546 النہایہ فی غریب الاثر ٢: ١١٧٧
547 Pakistan Penal Code: 343
548 بدائع الصنائع ٦: ٣٠

ولی نابالغ یا فاتر العقل کی طرف سے حقِ قصاص سے عفو نہیں کرسکتا، اس لیے کہ اس میں ان کا حق مکمل طور پر ضائع ہورہا ہے، اسی طرح دیت سے کم مقدار پر مصالحت بھی نہیں کرسکتا، اس لیے کہ اس میں ان کا حق جزوی طور پر ضائع ہورہا ہے[549]۔
جب بلاواسطہ ولی بذات خود اس قسم کا تصرف نہیں کرسکتا تو ولی کے ولی کے لیے بطور اولیٰ ایسا تصرف کرنا جائز نہ ہوگا۔
تجزیہ: زیر بحث دفعہ مذاہبِ خمسہ سے موافق ہے۔

"(3) Where the Government is the wali, it may compound the right of qisas:
Provided that the value of badal-i-sulh shall not be less than the value of diyat[550]."

"(3) جب حکومت ولی ہو تو یہ حق قصاص پر مصالحت کر سکتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ بدل صلح کی مالیت دیت کی مالیت سے کم نہیں ہوگی[551]۔"

حکومت کی حقِ قصاص پر مصالحت: حکومت عوام کی طرف سے ولی ہوتی ہے، اس کی کسی بھی فیصلہ کی صحت مسلمانوں کے نفع ونقصان پر مبنی ہوتی ہے، لہٰذا جو فیصلہ مسلمانوں کے حق میں زیادہ نفع بخش ہوگا وہی صحیح اور جائز ہوگا۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ امام کو قصاص اور دیت پر صلح کرنے میں اختیار ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ وہ دیت سے کم مقدار پر صلح نہیں کرسکتا، اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ لوگوں پر حکومت کی ولایت شفقت اور نفع کی مصلحت پر مبنی ہے اور ان کے حق کو بلاعوض ساقط کردینے میں ان کی کوئی بھلائی نہیں ہے۔دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ قصاص کے مقابلے میں اگر چہ دیت مسلمانوں کے حق میں زیادہ نفع بخش ہے لیکن حکومت قاتل سے قصاص لے سکتی ہے، اس لیے کہ ان کو ایک دوسری منفعت کے حصول کا امکان ہے اور وہ یہ ہے کہ قصاص لینے سے قاتل جیسے دوسرے لوگ مسلمانوں کے قتل کرنے سے باز آجائیں گے[552]۔ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے حق کو ساقط کردینا حکومت کے لیے جائز نہیں ہے[553]۔

علامہ نوویؒ نے بھی فرمایا ہے کہ حکومت پر وہی واجب ہے جس میں مسلمانوں کی مصلحت ہو، اگر وہ مال لیے بغیر قاتل سے عفو کرنے کا ارادہ رکھے تو یہ جائز نہ ہوگا، اس لیے کہ اس میں مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے لہٰذا حکومت اس کی مالک نہ ہوگی، باقی ائمہ کی رائے بھی یہی ہے[554]۔
تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ سے موافق ہے۔

"(4) Where the badal-e-sulh in not determined or is a property or a right the value of which cannot be determined in terms of money

---

549 بدائع الصنائع ۷: ۲۳٦، المجموع شرح المہذب ۱۸: ۴۷۳، کشاف القناع ۵: ۵۴۳، الشرح الکبیرللامام الدردیر ۴: ۲۵۹، الدسوقی۴ : ۲۵۹، من لایحضره الفقیہ ۴: ۱۰۸

550 Pakistan Penal Code: 343

551 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۷

552 رد المحتار علی الدر المختار ۴: ۱۷۴

553 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۵

554 المجموع شرح المہذب ۱۸: ۴۷۴، کشاف القناع ۵: ۵۳۳، المغنی ۸: ۳٦۲، الدسوقی ۴: ۲۵۹، من لایحضره الفقیہ ۴: ۸۵

under Shari'ah, the right of qisas shall be deemed to have been compounded and the offender shall be liable to diyat[555]."

"(4) جبکہ بدل صلح کا تعین نہ کیا گیا ہو یا وہ کوئی ایسی جائیداد یا حق ہو جس کا شریعت کے تحت رقم کی شکل میں تعین نہ ہوسکتا ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ قصاص کے حق کی بابت صلح ہوگئی ہے اور مجرم دیت کا مستوجب ہوگا[556]۔"

بدل صلح اور اس کا بطلان: قتل عمد کے بدل صلح کے بارے میں امام موصلیؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس میں مہر بننے کی صلاحیت موجود ہے وہ قتل عمد میں بدل صلح بن سکتی ہے، البتہ اگر خمر اور خنزیر پر صلح کرلے تو قصاص ساقط ہوجائے گا اور قاتل پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی، اس لیے کہ صلح میں مال ضروری نہیں ہے لہذا جب عوض کا ذکر لغو ہوگیا تو صلح عفو بن گیا، ہاں اگر قتل خطا میں بدل صلح لغو ہوجائے تو دیت لازم گی[557]۔

امام موصلیؒ نے اگرچہ قتل عمد اورقتل خطا میں فرق بیان کیا ہے لیکن علامہ کاسانیؒ کی بیان کردہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل خطا کی طرح قتلِ عمد میں بھی بدل صلح کے لغو ہونے کی صورت میں دیت لازم ہوگی، چنانچہ فرماتے ہیں کہ قصاص میں بدل صلح اور نکاح میں مہر ایسی چیز کے بدلے واجب ہو تے ہیں جو کہ مال نہیں ہے، لہذا ان میں تھوڑی بہت جہالت برداشت کی جاتی ہے، وجہ یہ ہے کہ جہالت فی نفسہ مانعِ صحت نہیں ہے بلکہ وہ جہالت مانعِ صحت ہے جس کی وجہ سے نزاع پیدا ہوجائے، چونکہ نکاح اور قصاص میں تسامح سے کام لیا جاتا ہے لہذا تھوڑی بہت جہالت کی وجہ سے نزاع پیدا نہیں ہوگا اور جب نزاع پید انہیں ہوگا تو جہالت فاسد نہیں ہوگی لیکن اگر بدل صلح اور مہر میں جہالت بہت زیادہ ہو تو صلح صحیح نہیں ہوگا، البتہ قصاص ساقط ہوجائے گا اور دیت واجب ہوجائے گی[558]۔

امام بہوتیؒ فرماتے ہیں کہ جب بدل صلح باطل ہوجائے یا بدل صلح مجہول ہو تو صلح صحیح نہیں ہوگا اور دیت واجب ہوجائے گی، اس لیے کہ مستحقِ قصاص قصاص کے سقوط پر راضی ہے[559]، فقہاء شوافع اور مالکیہ کی رائے بھی یہی ہے[560]، فقہاء جعفریہ کے نزدیک بھی بدل صلح کی جہالت کی صورت میں صلح باطل ہے اور ان کے اصول سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں دیت واجب ہوگی، چنانچہ ان کے نزدیک عورت کے لیے بطور مہر خمر اور خنزیر مقرر کرنے کی صورت میں مقررہ مہر باطل ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا[561]۔

تجزیہ: دفعہ زیر بحث مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

"(5) Badal-e-sulh may be paid or given on demand or on a deferred date as may be agreed upon between the offender and the wali[562]."

"**Explanation:** In this section, badal-i-sulh means the mutually agreed compensation according to Shariah to be paid or given by

---

555 Pakistan Penal Code: 343

556 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۲۷

557 الاختیار ۳: ۷

558 بدائع الصنائع ٦: ٤٩

559 کشاف القناع ۳: ۳۰۰

560 مغنی المحتاج ۵: ۲۸۹، الدسوقی ۳: ۳۱۷

561 الجامع للشرائع ۲: ۳۷/ ۲: ۲٦۳

562 Pakistan Penal Code: 343

the offender to a wali in cash or in kind or in the form of movable or immovable property[563]."

"(۵) بدل صلح کی ادائیگی یا حوالگی مطالبہ پر ملتوی شدہ تاریخ پر کی جاسکے گی جیسا کہ مجرم اور ولی کے درمیان طے ہوجائے۔"

تشریح: اس دفعہ میں بدل صلح سے باہمی رضامندی پر شریعت کے مطابق مجرم کی جانب سے ولی کو نقدی یا فیس یا منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کی صورت میں ادا کیا جانے والا یا دیا جانے والا معاوضہ مراد ہے[564]۔"

بدلِ صلح کی ادائیگی: مذاہب خمسہ کا اس پر اتفاق ہے کہ بدلِ صلح دیت کے برابر ہو، کم ہو یا زیادہ ہو، فوری ہو یا کسی معین وقت پر ادائیگی مؤخر کی گئی ہو، ادائیگی کا وقت قریب ہو یا بعید، اور چاہے بدل صلح دیت کی جنس سے ہو یا خلاف جنس سے، ان تمام صورتوں میں صلح جائز ہے[565]۔

تجزیہ: زیر بحث دفعہ مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

"311: Ta'zir after waiver or compounding of right of qisas in qatle-amd.—Notwithstanding any thing contained in section 309 or Section 310, where all the walis do not waive or compound the right of qisas or keeping in view the principle of qisad-fil-arz the Court may, in its direction having regard to the facts and circumstances of the case, punish an offender against whom the right of qisas has been waived or compounded with imprisonment of either description for a term which may extend to fourteen years as ta'zir[566]."

"دفعہ 311-قتل عمد میں قصاص کے حق کی معافی یا صلح کے بعد تعزیر:

دفعہ309 یا دفعہ 310میں مذکورکسی امر کے باوجود، جہاں سارے ولیان حق قصاص سے دستبردار نہیں ہوتے یا راضی نامہ /مصالحت نہیں کرتے یا اصول فساد فی الارض کو مدنظر رکھتے ہوئے عدالت مقدمہ کے حقائق اور حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی مجرم کو کہ جس کے خلاف حق قصاص سے دست کشی یا مصالحت ہوچکی ہو تو اسے کسی بھی نوعیت کی قید کی سزا بطور تعزیر دے سکتی ہے کہ جس کی معیاد چودہ سال تک کی ہوسکتی ہے[567]۔"

قصاص کے حق کی معافی یا صلح کے بعد تعزیر کا حکم: قتل عمد کی صورت میں قاتل کے عفو اور صلح کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ کیا حکومت مجرم کو بطور تعزیر سزا دے سکتی ہے یا نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک عفو کے بعد بھی قاتل کو سوکوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال قید میں رکھا جائے گا، اہل مدینہ کی رائے بھی یہی ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے، اس کے مقابلے میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی رائے یہ ہے کہ مجرم پر جو حق واجب تھا اسے حقدار نے معاف کردیا لہذااس پر دوسری سزا کا اجراء جائز نہیں ہے، البتہ امام ابوثورؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجرم فساد اور شر کے لیے مشہور ہو تو امام اپنی رائے کے مطابق اسے تعزیری سزا دے سکتا ہے، امام

---

563 Pakistan Penal Code: 343

564 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۷

565 بدائع الصنائع ٦: ۴۹، شرح منتہی الارادات ۲: ۲٦۵، المغنی ۳: ۵۳۵، مواہب الجلیل ۵: ۸۵، من لایحضرہ الفقیہ ۳: ۸٦، الجامع للشرائع ۲: ۳۹۰/ ۳۹۵

566 Pakistan Penal Code: 344-345

567 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۷

ماوردی فرماتے ہیں کہ حکومت کے لیے جائز ہے کہ عفو کے باوجود مجرم کو تعزیری سزا دیدے، اس لیے کہ مجرم کی تادیب وتہذیب مصلحتِ عامہ کے حقوق میں سے ہے[568]۔

فقہاء جعفریہ نے بھی عفو اور صلح کی بعض صورتوں میں مجرم کو تعزیری سزا دینے کی تصریح کی ہے[569]۔

تجزیہ: زیر بحث دفعہ مذہب شافعی اور حنبلی سے غیر موافق جب کہ مذاہبِ ثلاثہ سے موافق ہے۔

"**Explanation:** for the purpose of this section, the expression fasad-fil-arz shall include the past conduct of the offender as being a previous convict, habitual or professional criminals and the brutal manner in which the offence is committed[570]."

"**تشریح:** اس دفعہ کی اغراض کے لیے "فساد فی الارض" میں سابقہ مجرم رہتے ہوئے مجرم کا سابقہ طرز عمل، عادی یا پیشہ ورانہ جرائم اور وحشیانہ طریقہ شامل ہے جس میں جرم کا ارتکاب کیا گیا ہو۔"

فساد فی الارض کو مٹانے کے لیے قتل کرنے کا حکم: فساد فی الارض کو مٹانے کی خاطر مجرم کو قتل کرنے کی تفصیل دفعہ (302-B)کے تحت دیکھیے۔

"312: Qatl-e-amd after waiver of compounding of qisas— where a wali commits qatl-e-amd of a convict against whom the right of Qisas has been waived under Section 309 or compounded under Section 310, such wali shall be punished with—

(a) Qisas, if he had himself waived or compounded the right of qisas against the convict or had knowledge of such waiver or composition by another wali; or[571]"

"دفعہ 312-قصاص سے دست کشی یا اس پر مصالحت کے بعد قتل عمد:

جب کوئی ولی کسی ایسے مجرم کو قتل عمد کے طور پر قتل کرلے جس کے خلاف زیر دفعہ 309حق قصاص سے دست کشی اختیار کرلی گئی ہو یا جس کے ساتھ زیر دفعہ 310مصالحت کرلی گئی ہو تو ایسے ولی کو یہ سزا دی جائے گی۔

(اے) قصاص، اگر اس نے مجرم کے خلاف حق قصاص معاف کیا ہو یا اس پر مصالحت کی ہو یا وہ کسی دوسرے ولی کی طرف سے ایسی معافی یا مصالحت سے واقف ہو، یا[572]"

عفو اور صلح کے باوجود قاتل کو قتل کرنا: مذاہب خمسہ کے نزدیک اس پر اتفاق ہے کہ جب ولی مجرم سے عفو کرلے یا اس سے مصالحت کرلے تو مجرم کو قتل کرنے کی صورت میں اس سے قصاص لیا جائے گا۔

اگر ایک ولی نے مجرم سے عفو یا صلح کا معاملہ کیا تھا اور دوسرے نے اسے قتل کردیاحالانکہ اسے یہ علم تھا کہ فلاں ولی نے اس سے عفو یا صلح کا معاملہ کیا ہے، تو اس صورت میں بھی مذاہب اربعہ کے نزدیک قتل کرنے والے ولی سے قصاص لیا جائے

---

568 بدایۃ المجتہد۲: ۴۰۳، المغنی ۸: ۳۵۵، تبصرۃ الحکام ۵: ۲٦٤، الاحکام السلطانیہ ۱: ۳۸۱

569 من لایحضرہ الفقیہ ۴:۵٦ /۹۱، الاستبصار ۴: ۳۸٦، الخلاف۸: ۲۹۰

570 Pakistan Penal Code: 345

571 Pakistan Penal Code: 347

572 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۸

کا جب کہ فقہاء جعفریہ کی رائے یہ ہے کہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ دیکھا جائے گا، اگر اولیاء نے اپنے حصے کی دیت معاف نہیں کی تھی تو قتل کرنے والا ولی ان کے حصے کی دیت کا ضامن ہوگا، اور اگر اولیاء نے اپنے حصے کی دیت سے معافی کی تھی تو قتل کرنے والا ولی اپنے حصے کے علاوہ باقی اولیاء کے حصوں کی دیت اس مقتول کے اولیاء کو ادا کرے گا جسے اس نے قتل کیا ہے[573]۔

تجزیہ: دفعہ زیر بحث مذاہب اربعہ سے موافق جب کہ جزوی طور پر مذہب جعفری سے مخالف ہے۔

(b)"Diyat, if he had no knowledge of such waiver or composition[574]."

"(بی) دیت کی سزا دی جائے گی، اگر مذکورہ معافی یا صلح کے بارے میں کوئی علم نہیں رکھتا تھا[575]۔"

عفو اور صلح میں جہالت کا حکم: مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر ولی کو مجرم کے معاف کرنے یا صلح کرنے کا علم نہ ہو تو اس پر دیت آئے گی، اس دفعہ کے حکم میں مذہب جعفری کی رائے بھی یہی ہے۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ دیت اس کے اپنے مال میں واجب ہوگی یا عاقلہ پر اس کا تحمل ہوگا؟، علماءِ احناف اور جعفریہ کی رائے یہ ہے کہ دیت اس کے اپنے مال میں واجب ہوگی۔ اس کے مقابلے میں علماء شوافع اور حنابلہ کا راجح قول یہ ہے کہ اس دیت کا تحمل عاقلہ پر ہوگا[576]۔

تجزیہ: مذکورہ دفعہ مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

"313: Right of qisas in qatl-e-amd.—Where there is only one wali, he alone has the right of qisas in qatl-e-amd but, if there are more than one, the right of qisas vests in each of them."

"دفعہ 313-قتل عمد میں حق قصاص: جب صرف ایک ولی ہو تو صرف وہی قتل عمد میں حق قصاص رکھے گا، اگر ایک سے زائد ولی ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو حق قصاص حاصل ہوگا[577]۔"

قتل عمد میں حق قصاص: اس دفعہ کے متعلق مذاہبِ فقہاء کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وارث ایک ہی ہو اور بالغ ہو تو وہ حق قصاص وصول کرے گا، نابالغ ہو تو فقہاءِ شوافع، حنابلہ اور جعفریہ کے نزدیک اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا، ائمہ احناف میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ نابالغ کے بلوغ کاانتظار کیا جائے گا جب کہ بعض کے نزدیک قاضی ہی قصاص وصول کرے گا، فقہاء مالکیہ نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ اگر حق قصاص قسامت سے ثابت ہوجائے تو اگر نابالغ کے علاوہ کوئی دوسرا عصبہ موجود ہو تو اسے حق قصاص وصول کرنے کا اختیار ہوگا لیکن اگر حق قصاص نابالغ پر موقوف ہو کہ اس کے سوا کوئی عصبہ موجود نہ ہو، تو اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا، اور اگر حق

---

[573] مغنی المحتاج ۵: ۲۷۷، کشاف القناع ۵: ۵۳۴، المغنی ۸: ۳۵۵،بدائع الصنائع۷: ۲۴۸، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۵، الخلاف ۸: ۳۴۷

[574] Pakistan Penal Code: 347

[575] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۸

[576] مغنی المحتاج ۵: ۲۷۷، کشاف القناع ۵: ۵۳۴، المغنی ۸: ۳۵۵،بدائع الصنائع۷: ۲۴۸، الخلاف ۸: ۳۴۷

[577] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۸

قصاص خواہ یا اقرار سے ثابت ہوا ہو تو بالاتفاق کسی انتظار کے بغیر مجرم سے حق قصاص وصول کیا جائے گا۔

اگر تمام مستحقین بالغ ہوں تو ان میں ہر ایک کے لیے حق قصاص وصول کرنے کا اختیار ہوگاالبتہ قصاص کے وقت تمام مستحقین کی حاضری ضروری ہوگی، اس لیے کہ ممکن ہے کہ جو حاضر نہ ہو اس نے قاتل کو معاف کیا ہو، فقہاء جعفریہ کے نزدیک قصاص وصول کرتے وقت تمام اولیاء کی حاضری ضروری نہیں ہے بلکہ ایک ولی دوسرے کی غیر موجودگی میں حق قصاص وصول کرسکتا ہے، بشرطیکہ غائب اولیاء کی دیت کی ضمانت قبول کرلے۔

اگر مستحقین میں بالغ ونابالغ دونوں شامل ہوں تو فقہاءِ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک نابالغ کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا، فقہاء مالکیہ کے نزدیک بالغ شخص قصاص وصول کرسکتا ہے، فقہاء احناف کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ اگر بالغ آدمی نابالغ کا باپ ہو تو اسے بالاجماع قصاص وصول کرنے کا اختیار حاصل ہوگا، اور اگر بالغ باپ کے علاوہ کوئی اور شخص ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی اسے حق قصاص وصول کرنے کا اختیار حاصل ہوگا لیکن امام ابویوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ نابالغ کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا، کسی اور کو بھی قصاص لینے کا وکیل بناسکتے ہیں لیکن ضروری ہے کہ اصل مستحق وہاں موجود ہو، فقہاء جعفریہ کے نزدیک بالغ حق قصاص وصول کرسکتا ہے بشرطیکہ نابالغ کی دیت کا ضامن بن جائے[578]۔
تجزیہ: مذاہبِ خمسہ کے نزدیک زیرِ بحث دفعہ کے حکم میں تفصیل ہے جس کی بعض صورتیں اس دفعہ سے موافق جب کہ بعض غیر موافق ہیں۔

"(2) if the victim—
(a) has no wali, the Government shall have the right of qisas, or[579]"

"(2) اگر ضرر رسیدہ شخص کا:-
(اے) کوئی ولی نہ ہو تو حکومت کو حق قصاص حاصل ہوگا، یا[580]"
حکومت کا حق قصاص کی وصولی: اگر کوئی بھی وارث موجود نہ ہو تو مذاہب خمسہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حکومت قصاص وصول کرے گی جب کہ امام ابویوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر مقتول دار اسلام سے ہو تو حکومت دیت ہی لے گی، اور اگر مقتول دارِ حرب سے ہو تو حکومت مجرم سے قصاص اور دیت دونوں کا اختیار رکھتی ہے، البتہ اس پر تمام فقہاء مذاہب خمسہ کا اتفاق ہے کہ ولی نہ ہونے کی صورت میں حکومت مجرم کو معاف نہیں کر سکتی[581]۔
تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

"(b) has no wali other than a minor or insane or one of the wali is a minor or insane, the father or if he is not alive, the paternal-grandfather of such wali shall have the right of qisas on his behalf:

---

578 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۳/ ۲۴۵، کشاف القناع ۵: ۵۳۳/ ۵۳۵، دسوقی ۴: ۲۵۷، الام ٦: ۱۳، المجموع ۱۸: ۴۳۷، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸۵، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۷، الخلاف ۸: ۳۳۲

579 Pakistan Penal Code: 347

580 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۸

581 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۳/ ۲۴۵، کشاف القناع ۵: ۵۳۳/ ۵۳۵، دسوقی ۴: ۲۵۷، الام ٦: ۱۳، المجموع ۱۸: ۴۳۷، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸۵، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۷، الخلاف ۸: ۳۳۲

Provided that, if the minor or insane wali has no father or paternal-grandfather, how highsoever, alive and no guardian has been appointed by the court, the Government shall have the right of qisas on his behalf[582]."

"(بی) اگر نابالغ یا فاتر العقل کے سوا مقتول کا کوئی اور ولی نہ ہو یا ایک ولی نابالغ یا فاتر العقل ہو تو ایسے ولی کا والد یا اگر وہ زندہ نہ ہو تو اس کا دادا اس کی طرف سے حق قصاص کا مستحق ہوگا، شرط یہ ہے کہ اگر نابالغ یا فاتر العقل ولی کا کوئی والد یا داد خواہ وہ کسی قدر اونچے درجے کا ہو زندہ نہ ہو اور عدالت کی طرف سے کوئی سرپرست مقرر نہ کیا گیا ہو، تو اس کی طرف سے حکومت حق قصاص رکھے گی[583]۔"

اگر مقتول کا ولی نابالغ یا فاتر العقل ہو: اگر مقتول کے نابالغ یا فاتر العقل ولی کے علاوہ کوئی دوسرا ولی موجود نہ ہو تو علماء احناف کے نزدیک باپ اور دادا کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ ان کی طرف سے حق قصاص وصول کرلے، اس لیے کہ ان کو بچے پر شفقت اور مصلحت کی بنا پر ولایت حاصل ہوتی ہے، چونکہ ان کو بچے پر شفقتِ کاملہ حاصل ہوتی ہے لہذا یہ اختیار ان ہی کے ساتھ خاص ہوگا، وصی کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا[584]۔
فقہاء مالکیہ کے نزدیک نابالغ اور فاتر العقل کے ولی کو حق قصاص اور پوری دیت وصول کرنے میں سے جس میں ان کی مصلحت زیادہ ہو اسے اختیار کرنا واجب ہوگا، اگر ان کے حق میں دونوں برابر ہوں تو اسے دونوں میں سے کسی ایک کو چننے کا اختیار حاصل ہوگا، البتہ اگر دیت لینا چاہے تو پوری دیت لے گا، کم دیت لیناجائز نہ ہوگا۔ ان کے نزدیک نابالغ اور فاتر العقل کا باپ، دادا، وصی یا ان کے علاوہ کوئی اور ولی سب اس تصرف میں برابر ہیں[585]۔

فقہاء شوافع کے نزدیک نابالغ اور فاتر العقل کے ولی کو حق قصاص وصول کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے، اس لیے کہ قصاص کا مقصد تشفی یعنی آتشِ غضب کو سرد کرنا ہے جو کہ ولی کے استیفاء سے حاصل نہیں ہوتا، لہذا قاتل کو نابالغ کے بلوغ اور فاتر العقل کے عقلی توازن آنے تک قید میں رکھا جائے گا تاکہ انہیں بذات خود قصاص وصول کرنے سے تشفی حاصل ہوجائے۔ فقہاء حنابلہ کی رائے بھی فقہاء شوافع کے مطابق ہے البتہ ان کے نزدیک اگر نابالغ یا فاتر العقل نفقہ کے محتاج ہوں تو ولی فاتر العقل کی طرف سے دیت پر عفو کرسکتا ہے لیکن نابالغ کی طرف سے عفو نہیں کرسکتا، اس لیے کہ مجنون کے افاقہ کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں ہوتا کہ اس کا انتظار کیا جائے بمقابلہ نابالغ کے کہ اس کے بلوغ کا وقت معلوم اور یقینی ہوتا ہے[586]۔
فقہاء جعفریہ کے نزدیک اگر ولی نابالغ یا فاتر العقل ہو تو باپ دادا موجود ہونے کے باوجود ان کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا، البتہ اگر نابالغ یا مجنون مر جائے تو اس صورت میں اس کا وارث قصاص وصول کرسکتا ہے[587]۔

تجزیہ: مذکورہ دفعہ مذاہب خمسہ میں سے محض مذہب حنفی سے اس اعتبار سے موافق ہے کہ نابالغ اور فاتر العقل کی طرف سے باپ دادا قصاص وصول کرسکتا ہے لیکن

---

582 Pakistan Penal Code: 347

583 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۸

584 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۳، کشاف القناع ۵: ۵۳۳/ ۵۳۵، دسوقی ۴: ۲۵۷، الام ٦: ۱۳، المجموع ۱۸: ۴۳۷، من لایحضره الفقیہ ۴: ۸۵

585 دسوقی ۴: ۲۵۷

586 کشاف القناع ۵: ۵۳۳، المجموع ۱۸: ۴۳۷

587 الخلاف ۸: ۳۳۳

چونکہ اس دفعہ کی رو سے حکومت باپ دادا موجود ہونے کے باوجود دوسرا سرپرست مقرر کرسکتا ہے جب کہ فقہ حنفی کی رو سے ایسا کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس اعتبار سے مذہب حنفی سے غیر موافق ہے، البتہ دفعہ ہذا کا یہ جز مذہب مالکی کی رائے سے موافق ہے۔

"314: Execution of qisas in qatl-e-amd.—(1) Qisas in qatle-adm shall be executed by a functionary of the Government by causing death of the convict as the Court may direct[588]."

"دفعہ 314-قتل عمد میں قصاص کا نفاذ:
(ا) قتل عمد میں قصاص کا نفاذ حکومت کے کسی کارندے کے ذریعے عدالت کی ہدایت کے مطابق مجرم کو ہلاک کرنے سے عمل میں آئے گا[589]۔ "

قتل عمد میں قصاص کا نفاذ: علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ سلطان کی حاضری کے بغیر قصاص لینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ایک مجتہد فیہ معاملہ ہے اور اس میں ظلم حرام ہےاور ممکن ہے کہ ولی آتشِ غضب کو سرد کرنے کے لیے ظلم کرلے، اگر ولی نے سلطان کی عدم حاضری میں قصاص وصول کرلیا تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ پھر فرمایا ہے کہ اگر ولی بہتر طریقے سے قصاص وصول کرسکتا ہو اور اسے اس میں مہارت حاصل ہو تو حکومت اسے بذات خود قصاص لینے کی اجازت دے گی لیکن اگر ولی ایسا نہیں کرسکتا تو اپنی طرف سے وکیل مقرر کرے جو اس کے لیے قصاص وصول کرے۔ ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ حکومت بیت المال سے ایک آدمی قصاص کے وصول کرنے کے لیے مقرر کرلے گی، اس لیے کہ (بیت المال میں عوام کا پیسہ ہوتا ہے اور حق قصاص کی وصولی بھی) عوام کی مصلحت کی خاطر ہے[590]۔
علامہ ابن رشدؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ تمام حدود کو حکومت ہی قائم کرے گی، سوائے ایک مسئلہ کے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک آقا اپنے غلام پر خود حد قائم کرسکتا ہے[591]۔

قصاص میں مجرم کی ہلاکت: فقہاء اس پر متفق ہیں کہ قصاص میں مجرم کو ہلاک کیا جائے گا، البتہ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ مجرم سے قصاص کیسے وصول کیا جائے؟۔
فقہاء احناف اور فقہائے جعفریہ کی رائے یہ ہے کہ مجرم نے جیسے اور جس آلہ سے بھی قتل کیا ہو اسے تلوار ہی سے قتل کیا جائے گا[592]، اس لیے کہ نبی کریمﷺ فرماتے ہیں کہ قصاص تلوار ہی سے لیا جائے گا[593]۔

فقہاء شوافع کی رائے یہ ہےکہ مجرم کو اسی طریقے سے ماردیا جائے گا جس طرح اس نے مقتول کو قتل کردیا ہو، اگر اس نے پانی میں ڈبوکر قتل کیا ہو تو اسے بھی پانی میں ڈبو دیا جائے اور اگر اس نے پتھر مار کر قتل کیا ہو تو اسے بھی پتھر مار کر قتل کیا جائے سوائے اس صورت کہ قاتل کسی حرام فعل سے کسی کو قتل کردے مثلا مقتول کو

---

588 Pakistan Penal Code: 348

589 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۹
590 المغنی ۸: ۳۰٦
591 بدایۃ المجتہد ۲: ۳۳۵، بدائع الصنائع ۷: ۵۷، الجامع للشرائع ۳: ۳۵
592 بدائع الصنائع ۷: ۲۳۵
593 ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، کتاب الدیات[۲۱]، باب: لاقود الا بالسیف[۲۵]، حدیث ۲٦٦۷، دار الفکر بیروت

شراب پلا پلا کر قتل کردیا یا لواطت کرکے قتل کردیا تو اس صورت میں اس کے قتل کرنے کے لیے تلوار استعمال کی جائے گی۔ پانی سے ڈبونے یا پتھر مار کر قتل کرنے کی صورت میں بھی اگر ولی قاتل کو تلوار سے قتل کرنا چاہے تو اسے یہ اختیار حاصل ہوگا، اسی طرح اگر قاتل اس فعل سے نہیں مرا تو اسے قتل کرنے کے لیے اس فعل کو دہرایا نہیں جائے گا بلکہ تلوار استعمال کی جائے گی مثلا قاتل نے کسی آدمی کو معین وقت تک کھانے پینے سے روکے رکھا جس کی وجہ سے وہ مرگیا، اب قاتل کو اس وقت تک کھانے پینے سے روکا گیا لیکن وہ نہیں مرا تو اسے تلوار سے مارا جائے گا[594]۔

فقہاءِ مالکیہ کی رائے بھی شوافع کی طرح ہے البتہ آگ سے جلانے یا زہر دے کر قتل کرنے کی صورت میں ان سے اختلاف منقول ہے، بعض فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی فعل اختیار کیا جائے گا جب کہ بعض کے نزدیک تلوار استعمال کی جائے گی۔ مالکیہ کے نزدیک قسامت کی صورت میں بالاتفاق تلوار ہی استعمال کی جائے گی[595]۔

امام احمدؒ سے مذکورہ دونوں قسم کی روایتیں منقول ہیں، ایک روایت کے مطابق قاتل سے بذریعہ تلوار قصاص لیا جائے گا جب کہ دوسری روایت کے مطابق مجرم سے اسی طریقے سے قصاص لیا جائے گا جس طرح اس نے قتل کیا ہو، علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ کا میلان اسی قول کی طرف ہے اور علاء الدین مرداویؒ نے اسی روایت کو اشبہ بالکتاب والسنۃ والعدل قرار دیا ہے[596]۔

جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ کسی یہودی نے ایک بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا تھا، آپﷺ نے بھی اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان کچل دیا[597]، اسی طرح آپﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے (دوسرے کو) جلا ڈالا ہم اسے جلاڈالیں گے اور جس نے (دوسرے کو) ڈبودیا ہم اسے ڈبودیں گے[598]۔
تجزیہ: دفعہ ہذا حکومت کے قصاص کی وصولی اور قصاص میں مجرم کی ہلاکت کے اعتبار سے مذاہبِ خمسہ سے موافق ہے، البتہ قصاص وصول کرنے کے طریقہ سے خاموش ہے۔ نیز ائمہ کے نزدیک ولی بذات خود قصاص وصول کرسکتا ہے جب کہ دفعہ ہذا میں سے حکومت کے کارندے تک محدود رکھا گیا ہے۔

"(2) Qisas shall not be executed until all the walis are present at the time of execution, either personally or through their representatives authorized by them in writing in this behalf:
Provided that where a wali or his representative fails to present himself on the date, time and place of execution of qisas after having been informed of the date, time and place as certified by the Court, an officer authorized by the Court shall give permission

---

594 المجموع ۱۸: ۳۵۸
595 ابو الولید، محمد بن احمد، البیان والتحصیل والشرح والتوجیہ والتعلیل لمسائل المستخرجہ ۱۵: ۳۶۱/ ۳٦۳، دار الغرب الاسلامی، بیروت لبنان، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء
596 المغنی ۸: ۳۰۱، الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف 9: 363
597 سنن الترمذی، کتاب الدیات[۱۳]، باب فیمن رضخ رأسہ بصخرۃ[٦]، حدیث ۱۳۹۴
598 بیہقی، احمد بن الحسین، السنن الکبری ۸: ۴۳، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ہند حیدر آباد، ۱۳۴۴ھ

of the execution of qisas and the Government shall cause execution of qisas in the absence of such wali[599]."

"(2) قصاص کا نفاذ اس وقت تک عمل میں نہیں آئے گا جب تک نفاذ قصاص کے وقت تمام ولی خود ذاتی طور پر یا اس سلسلے میں تحریری طور پر اختیار یافتہ نمائندوں کے ذریعے موجود نہ ہوں، مگر شرط یہ ہے کہ جب کوئی ولی یا اس کا نمائندہ نفاذ قصاص کے مقام، تاریخ اور وقت کی اطلاع ملنے پر جیسا کہ عدالت نے تصدیق کی ہو اس مقام، تاریخ اور وقت پر حاضر نہ ہو تو عدالت کی طرف سے اختیار یافتہ کوئی افسر نفاذ قصاص کی اجازت دے گا اور حکومت ایسے ولی کی غیر حاضری میں قصاص کا نفاذ عمل میں لائے گی[600]۔"

نفاذ قصاص کے وقت ولی کی حاضری: مذاہب اربعہ کے نزدیک بالاتفاق حقِ قصاص وصول کرتے وقت تمام اولیاء کا موجود ہونا ضروری ہے، اگر ان میں سے بعض موجود نہ ہوں تو باقی کے لیے استیفاءِ قصاص جائز نہ ہوگا، فقہاءثلاثہ کے نزدیک اگر بعض اولیاء کہیں غائب ہوگئے ہوں لیکن ان کے آنے کا امکان ہو تو ان کے آنے کا انتظار کیا جائے گا اور اس دوران قاتل کو قید میں رکھا جائے گا، اسی طرح اگر اولیاء میں سے بعض نابالغ یافاتر العقل ہوں تو بھی یہی حکم ہے[601]۔
علامہ کاسانیؒ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام اولیاء کی موجودگی اس لیے ضروری ہے کہ ممکن ہے کہ غیر موجود ولی نے حق قصاص سے معافی کی ہو، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ شاید غیر حاضر شدہ ولی نے معافی کی ہو۔ اسی طرح اگر ولی اپنی طرف سے استیفاءِ قصاص کے لیے وکیل مقرر کرلے تو استیفاء قصاص کے وقت موکل ولی کی حاضری بھی لازمی ہے، اس لیے کہ ممکن ہے اس نے معافی کی ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ قاتل کی سزا دیکھ کر اس سے معافی کرلے[602]۔
فقہاء جعفریہ کے نزدیک اگر چہ بعض اولیاء دوسروں کی غیر موجودگی میں قصاص وصول کرسکتے ہیں لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ قصاص وصول کرنے والے غیر حاضر اولیاء کے لیے دیت کے ضامن ہوں گے، جس سے بظاہر یہی ہوتا کہ ان کے نزدیک بھی اولیاء کی موجودگی لازمی ہے[603]۔
مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ حکومت کے لیے کسی بھی صورت میں ولی کی غیر موجودگی میں قاتل سے حقِ قصاص وصول کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔
تجزیہ: زیر بحث دفعہ اگرچہ مذاہب خمسہ کے اصول سے غیر موافق ہے لیکن چونکہ جگہ، تاریخ اور وقت کے تعین کے باوجود ولی کا غیر حاضر ہونا عدالت کے وقت کا ضیاع ہے، لہذا راقم کی رائے یہ ہے کہ اس دفعہ کے حکم میں مجموعہ تعزیرات پاکستان حق بجانب ہے۔

"(3) If the convict is a woman who is pregnant, the Court may, in consultation with an authorized medical officer, postpone the execution of qisas and during this period she may be released on bail on furnishing of security to the satisfaction of the Court or, is

---

599 Pakistan Penal Code: 348
600 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۹
601 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۳، کشاف القناع ۵: ۵۳۴، ، دسوقی ۴: ۲۵۷، الام ۶: ۱۳، المجموع ۱۸: ۴۳۸
602 بدائع الصنائع ۷: ۲۴۳
603 الجامع للشرائع ۲: ۴۹۷، الخلاف ۸: ۳۳۲

she is not so released she shall be dealt with as if sentenced to simple imprisonment[604]."

"(3) اگر مجرم کوئی عورت ہو جو کہ حاملہ ہو تو عدالت کسی مجاز میڈیکل افسر کے مشورہ سے نفاذ قصاص کو بچے کی پیدائش کے دوسال بعد تک کے عرصے کے لیے ملتوی کردیگی اور اس عرصے میں اسے عدالت کے اطمینان کی حد تک کفالت مہیا کرنے پر رہا کیا جاسکتا ہے اگر اس طریقہ سے اس کو رہا نہ کیا جائے تو اس کو اس طرح رکھا جائے گا جیسے اسے قید محض کی سزا دی گئی ہو[605]۔"

حاملہ عورت پر قصاص کا نفاذ: تمام فقہاء کے مابین یہ متفق علیہ ہے کہ عورت اگر حاملہ ہو تو بچہ جننے اور اس کے دودھ چھڑوانے تک اس سے قصاص وصول نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ اس حالت میں قصاص وصول کرنے سے بچے کی ہلاکت یقینی ہے اور چونکہ بچے نے کوئی جرم کیا نہیں ہےلہذا قصاص مؤخر کیا جائے گا[606]۔

اس کی نقلی دلیل سنن ابن ماجہ کی روایت ہے، آپﷺ نے فرمایا: الْمَرْأَةُ إِذَا قَتَلَتْ عَمْدًا , لاَ تُقْتَلُ حَتَّى تَضَعَ مَا فِي بَطْنِهَا, إِنْ كَانَتْ حَامِلاً ، وَحَتَّى تَكْفُلَ وَلَدَهَا ، وَإِنْ زَنَتْ لَمْ تُرْجَمْ حَتَّى تَضَعَ مَا فِي بَطْنِهَا ، وَحَتَّى تَكْفُلَ وَلَدَهَا[607]" "عورت جب عمدا قتل کرے تو اس کو قتل نہ کیا جائے اگر وہ حاملہ ہو یہاں تک کہ وہ زچگی سے فارغ ہوجائے اور اس کے بچے کی کفالت کا انتظام ہوجائےاور اگر وہ زنا کرے تو اس کو سنگسار نہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ زچگی سے فارغ ہو اور اس کے بچے کی کفالت کا انتظام ہو۔"

صحیح مسلم میں منقول ہے کہ قبیلہ غامد[608] کی ایک عورت نبی کریمﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے پاک کردیجیے، آپﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگ اور اس کے دربار میں توبہ کر، وہ عورت بولی: آپ مجھے لوٹانا چاہتے ہیں جیسا کہ ماعز بن مالک[609] کو لوٹایا تھا، آپﷺ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟، وہ بولی: میں زنا سے حاملہ ہوں، آپﷺ نے فرمایا: تو خود؟، وہ بولی: جی ہاں، آپﷺ نےفرمایا: تو رک جا، تاوقتیکہ اس حمل کو نہ جن لے، پھر ایک انصاری شخص نے اس کی خبرگیری اپنے ذمہ لے لی، جب اس نے بچہ جن لیا تو وہ انصاری رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ غامدیہ بچہ جن چکی، آپﷺ نے فرمایا: ابھی ہم اسے رجم نہیں کریں گے اور اس کے بچے کو بے دودھ نہیں چھوڑیں گے[610]۔دوسری روایت میں ہے کہ

---

604 Pakistan Penal Code: 348

605 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۴۹

606 بدائع الصنائع ۷: ۵۹، کشاف القناع ۵: ۵۳۵، دسوقی ۴: ۲۶۰، المجموع ۱۸: ۴۴۹، الجامع للشرائع ۲: ۴۵۶

607 سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات[۲۱]، باب: الحامل یجب علیها القود[۳۶]، حدیث ۲۶۹۴

608 سعودی عرب میں ایک قبیلے نیز ایک ضلع کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قبیلہ غامد ابن عبد اللہ ازدی قحطانی کی نسل سے ہے۔ امام ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ قبیلہ غامد کی طرف منسوب ہے جو کہ ازد کا ایک ذیلی شاخ ہے۔ غامد کا نام عمرو بن کعب بن حارث بن کعب بن عبد اللہ بن مالک بن نصر بن ازد بن غوث ہے۔ غمد کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں، غامد نے اپنی قوم کے جگھڑے کا صلح کرکے شر کو دفنا دیا تھا، اسلیے حمیر کے بادشاہ نے اسے غامد کا خطاب دیا۔
[ابن الاثیر، علی بن ابو الکرم، اللباب فی تہذیب الانساب ۲: ۳۷۴، دار صادر بیروت، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۱۴: ۴۳۸، تاج العروس۸: ۴۷۲]

609 سیدنا ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماعز ان کا لقب تھا اور نام عریب تھا۔ نبی کریمﷺ کے عہد میں رجم ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں نبی کریمﷺ نے فرمایا تھا کہ انہوں نے ایسا توبہ نکالا ہے کہ اگر تمام طائف پر تقسیم کردیا جائے تو ان کو کافی ہوجائے گا۔ نیز فرمایا ہے کہ ماعز کے لیے استغفار کرو۔ [الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۵: ۴۰۵]

610 صحیح مسلم، کتاب الحدود[۳۰]، باب: من اعترف علی نفسہ بالزنا[۵]، حدیث ۴۵۲۷

نبی کریمﷺ نے اس عورت کو مخاطب کرتے فرمایا: جا اس بچے کو دودھ پلا جب اس کا دودھ چھٹے تب آنا[611]۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ ضروری نہیں کہ عورت کو قید میں ڈال دیا جائے بلکہ اگر کوئی معتمد شخص اس کی ذمہ داری قبول کرلے تو یہ بھی کافی ہے۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ سے موافق ہے۔

فصلِ سوم: قتل شبہ عمد، قتل خطاء وقتل بالسبب کے احکام کا تقابلی مطالعہ(دفعہ:315-322):

"**315: Qatl shibh-e-amd.**—Whoever, with intent to cause harm to the body or mind of any person, causes the death of that or of any other person by means of weapon or an act which in the ordinary course of nature is not likely to cause death is said to commit qatl shibh-e-amd[612]."

"دفعہ 315-قتل شبہ عمد:

جو کوئی کسی شخص کے جسم یا دماغ کو ضرر پہنچانے کی نیت سے کسی ایسے ہتھیار یا کسی ایسے فعل کے ذریعے جس سے عام حالات میں موت واقع نہیں ہوتی اس کو یا کسی دوسرے شخص کو ہلاک کردے تو اسے قتل شبہ عمد کہا جاتا ہے[613]۔"

قتل شبہ عمد کی تعریف: قتل شبہ عمد کی تعیین میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، بعض صورتیں بالاتفاق شبہ عمد میں داخل ہیں جب کہ بعض صورتوں میں اختلاف ہے،

---

611 صحیح مسلم، کتاب الحدود[۳۰]، باب: من اعترف علی نفسہ بالزنا[۵]، حدیث ۳۵۲۸

612 Pakistan penal code: 348

613 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۳۹

متفق علیہ صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی چھوٹی لاٹھی، چھوٹے پتھر یا پتھر سے یا اس طرح کی ہر وہ چیز جس سے عام حالات میں موت واقع نہیں ہوتی جیسا کہ کوڑا سے، کسی کو ایک یا دومرتبہ مارے تو یہ قتل شبہ عمد ہے، فقہاء حنابلہ نے قتل شبہ عمد میں مندرجہ ذیل دو صورتیں بھی شامل کی ہیں کہ کوئی آدمی کسی بچے یا بچی پر چیخ نکالے جب کہ وہ کسی اونچے مکان پر کھڑے ہوں اور وہ گر جائیں یا کسی کو تادیب وتنبیہ کے طور پر مارے لیکن مارنے میں شدت اختیار کرلے اور اس کی وجہ سے موت واقع ہوجائے۔

اگر کسی آدمی نے دوسرے کو کوڑے سے مارا مگر مسلسل مارتا رہا حتی کہ وہ مرگیا تو یہ علماء احناف کے نزدیک قتل شبہ عمد جب کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک قتل عمد ہے، اگر کسی کو کسی ایسی چیز سے ہلاک کردیا جس سے عام حالات میں موت واقع ہوجاتی ہے لیکن وہ دھاری دار نہ ہو جیسا کہ بڑا پتھر اور بڑی لاٹھی تو یہ امام شافعیؒ ، امام احمدؒ اور علماء احناف میں سے صاحبین کے نزدیک قتلِ عمد جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قتل شبہ عمد ہے۔

فقہاء کے مابین یہ صورت بھی مختلف فیہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے دوسرے کو کھانے پینے سے منع رکھا حتی کہ وہ مرگیا، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ قتل عمد ہے نہ قتل خطا، لہذا اس میں قصاص اور دیت دونوں واجب نہیں ہیں بلکہ منع کرنے والے کو بطور تعزیر سزا دی جائے گی کیونکہ موت منع کرنے والے کے کسی فعل کی وجہ سے نہیں بلکہ پیاس اور بھوک کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔
صاحبین کے نزدیک یہ صورت شبہ عمد میں داخل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ انسان کھانے پینے سے ہی زندہ رہ سکتا ہے اور کسی کو کھانے پینے سے منع کرنا اسے ہلاک کرنے کے مترادف ہے، لہذا اس میں دیت واجب ہوگی۔
فقہاء شوافع اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ اگر اتنا وقت بند رکھا جتنے میں عام حالات میں موت واقع ہوجاتی ہے تو یہ قتلِ عمد ہے، لیکن اگر عام طور پر اس مدت میں موت واقع نہیں ہوجاتی ہو تو یہ شبہِ عمد ہے، فقہاء جعفریہ کے نزدیک اس قسم کا قتل مطلقا قتل عمد میں داخل ہے۔
چونکہ امام مالکؒ کے نزدیک قتل صرف دو اقسام قتل عمد اور قتل خطا میں منحصر ہے، لہذا بظاہر ان کے نزدیک مذکورہ تمام صورتیں قتلِ عمد ہی میں داخل ہیں[614]۔
البتہ فقہاء مالکیہ کے محقق علامہ ابن فرحونؒ نے مندرجہ ذیل صورتیں قتل شبہ عمد میں شمار کی ہیں: باپ بیٹے کو قتل کردے یا کوئی آدمی ایسا کام کردے جس سے دوسرے کی موت واقع ہوجائے جیسا کہ کسی کو کھانے پینے سے منع رکھے، کسی کے کھانے میں زہر ڈال دے یا کسی پر جادوکرکے مار دے[615]۔

قتل شبہ عمد کا ثبوت: قتل شبہ عمد کا ثبوت سنن نسائی کی روایت سے ہوتا ہے جسے سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ[616] نے نبی کریمﷺ سے روایت کی ہے: أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال : ألا وأن قتيل الخطأ شبه العمد ما كان بالسوط والعصا مائة من الإبل أربعون في بطونها

614 المغنی ۸: ۲۷۱/۲۶۵، بدائع الصنائع ۷: ۲۳۳/ ۲۳۴، مغنی المحتاج ۴: ۵، نہایۃ المحتاج ۷: ۲۳۹
615 تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناہج الاحکام ۵: ۷۶
616 عبد اللہ بن عمرو بن العاص[۷ ق ھ - ۶۵ھ= ۶۱۶ء - ۶۸۴ء] قرشی، کثیر العبادت صحابی ہیں۔ جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ سریانی زبان پر عبور حاصل تھی۔ نبی کریمﷺ کی اجازت سے احادیث لکھا کرتے تھے۔ غزوات میں باقاعدگی سے حصہ لیتے تھے۔ جنگ یرموک کے دن جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ آخری عمر میں نظر چلی گئی تھی۔ [الاصابہ ۴:۱۹۲ ، الاعلام ۴: ۱۱۱]

اولادھا[617] رسول کریمﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مارا جائے خطا سے یعنی شبہ عمد کے طور سے کوڑے یا لکڑی سے تو اس کی دیت سو اونٹ ہیں، چالیس ان میں سے گابھن (حاملہ) ہوں۔"

تجزیہ: معلوم ہوا کہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی ایسی چیز سے کسی کو قتل کرنا جو عام حالات میں قتل کا سبب نہیں بنتا قتل شبہ عمد ہے جیسا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان نے بھی یہی تعریف کی ہے، البتہ فقہاء کے مابین اس کی مختلف صورتوں کے تعین کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

"316. Punishment for qatl-e-shibhe-i-amd.—Whoever commits qatl shibh-i-amd shall be liable to diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to fourteen years as ta'zir[618]."

"دفعہ 316-قتل شبہ عمد کی سزا:

جو کوئی شبہ عمد کا ارتکاب کرے وہ دیت کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزا بھی بطور تعزیر دی جاسکتی ہے جو پچیس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[619]۔"

مذاہب خمسہ کی روشنی میں قتل شبہِ عمد کی سزا: بجز امام مالکؒ کے جن کے نزدیک قتل شبہ عمد کا تصور نہیں پایا جاتا، قتل شبہ عمد کی صورت میں باتفاق مذاہب اربعہ دیت واجب ہوتی ہے[620]، البتہ احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک یہ دیت عاقلہ پر واجب ہوگی جب کہ فقہاء جعفریہ کے نزدیک خود قاتل کے اپنے مال سے واجب ہوگی[621]۔

تجزیہ: مذکورہ دفعہ سوائے مالکی مذہب کے، قتلِ شبہِ عمد کی صورت میں دیت کے وجوب کی حد تک باقی مذاہب اربعہ سے موافق ہے، البتہ مذہبِ احناف، شوافع اور حنابلہ سے اس اعتبار سے غیر موافق ہے کہ ان کے نزدیک قتل شبہ عمد کی دیت عاقلہ پر واجب ہوتی ہے۔ چونکہ مذہب جعفری کے نزدیک دیت قاتل کے اپنے مال میں واجب ہوتی ہے لہٰذا دفعہ ہذا اس سے مکمل طور پر موافق ہے۔
مذکورہ دفعہ اور مذاہب اربعہ کے مابین اس اعتبار سے بھی فرق پایا جاتا ہے کہ اس دفعہ میں مرد اور عورت کی دیت میں کوئی فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے جب کہ مذاہب خمسہ کی رائے یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی بنسبت نصف ہوگی[622]۔

دیت کی تفصیل:

چونکہ جنایات کے باب میں دیت کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ جرم، مجرم اور متاثرہ فرد کے اختلاف کے اعتبار سے اس میں کمی، زیادت، شدت اور تخفیف ہوتی رہتی ہے، لہٰذا مذاہب خمسہ کی روشنی میں دیت پر تفصیلی بحث پیش کی جاتی ہے:

---

617 نسائی، احمد بن شعیب، کتاب القسامہ[۳۵]، باب: ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء[۳۲] حدیث ۴۷۹۳، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

618 Pakistan penal code: 349

619 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۰

620 الاختیار ۵: ۲۹، بدائع الصنائع ۷: ۲۵۱، مغنی المحتاج ۴: ۵۵، المغنی ۸: ۲۳۵، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۳

621 بدائع الصنائع ۷: ۲۵۶/۲۵۷، المغنی ۸: ۳۴۲/ ۳۴۳، مغنی المحتاج ۵: ۲۹۸، المجموع ۱۹: ۳۰، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۵

622 بدائع الصنائع ۵: ۳۶۸، الاختیار ۵: ۳۱، المغنی ۸: ۴۰۰، مغنی المحتاج ۴: ۵۶، الدسوقی ۱۸: ۱۶۰، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۹۳

دیت کے لغوی اور اصطلاحی معنی: دیت کے لغوی معنی مقتول کے حق کے ہیں[623]، فقہاء کی اصطلاح میں دیت سے مراد وہ مال ہے جو انسانی جان کے بدلے واجب ہو: المال الذي هو بدل النفس[624]۔ محمد اعلی تھانویؒ نقل کرتے ہیں کہ اصل میں دیت کا اطلاق جان کے بدلے واجب ہونے والے مال پر ہوتا ہے لیکن کبھی اطراف یعنی ہاتھ، پاؤں وغیرہ کے بدلے واجب ہونے والے مال پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے[625]۔

فقہاء شوافع اور حنابلہ کے نزدیک دیت کا اطلاق جان اور اطراف دونوں پر اصل ہے، چنانچہ علامہ رملیؒ فرماتے ہیں کہ دیت سے مراد وہ مال ہے جو کسی جان یا اس سے کم یعنی اطراف پر جنایت کرنے کے بدلے واجب ہو[626]، امام بہوتیؒ فرماتے ہیں کہ دیت سے مراد وہ مال ہے جو کسی جنایت کے سبب اسے جس پر جنایت کی گئی ہو یا اس کے کسی وارث کو ادا کیا جائے[627]۔

دیت کی مشروعیت: دیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلا أَنْ يَصَّدَّقُوا[628] "اور کسی مؤمن کو شایان نہیں کہ دوسرے مؤمن کو مارڈالے مگر غلطی سے ایسا کربیٹھے۔ اور جو غلطی سے بھی مؤمن کو مار ڈالے تو وہ ایک مسلمان غلام آزاد کردے اورمقتول کے وارثوں کو خون بہا (دیت) دے مگر یہ کہ وہ معاف کردیں[629]۔"

دیت کے ثبوت پر کئی احادیث ناطق ہیں، البتہ یہاں پر سنن نسائی کی روایت نقل کی جاتی ہے اس لیے کہ اس سے دیت پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے:

سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ[630] نے روایت کی ہے کہ رسول کریمﷺ نے ایک کتاب تحریر فرمائی اہل یمن کے لیے اس میں فرض، سنت اور دیت کی حالت تحریر تھی، وہ تحریر آپﷺ نے سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھیجی، وہ اہل یمن پر پڑھی گئی، اس تحریر میں سلام ودعا کے بعد یہ لکھا ہوا تھا: وكان في كتابه أن من أعتبط مؤمنا قتلا عن بينة فإنه قود إلا أن يرضي أولياء المقتول وأن في النفس الدية مائة من الإبل وفي الأنف إذا أوعب جدعه الدية وفي اللسان الدية وفي الشفتين الدية وفي البيضتين الدية وفي الذكر الدية وفي الصلب الدية وفي العينين الدية وفي الرجل الواحدة نصف الدية وفي المأمومة ثلث الدية وفي الجائفة ثلث الدية وفي المنقلة خمس عشرة من الإبل وفي كل أصبع من أصابع اليد والرجل عشر من الإبل وفي السن خمس من الإبل وفي الموضحة خمس من الإبل وأن الرجل يقتل بالمرأة وعلى أهل الذهب ألف دينار[631]"

---

623 تاج العروس ۳۰: ۱۴۸

624 التعریفات ۱: ۱۳۲

625 کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۱: ۱۳۰۵

626 نہایۃ المحتاج ۷: ۳۱۵

627 کشاف القناع ٦: ۵

628 سورۃ النساء ۴: ۹۲

629 اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۱۵۰

630 عمرو بن حزم بن زید [... - ۵۳ھ= ... - ٦۷۳ء] بن لوذان، انصاری، ابو الضحاک، غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شرکت کی۔ نبی کریمﷺ نے آپ کو نجران کا والی مقرر کیا تھا۔ نجران بھیجتے وقت آپﷺ نے ان کو فرائض، زکوٰۃ اور دیات کے متعلق ایک تفصیلی خط دیا تھا۔
[الاصابہ ۴: ٦۲۱، الاعلام ۵: ۷٦]

631 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۴۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳

جو شخص مسلمان کو بلاوجہ قتل کردے اور گواہوں سے اس پر خون ثابت ہو تو اس سے انتقام لیا جائے گا لیکن جس وقت مقتول کے ورثاء معاف کردیں۔ (اورجان لو کہ) جان کی دیت سو اونٹ ہیں اور ناک میں جس وقت کاٹی جائے پوری دیت ہے، اس طریقہ سے زبان کی اور ہونٹوں اور فوطوں اور شرمگاہ اور پشت اور دو آنکھ کی پوری دیت ہے، اور ایک پاؤں میں آدھی دیت واجب ہے لیکن دونوں پاؤں میں پوری دیت ہے اور جو زخم دماغ کے مغز تک پہنچ جائے اس میں آدھی دیت اور جو زخم پیٹ تک پہنچے اس میں تہائی دیت ہے اور جس زخم سے ہڈی ہٹ جائے اس میں پندرہ اونٹ ہیں اور ہر ایک انگلی میں ہاتھ یا پاؤں کی دس اونٹ ہیں اور دانت میں پانچ اونٹ دیت ہے اور جس زخم سے ہڈی کھل جائے اس میں پانچ اونٹ دیت ہے اور مرد کو عورت کے عوض قتل کیا جائے گا، اور سونے والے لوگوں (یعنی سنار وغیرہ پر) ایک ہزار دینار دیت ہے۔"
علامہ ابن قدامہؒ نے دیت کے ثبوت پر اجماع نقل کیا ہے[632]۔

دیت کے اصول کیا ہیں: دیت کے بارے میں یہ ایک بنیادی نوعیت کا سوال ہے کہ دیت کن اشیاء سے ادا کی جائے؟
تو اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ دیت کی ادائیگی کےلیے اصل معیار اونٹ ہیں، لہذا جب اونٹ سے دیت ادا کردی گئی تو تمام فقہاء کے نزدیک اس کو قبول کرنا واجب ہے، علامہ ابن قدامہؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے[633]، البتہ اونٹ کے علاوہ بھی کچھ اموال ایسے ہیں جو دیت کی ادائیگی کے لیے اصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ اور فقہاء مالکیہ کا خیال یہ ہے کہ دیت تین طرح کے اموال میں سے کسی ایک سے ادا کی جاسکتی ہے: اونٹ، سونا اور چاندی، کیونکہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے مکتوب میں سو اونٹ اور ایک ہزار دینار کا ذکر ہے[634] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی کہ آپ نے چاندی میں دس ہزار درہم دیت مقرر فرمائی تھی[635]۔
فقہاء شوافع کی رائے بھی یہی ہے اس لیے کہ علامہ نوویؒ نے بنیادی طور پر اونٹ، سونے اور چاندی کا ذکر کیا ہے[636]۔

امام ابویوسف، امام محمدؒ کے نزدیک چھ قسم کے اموال سے دیت ادا کی جاسکتی ہے: مذکورہ تینوں کے علاوہ مزید تین گائے، بکری اور پوشاک ہیں کیونکہ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ[637] نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ کے دور میں دیت کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم (دیت کے اونٹوں کی قیمت) مقرر تھی اور اہل کتاب کی دیت اس وقت مسلمانوں سے نصف مقرر تھی، راوی کہتے ہیں کہ پھر اس طریقے سے دیت کا حکم جاری رہا، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور وہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ اونٹ کی قیمت تو مہنگی ہوئی، راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سونے والے کی دیت ایک ہزار دینار اور

---

632 المغنی ۸: ۳٦۷

633 المغنی ۸: ۳٦۷، بدائع الصنائع ۷: ۲۳۹، الدسوقی ۴: ۲۴۳،مغنی المحتاج ۴: ٦

634 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۴۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳

635 زیلعی، عبد اللہ بن یوسف، نصب الرایۃ لاحادیث الہدایہ ۴: ۳٦۱، مؤسسۃ الریان، بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

636 المجموع ۱۹: ۴۷

637 عمرو بن شعیب بن محمد [... - ۱۱۸ھ= ... - ۷۳٦ء] سہمی، قرشی، ابو ابراہیم، بنو عمرو بن العاص سے تعلق تھا۔ حدیث کے رجال میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اپنے زمانے کے جلیل القدر علماء میں سے ایک تھے۔ مکہ میں سکونت تھی اور طائف میں وفات پائی۔ [میزان الاعتدال ۳: ۲٦۳، الاعلام ۵: ۷۹]

چاندی والے شخص پر بارہ ہزار (درہم) مقرر فرمائی اور گائے بیل والے شخص پر دوسو گائے اور بکری والے شخص پر دو ہزار بکریاں اور پوشاک والے شخص پر دوسو جوڑے مقرر فرمائے[638]"۔

امام احمدؒ کی ایک روایت کے مطابق پوشاک کے علاوہ باقی پانچوں اجناس اصولِ دیت ہیں[639]۔

فقہاء جعفریہ کی رائے بھی یہی ہے[640]۔

دیت کی مقدار: پچھلی بحث سے دیت کی مقدار بھی معلوم ہوگئی کہ اس کی مقدار سو اونٹ، ایک ہزار دنانیر، دو سو گائے، دوہزار بکریاں یا دوسو جوڑے ہیں۔ مذکورہ اجناس کے ثبوت کے بعد اس کی مقدار میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ چاندی یعنی دراہم کی مقدار کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، علماء احناف اور فقہاء جعفریہ کے نزدیک چاندی کی صورت میں دیت کی مقدار وزن سبعہ کے حساب سے دس ہزار درہم جب کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کی مقدار بارہ ہزار درہم ہیں، ائمہ اربعہ میں سے دونوں اطراف کا استدلال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں سے ہے جو اوپر ذکر کردیے گئے، جب کہ فقہاء جعفریہ کا استدلال سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے ہے جسے امام ابوجعفر قمی نے نقل کیا ہے[641]۔

وزنِ سبعہ: وزن سبعہ سے ایک خاص قسم کے دراہم مراد ہیں، اس کی تفصیل یہ ہےکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں دراہم مختلف تھے، ایک قسم کے دراہم ایسے تھے جن کے دس دراہم دس مثقال کے برابر تھے،دوسری قسم کے دس دراہم چھ مثقال کے اور تیسری قسم کے دس دراہم پانچ مثقال کے برابر تھے۔ جب ان کے لینے دینے میں جھگڑے پیدا ہوئے مثلا زید عمرو سے کہتا کہ میں تجھے دس دراہم دوں گا، اب جب دینے کا وقت آتا تو زید کم قیمت والے دراہم دیتا جب کہ عمرو زیادہ قیمت والے دراہم کا مطالبہ کرتا۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان جھگڑوں کو مٹانے کے لیے تینوں اقسام میں سے ہر ایک سے ثلث لے لیا۔ پہلی قسم کا ثلث 3.33، دوسری کا ثلث2 اور تیسری کا ثلث 2.66بن گیا، مجموعہ ملا کر سات دراہم بن گئے۔ اس کے معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ 5+6+10ملا کر 21 دراہم ہوگئے، جن کا ثلث سات ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے باقی دراہم ختم کردیے اور وزن سبعہ یعنی وہ دراہم جن کے دس دراہم سات مثقال کے برابر ہوں، جاری کردیے۔ زکوۃ، سرقہ کے نصاب، مہر اور دیات میں ان ہی کا اعتبار ہوتا ہے[642]۔

بہر حال درہم کے علاوہ باقی تمام اجناس کی مقدار پر اتفاق ہے، ظاہر یہی ہوتا ہے کہ اصل میں یہ اختلاف قیمتوں کے اتار چڑھاؤ پر مبنی ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے دس دراہم کو ایک دینار کے مساوی مانا ہے جیسا کہ نصابِ زکوۃ سے بھی درہم اور دینار کا یہی تناسب ظاہر ہوتا ہے، جب کہ دوسرے فقہاء نے ایک دینار کو بارہ دراہم کے برابر قرار دیا ہے۔

---

638 سنن ابی داؤد، کتاب الدیات [۳۹]، باب: الدیۃ کم ھی [۱۸]، حدیث ۴۵۴۴

639 بدائع الصنائع ۷: ۲۵۳، مغنی المحتاج ۴: ۵۵/ ۵: ۲۹۹، المغنی ۸: ۳۶۹/ ۳۷۰، دسوقی ۴: ۲٦۷، کشاف القناع ٦: ۸

640 من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸۵

641 بدائع الصنائع ۷: ۲۵۳، مغنی المحتاج ۴: ۵۵، المغنی ۸: ۳۷۰ ، دسوقی ۴: ۲٦۷، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸۵

642 رد المحتار ۲: ۲۹٦

یا اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے دیت کی ادائیگی کے لیے اونٹ معیار مقرر کیا ہے، چونکہ اونٹ کی قیمت میں زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے سبب تفاوت ہوتا رہا، لہٰذا اس کی نسبت سے سونے چاندی کی مقدار میں بھی تفاوت ہوتا رہا، جیسا کہ سیدنا عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرتﷺ کے عہد میں دیت کی مقدار آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم مقرر تھی جسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی بڑھتی ہوئی قیمت کی وجہ سے ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم مقرر فرمائی۔

جرم کے اعتبار سے اقسام دیت: جرم کی نوعیت کے اعتبار سے دیت کی دو اقسام ہیں:
۱: دیت مغلظہ: تغلیظ کے لغوی معنی کسی چیز میں شدت اور سختی پیدا کرنے کے ہیں[643]، دیت مغلظہ سے مراد یہ ہے کہ جرم کی شدت کے اعتبار سے مقررہ مقدار میں اضافہ کیے بغیر دیت کو گراں قیمت بنایا جائے، سونے اور چاندی کی صورت میں تو ایسا ممکن نہیں ہے اس لیے صرف اونٹ سے دیت ادا کرنے کی صورت میں ایسا کیا جاتا ہے۔

دیت مغلظہ قتل عمد اور قتل شبہ عمد میں واجب ہوتی ہے، دیت مغلظہ مالکیہ، شوافع، فقہاء جعفریہ اور حنفیہ میں امام محمدؒ کے نزدیک اس طرح ہوتی ہے: ۳۰ تین سالہ اونٹنیاں، ۳۰ چار سالہ اونٹنیاں اور ۴۰ حاملہ اونٹنیاں، جب کہ حنابلہ اور علماء احناف میں سے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک اس کی تفصیل یہ ہے: ۲۵ ایک سالہ، ۲۵ دوسالہ، ۲۵ تین سالہ اور ۲۵ چار سالہ اونٹنیاں۔
قتل عمد کی دیت کے بارے میں یحیی حلی نے فقہاء جعفریہ کی رائے یہ نقل کی ہے کہ سو پانچ سالہ نر اونٹ واجب ہوں گے[644]۔

قتل عمد اور قتل شبہ عمد کی دیت میں ایک فرق یہ ہے کہ احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک قتل عمد کی دیت خود قاتل کے مال میں واجب ہوتی ہے جب کہ قتل شبہ عمد کی دیت عاقلہ پر واجب ہوتی ہے، البتہ فقہاء جعفریہ کے نزدیک قتل شبہ عمد کی دیت بھی خود قاتل کے مال میں واجب ہوتی ہے۔
قتل عمد اور قتل شبہ عمد میں دوسرا فرق یہ ہے کہ فقہاء شوافع اور حنابلہ کے نزدیک قتل عمد کی ادائیگی فوری ہوتی ہے جب کہ قتل شبہ عمد کی ادائیگی تین سال میں قسط وار واجب ہوتی ہے، البتہ فقہاءِ احناف کی رائے یہ ہے کہ جس طرح دیتِ خطا تین سال میں قسط وار واجب ہوتی ہے اس طرح دیت عمد بھی تین سال میں قسط وار واجب ہوگی[645]، لہٰذا ان کے نزدیک قتل عمد کی صورت میں تغلیظِ دیت قاتل کے مال میں واجب ہونے اور اونٹوں کی عمر میں شدت پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے۔
ائمہ اربعہ کے مقابلے میں فقہاء جعفریہ کے نزدیک دیتِ قتل خطا تین سال میں، دیتِ قتل شبہ عمد دوسال میں اور دیتِ قتل عمد ایک سال میں ادا کی جائے گی، امام ابوجعفر قمی نے یہی رائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے[646]۔

چونکہ قتل شبہِ عمد قتلِ عمد اور قتلِ خطا کے درمیان واسطہ ہے، کیونکہ قتل شبہِ عمد کی صورت میں قاتل اسی فعل کا ارادہ رکھتا ہے جس کا اس نے ارتکاب کیا ہوتا ہے، اس اعتبار سے یہ قتل عمد سے مشابہ ہے لیکن چونکہ وہ قتل کا ارادہ نہیں رکھتا اس اعتبار سے یہ قتل خطا سے مشابہت رکھتا ہے، لہٰذا شریعت نے اس کی سزا میں شدت اور خفت دونوں کا اعتبار کیا، چنانچہ اونٹوں کی عمر کے لحاظ سے اس میں سختی ملحوظ رکھی،

---

643 مفردات القرآن ۱: ٦۱۲
644 الجامع للشرائع ۲: ۳۹۱
645 بدائع الصنائع ۷: ۲۵۷/۲۵٦، المغنی ۸: ۳۷۲/ ۳۷۳، مغنی المحتاج ۵: ۲۹۸، المجموع ۱۹: ۳۰
646 من لایحضرہ الفقیہ۴: ۸٦، الجامع للشرائع ۲: ۳۹۵

لیکن چونکہ یہ عاقلہ پر تین سال میں قسط وار واجب ہوتی ہے لہذا اس اعتبار سے اس میں نرمی پیدا کردی۔
اس کے مقابلے میں قتل عمد کا قصاص ساقط ہونے کی صورت میں اس کی دیت اونٹوں کی مذکورہ صفت کے ساتھ خود قاتل کے مال میں اور فوری طور پر واجب ہوتی ہے، لہٰذا قتل عمد میں ہر اعتبار سے شدت پیدا کردی گئی ہے۔
دیت مخففہ کی تفصیل قتل خطا (دفعہ: 319) کے تحت ملاحظہ ہو۔

مرد اور عورت کی دیت کا فرق: مجموعہ تعزیرات پاکستان کے مذکورہ دفعہ میں مرد اور عورت کی دیت کے مابین کوئی فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے جس کا بظاہر حکم یہی ہے کہ عورت اور مرد کی دیت برابر ہے، جب کہ فقہاء مذاہبِ خمسہ کی رائے یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کےمقابلے میں نصف ہے، امام ابن عبد البرؒ[647] نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، یہی رائے سیدنا عمر، سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، علامہ کاسانیؒ اس پر اجماعِ صحابہ کے مدعی ہیں، صرف امام ابن عليہؒ[648] اور ابوبکر اصمؒ[649] کی رائے یہ ہے کہ عورتوں کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے[650]۔

اس کی نقلی دلیل سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے،فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: دِيَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ[651]" **"عورت کی دیت مرد کی دیت کے مقابلے نصف ہے"۔**
اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ چونکہ عورت میراث اور گواہی کے ابواب میں مرد کے نصف کے برابر ہے، لہٰذا دیت میں بھی یہی حکم ہے۔

اشکال اور اس کی توضیح: شریعت کے اس حکم پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام عورت کو کم نگاہی سے دیکھتا ہے اور اس کو وہ مقام نہیں دیتا جو مرد کو دیتا ہے۔

---

647 یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، نمری، قرطبی، ابو عمرو، حافظ حدیث، مؤرخ اور ادیب تھے۔ اپنے دور میں حافظِ مغرب کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ قرطبہ میں 368= 978ء کو پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے اندلس کے مشرقی اورمغربی علاقوں کا سفر کیا۔ شاطبہ میں 463 ھ =1071 ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ٧: ٦٦،

الاعلام٨: ٢٤٠]

648 اسماعيل بن عليہ [١١٠ھ - ١٩٣ھ= ٧٢٨ء - ٨٠٩ء] اسدی، بصری، ابوبشر، عليَّہ ان کی والدہ کا نام ہے جب کہ والد کا نام ابراہیم ہے۔ اکابر حفاظ حدیث میں سے تھے۔ کوفی الاصل تھے۔ احادیث کے معاملے میں ثقہ اور مامون تھے۔ صدقات کے والی مقرر ہوئے۔ پھر ہارون الرشید کے دور حکومت میں مظالم کے والی مقرر ہوئے لیکن بعد میں عبد اللہ بن مبارکؒ کے کچھ اشعار بھیجنے سے استعفاء دیدیا۔
[ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ١: ٣٢٢، دار حیاء التراث العربی، بیروت، الاعلام ١: ٣٠٧]

649 عبد الرحمن بن کیسان [... - ٢٢٥ھ= ... - ٨٤٠ء] ابوبکر، اصم، ایک معتزلی مفسر اور فقیہ تھے۔ فصیح اور متقی انسان تھے، البتہ کئی افعال میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف غلطی کی نسبت کرتے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو حق بجانب ٹھہراتے۔ تفسیر بھی لکھی ہے۔
[ابن حجر، احمد بن علی، لسان المیزان٣: ٤٢٧، مؤسسۃالاعلمی، بیروت، ١٤٠٦ھ/١٩٨٦ء، الاعلام ٣: ٣٢٣]

650 بدائع الصنائع ٥: ٣٦٨، الاختیار ٥: ٣١، المغنی ٨: ٤٠٠، مغنی المحتاج ٣: ٥٦، الدسوقی ١٨: ١٦٠، من لایحضرہ الفقیہ ٣: ٩٣

651 بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبری ٨: ٩٥، حدیث ١٦٧٣٨، مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد ہند، ١٣٤٤ھ

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت کا یہ حکم ہرگز اس بناء پر مبنی نہیں ہے کہ عورت مرد کے مقابلے میں حقیر ہے یا پست درجہ کی مالک ہے، بلکہ شریعت نے مرد اور عورت کی معاشی ذمہ داریوں کو دیکھ کر یہ حکم لگایا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ شریعت نے خاندان کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر رکھی ہے اور عورتوں کو اس سے مستثنی قرار دے کر ان پر گھر کی نظم ونسق کو متوازن رکھنے کی ذمہ داری ڈال دی ہے۔ جب کوئی مرد مرتا ہے تو اس کے اہل خانہ کا معاشی سہارا ٹوٹ جاتا ہے جسے سنبھلنے میں کافی وقت درکار ہوتا ہے اور انہیں کئی مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، لہذا اس کے اہل خانہ زیادہ معاشی تعاون کے محتاج ہوتے ہیں، اس کے مقابلے میں جب عورت فوت ہوجاتی ہے تو اس کے اہل خانہ کو صدمہ بھی پہنچتا ہے اور ان کی گھریلو نظم ونسق بھی بگڑ جاتی ہے لیکن مرد کی ہلاکت کی بنسبت ان کی معاشی حالت قدرے بہتر ہوتی ہے، لہذا ان کو اتنے معاشی تعاون کی ضرورت نہیں ہوتی، غالبا اسی صورت حال کو دیکھتے ہوئے شریعت نے میراث اور دیت کے احکام میں عورتوں کو مرد کے مقابلے میں نصف رکھا۔

اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قصاص کے معاملے میں شریعت نے مرد اور عورت کے مابین کوئی فرق ملحوظ نہیں رکھا ہے، اسلیے کہ کسی انسان کو کھونے کے اعتبار سے عورت اور مرد برابر ہیں بلکہ عورت کے صنف نازک ہونے کی وجہ سے اس کے قتل کو زیادہ شنیع سمجھا جاتا ہے۔

"**317: person committing qatl debarred from succession.**— where a person committing qatl-e-amd or qatl-e-Shibh-i-amd is an heir or a beneficiary under a will, he shall be debarred from succeeding to the estate of the victim as an heir or a beneficiary[652]."

"دفعہ 317-قتل کا مرتکب وراثت سے محروم کیا جائے گا:

جب قتل عمد یا قتل شبہ عمد کا مرتکب شخص وارث ہو یا موصٰی لہ (مفاد گیرندہ) ہو تو اسے مقتول کی جائیداد سے بطور وراثت یا موصی لہ حصہ لینے سے روک دیا جائے گا[653]۔"

چونکہ اس دفعہ میں وارث اور موصی لہ دو مختلف افراد کے قاتل ہونے کا حکم ذکر کیا گیا ہے لہذا مذاہبِ خمسہ کی روشنی میں دونوں کا حکم الگ طور پر ذکر کیا جاتا ہے:

قتل عمد اور شبہ عمد کی صورت میں وراثت سے محرومی: علامہ ابن قدامہؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ قتل عمد کی صورت میں اگر قاتل کا مقتول کی وراثت میں کچھ حصہ ہو تو وہ اس سے محروم ہوگا، انہوں نے اس پر سیدنا عمرؓ اور سیدنا ابن عباسؓ کے فیصلے سے استدلال کیا ہے۔ اسی طرح قتل شبہ عمد قتلِ عمد کے حکم میں ہے۔

قتل خطا کی صورت میں قاتل کے مقتول سے وراثت کی محرومی کے بارے میں اگر چہ بعض ائمہ اور فقہاء جعفریہ کا اختلاف ہے لیکن سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا ابن مسعود اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم جیسے اجلہ صحابہ اور ائمہ اربعہ کا قاتل کے مقتول سے وراثت نہ لینے پر اتفاق ہے[654]۔

---

652 Pakistan penal code: 349

653 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۰

654 بدائع الصنائع۷: ۲۵۱، المغنی ٦: ۳٦۴، مغنی المحتاج ۵: ۲۴۴، المجموع ۱٦: ٦۱، الدسوقی ۴: ۴۸٦، الخلاف ۷: ۴۹

فقہاء جعفریہ کے نزدیک بھی قتل عمد کرنے والا مقتول سے وراثت نہیں لے گا بشرطیکہ قاتل کا قتل گناہ ہو، البتہ اگر کسی طاعت کی بجا آوری میں قاتل نے مقتول کو عمدًا قتل کیا ہو تو اس صورت میں قاتل مقتول سے وراثت کا حقدار ہوگا[655]۔

موصٰی لہ کے قاتل ہونے کی صورت میں محرومی کا حکم: اگر موصٰی لہ نے موصی یعنی اس کے لیے وصیت کرنے والے کو قتل کردیا تو علماءِ احناف کے نزدیک وہ وصیت سے محروم ہوگا کیونکہ وصیت کے احکام بھی میراث جیسے ہیں۔ اس کے مقابلے میں امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ قاتل کے لیے وصیت جائز ہے، فقہاء شوافع کا راجح قول بھی یہی ہے اور فقہاء جعفریہ کی رائے بھی یہی ہے کہ قاتل کے لیے وصیت نافذ ہے۔ فقہاءِ حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہؒ نے تین مختلف اقوال نقل کیے ہیں اور پھر آخری قول کو ترجیح دی ہے جو یہ ہے کہ اگر وصیت قتل سے پہلے ہوئی تھی تو قتل کرنے سے باطل ہوگئی کیونکہ ممکن ہے کہ قاتل نے وصیت شدہ مال کے حصول کے لیے موصی کو قتل کیا ہو، البتہ اگر مقتول نے قتل کے بعد قاتل کے حق میں وصیت کی تو یہ وصیت نافذ ہوگی[656]۔

تجزیہ: مذکورہ دفعہ قتل عمد کی وجہ سے وراثت سے محرومی کی صورت میں مذاہب خمسہ سے موافق ہے، البتہ موصٰی لہ کے لیے وصیت کی صورت میں مذہب حنفی سے مطلقا اور مذہب حنبلی سے ایک صورت میں موافق ہے، جب کہ مذہب مالکی، شافعی اور جعفری سے مطلقا غیر موافق ہے۔

"318: Qatl-i-Khata.—Whoever, without any intention to cause death of, or cause harm to a person causes death of such person, either by mistake of act or by mistake of fact, is said to commit qatl-i-khata[657]."

"دفعہ 318-قتل خطا:

جو شخص کسی شخص کو ہلاک کرنے یا ضرر پہنچانے کی نیت کیے بغیر فعل کی غلطی سے یا واقعہ کی غلطی سے اس شخص کو ہلاک کردے، اسے قتل خطا کا مرتکب کہا جائے گا[658]۔"

مذاہب خمسہ کی روشنی میں قتل خطا کی تعریف: قتل خطا وہ ہے جس میں فعل یا شخص میں سے دونوں یا کسی ایک کا ارادہ نہ ہو، خطا کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ قصد اور ارادہ میں غلطی ہوگئی جیسے کہ شکار کی نیت سے گولی چلائی لیکن جب گولی لگی تو معلوم ہوا کہ وہ شکار نہیں تھا بلکہ کوئی انسان تھا جو اس کی گولی لگنے سے مرگیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ فعل میں غلطی واقع ہو جیسے کہ شکار کی نیت سے گولی چلائی اور وہ واقعی شکار ہی تھا لیکن نشانہ چوک گیا اور گولی کسی آدمی کو لگ گئی[659]۔

قتل خطا کی مذکورہ صورتوں پر مذہب حنفی، شافعی، حنبلی اور جعفری کا اتفاق ہے۔

---

[655] الخلاف ۷: ۴۹

[656] بدائع الصنائع۷: ۳۳۹، مغنی المحتاج ۳: ۴۳، المجموع ۱۵: ۴۱۷، المغنی ٦: ۲۲۴، الخلاف ۷: ۲۹۲

[657] Pakistan penal code: 349

[658] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۰

[659] الاختیار ۵: ۲۹، ، مغنی المحتاج ۵: ۲۱۳، المغنی ۸: ۲۷۱، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۰

اس کے مقابلے میں فقہاء مالکیہ کے نزدیک قتل خطا کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کسی کو ضرب لگانے کا سرے سے ارادہ ہی نہ ہو جیسے کہ کوئی چیز پھینک دی اور وہ کسی آدمی کو لگ گئی۔دوسری صورت یہ ہے کہ کھیل کود میں کسی کو ضرب لگائی تو امام ابن القاسمؒ کے نزدیک یہ قتل خطا ہے، اسی طرح اگر کسی کو جائز طریقے سے کسی ایسے آلہ سے ضرب لگائے جس سے ادب سکھائی جاتی ہے اور وہ اس سے مرجائے تو یہ بھی قتل خطا ہے[660]۔

تجزیہ: مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ فقہاء مالکیہ کے نزدیک مجموعہ تعزیرات پاکستان کی ذکرکردہ تعریف میں قتل خطا کی ذکر کردہ صورتیں قتل خطا میں داخل نہیں ہیں۔ چونکہ ان کے نزدیک قتل کی دو ہی اقسام: عمد اور خطا ہیں، لہٰذا ان کے نزدیک دفعہ ہٰذا کی مذکورہ صورتیں قتلِ عمد میں داخل ہیں۔

"319: Punishment for qatl-i-khata.—whoever commits qatl-i-khata shall be liable to diyat:

Provided that, where qatl-i-khata is committed by any rash or negligent act, other than rash or negligent driving, the offender may, in addition to diyat, also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to five years as ta'zir[661]."

"دفعہ 319-قتل خطا کی سزا:

جو شخص قتل خطا کا مرتکب ہوگا وہ دیت ادا کرے، شرط یہ ہے کہ جب جلد بازی یا لاپرواہی سے کیے کسی فعل ماسوائے ڈرائیونگ کے، سے قتل خطا کا ارتکاب کیا جائے تو مجرم کو دیت کے علاوہ دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر دی جائے گی جو پانچ سال تک ہوسکتی ہے[662]۔"

شریعت کی روشنی میں قتل خطا کی سزا: قتل خطا کی صورت میں قاتل کا ارادہ قتل جیسے جرم کا نہیں ہوتا لہٰذا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس پر کوئی سزا واجب نہ ہو لیکن دوسری طرف دیکھا جائے تو عام طور پر اس قسم کی غلطی عدم احتیاط، غیر ذمہ داری اور تساہل کی وجہ سے سرزد ہوتی ہے، کیونکہ اگر شکاری نشانہ لگانے سے پہلے غور سے دیکھ لیتا تو اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ میں شکار پر نہیں بلکہ کسی انسان پر نشانہ لگائے بیٹھا ہوں، اسی طرح قتل خطا کی دوسری صورت میں اسے ایسی جگہ گولی ہی نہیں چلانی چاہیے تھی جہاں پر کسی انسان کا آنا جانا ممکن تھا یا مثلا اگر غلطی سے کسی کو اپنی گاڑی سے ٹکر دے کر مارا ہے تو گاڑی ریورس کرتے ہوئے یا چلاتے ہوئے احتیاط سے کام لیا ہوتا تو یہ نوبت پیش نہیں آتی۔ اگر قتل خطا کی تمام صورتوں کو دیکھا جائے تو اس میں قاتل کے عدم احتیاط اور تساہل کا عنصر ضرور شامل ہوتا ہے، اسی صورت حال کو دیکھتے ہوئے شریعت نے قتل خطا پر بطور سزا دیت تو واجب کردی لیکن دوسری طرف قاتل کے عدمِ قصد کا لحاظ رکھتے ہوئے اس میں مندرجہ ذیل طور پر نرمی برتی:

۱: عام دیت جسے دیت مخففہ کہا جاتا ہے واجب ہوگی۔

قتل خطا کی صورت میں شریعت قاتل کے ساتھ دیت کے معاملے میں آسانی کا معاملہ فرماتا ہے، چنانچہ اس کی دیت عاقلہ پر تین سال میں قسط وار واجب کرنے کے ساتھ ساتھ

---

660 حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ۴: ۳۳۸

661 Pakistan penal code: 349

662 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۰

عمر کے لحاظ سے اونٹوں کی پانچ اقسام واجب کرتی ہے جن کی قیمت دیت مغلظہ کے مقابلے میں کم ہوتی ہے، وہ پانچ قسم کے اونٹ یہ ہیں: ۲۰ ایک سالہ اونٹ، ۲۰ ایک سالہ اونٹنیاں، ۲۰ دوسالہ اونٹنیاں، ۲۰ تین سالہ اور ۲۰ چار سالہ اونٹنیاں۔

قتل خطا کی صورت میں دیت مخففہ پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، معمولی سا فرق یہ ہے کہ علماء مالکیہ، شوافع اور جعفریہ کے نزدیک ۲۰ ایک سالہ اونٹ کی بجائے ۲۰ دو سالہ اونٹ واجب ہوتے ہیں۔
۲: دیت عاقلہ پر واجب ہوگی، البتہ فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک بطور ایک فرد قاتل عاقلہ کے ساتھ شامل ہوکر اپنا حصہ ادا کرے گا، جب کہ شوافع، حنابلہ اور جعفریہ کے نزدیک قاتل دیت کی ادائیگی سے مستثنی ہوگا۔
۳: دیت کی ادائیگی تین سال میں قسط وار واجب ہوگی، ہر سال ایک تہائی دیت ادا کی جائے گی[663]۔
تجزیہ: مجموعہ تعزیرات پاکستان کا مذکورہ دفعہ دیت کے وجوب کی حد تک مذاہب خمسہ سے موافق ہے لیکن چونکہ مذاہبِ خمسہ کی رو سے قتلِ خطا کی دیت عاقلہ پر واجب ہوتی ہے لہذا اس اعتبار سے مذاہب خمسہ سے غیر موافق ہے۔

عاقلہ کی تفصیل اور حکمت:
اوپر عرض کیا گیا کہ شریعت کی رو سے قتل خطا کی صورت میں دیت کی ادائیگی عاقلہ پر واجب ہوتی ہے، عاقلہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اور ان پر دیت کے وجوب سے شریعت کا مقصد کیا ہے، اس پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی ہے:

عاقلہ کا لغوی مفہوم: عاقلہ عقل سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی باندھنے، منع کرنے اور روکنے کے ہیں[664]، عقل کو بھی اس لیے عقل کہتے ہیں کہ یہ انسان کو قبیح افعال سے روکتی ہے[665]۔ دیت (خون بہا) کو بھی عقل کہتے ہیں کیونکہ یہ خون بہانے سے روکنے میں مدد دیتی ہے یا اس کی وجہ تسمیہ اس بناء پر عقل ہے کہ قاتل دیت کے اونٹ لے کر مقتول کے اولیاء کی چاردیواری میں باندھ دیتاہے، البتہ بعد میں کثرتِ استعمال کی وجہ سے سونے اور چاندی سے ادا کی گئی دیت پر بھی عقل کا اطلاق کیا جانے لگا[666]۔

عاقلہ کے اصطلاحی معنی: فقہاء احناف کے نزدیک عاقلہ اہل دیوان ہیں، علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ عاقلہ اہلِ دیوان یعنی لشکر والے ہیں۔
اہل دیوان سے مراد یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلے دیت عصبہ[667] برداشت کرتے تھے لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت ملی تو انہوں نے ایک رجسٹر اٹھایا اور اس میں ان بالغ افراد کی ایک لسٹ تیار کی جو جنگ کی صلاحیت رکھتےتھے، ان افراد میں سے جو شخص قتلِ خطا کرتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عصبہ کی بجائے ان افراد سے دیت وصول کرکے مقتول کے ورثاء کو دیتے تھے،

---

663 بدائع الصنائع۷: ۲۵۵، المغنی ۸: ۳۷۷، مغنی المحتاج ۵: ۲۹۶، الدسوقی ۴: ۲۸۲، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۳/ ۴۹۴
664 مفردات القرآن ۱: ۵۷۸
665 حصکفی، الدر المختار شرح تنویر الابصار 6: ۶۴۰، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی پاکستان
666 لسان العرب ۱۱: ۴۵۸، رد المحتار ٦: ٦۴۰، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ۳: ۵۳۴
667 عصبہ لفظ عصب سے ماخوذ ہے جس کے معنی باندھنے اور لپیٹنے کے آتے ہیں۔ لغت میں کسی آدمی کی مذکر اولاد اور باپ کی طرف سے رشتہ دار کو عصبہ کہتے ہیں، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ ان کی میت کی طرف نسبت کرتے وقت درمیان میں عورت نہ آئے مثلا ابن الاب (بھائی) ابن اب الاب (چچا)، لہذا ابن الام یعنی صرف ماں کی طرف سے بننے والا بھائی عصبہ میں داخل نہ ہوگا۔ [تاج العروس۳: ۳۸۲، نہایۃ المحتاج ٦: ۳۲، التعریفات الفقہیہ ۱: ۱۴۷]

فقہاء احناف نے بھی اسی قول کے مطابق فتوی دیا، البتہ جہاں اس قسم کا رجسٹر نہ ہو وہاں عصبہ ہی سے دیت وصول کی جائے گی[668]۔

امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اہل دیوان اور عصبہ دونوں عاقلہ ہیں۔

امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاتل کا اہل خاندان اور عصبہ عاقلہ ہیں، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: عاقلہ باپ کی طرف سے ان عصبہ اور رشتہ دار کو کہتے ہیں جو قتل خطا کی دیت ادا کرتے ہیں[669]۔

افراد کی شکل میں عاقلہ کے تعین کے بارے میں مذاہب خمسہ کی رائے: فقہاء شوافع کے نزدیک عصبہ سے مراد قاتل کے بھائی، چچا، باپ کے چچا اور داد کے چچا ہیں، لہذا ان کے نزدیک قاتل کا باپ بیٹا عاقلہ میں شامل نہیں ہیں۔

امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ عاقلہ سے مراد چچا اور ان کی اولاد ہیں، جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ باپ، بیٹا، چچا اور تمام عصبہ اس میں شامل ہیں۔

فقہاء جعفریہ کی رائے بھی شوافع کی طرح ہے کہ عاقلہ میں بھائی اور ان کی اولاد، چچا اور ان کی اولاد اور باپ کا چچا اور ان کی اولاد شامل ہیں، لہذا ان کے نزدیک بھی قاتل کا باپ بیٹا عاقلہ میں شامل نہیں ہیں۔

امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ باپ بیٹا عاقلہ میں شامل ہیں کیونکہ عاقلہ کا مقصد تعاون اور مدد ہے اور باپ بیٹا قاتل کی مدد کے زیادہ حقدار ہیں[670]۔

احادیث سے عاقلہ کا ثبوت: عاقلہ کا ثبوت صحیح بخاری کی ایک روایت سے ہوتی ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ[671] سے روایت ہے: قال اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ ، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا ، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ ، وَقَضَى دِيَةَ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا[672]"

"فرماتے ہیں کہ بنی ہذیل[673] کی دو عورتیں آپس میں لڑیں اور ایک نے دوسری پر پتھر دے مارا جس سے وہ عورت اپنے پیٹ کے بچے (جنین) سمیت مرگئی۔ پھر (مقتولہ کے رشتہ دار) مقدمہ رسول اللہﷺ کے دربار میں لے گئے۔ آنحضورﷺ نے فیصلہ کیا کہ پیٹ کے بچے کا خون بہا ایک غلام یا کنیز دینی ہوگی اور عورت کے خون بہا کو قاتل عورت کے عاقلہ کے ذمہ واجب قرار دیا۔"

---

668 الدر المختار ٦: ٦٣٠، بدائع الصنائع١٤: ٢٥٥

669 المجموع شرح المہذب ١٩: ١٣٢، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ٣: ٥٣٣، الدر المختار ٦: ٦٣٠، التشریع الجنائی الاسلامی ٣: ٢١٥

670 المجموع شرح المہذب ١٩: ١٣٣، المغنی٨: ٣٩٠، بدائع الصنائع ٧: ٢٥٦، التشریع الجنائی الاسلامی ٣: ٢١٥، الخلاف ٩: ١٩

671 عبد الرحمن بن صخر [٢١ ق ھ - ٥٩ھ= ٦٠٢ء - ٦٧٩ء] دوسی، ابو ہریرہ کے لقب سے مشہور صحابی ہیں۔ جاہلیت میں یتیم تھے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ منورہ آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ نبی کریمﷺ کی صحبت کو لازم پکڑا اور ٥٣٧٤ احادیث روایت کیں۔ ٨٠٠ کے لگ بھگ ان کے شاگرد تھے۔ کچھ وقت مدینہ منورہ کے والی بھی رہے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ہی وفات پائی۔[الاصابہ ٧: ٤٢٥، الاعلام ٣: ٣٠٨]

672 صحیح بخاری، کتاب الدیات[٨٧]، باب جنین المرأة وان العقل علی الوالد عصبة الوالد لا علی الولد[٢٦]، حدیث ٦٩١٠

673 ہذیل ایک قبیلہ تھا جس کی نسبت ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ابن معد بن عدنان کی طرف ہے۔ ہذیل کے لوگ مختلف شہروں میں آباد تھے۔ مکہ کے قریب وادی نخلہ کے اکثر لوگ ہذیل سے تھے۔ اس کے کچھ لوگ بصرہ میں بھی آباد تھے۔
[الانساب ١٣: ٣٩١، اللباب فی تہذیب الانساب ٣: ٣٨٣]

عاقلہ کا تصور: عاقلہ کا تصور دور جاہلیت سے پایا جاتا ہے، چنانچہ دیت کا تحمل قاتل کا عصبہ کرتے، جب وہ عاجز ہوتے تو عصبہ کے اقرباء اس معاملہ میں ان کی مدد کرتے اور اگر وہ بھی عاجز ہوجاتے تو تمام قبیلہ اٹھ کر قاتل کی مدد کرتا جس میں قبیلہ کا سردار بھی شامل ہوتا، اس لیے کہ قبیلہ ایک اجتماعی یونٹ اور وحدت ہوتی جو اپنے ماتحت افراد کی ذمہ داریاں اٹھاتی تھی، یہی وجہ ہے کہ جب قاتل کے تمام رشتہ دار دیت دینے سے عاجز ہوجاتے تو اسے قبیلہ کے تمام افراد پر تقسیم کردی جاتی اور مقتول کے ان اولیاء کو ادا کردی جاتی جنہیں بلا کسی شرکت کے مقتول کے خون کے مطالبہ کا حق حاصل ہوتا۔

عاقلہ کی مشروعیت کی حکمت: عاقلہ پر دیت واجب کرنا مجرم کے جرم کی سزا کو دوسروں کے سر ڈالنا ہے جو کہ بظاہر اسلام کے اصول کے مخالف ہے، لیکن شریعت نے ایک خاص مقصد کے تحت اسے مشروع کیا ہے، جس کی طرف مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انسان کی معاشی فلاح کے لیے اسلام کے محاسن میں ایک بات یہ بھی شامل ہے کہ شریعت نے قتل خطا کی دیت قاتل کے معاونین اور مددگار عاقلہ پر ڈال دی ہے جو کہ اس کے قریبی رشتہ دار ہیں، وجہ یہ ہے کہ قاتل نے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ اس کے قصد اور اختیار کے بغیر قتل سرزد ہوا ہے، لہٰذا شریعت نے اس پر ایک مسلمان غلام کے آزاد کرنے اور طاقت نہ رکھنے کی صورت میں دو مہینے روزے رکھنے کو بطور توبہ تو واجب کردیا لیکن دیت اس کے عاقلہ پر واجب کردی۔

یہ واضح ہے کہ جرم کا تعلق اصل میں مجرم کے ساتھ ہوتا ہے، ہر مجرم اپنے خلاف ہی جرم کرتا ہے یعنی ایک شخص دوسرے کے جرم اور گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، لیکن دیت سو اونٹ ہیں اور عام طور پر قاتل ساری کی ساری دیت کا تحمل نہیں کرسکتا، لہٰذا اس پر کفارہ کے ساتھ ساتھ ساری دیت کا بوجھ ڈالنا قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے اس کے لیے ضرر ونقصان ہے(اس کو دیکھتے ہوئے اس پر دیت واجب نہیں ہونی چاہیے تھی)، لیکن دوسری طرف مقتول کے خون کو بلا کسی ضمان کے چھوڑ دینا مقتول کے اولیاء کا نقصان ہے (لہٰذا مقتول کے اولیاء کا لحاظ رکھتے ہوئے شریعت نے دیت تو واجب کردی لیکن قاتل کے عدمِ قصد کی وجہ سے اس میں عاقلہ کو بھی شامل کردیا)[674]۔

عاقلہ پر دیت کے وجوب کی مشروعیت کی دوسری حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسلام سب سے پہلے انسان کی ذاتی طور پر ایسی تربیت کرتا ہےجس سے وہ جرم اور گناہ کے قریب بھی نہ جائے، اگر کسی کی ذاتی طور پر اس معیار کی تربیت کے حصول میں کمی رہ جائے تو اہل خاندان پر یہ ذمہ داری ڈالتا ہے کہ اس کی نصرت ومدد کرنے کی بجائے اسے جرم سے روکیں، اگر کوئی اس سے بھی آگے نکل جائے تو معاشرے کو ایسا پرامن بناتا ہے کہ اس میں کسی کو جرم کرنے کی جرأت ہی نہ ہوسکے، لیکن اگر کوئی آدمی اس حد کو بھی پار کرجائے تو جرم کی حوصلہ شکنی کے لیے اسلام آخری مرجع کے طور پر حکومت، عدالت اور قانون سے رجوع کرتا ہے جس کے ذریعے مجرم کو سزا دیتا ہے تاکہ اس کے انجام کو دیکھ کر کوئی دوسرا شخص اس طرح کا اقدام نہ کرے۔

اب اگر دیکھا جائے تو مجرم کسی بھی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو صرف اپنے بل بوتے اور اپنی ذات پر بھروسہ کرکے نہیں بلکہ وہ اپنے پیچھے ایک سماجی قوت اور خاندانی پشت پناہی محسوس کرتا ہے جس سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ جب ان قوتوں پر مجرم کے جرم کا کوئی معمولی سا حصہ بھی آئے گا تو یہ بات ان کو اس پر مجبور کرے گی

---

674 الدر المختار ٦: ٦٣٠

کہ وہ معاشرے اور سماج کے ایسے لوگوں کو جرم کے ارتکاب سے روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے۔

دوسری طرف دیکھا جائے تو عام طور پر غلطی سے جو قتل واقع ہوتے ہیں، اگر ان کے پسِ منظر میں جاکر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ قاتل نے یہ دیکھتے ہوئے کہ میں خان، نواب اور وڈھیرے کا بیٹا ہوں، فلاں خاندان سے میرا تعلق ہے، ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے!، اسی نفسیات کو لیتے ہوئے تساہل اور غیر ذمہ داری سے کام لیا اور اسی خاندانی پشت پناہی پر مغرور ہوکر ایسی حرکت کی جس سے دوسرے انسان کی موت واقع ہوئی۔
شریعت نے انسان کی اسی نفسیات سے فائدہ اٹھاکر یہ طے کیا کہ قتل خطا کی صورت میں دیت عاقلہ پر آجائے تاکہ جو لوگ جرم کرنے کے بعد مجرم کی پیٹھ پر تپتپی دے کر اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں بیٹے، کوئی تجھے ہاتھ تک نہیں لگا سکتا، وہی لوگ اس کا مالی معاوضہ دے کر اسے ڈانٹنے پر مجبور ہوجائیں تاکہ اس کی نفسیات پیچ کھاتے ہوئے مڑجائیں اور آئندہ کے لیے مقتول کے اولیاء کے ساتھ ساتھ خاندانی ڈانٹ ڈپٹ سے بچنے کی دباؤ میں یہ اور اس جیسے کئی نوابزادے احتیاط سے کام لیں۔

عاقلہ پر دیت مقرر کرنے کی ایک اور وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جب کوئی آدمی قتل خطا کرتا ہے تو تین آپشنز ہیں جن میں سے کوئی ایک اختیار کیا جاسکتا ہے، پہلا آپشن یہ ہے کہ چونکہ قتل غلطی سے ہوئی ہے لہٰذا صبر کی گولی کھا کر آرام سے بیٹھا جائے، یہ بات قرینِ انصاف اس لیے نہیں ہے کہ ٹھیک ہے کہ قتل غلطی سے ہوئی ہے مگر انسانی جان چلی گئی ہے اور ممکن ہے کہ مقتول کا گھرانہ جو اس کے سہارے جی رہا تھا، پورا کا پورا ٹوٹ کر رہ گیا ہو۔

دوسرا آپشن یہ ہے کہ قاتل کو جیل بھیج دیا جائے اور اسے قتل کی سزا دی جائے لیکن یہ بھی انصاف نہیں ہے، اس لیے کہ گو اس سے قتل ہوا ہے مگر اس کا ارادہ ہرگز قتل کا نہیں تھا بلکہ اس سے یہ جرم غلطی سے سرزد ہوا ہے۔

تیسرا آپشن یہ ہے کہ بیت المال یعنی سرکاری خزانہ سے اس کی دیت ادا کردی جائے، لیکن یہ بھی اس وجہ سے ٹھیک نہیں ہے کہ انسانی جان سستی ہوجائے گی اور ہر مجرم اپنے جرم کو خطا ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے گا، نیز غیر ذمہ دار افراد جو اب تک تھوڑی بہت احتیاط برتتے تھے وہ بھی چھوڑ دیں گے۔

اسلام نے مذکورہ صورتِ حال کو دیکھ کر ایک چوتھا آپشن اختیار کرلیا اور وہ یہ کہ مجرم کی دیت عاقلہ پر آجائے جس سے ایک طرف مذکورہ نقائص سے حفاظت ممکن ہوگئی اور دوسری طرف خاندان کے افراد دیت کا کچھ حصہ ادا کرکے مجرم کو اس قسم کی غفلت برتنے سے باز رکھنے پر مجبور ہوجائیں گے۔

"320: punishment for qatl-i-kata by rash or negligent driving— Whoever commits qatl-i-khata by rash or negligent driving shall, having regard to the facts and circumstances of the case, in addition to diyat, be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years[675]."

"دفعہ 320-جلد بازی یا لاپرواہی سے ڈرائیونگ سے قتل خطا کی سزا:

[675] Pakistan penal code: 350

جو کوئی جلد بازی یا لاپرواہی سے ڈرائیونگ کے ذریعے قتل خطا کا ارتکاب کرے، اسے مقدمے کے کوائف اور حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے دیت کے علاوہ دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جو دس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[676]۔"

مجموعہ تعزیرات پاکستان کے اس دفعہ میں دو سزائیں بیان ہوئی ہیں: دیت اور قید۔ دونوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

جلد بازی یا لاپرواہی سے ڈرائیونگ سے قتل کا حکم: دنیا میں آمدورفت اور آنے جانے کا سلسلہ زمین پر انسان کے بسنے کے ساتھ ہی چلا آیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہر دور کی ضروریات میں امتیاز ضرور رہا ہے، چنانچہ قدیم دور میں لوگ آنے جانے کے لیے گھوڑوں اور اونٹوں سے کام لیتے تھے، جب کہ دور جدید میں تیز رفتار زندگی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے تیز رفتار گاڑیوں کا سہارا لیتے ہیں۔

اسلام ایک ایسے دور میں ظہور پذیر ہوا جس میں جدید دور کی تیز رفتار گاڑیوں کا وجود نہیں تھا، البتہ سفر کے قدرتی ذرائع گھوڑوں اور اونٹوں کا استعمال ضرور موجود تھا، چونکہ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی بھی فعل دوسرے کو تکلیف دیے بغیر وجود میں آئے اور ظاہر ہے کہ آمدورفت کے سلسلے میں حادثات ہوتے رہتے ہیں، اس لیے شریعت نے ان کے بارے میں ایسے جامع اور منطقی احکام پیش کیے ہیں جو کہ جدید دور کے حوادث پر پوری طرح منطبق ہوتے ہیں۔

نبی کریمﷺ کا فرمان ہے: مَنْ أَوْقَفَ دَابَّةً فِي سَبِيلٍ مِنْ سُبُلِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ فِي سُوقٍ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ فَوَطِئَتْ بِيَدٍ أَوْ رِجْلٍ فَهُوَ ضَامِنٌ[677]" یعنی جس نے اپنی سواری مسلمانوں کے کسی راستے یا ان کے کسی بازار میں کھڑی کردی اور اس نے ہاتھ یا پاؤں سے روندا تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔

اسی طرح رسول اللہﷺ ایک عمومی حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ[678]" یعنی کسی کو نہ ابتداء نقصان پہنچایا جائے اور نہ (ہی انتقام کے) بدلے میں۔

اسی وجہ سے فقہاء نے آمدورفت کے ذرائع استعمال کرتے وقت دوسرے کو نقصان دینے کی صورت میں ضمان اور دیت کے وجوب کا قول اختیار کیا ہے، چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ سواری جس چیز کو نقصان پہنچائے تو آگے سے لے جانے والا، پیچھے سے ہانکنے والا اور سوار سب کے سب ضامن ہوں گے، اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں دیت کا فیصلہ کیا تھا جس نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اس نے دوسرے کو روند ڈالا[679]۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ سواری اپنے ہاتھ، پاؤں یا سر سے کسی چیز کو روند کر، منہ میں پکڑکر یا ٹکر مار کر نقصان پہنچا دے تو سوار اس کا ضامن ہوگا، اور اگر پیچھے سے پاؤں اور دم سے کسی کو نقصان پہنچا دے تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا اس لیے کہ سواری کا پاؤں اور دم سوار کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں، ہاں اگر بیچ راستے میں سواری کھڑی کردی تو اس صورت میں پاؤں اور دم سے بھی نقصان کا ضامن ہوگا، اس لیے کہ راستہ میں سواری کے کھڑے کردینے سے بچنا ممکن تھا لہٰذا راستے میں کھڑے کردینے اور راستہ کو مشغول کردینے سے زیادتی کرنے والا شمار ہوگا اور نقصان کا ضامن ہوگا۔

---

676 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۰

677 السنن الکبری ۴: ۲۳۵

678 ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، کتاب الاحکام [۱۳]، باب من فی حقہ ما یضر بجارہ[۱۷]، حدیث ۲۳۳۱

679 اصبحی، مالک بن انس، المؤطا 2: 868، دار احیاء التراث العربی، مصر

جانور کا پاؤں یا دم سے کسی کو ماردینے کی صورت میں فقہاء احناف عدم ضمان کے قائل ہیں کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے، بخلاف منہ سے کاٹنے کی صورت میں کہ اس سے لگام کھینچ کر بچنا ممکن ہے، جب کہ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ لات مارکر نقصان دینےکا ضمان بھی سوار پر آئے گا[680]۔

مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ کسی راستہ میں پیدل یا سوار ہوکر آنا جانا مباح ہے، بشرطیکہ دوسروں کو نقصان نہ پہنچا دے۔دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جانور ہانکنے والے یا گاڑی چلانے والے پر اس چیز کا ضمان آئے گا جس سے بچنا ممکن ہو، جانوروں میں اگرچہ لات مارنے یا دم مارنے سے بچنا ممکن نہیں ہے لیکن چونکہ آج کل کی گاڑیاں مکمل طور پر ڈرائیور کے اختیار میں ہوتی ہیں لہذا ان کے آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں ہے بلکہ کسی کو نقصان دینے کی صورت میں ڈرائیور نقصان کا ذمہ دار ہوگا، چاہے آگے سے ہو یا پیچھے سے۔
غرض یہ کہ اس قسم کے حادثات میں کسی کو مارنا قتل خطا ہے لہذا مقتول کی دیت خطا کرنے والے کے عاقلہ پر واجب ہوگی[681]۔
رہی دس سال کی قید تو چونکہ یہ ایک تعزیری سزا ہے لہذا حکومت اور عدالت کو مقدمہ کے کوائف کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا اختیار حاصل ہے۔
تجزیہ: مذکورہ دفعہ مذاہب خمسہ کے اصول سے دیت کے وجوب کی حد تک موافق ہے، لیکن چونکہ مذاہب خمسہ کے نزدیک یہ دیت عاقلہ پر واجب ہوتی ہے لہذا اس اعتبار سے ان سے مخالف ہے۔

"321: Qatl-bis-sabab.—Whoever, without any intention to cause death of, or cause harm to, any person, does any unlawful act which becomes a cause for the death of another person, is said to commit qatl-bis-sabab[682]."

"دفعہ 321-قتل بالسبب:
جو کوئی کسی شخص کو ہلاک کرنے یا ضرر پہنچانے کی نیت کیے بغیر کوئی غیر قانونی فعل انجام دے جو کسی دوسرے شخص کی ہلاکت کا باعث بن جائے تو اسے قتل بالسبب کا ارتکاب کہا جاتا ہے[683]۔"

قتل بالسبب کی تعریف: قتل بالسبب فقہاء احناف کے نزدیک قتل کا ایک مستقل قسم ہے جب کہ جمہور فقہاء نے اسے قتل کا ایک مستقل قسم شمار نہیں کیا ہے البتہ اس کے احکام قتل کی باقی اقسام کے تحت ذکر کیے ہیں، فقہاء احناف کے نزدیک بھی محض دیت کے وجوب کی وجہ سے اسے قتل کے زمرہ میں شامل کیا گیا ہے، ورنہ قتل کی باقی تمام سزائیں اس میں واجب نہیں ہوتیں۔
فقہاء احناف کے نزدیک قتل بالسبب سے مراد زیادتی کے کسی ایسے فعل کے نتیجے میں واقع ہونے والا قتل ہے جو بذات خود قتل کا موجب نہ ہو، جیسا کہ کسی دوسرے کی زمین میں اس کی یا حکومت کی اجازت کے بغیر کنواں کھودا جس میں کوئی انسان گر کر

---

680 سید احمد، ڈاکٹر محمد عطا، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، حوادث السیر۸: ۸۰۱، العدد الثامن
681 بدائع الصنائع ۷: ۲۸۰، المغنی ۹: ۱۸۹،الدسوقی ۴: ۳۸۵، مغنی المحتاج ۵: ۵۴۴، الجامع للشرائع ۳: ۱۴
682 Pakistan penal code: 350
683 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۱

مرگیا یا کسی دوسرے کی چاردیواری میں پتھر رکھا جس سے کوئی انسان گر کھا گیا اور مرگیا بشرطیکہ اسے اس کنویں یا چاردیواری کا علم نہ ہو۔
امام موصلیؒ فرماتے ہیں کہ قتل بالسبب کی صورت میں قاتل پر کفارہ واجب ہے نہ ہی گنہگار ہے، اسی طرح قاتل میراث سے بھی محروم نہیں ہوگا، البتہ عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اس لیے کہ اس نے پتھر رکھنے اور کنواں کھودنے میں غیر کے حق میں تصرف کرکے تعدی کی ہے لہذا اس کی مثال دھکے دینے اور گرانے کی ہے[684]۔
تجزیہ: معلوم ہوا کہ دفعہ ہذا محض مذہبِ حنفی سے موافق ہے۔

"322: punishment for Qatl-bis-sabab.—whoever commits qatl-bis-sabab shall be liable to diyat[685]."

"دفعہ 322-قتل بالسبب کی سزا:
جو کوئی قتل بالسبب کا ارتکاب کرے، وہ دیت ادا کرے گا[686]۔"
مذہب حنفی کے نزدیک قتل بالسبب کی سزا: قتل بالسبب کی صورت میں فقہاءِ احناف دیت خطا کے وجوب کے قائل ہیں[687]۔

جمہور فقہاء کے نزدیک اگر چہ قتل بالسبب معتبر نہیں ہے لیکن انہوں نے اس کے مندرجہ ذیل احوال ذکر کیے ہیں:
۱: اکراہ، اس پر تفصیلی بحث گزر گئی ہے۔
۲: جھوٹی گواہی دینے کا حکم: دو آدمیوں نے تیسرے کے خلاف ایسی گواہی دیدی جس کی وجہ سے وہ قتل کردیا گیا، پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کردیا اور جھوٹ بولنے کا اقرار کرلیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ہماری گواہی کی وجہ سے مشہود علیہ قتل کیا جائے گا، تو امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان سے قصاص لیا جائے گا جب کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اسلیے کہ یہ مقتول کے قتل کے سبب ضرور بنے ہیں لیکن سبب ملجی نہیں ہیں بلکہ درمیان میں واسطہ موجود ہے جیسا کہ کنواں کھودنے کی مثال ہے۔

۳: حاکم کا جھوٹی گواہی کی بنیاد پر قتل کا حکم دینا: قتل بالسبب کے احوال میں سے ایک صورت یہ ہے کہ قاضی اور جج کو علم تھا کہ گواہ جھوٹ بول رہے ہیں، اس کے باوجود اس نے مشہود علیہ کو قتل کرنے کا حکم نامہ جاری کردیا، اور جب وہ قتل کردیا گیا تو اس نے اقرار کرلیا کہ مجھے گواہوں کا جھوٹاپن معلوم تھا، تو بلا کسی اختلاف کے قاضی پر قصاص واجب ہوگا۔ اگر ولی نے بذات خود قصاص وصول کرلیا اور اقرار کر لیا کہ مجھے بھی گواہوں کا جھوٹا پن معلوم تھا تو اس صورت میں قاضی کی بجائے ولی سے قصاص لیا جائے گا، اسلیے کہ قاضی سبب ہے جب کہ ولی مباشر، اور مباشرت سببیت کو باطل کردیتی ہے[688]۔

۴: غیر کی ملکیت میں کنواں کھودنے اور پتھر رکھنے کا حکم: ایک آدمی نے بلا اجازت کے دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودا یا پتھر رکھا جس کی وجہ سے کوئی انسان مرگیا، اگر اس کا ارادہ جرم کا نہیں تھا تو فقہاء مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ قتل خطا ہے جب کہ فقہاء احناف کے نزدیک یہ قتل بالسبب ہے۔

---
684 بدائع الصنائع ۷: ۲۳۹، الاختیار ۵: ۳۰، الدر المختار مع رد المحتار ٦: ۵۳۱
685 Pakistan penal code: 350
686 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۱
687 الاختیار ۵: ۳۰
688 المغنی ۸: ۲٦۷

اگر ارادہ جرم کا تھا تو فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کسی معین شخص کو ہلاک کرنے کی نیت تھی اور وہی مرگیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر کوئی دوسرا شخص ہلاک ہوا تو دیت واجب ہوگی، فقہاء حنابلہ کے نزدیک یہ مطلقا شبہ عمد ہے، فقہاء شافعیہ نے بھی مطلقا دیت کے وجوب کی تصریح کی ہے، خطیب شربینیؒ فرماتے ہیں کہ دیت سے مراد دیت شبہ عمد ہے، جب کہ علماء احناف کے نزدیک اس صورت میں بھی یہ قتل بالسبب ہی ہے[689]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ کسی غیر قانونی کام کی وجہ سے قتل سرزد ہونے کی صورت میں فاعل پر ضمان آئے گا، چنانچہ یحیی حلی فرماتے ہیں کہ جس کسی نے راستے یا دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں کوئی ایسا نیا کام کیا جس کی وجہ سے کوئی نفس، طرف یا مال ہلاک ہوگیا یا کنواں کھودا تو ایسا کرنے والے پر اپنے مال میں سے اس کا ضمان واجب ہوگا۔اسی طرح فرماتے ہیں کہ ہر وہ کام جو مسلمانوں کے راستے میں ضرر کا سبب بنے تو فاعل پر اس کا ضمان آئے گا[690]۔

تجزیہ: اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور فقہاء کے نزدیک اگر چہ قتل بالسبب معتبر نہیں لیکن ایسی صورت میں ان کے نزدیک بھی دفعہ ہذا اور مذہب حنفی کی طرح فاعل پر ضمان آئے گا، لہذا نتیجہ کے اعتبار سے جزوی اختلاف کے باوجود تمام مذاہب اور دفعہ ہذا متفق ہیں۔

قتل قائمِ مقام خطا: مجموعہ تعزیرات پاکستان نے قتل کی چار اقسام بیان کردیے، جب کہ فقہاء احناف اوربعض فقہاء حنابلہ کے نزدیک قتل کی ایک پانچویں قسم بھی ہے جسے قتل قائم مقام خطا کہا جاتا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

اس سے مراد وہ قتل ہے جس میں قاتل کے فعل اختیاری کو دخل نہ ہو، جیسے کہ ایک شخص سویا ہوا تھا، نیند ہی میں کروٹ لی اور کسی پر آپڑا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی یا اوپر سے کسی پر گر پڑا جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی۔

قتل قائم مقام خطا بھی دیت کے وجوب کے اعتبار سے قتل خطا کی طرح ہے، اس لیے کہ سوئے ہوئے آدمی کا کوئی قصد اور ارادہ نہیں ہوتا لہذا اس کے فعل کو عمد اور خطا نہیں کہہ سکتے لیکن چونکہ موت اس کے فعل سے سرزد ہوئی ہے، اس لیے شریعت نے قتل قائم مقام خطا کرنے والے پر دیت لازم کرادی ہے[691]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک اگر چہ قتل قائم مقام خطا معتبر نہیں ہے لیکن ان کے نزدیک بھی اس صورت میں دیت واجب ہوگی[692]۔

فصلِ چہارم: ٹھگ، بچے کے ضیاع اور دیت کے احکام کا تقابلی مطالعہ(دفعہ:323-331):

"Sec 323: Value of diyat: (1) the Court shall, subject to the Injunctions of Islam as laid seen in the Holy Qur'an and Sunnah and keeping in view the financial position of the convict and the heirs of the victim, fix the value of diyat which shall not be less

---

689 الاختیار ۵: ۳۰، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۴۳، مغنی المحتاج ۴: ٦، کشاف القناع ۵: ۵۱۳
690 الجامع للشرائع ۳: ١٦
691 الاختیار ۵: ۲۹، کشاف القناع ۵: ۵۰۵، مغنی المحتاج ۴: ۴
692 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸۲/ ۸٦، الجامع للشرائع ۳: ۲۲

than the value of thirty thousand, six hundred and thirty grams of silver[693]."

"دفعہ 323-دیت کی مالیت:

(1) قرآن وسنت میں مذکورہ احکام اسلام کے تتبع میں مجرم اور مقتول کے ورثاء کی مالی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے عدالت دیت کا تعین کرے گی جو ایک لاکھ ستر ہزار اور چھ سو دس روپے سے کم نہیں ہوگی جو 30630گرام چاندی کی مالیت ہے[694]۔"

مذاہبِ خمسہ کی روشنی میں دیت کی مالیت: دفعہ 316 کے تحت تفصیل سے دیت پر بحث دی گئی ہے جس میں دیت کی مالیت سو اونٹ، سونے کی صورت میں ایک ہزار دینار اور چاندی کی صورت میں فقہاء احناف اور جعفریہ کے نزدیک دس ہزار جب کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بارہ ہزار درہم ہیں۔
مفتی محمد شفیعؒ[695] نے تحقیق کےساتھ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں رائج اوزان کے اعتبار سے درہم کی شرعی مقدار تین ماشہ ایک رتی اور مثقال پورے ساڑھے چار ماشہ کا ہے[696]۔

دیت کی مالیت کے بارے میں راقم کی رائے یہ ہے کہ چاندی کی بجائے سونے کو اصل مانا جائے، کیونکہ ایک زمانہ ایسا تھا جس میں اونٹ، سونے اور چاندی کی مالیت میں اتنا فرق موجود نہیں تھا، اس وجہ سے فقہاء نے ان تینوں میں کسی ایک میں بھی دیت اد اکرنے کی اجازت دے دی تھی، لیکن جب بعد میں ان اجناس کی قیمتوں میں تفاوت بڑھ گیا تو فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا کہ دیت کی ادائیگی کے لیے کس چیز کو معیار مانا جائے؟۔
علامہ ابن قدامہؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اونٹ کو اصل اور معیار ماناہے اور اس پر استدلال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے کیا ہے کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جان لو کہ اونٹ مہنگے ہوگئے ہیں اور پھر سونے والے پر ایک ہزار دینار اور چاندی والے پر بارہ ہزار درہم دیت مقرر فرمائی۔ علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے سے معلوم ہوا کہ اصل اور معیار اونٹ ہی ہیں کیونکہ اگر اونٹ اصل نہ ہوتے تو سونے چاندی سے دیت کی مقدار مقرر کرتے وقت یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ اونٹ مہنگے ہوگئے ہیں۔ علامہ ابن قدامہؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اونٹ کے مہنگا ہونے سے پہلے دیت آٹھ ہزار درہم تھی[697]۔
علامہ مرداویؒ نے امام احمدؒ کی دوسری روایت یہ نقل کی ہے کہ اونٹ، گائے، بکری، سونا اور چاندی وہ اموال ہیں جن سے کسی مسلمان کی دیت ادا کی جاسکتی ہے، ان میں

---

[693] Pakistan penal code: 350

[694] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۱

[695] مولانا مفتی محمد شفیع [ولادت: ۱۸۹۶ء، وفات: ۱۹۷۶ء] بن مولانا محمد یامین، عالم، مفسر اور مصنف تھے۔ ۲۰ سال کی عمر میں دینی اور درسی علوم سے بہرہ ور ہوگئے۔ علماء دار العلوم دیوبند سے استفادہ کیا۔ ۲۵ سال تک دار العلوم میں درس دیتے رہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۹ء میں اسلامی مشاورتی بورڈ کے رکن اور بعد ازاں صدر بنے۔ آپ کی تصانیف میں مشہور ترین تفسیر "معارف القرآن" ہے۔
[ثاقب، احسان اللہ، ڈوگرز یونیک اسلامی انسائیکلوپیڈیا: ۸۳۱/۸۳۰، ڈوگرز یونیک پبلشرز، اردو بازار لاہور، نومبر ۲۰۰۸ء]

[696] محمد شفیع، جواہر الفقہ، اوزان شرعیہ ۲: ۳۹۷، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۳۳۱ھ/۲۰۱۰ء

[697] المغنی ۸: ۳۶۸

ایک بھی حاضر کیا جائے تو اسے قبول کرنا لازمی ہے[698]۔ اس روایت کے مطابق فقہاء حنابلہ کے نزدیک دیت کے اصول پانچ ہوئے۔
امام شافعیؒ کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ ایک آزاد مسلمان کی دیت سو اونٹ ہیں، اس کے سوا کوئی دیت نہیں، البتہ اگر اونٹ تھکادیں یعنی ان کا ملنا مشکل ہوجائے تو ان کی قیمت واجب ہوگی[699]، اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اصل معیار صرف اونٹ ہی ہیں لیکن علامہ نوویؒ نے ان کی ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ اونٹ نص کی وجہ سے ہے جب کہ نقدین یعنی سونے اور چاندی بطورِ قیمت کے اصل اور معیار ہیں[700]۔

فقہاء مالکیہ سے دورائے منقول ہیں: ایک رائے یہ ہے کہ اونٹ معیار ہیں، دوسری رائے یہ ہے کہ سونا اور چاندی بھی اس میں شامل ہیں، علامہ صاویؒ کا رجحان پہلی رائے کی طرف ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ دیتِ خطا کی صورت میں اونٹ واجب ہوں گے، اگر اونٹ نہ ملیں تو ان کی قیمت واجب ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قاتل کے اولیاء اپنے پاس موجود سونے اور چاندی سے دیت ادا کرسکتے ہیں، البتہ گائے، بکری اور سامان مقتول کے اولیاء کی رضا کے بغیر نہیں دیے جائیں گے[701]۔

فقہاء احناف میں سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دیت کے اصول اونٹ، سونا اور چاندی ہیں جب کہ صاحبین کے نزدیک اس میں گائے، بکری اور کپڑے بھی شامل ہیں، یہی رائے فقہاء جعفریہ کی بھی ہے[702]۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ دیت کی ادائیگی کے لیے اصل معیار اونٹ ہی ہیں، البتہ اونٹ میسر نہ ہونے کی صورت میں سونا اور چاندی معیار ہیں۔

موجودہ دور میں اونٹ کافی مہنگے ہیں اور سو اونٹ کی قیمت بہت زیادہ بنتی ہے لہذا پاکستان میں دیت کے تعین کے لیے اونٹ اصل نہیں قرار دیا جاسکتا اسلیے کہ مالی لحاظ سے متوسط افراد کے لیے بھی دیت کی ادائیگی کافی مشکل ہوجائے گی، دوسری طرف چاندی کو اسلیے دیت کے تعین کے لیے اصل ماننا صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ آج کل چاندی کی حیثیت زر کی نہیں رہی ہے، اسلیے کہ جس زمانے میں چاندی کو زر مانا جاتاتھا اس وقت سونے اور چاندی میں ایک نسبت دس یا زیادہ سے زیادہ ایک نسبت بارہ کا فرق تھا، لیکن آج کل چاندی کی مالیت دن بدن گھٹتی چلی جارہی ہے اور سونے اور چاندی میں ایک اور سو کی نسبت بھی نہیں رہی، اگر چاندی کو دیت کے تعین کے لیے اصل مانا جائے تو انسانی جان سستی ہوجائے گی اور دیت کی مشروعیت سے شریعت کا جو مقصد ہے وہ ہرگز حاصل نہ ہوسکے گا۔

مذکورہ صورتِ حال کے پیشِ نظر مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ دیت کے تعین کے لیے سونے کو اصل مانا جائے تاکہ دیت کی مقدار کم از کم اتنی بن جائے کہ کسی شہر میں کوئی آدمی ایک مرتبہ دیت ادا کردے تو سو آدمی اسے دیکھ کر اس قسم کی غلطی سے بچنے اور احتیاط کرنے پر مجبور ہوجائیں۔
تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ کے اصول سے موافق ہے، البتہ موجودہ دور کے لحاظ سے چاندی کی بجائے سونے سے دیت کی ادائیگی بہتر ہے۔

---

698 الانصاف ١٠: ٣٥
699 الام ٦: ١٠٥
700 المجموع ١٩: ٨
701 حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ٣: ٣٤٢
702 بدائع الصنائع ٧: ٢٥٣، الخلاف ٨: ٣١٨، الجامع للشرائع ٢: ٣٩١

(2) For the purpose of Sub-section (1) the federal Government shall, by notification in the official Gazette, declare the value of silver, on the first day of July each year [or] on such date as it may deen fit, which shall be the value payable during a financial year[703]."

"(2) ذیلی دفعہ (1)کے مقاصد کے لیے وفاقی حکومت سرکاری جریدہ میں اعلانیہ کے ذریعے ہر سال جولائی کی پہلی تاریخ کو چاندی کی مالیت کا اعلان کرے گی[704]۔"

چونکہ یہ دفعہ حکومتی امور کے متعلق ہے لہذا اس پر شرعی لحاظ سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

"324: Attempt to commit qatl-e-amd.—Whoever does any act with such intention or knowledge, and under such circumstances that, if he by that act caused qatl, he would be guilty of Qatl-e-amd shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years, and shall also be liable to fine, and, if hurt is caused to any person by such act the offender shall [in addition to the imprisonment and fine as aforesaid] be liable to the punishment provided for the hurt caused:

Provided that, where the punishment for the hurt is qisas which is not executable the offender shall be liable to arsh and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to seven years[705]."

"دفعہ 324-اقدام قتل عمد:

جو کوئی ایسی نیت اور علم کے ساتھ ساتھ ایسے حالات میں کوئی فعل انجام دے کہ اگر وہ اس فعل کے ذریعے کوئی قتل کرتا تو قتلِ عمد کا مرتکب ہوتا تو اس کو دونوں میں کسی ایک قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جو دس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے اور جرمانہ کا سزاوار بھی ہوگا۔ اور اگر ایسے فعل سے کوئی زخمی ہوا ہو تو مجرم اس زخم کے لیے مقرر سزا کا مستوجب بھی ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ جب زخم کی سزا قصاص ہو جو کہ ناقابلِ نفاذ ہو تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا اور دونوں میں کسی ایک قسم کی قید کی سزا بھی دی جائے گی جو سات سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[706]۔ "

اس دفعہ پر بحث کرنے سے پہلے ارش کے لغوی اور اصطلاحی معنی ملاحظہ فرمائیے:

ارش کے لغوی اور اصطلاحی معنی: ارش کے لغوی معنی زخمی کردینے، اختلاف اور خصومت کرنے، زخم کا تاوان ادا کرنے، کسی کی دیت ادا کرنے اور رشوت دینے کے ہیں[707]۔

جب کہ اس کے اصطلاحی معنی انسانی جان اور نفس سے کم یعنی کسی عضو اور زخم وغیرہ کے بدلے میں واجب ہونے والے مال کے ہیں، البتہ کبھی کسی انسانی جان کے بدلےواجب ہونے والے مال پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے[708]۔

---

[703] Pakistan penal code: 351

[704] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۱

[705] Pakistan penal code: 351

[706] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۱

[707] تاج العروس ۱۷: ۶۳

شریعت کی روشنی میں اقدامِ قتلِ عمد کی سزا۔ یہ بات واضح ہے کہ اقدام قتل پر قتل کی سزا تو نہیں دی جاسکتی بلکہ اس پر کوئی بھی سزا دی جائے تو تعزیری سزا ہی دی جائے گی۔ اب فقہاء اور علماء کی نصوص کی روشنی میں دیکھنا یہ ہے کہ کیا اقدام قتل ان جرائم میں شامل ہے جن پر حکومت کو تعزیری سزا دینے کی گنجائش ہے:

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ وہ جرائم جن کے لیے کوئی حد یا کفارہ مقرر نہیں ہے، پھر کئی جرائم شمار کیے ہیں مثلا کوئی خون اور مردار جیسی حرام چیز کھائے، لوگوں پر جھوٹا الزام لگائے، کسی ایسی جگہ سے چوری کرے جو کہ محفوظ نہ ہو، امانت میں خیانت کرے، اپنے معاملہ میں دھوکہ دہی سے کام لے، ناپ تول میں کمی کیا کرے، جھوٹی گواہ دے، رشوت لیا کرے، اپنی رعیت پر ظلم کرے اور ان جیسے دوسرے حرام کاموں کا ارتکاب کرے، تو اس کو بطورِ عبرت اور سدھارنے کے لیے تعزیری سزا دی جائے گی، حاکم جس مقدار کو بہتر سمجھے، جرم کی کثرت اور قلت کا لحاظ رکھتے ہوئے، کثیر جرم پر زیادہ جب کہ قلیل جرم پر کم سزا دے، مجرم کی حالت کا لحاظ رکھتے ہوئے، عادتی مجرموں کو زیادہ جب کہ غیر عادتی کو کم سزا دے اور بڑے اور چھوٹے جرم کے اعتبارسے، لہٰذا جو شخص کئی عورتوں اور ان کے بچوں کو تنگ کرے اسے زیادہ سزا دی جائے بخلاف اس کے جو کسی مخصوص عورت یا بچے کو تنگ کرے[709]۔

امام ابن تیمیہؒ کے قول: إلى غير ذلك من أنواع المحرمات" یعنی اور ان جیسے دوسرے حرام کام" میں اقدامِ قتل بھی شامل ہے کیونکہ اقدام قتل ان کے ذکر کردہ جرائم کے مقابلے میں حرمت میں کہیں زیادہ شدید ہے، لہٰذا حکومت کے لیے اس پر تعزیری سزا دینا جائز ہے۔

حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ تعزیری سزا دینا ہر اس گناہ اور جرم میں مشروع ہے جس کے لیے کوئی حد مقرر نہ ہو، اس (وہ گناہ جس کے لیے حد مقرر نہ ہو) کی دو قسمیں ہیں: کسی واجب کو چھوڑدینا یا حرام فعل کا ارتکاب کرنا۔

کچھ سطور بعد آپؒ اس گناہ جس کے لیے کوئی حد مقرر نہ ہو کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جیسا کہ اس چیز کی چوری جس میں ہاتھ کاٹنا جائز نہ ہو، امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جھوٹی قسم کھانا، کسی اجنبی عورت کو دیکھنا اور اس طرح کے دوسرے حرام افعال میں تعزیری سزا دینا امام شافعیؒ کے نزدیک جائز جب کہ اکثر علماء کے نزدیک واجب ہے[710]۔

حافظ ابن القیمؒ کے ذکر کردہ گناہ شناعت میں اقدامِ قتل سے کہیں زیادہ کم ہیں، جب ان میں اکثر علماء کے نزدیک تعزیری سزا واجب ہے تو اقدامِ قتل میں بطریقہ اولی جواز ثابت ہوتا ہے۔

علامہ ابن فرحونؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ کسی واجب کے ترک یا کسی حرام فعل کے ارتکاب پر تعزیری سزا دینا جائز ہے[711]۔

اگر اس قسم کے فعل کا ارتکاب ہتھیار کی مدد سے کی گئی ہو تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں[712]۔

---

708 التعریفات ۱: ۳۱، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۱: ۲۶۵

709 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، السیاسۃ الشرعیۃ ۱: ۱۰۳، وزارۃ الشؤون والاوقاف والدعوۃ والارشاد، سعودی عربیہ، ۱۴۱۸ھ

710 الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیۃ ۱: ۱۵۵

711 تبصرۃ الحکام ۵: ۲٦٤

712 سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود[۲۰]، باب: من شہر السلاح[۱۹]، حدیث ۲۵۸۵

علامہ ابن فرحون نے اس شخص پر قاطع طریق اور محارب کا حکم لگایا ہے جو لوگوں پر ہتھیار اٹھادے یا دشمنی اور اس قسم کی کسی دوسری وجہ کے بغیر ان کو ڈرائے دھمکائے[713]، اور ظاہر ہے کہ محارب کا قتل کرنا واجب ہے لہذا اقدامِ قتل پر مجرم کو تعزیری سزا دینا جائز ہے۔

اصولی طور پر یہی رائے فقہاء جعفریہ کی بھی ہے، چنانچہ ابوجعفر قمی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر ایک آدمی نے دوسرے کو پکڑے رکھا اور تیسرے نے اسے قتل کردیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اور پکڑنے والا کو عمر بھر قید میں رکھا جائے گا[714]، لہذا جب محض پکڑنے پر ایسی سزا دی جاسکتی ہے تو اقدامِ قتل پر بطریق اولی اس قسم کی سزا دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

تجزیہ: مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ زیرِ دفعہ مذاہبِ خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

"**325: Attempt to commit suicide.**—Whoever attempts to commit suicide and does any act towards the commission of such offence, shall be punished with simple imprisonment for a term which may extend to one year, or with fine, or with both[715]."

"دفعہ 325-اقدامِ خودکشی:

جو کوئی شخص خود کشی کے ارتکاب کی کوشش کرے اور اس جرم کے ارتکاب کی پیش رفت کے طور پر کوئی فعل انجام دے تو اسے قیدِ محض کی سزا دی جائے گی جو ایک سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے یا جرمانہ کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی[716]۔"

شریعت کی روشنی میں اقدام خودکشی کی سزا: کسی دوسرے کو قتل کرنے کی طرح اسلامی شریعت نے خودکشی کو بھی حرام ٹھہرایا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا[717]" "اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے[718]"، نیز فرمایا ہے: وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ[719]" اورجس جاندار کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر[720]"، اور ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو قتل کرنا بھی کسی نفس یعنی جاندار کا قتل ہے۔

خودکشی کے بارے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریمﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو کسی لوہے سے قتل کیا وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اسے اپنے پیٹ پر مارتا رہے گا اور ہمیشہ جہنم میں رہے گااور جو آدمی زہر پی کر خودکشی کرے گا، اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ ہمیشہ جہنم میں اسے پیتا رہے گا[721]۔

---

[713] تبصرة الحكام ۵: ۲۰۶

[714] من لایحضرہ الفقیہ ۳: ۹۱

[715] Pakistan penal code: 353

[716] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۲

[717] سورة النساء ۴: ۲۹

[718] اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری : ۱۳۳

[719] سورة الاسراء ۱۷: ۳۳

[720] اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۴۷۳

[721] سنن ترمذی، کتاب الطب[۲۹]، باب فیمن قتل نفسہ بسم أو غیرہ[۷]، حدیث ۲۰۴۳

چونکہ مذکورہ دلائل سے خودکشی کی حرمت ثابت ہوتی لہذا جب کوئی شخص خود کشی کرلے اور اس میں کامیاب ہوجائے تو اس پر اسلیے کچھ واجب نہیں ہے کہ موت کے ساتھ سب کچھ ختم ہوگیا، البتہ فقہاء کے مابین ایسے شخص پر کفارہ کے وجوب اور عدمِ وجوب میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک خود کشی کرنے والے پر کفارہ واجب نہیں ہے، فقہاء حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہؒ نے کفارہ کے عدم وجوب کو ترجیح دی ہے، اس کے مقابلے میں امام شافعیؒ کے نزدیک اس کے مال میں کفارہ واجب ہے۔

البتہ خودکشی کی وجہ سے مرنے والے کی کسی بھی قسم کی مدد کرنے والا شخص قابلِ تعزیر ہوگا۔

اور اگر خودکشی کرنے والا کامیاب نہ ہوا تو اسے سزا دی جائے گی اور اس جرم میں اس کے ساتھ شرکت اور اس کی مدد کرنے والوں کو بھی سزا دی جائے گی، یہ سب قابلِ تعزیر ہوں گے[722]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا کا دوسرا شق مذاہبِ خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

چونکہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے اس دفعہ میں جرمانہ کا ذکر ہے لہذا مالی تعزیر یعنی جرمانہ کی شرعی حیثیت کی تفصیل ملاحظہ ہو:

مالی تعزیر کی شرعی حیثیت: فقہاء احناف میں سے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مالی تعزیر جائز نہیں ہے جب کہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک جائز ہے، علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ امام ابویوسفؒ سے روایت ہے کہ حاکم کے لیے بطورِ تعزیر مال لینا جائز ہے، طرفین اور باقی ائمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، پھر فرماتے ہیں کہ امام ابویوسفؒ سے یہ روایت ضعیف ہے، شرنبلالیہ میں ہے کہ اس پر فتوی نہیں دیا جائے گا کیونکہ ظالم حکمران لوگوں کے مال لینے پر مسلط ہوکر اسے کھا جائیں گے۔ علامہ ابن عابدینؒ نے امام ابویوسفؒ کے مالی تعزیر کے جواز کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حاکم اسے کچھ وقت اپنے پاس روک کر واپس کردے، یہ مطلب نہیں کہ کسی کامال اپنے لیے چھین لے یا بیت المال میں ڈال دے[723]۔

فقہاءِ مالکیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ مالی تعزیر جائز ہے، چنانچہ علامہ ابن فرحونؒ فرماتے ہیں کہ مالی تعزیر مالکیہ کے ہاں جائز ہے[724]۔

امام شافعیؒ سے دو اقوال منقول ہیں، قدیم قول یہ ہے کہ مالی تعزیر جائز ہے۔

عمومی طور پر فقہاء حنابلہ کے نزدیک مالی تعزیر جائز نہیں ہے اسلیے کہ شریعت میں کسی بھی مقتدٰی شخصیت سے یہ ثابت نہیں ہے، البتہ امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ بعض مواقع پر بطور تعزیر مال کو ضبط کرکے روکنے اور خرچ کرنے کے قائل ہیں، حافظ ابن القیمؒ نے اس کے ثبوت کے لیے کئی شواہد سے استدلال کیا ہے مثلا آپﷺ نے شراب کے برتن توڑنے کا حکم دیا تھا، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس کپڑے کے پھاڑنے کا حکم دیا تھا جس پر عصفر یعنی زرد رنگ لگا ہوا تھا، جنگِ خیبر کےموقع پر ان برتنوں کو توڑنے کا حکم دیا جن میں پالتو گدھے پکائے گئے تھے، حالانکہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو دھونے کی اجازت مانگی تو آپﷺ نے ان کو اجازت دے دی، اس سے معلوم ہوا کہ توڑنا واجب نہیں تھا (لیکن اس کے باوجود آپﷺ نے برتنوں کو توڑنے کا حکم دیا) اور مسجدِ ضرار کو ڈھانے کا حکم دیا تھا وغیرہ۔

امام ابن تیمیہؒ نے جنگ کے دوران بھاگنے والے کی تنخواہ کاٹنے کا ذکر کیا ہے[725]۔

---

722 المغنی ۸: ۵۱۳، التشریع الجنائی الاسلامی ۱: ۴۹۳

723 رد المحتار ۴: ۶۱

724 تبصرۃ الحکام ۵: ۲٤۲

725 کشاف القناع ٦: ۱۲۴، الطرق الحکمیہ ۱: ۳۸٦، السیاسۃ الشرعیہ ۱: ۱۰۴

تجزیہ: خلاصہ یہ ہوا کہ امام ابویوسف، مالکیہ کے مشہور قول کے مطابق، امام شافعی کے قول قدیم اور فقہاء حنابلہ میں سے امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ کے نزدیک مالی تعزیر جائز ہے، لہذا دفعہ ہذا ان ائمہ کی رائے سے موافق ہے۔
لیکن چونکہ امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ، امام شافعیؒ قولِ جدید میں اور امام احمدؒ اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں، لہذا جہاں کہیں تعزیر کی دوسری صورت ہوسکتی ہو وہاں مالی تعزیر سے گریز کیا جائے اور جہاں مالی تعزیر مجبوری بن جائے تو اسے حکومتی خزانے میں ڈالنے کی بجائے کسی خاص مد میں جمع کیا جائے جو کہ یتیم، بیوہ یا اس قسم کے دوسروں ضرورتمندوں پر خرچ کیا جائے، اس سے مجرم کی حوصلہ شکنی بھی ہوسکے گی، ضرورتمندوں کی ضرورت بھی کچھ حد تک پوری ہوسکے گی اور بعض فقہاء کے نزدیک شرعی محظور سے بھی بچا جاسکے گا کیونکہ ویسے بھی ہر صاحبِ استطاعت کے مال میں غریبوں کا وجوبی یا نفلی حق موجود ہوتا ہے۔

"326: Thug.—Whoever shall have been habitually associated with any other or others for the purpose of committing robbery or child-stealing by means of or accompanied with qatl, is thug[726]."

"دفعہ 326-ٹھگ:
جو کوئی شخص کسی دوسرے یا دوسروں کے ساتھ اس مقصد کے لیے میل جول رکھے کہ بذریعہ قتل یا بشمول قتل ڈاکہ زنی یا بچوں کی چوری کا ارتکاب کرے وہ ٹھگ متصور ہوگا[727]۔"

مذاہبِ خمسہ کی روشنی میں ٹھگ کا مصداق: ٹھگ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی ایک اصطلاح ہے، البتہ اس نے ٹھگ کی جو تعریف کی ہے وہ شرعی اعتبار سے رہزن پر منطبق ہوتی ہے، جس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔
ٹھگ کو عربی زبان میں قاطع طریق اور سالب کہا جاتا ہے[728]، اردو زبان میں اس کے لیے رہزنی اور ڈکیتی کے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں، فقہاء اسے حرابہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔
ڈکیتی کی تعریف کے لیے تمام فقہاء نے مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں، چنانچہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ قطع طریق راستہ چلنے والوں پر مال لوٹنے کی غرض سے حملہ آور ہونے کا نام ہے، چاہے فرد واحد ایسا کرے یا چند افراد کی ایک جماعت مل کر اس کا ارتکاب کرے، نیز اس کے اندر رہزنی کی قوت بھی موجود ہو، اس کے لیے کسی ہتھیار کا استعمال کیا جائے یا لاٹھی، پتھر اور لکڑی وغیرہ کا، اور وہ سب کے سب غارت گری میں شریک ہوں یا کچھ افراد عملا شریک ہوں اور کچھ معاون ومددگار ہوں[729]۔
ابن جزی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ محارب یعنی رہزن وہ شخص ہے جو ہتھیار تھان کر راستہ میں حملہ آور ہو کر شہر یا صحرا میں لوگوں کے سامان لوٹنے کا قصد اور ارادہ رکھے، اسی طرح ہر وہ شخص جو دشمنی یا اس طرح کی کسی دوسری وجہ کے بغیر لوگوں پر اسلحہ تھان لے تو اسے محارب کہا جائے گا، نیز وہ شخص جو کسی گھر میں رات کو داخل ہوکر غالب آکر مال لوٹ لے اور فریاد رسی سے منع کرے تو اسے بھی

---

[726] Pakistan penal code: 353

[727] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۲

[728] قاسمی، کیرانوی، مولانا وحید الزمان، القاموس الجدید [اردو-عربی]: ۲۳۳، ادارہ اسلامیات پبلشرز، لاہور کراچی، ۱۳۱۰ھ/۱۹۹۰ء

[729] بدائع الصنائع ۷: ۹۰

محارب کہا جائے گا، جو لوگ بالواسطہ ان کے معاون ہوں وہ بھی ان کے حکم میں داخل ہیں[730]۔

علامہ نوویؒ نے محارب کی یہ تعریف کی ہے کہ جو ہتھیار تھان لے اور راستہ میں لوگوں کو ڈرادے، چاہے شہر ہو یا صحرا۔

فقہاء حنابلہ نےبھی یہی تعریف کی ہے کہ قاطع طریق وہ ہے جو ہتھیار، لاٹھی یا پتھر کا استعمال کرکے صحرا، آبادی یا سمندر میں لوگوں کے راستہ میں نکل آئے اور علی الاظہار غالب آکر ان کا مال چھین لے[731]۔

راقم کی نظر میں حرابہ کی جامع تعریف علامہ ابن فرحونؒ نے کی ہے: كُلُّ فِعْلٍ يُقْصَدُ بِهِ أَخْذُ الْمَالِ عَلَى وَجْهٍ يَتَعَذَّرُ مَعَهُ الِاسْتِغَاثَةُ عَادَةً كَإِشْهَارِ السِّلَاحِ وَالْخَنْقِ وَسَقْيِ السَّكْرَانِ لِأَخْذِ الْمَالِ[732]" یعنی حرابہ سے مراد ہر وہ فعل ہے جس سے کسی ایسے طریقہ سے مال چھیننے کا ارادہ کیا جائے جس کے ساتھ عام طور پر فریاد رسی مشکل ہو جیسا کہ مال لوٹنے کے لیے ہتھیار اٹھانا، گلا گھونٹنا یا نشہ آور چیز پلانا۔

رہزنی کے ثابت ہونے کے لیے فقہاء نے کچھ شرائط کا ذکر کیا ہے، ان کا خلاصہ یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے:

۱: جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ رہزنی تب متحقق ہوگی جب رہزن ایسا شخص ہو جس کا خون معصوم ہو جیسا کہ مسلمان یا ذمی[733]۔

۲: اس پر بھی تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ ٹھگ کابالغ اور عاقل ہونا ضروری ہے لہذا بچے اور فاتر العقل پر حد جاری نہ ہوگی[734]۔

۳: فقہاء احناف کے نزدیک ٹھگ کا مرد ہونا ضروری ہے لہذا عورت پر حد جاری نہ ہوگی جب کہ باقی مذاہب کی رائے یہ ہے کہ اگر عورت ڈاکہ زنی کرے تو اس پر بھی حد جاری ہوگی، فقہاء احناف میں سے امام طحاویؒ کی رائے بھی یہی ہے[735]، موجودہ دور کے حالات کے اعتبار سے یہی رائے زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

۴: فقہاء احناف ، حنابلہ اور جعفریہ کے نزدیک حد جاری کرنے کے لیے ٹھگ کے پاس ہتھیار کا پایا جانا ضروری ہے، لاٹھی، لکڑی اور پتھر بھی ہتھیار کے حکم میں ہیں، فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ غلبہ کافی ہے چاہے تھپڑ اور لات سے کیوں نہ ہو[736]۔

۵: فقہاءِ احناف میں سے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ ڈاکہ زنی کی حد تب جاری ہوگی جب کہ قطع طریق کا ارتکاب آبادی سے دور کیا گیا ہو، جب کہ امام ابویوسفؒ، فقہاء مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور جعفریہ کی رائے یہ ہے کہ قطع طریق کا حکم ہر اس جگہ ثابت ہوگا جہاں لوگوں کی مدد اور فریاد رسی مشکل ہو[737]، عصر حاضر کے لحاظ سے جمہور ہی کی رائے زیادہ راجح ہے۔

---

730 القوانین الفقہیہ: ۲۳۸

731 حجاوی، ابو النجا، موسی بن احمد، الاقناع فی فقہ الامام احمد۴: ۲۸۷، دار المعرفہ، بیروت لبنان

732 تبصرۃ الحکام ۷: ۳۹۹

733 رد المحتار ۳: ۱۱۲، روضۃ الطالبین ۱۰: ۱۵۴، کشاف القناع ٦: ۱۳٦، بدایۃ المجتہد ۲: ۴۹۱، الجامع للشرائع ۱: ۳۳۹

734 بدائع الصنائع ۷: ۹۱، مغنی المحتاج ۵: ۳۹۸، کشاف القناع ٦: ۱۳٦، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۳۴۹، الجامع للشرائع ۱: ۳۳۹

735 حوالہ بالا مع نہایۃ المحتاج ۸: ۲، المغنی ۸: ۲۹۸

736 حوالہ بالا مع رد المحتار ۳: ۲۱۳، المغنی ۸: ۲۸۸

737 بدائع الصنائع ۷: ۹۲، رد المحتار ۳: ۲۱۴، مغنی المحتاج ۸: ۴، المغنی ۸: ۲۸۷، الجامع للشرائع ۱: ۳۳۹

تجزیہ: مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا میں ٹھگ کی ذکر کردہ تعریف رہزنی پر منطبق ہوتی ہے، البتہ دفعہ ہذا میں ٹھگ کے ثبوت کے لیے قتل کی شرط لگائی گئی ہے جب کہ تمام مذاہب کے نزدیک رہزنی کے ثبوت کے لیے قتل ضروری نہیں ہے بلکہ مال لینے یا محض ڈرانے دھمکانے پر بھی ڈاکہ زنی کا اطلاق کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دفعہ ہذا میں ٹھگ کے لیے رہزنی کی مختلف شکلوں میں سے ایک خاص شکل کا تعین کیا گیا ہے۔

بچوں کی چوری کے ارتکاب کی سزا: چونکہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے مذکورہ دفعہ میں بچوں کی چوری کا ذکر کیا گیا ہے، اسلیے اس پر بھی مختصر بحث دی جاتی ہے:
اگر بچے کی چوری ڈاکہ زنی کے طریقہ سے ہو کہ لوگوں کے راستہ میں نکل کر ہتھیار کے ذریعے ڈرا دھمکا کر ان سے ان کا بچہ چھین لیا جائے تو یہ بلا شک وشبہ محاربہ کے حکم میں داخل ہے، اس کی تصریح اگرچہ راقم کو کسی کتاب میں نہیں ملی لیکن امام قرطبی کے قول سے اس کا استنباط کیا جاسکتا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے راستہ میں نکل کر ان کو ڈرا دھمکا کر عورتوں کی حرمت پر ہتھیار کے ذریعے غلبہ حاصل کیا جائے، تو یہ فحش ترین ڈاکہ ہے اور مال لوٹنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ قبیح ہے اور یہ فساد فی الارض کے معنی میں داخل ہے[738]۔
فقہاءِ مالکیہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے[739]۔
مذکورہ نص سے معلوم ہوا کہ انسانی حرمت مال کے مقابلے میں کہیں زیادہ قیمتی ہے اسلیے اس پر ڈاکہ ڈالنا فساد فی الارض کے زمرے میں داخل ہے، بالکل اسی طرح بچہ مال کے مقابلے میں کہیں زیادہ قیمتی ہے بلکہ والدین کے لیے دنیا میں بچے سے زیادہ کوئی قیمتی سرمایہ ہے ہی نہیں، لہذا اس پر ڈاکہ ڈالنا بھی بطریقہ اولی فساد فی الارض کے زمرہ میں داخل ہے اور اس کی سزا وہی ہوگی جو کہ ڈاکہ زنی کی ہے۔

نیز فقہاء جعفریہ کے ہاں کسی آزاد عورت کو چوری کرنے کی تصریح پائی جاتی ہے، چنانچہ امام ابوجعفر قمی نقل کرتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے آزاد عورت کو چوری کردیا تو وہ چور ہے اور اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء جعفریہ کے نزدیک کسی انسان کو چوری کرنے پر بھی چوری کا حکم لگے گا، انہوں نے اگر چہ عورت کی تصریح کی ہے لیکن اس پر بچے کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

اگر بچے کی چوری کا ارتکاب علی الاظہار ڈرا دھمکاکر نہیں بلکہ خفیہ طور پر کیا جائے تو اگر چہ شریعت کی رو سے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا** [740] "اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت ان کا ایک ایک ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کے کرتوتوں

---

738 قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن٦: ١٥٦، دار عالم الکتب ریاض، سعودی عربیہ، ١٤٢٣ھ/٢٠٠٣ء

739 علیش، محمد، منح الجلیل شرح مختصر خلیل ٢٠: ١٠١، دار الکتب العلمیہ، بیروت،حاشیۃ الدسوقی ٣: ٣٣٨

740 سورۃ المائدہ٥: ٣٨

کی سزا اللہ کی طرف سے عبرت کے طور پر ہے[741]۔ لیکن بچے کی چوری کے سلسلے میں عام فقہاء کی رائے یہ ہے کہ چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک مطلقا کسی آزاد عورت کی چوری کرنے پر چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے جس پر بچے کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے، جب کہ فقہاء مالکیہ کے نزدیک تھوڑی تفصیل ہے کہ اگر مجرم نے کسی محفوظ جگہ سے بچہ کی چوری کی ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا ورنہ نہیں۔ بچہ کے محفوظ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہو اور اس کے پاس اس کی خدمت اور حفاظت کرنے والے موجود ہوں۔ اس کے مقابلے میں فقہاء احناف اور فقہاء شوافع کے نزدیک مطلقا مجرم کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اسلیے کہ ہاتھ مال کے چوری کرنے میں کاٹا جاتا ہے اور بچہ مال نہیں ہے، فقہ حنبلی کا مفتی بہ روایت بھی یہی ہے[742]۔

ان فقہاء کے نزدیک ہاتھ نہ کاٹنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ مجرم کو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ عدالت جرم اور مجرم کے حالات کا بغور جائزہ لے کر مجرم کے لیے مناسب تعزیری سزا کا انتخاب کرے، جو کہ عمر قید یا قتل بھی ہوسکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ڈرا دھمکا کر کسی کے بچے کو چھینا جائے تو امام قرطبی اور فقہاء مالکیہ کی تصریح کے مطابق یہ ڈاکہ زنی ہے، اصولی طور پر باقی ائمہ کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے، اور اگر بچے کو خفیہ طور پر چوری کیا جائے تو فقہاء مالکیہ اور جعفریہ کے نزدیک اس پر چوری کا اطلاق کیا جائے گا جب کہ باقی ائمہ کے نزدیک اس پر چوری کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا ایسے شخص پر چوری کی سزا جاری نہیں ہوگی۔

تجزیہ: اگر چہ ٹھگ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی اپنی ایک اصطلاح ہے لیکن اوپر عرض کیا گیا کہ شرعی اعتبار سے ٹھگ رہزن کی ایک خاص شکل ہے اور دفعہ ہذا میں بچے کی چوری پر مطلقا ٹھگ کا اطلاق کیا گیا ہے جب کہ مذاہبِ خمسہ کے نزدیک بچے کی چوری مطلقا ڈاکہ زنی کی فہرست میں شامل نہیں ہے، کیونکہ اگر بچے کی چوری خفیہ طور پر ہو تو یہ سرقہ ہے نہ کہ ڈاکہ زنی، لہٰذا اس اعتبار سے دفعہ ہذا اور مذاہبِ خمسہ میں فرق پایا جاتا ہے۔

"327: Punishment.—whoever is thug, shall be punished with imprisonment for life and shall also be liable to fine[743]."

"دفعہ 327-سزا:

جو شخص ٹھگ ہو اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا[744]۔"

---

741 اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۱۸۲

742 بدائع الصنائع ۷: ٦٤، المجموع ۲۰: ۹۲، انصاری، زکریا، اسنی المطالب فی شرح روضۃ الطالب ۴: ۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۰ء، الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف ۱۰: ۱۹۵، الکافی فی فقہ اہل المدینۃ ۲: ۱۰۸۳، التاج والاکلیل ۱۲: ۱۷۵، زرقانی، محمد بن عبد الباقی، شرح الزرقانی علی الموطا۴: ۱۹۸ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ

743 Pakistan penal code: 354

744 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۲

شریعت کی روشنی میں ٹھگ کی سزا: چونکہ ثابت ہوا کہ شرعی اعتبار سے ٹھگ رہزنی کی ایک خاص شکل ہے ، لہٰذا ٹھگ کے لیے وہی سزا مقرر ہوگی جو کہ رہزن کے لیے مقرر ہے جس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے:

اسلامی شریعت نے جرم وسزا کی فہرست میں جن چند جرائم کی سزا شرعی طور پر متعین کی ہے، ان میں ایک ڈکیتی، رہزنی اور ٹھگ کی سزا بھی ہے، اسلیے کہ ڈکیتی حکومت سے بغاوت ہے جو گویا کہ حکومت کی ناکامی کا ایک گونہ خاموش ثبوت ہے، اسی طرح زمین میں فساد اور لوگوں میں خوف ودہشت پھیلانے کا ذریعہ ہے اور مزید یہ کہ لوگوں کے کسی راستہ میں امن سے چلنے کے حق پر ڈاکہ ڈالنا ہے، اس وجہ سے اسلام نے بھی اس سلسلہ میں شدید سزا کا اعلان کیا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ[745]۔"

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ بری طرح قتل کردیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے غائب کردیے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب تیار ہے[746]۔"

قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار قسم کی سزاؤں کا ذکر کیا ہے، فقہاء نے بھی قطع طریق کی چار صورتیں بیان کی ہیں:

اول: مال لوٹنے کے ارادہ سے حملہ آور ہوا لیکن مال لیا، نہ قتل کیا بلکہ ڈرانے دھمکانے پر اکتفا کیا۔

دوم: اسی ارادہ سے حملہ آور ہوا، مال لیا لیکن قتل نہ کیا۔

سوم: جس نے قتل کیا اور مال نہیں لیا۔

چہارم: جس نے قتل بھی کیا اور مال بھی لیا۔

مذکورہ تقسیم کی رو سے مذاہب اربعہ احناف، شوافع، حنابلہ اور جعفریہ کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت میں "أو" ترتیب کے لیے ہے، لہذا جس نے قتل کیا اور مال نہیں لیا اسے قتل کیا جائے، جس نے مال لیا اور قتل نہ کیا اس کے ایک ایک طرف کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، جس نے قتل بھی کیا اور مال بھی لیا اسے قتل کرکے سولی پر لٹکایا جائے اور جس نے صرف ڈرانے دھمکانے پر اکتفا کیا اسے جلا وطن کردیا جائے، قید میں ڈالنا جلاوطنی کا متبادل ہے۔

امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر ٹھگ نے قتل کا ارتکاب کیا ہو تو اسے قتل کرنا ضروری ہے، حکومت کو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنے یا جلا وطن کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، ہاں حکومت قتل کرنے اور سولی پر چڑھانے میں سے ہر ایک کا اختیار رکھتا ہے، اگر ٹھگ نے مال لیا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو حکومت کو اسے جلا وطن کرنے کا اختیار نہیں ہے بلکہ اسے قتل کرنے، سولی پرچڑھانے یا ایک ایک طرف سے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا اختیار ہے اور اگر صرف ڈرانے دھمکانے پر اکتفا کیا ہو تو حکومت کو چاروں میں سے ہر ایک سزا کا اختیار حاصل ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک حکومت کے اختیار کا مطلب یہ ہے کہ اس معاملہ میں بادشاہ کی رائے اور اجتہاد کا اعتبار ہے، اگر ٹھگ عقلمند اور قائدانہ صلاحیت کا مالک ہو تو اجتہاد

---

745 سورۃ المائدہ۵: ۳۳

746 اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۱۸۱

کا تقاضا یہ ہے کہ اسے قتل کردیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے، اسلیے کہ ہاتھ پاؤں کاٹنے سے اس کے ضرر کا قلع قمع نہ ہو سکے گا، اگر وہ عقلمند نہ ہو بلکہ طاقتور ہو تو اس کے ایک ایک طرف کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں اور اگر اس میں دونوں میں کوئی ایک صفت بھی نہ پائی گئی تو مارپیٹ یا جلاوطن کرنے میں سے کسی ایک پر اکتفا کیا جائے[747]۔

تجزیہ: مجموعہ تعزیرات پاکستان کا دفعہ ہذا ٹھگ کی سزا کے اعتبار سے مذاہب خمسہ سے یکسر مختلف ہے، کیونکہ ٹھگ کی تعریف میں "بذریعہ قتل یا بشمول قتل" کی قید سے قتل لازمی ہے، اور محارب جب قتل کا ارتکاب کرلے تو مذاہب اربعہ کے نزدیک اسے قتل کرکے سولی پر لٹکانا لازمی ہے جب کہ امام مالکؒ کے نزدیک قتل کرنا تو لازمی ہے ہی البتہ سولی پر چڑھانے میں حکومت مختار ہے۔

"328: Exposure and abandonment of child under twelve years by parent or person having care of it.—Whoever being the father or mother of child under the age of twelve years, or having the care of such child, shall expose or leave such child in any place with the intention of wholly abandoning such child, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to seven years, or with fine, or with both."

Explanation: this section is not intended to prevent the trail of the offender for qatl-e-amd or qatl-e-shibh-e-amd or qatl-bis-sabab, as the case may be, if the child dies in consequence of the exposure[748]."

"دفعہ 328-والدین یا سرپرست کا بارہ سال سے کم عمر بچے کو نکالنا اور چھوڑ دینا:
جو شخص بارہ سال سے کم عمر کے کسی بچے کا باپ ہو یا اس کی ماں یا ایسا بچہ اس کی سرپرستی میں ہو اور وہ ایسے بچے کو نکال دے یا بچے کو مکمل طور پر قطع تعلقی کی نیت سے کسی مقام پر چھوڑ دے تو اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزا دی جائے گی جو سات سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے یا جرمانہ کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔"

توضیح: دفعہ ہذا کا مقصد مجرم کی قتل عمد یا قتل شبہ عمد یا قتل بالسبب جیسی کہ صورت ہو، کے لیے سماعت مقدمہ کو روکنا نہیں ہے، اگر چھوڑ دینے کے نتیجہ میں بچہ مرجائے[749]۔

مذاہب خمسہ کی روشنی میں بچہ کسی غیر محفوظ جگہ میں چھوڑنے کا حکم: بچے کو کسی غیر محفوظ جگہ میں چھوڑنے کی صورت میں دو نتائج سامنے آتے ہیں: ایسا کرنے سے بچے کی موت ہوئی ہوگی یا نہیں۔

۱: اگر بچے کی موت واقع ہوجائے تو دیکھا جائے گا، اگر ایسی جگہ میں چھوڑ دینے کی صورت میں موت یقینی تھی تو فقہاء مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور جعفریہ کے نزدیک یہ قتل

---

747 بدائع الصنائع ۷: ۹۳، روضۃ الطالبین ۱۰: ۱۵۶، المغنی ۸: ۲۸۸، نہایۃ المحتاج ۸: ۳، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۵۳، التشریع الجنائی الاسلامی ۲: ۹۸

748 Pakistan penal code: 354

749 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۲

عمد ہے، کیونکہ مذاہب اربعہ کی رائے یہ ہے کہ کسی کو بند کرکے اتنا وقت کھانے پینے سے روکے رکھنا جتنے میں عام طور پر موت واقع ہوجاتی ہے، قتلِ عمد میں داخل ہے۔
لیکن اگر ایسی جگہ چھوڑ دینے میں موت یقینی نہیں تھی تو فقہاء شوافع اور حنابلہ کے نزدیک یہ قتل شبہ عمد ہوگا، جب کہ مالکیہ اور جعفریہ کے نزدیک پھر بھی قتل عمد ہی شمار ہوگا۔
فقہاء احناف میں سے صاحبین کے نزدیک مذکورہ دونوں صورتیں قتل شبہ عمد کے تحت داخل ہیں جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس قسم کی صورتیں قتل عمد ہیں نہ شبہ عمد، البتہ آپؒ اس قسم کی صورتوں میں تعزیری سزا کے قائل ہیں۔
راقم نے اس مسئلہ کا استنباط کسی کو کھانے پینے سے روکے رکھ کر ماردینے اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق اس کی تعلیل سے کیا ہے، تفصیل کے لیے دفعہ: ۳۱۵ ملاحظہ فرمائیے۔

۲: اگر بچے کو غیر محفوظ مقام پر چھوڑ دینے سے اس کی موت واقع نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں مجرم پر تعزیری سزا آئے گی جس کے بارے میں عدالت کو جرم اور مجرم کو جائزہ لے کر کسی بھی قسم کی سزا تجویز کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔
تجزیہ: چونکہ دفعہ ہذا کے تحت مذکورہ "توضیح" سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی رو سے ایسے فعل انجام دینے کی صورت میں بچے کے مرنے پر قتل عمد، شبہ عمد یا قتل بالسبب کا اطلاق کیا جائے گا لہذا اس اعتبار سے دفعہ ہذا بجز امام ابوحنیفہؒ کے کہ ان کے نزدیک ایسا فعل قتلِ عمد ہے نہ ہی قتل شبہِ عمد، تمام ائمہ کی رائے سے موافق ہے جب کہ بچہ کے نہ مرنے کی صورت میں تعزیری سزا دینے کے اعتبار سے دفعہ ہذا تمام مذاہب سے موافق ہے۔

"329: Concealment of birth by secret disposal of dead body.— Whoever, by secretly burying or otherwise disposing of the dead body of a child whether such child dies before or after or during its birth, intentionally conceals or endeavors to conceal the birth of the child shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to two years, or with fine, or with both[750]."

"دفعہ 329-نعش کو خفیہ طور پر ٹھکانے لگا کر پیدائش کا اخفاء:
جو کوئی شخص خفیہ طور پر کسی بچے کی نعش دفن کرے یا بصورت دیگر اس کو ٹھکانے لگانے سے خواہ ایسا بچہ پیدائش سے پہلے یا دوران پیدائش مرے، عمدا ایسے بچے کی پیدائش کو چھپائے یا چھپانے کی کوشش کرے تو اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزا ئے قید دی جائے گی جو دوسال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے یا جرمانہ کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی[751]۔"

خفیہ طور پر بچے کی نعش کو چھپانا: چونکہ خفیہ طور پر بچے کی نعش کو چھپانا کوئی ایسا فعل نہیں ہے جس کے لیے شرعی سزا یعنی حد مقرر ہو، لہذا اس صورت میں عدالت جرم اور مجرم کے کوائف کا جائزہ لیتے ہوئے کسی بھی قسم کی سزا تجویز کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔
تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

---

[750] Pakistan penal code: 354

[751] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۲

"330. Disbursement of diyat.—The diyat shall be disbursed among the heirs of the victim according to their respective shares in inheritance:

Provided that, where an heir foregoes his share, the diyat shall not be recovered to the extent of his share[752]."

"دفعہ 330-دیت کی تقسیم:

دیت مقتول کے وارثوں میں ان کے حصص وراثت کے تناسب سے تقسیم کی جائے گی، مگر شرط یہ ہے کہ جب کوئی وارث اپنا حصہ چھوڑ دے تو اس کے حصے کی حد تک دیت کی رقم مجرم سے وصول نہیں کی جائے گی[753]۔"

مذاہب خمسہ کی روشنی میں دیت کی تقسیم: اگر دیت اطراف یعنی کسی عضو کے بدلے ہو تو باتفاق اس کا مستحق خود مجنی علیہ ہے، چاہے وصول کرے یا معاف کرے۔
اگر دیت قتل کے بدلے واجب ہو تو میت کے باقی اموال کی طرح دیت بھی حصص وراثت کے تناسب سے تقسیم کی جائے گی، لہٰذا ہر مرد اور عورت کو اسی تناسب سے حصہ ملے گا جو میت کے باقی اموال میں سے ملتا ہے، اس لیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ[754] "اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے[755]"۔

نبی کریمﷺ فرماتے ہیں: الْعَقْلُ مِيرَاثٌ بَيْنَ وَرَثَةِ الْقَتِيلِ عَلَى فَرَائِضِهِمْ[756]" یعنی دیت مقتول کے وارثوں کے مابین مقررہ حصوں کے تناسب سے میراث ہے۔
علامہ ابن قدامہؒ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے کہ دیت مقتول کے ان عصبہ کے مابین تقسیم ہوگی جو اس کی طرف سے دیت کی ادائیگی برداشت کرتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یہی تھی لیکن جب ان کو نبی کریمﷺ کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپﷺ نے بیوی کو شوہر کی دیت میں سے حصہ دیا تھا تو اس سے رجوع کرلیا، چنانچہ ضحاک کلابی رضی اللہ عنہ[757] سے روایت ہے: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا أَشْيَمَ[758]" کہ مجھے نبی کریمﷺ نے لکھا تھا کہ میں اشیم ضبابی[759] کی بیوی کو اس کے شوہر اشیم کی دیت میں سے بطور میراث حصہ دوں۔ امام ابوجعفر طوسی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے اور اس کو ترجیح دی ہے[760]۔

---

752 Pakistan penal code: 354

753 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۳

754 سورۃ النساء ۴: ۹۲

755 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد: ۱۵۰

756 سنن نسائی، کتاب القسامۃ[۴۵]،ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء[۳۴]، حدیث ۴۸۰۱

757 ضحاک بن سفیان بن عوف بن کعب [... -۱۱ھ = ... - ۶۳۲ء] کلابی، ابوسعید، ایک بہادر صحابی ہیں۔ نجد میں مقیم تھے۔ رسول اللہﷺ نے ان کو نجد کے مسلمانوں کا والی مقرر کیا تھا۔ بعد میں آپﷺ نے ان کو اپنی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ صحابہ ان کو سو شہسواروں کے برابر سمجھتے تھے۔ آپؓ سے شعر بھی منقول ہے۔[الاصابہ ۳: ۴۷۷، الاعلام ۳: ۲۱۴]

758 سنن ترمذی، کتاب الدیات[۱۴]، باب: المرأۃ هل ترث من دیۃ زوجها[۱۹]، حدیث ۱۴۱۵

759 اشیم ضِبابی وہ صحابی ہیں جو رسول اللہﷺ کے عہد میں حالت اسلام میں خطأً قتل ہوئے تھے، نبی کریمﷺ نے ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ ان کی بیوی کو ان کی دیت سے اپنا حصہ دیدے۔[الاصابہ ۳: ۴۷۷]

760 الخلاف ۷: ۲۱۶

دیت تمام ورثاء میں تقسیم ہونے پر تقریباً تمام ائمہ کا اتفاق ہے[761]۔
اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کی دیت بیت المال میں جمع ہوگی، کیونکہ نبی کریمﷺ فرماتے ہیں: أنا وارث من لا وارث له أعقل عنه وأرثه[762]" یعنی میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہ ہو، میں اس کی دیت ادا کروں گا اور بطور میراث لوں گا بھی۔
رہی اس دفعہ میں کسی وارث کے اپنے حصہ سے عفو کرنے کی صورت تو اس کی تفصیل دفعہ: ۳۱۰ کے تحت گزر گئی ہے۔
تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

"331: Payment of diyat. -- (1) the diyat may be made payable in lump-sum or in installments spread over a period of three years from the date of the final judgment[763]."

"دفعہ 331-دیت کی ادائیگی:
(1) دیت کی ادائیگی یک مشت یا آخری فیصلہ کی تاریخ سے تین سال پر محیط اقساط میں کی جاسکتی ہے[764]۔"
مذاہب خمسہ کی روشنی میں دیت کی ادائیگی کا وقت: علامہ کاسانیؒ نے قتل خطا کی دیت کی تین سال میں ادائیگی پر اجماع نقل کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ دیتِ خطا عاقلہ پر تین سال میں مقررہ وقت پر واجب ہوتی ہے، اس پر صحابہ رضی اللہ عنہ کا اجماع ہے، روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی حاضری میں اس پر فیصلہ فرمایا تھا۔ چونکہ کسی صحابی سے اس کی مخالفت منقول نہیں ہے لہذا یہ اجماع ہوا۔
علامہ ابن قدامہؒ بھی دیت خطا کی تین سال میں ادائیگی پر اجماع کے قائل ہیں اور انہوں نے سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما دونوں کا فیصلہ اس کے مطابق نقل کیا ہے۔
فقہاء مالکیہ، شافعیہ اور فقہاء جعفریہ کی رائے بھی یہی ہے[765]۔
تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

"(2) Where a convict fails to pay diyat or any part thereof within the period specified in subsection (1), the convict may be kept in jail and dealt with in the same manner as if sentenced to simple imprisonment until the diyat is paid in full or may be released on bail if he furnishes security equivalent to the amount of diyat to the satisfaction of the Court[766]."
"(2) جب کوئی سزا یاب دیت یا اس کے کسی حصہ کو ضمنی دفعہ [1]میں صراحت کردہ عرصہ کے اندر ادا کرنے میں ناکام رہے تو سزا یاب کو جیل میں رکھا جائے گا اور اس کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کیاجائے گا گویا سزائے قید محض دی گئی ہو، حتی کہ دیت

---

761 سرخسی، ابوبکر، محمد بن ابی سہل، المبسوط ۲۶: ۲۸۸، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، قرفی، احمد بن ادریس، الذخیرہ ۱۲: ۴۰۸، دار الغرب بیروت، ۱۹۹۴ء، المغنی ٦: ۳۸۸، المجموع ۱۸: ۴۳۷، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۷

762 سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات[۲۱]، باب: الدیۃ علی العاقلۃ فان لم یکن العاقلۃ فعلی بیت المال[۷]، حدیث ۲٦۳۴، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۵

763 Pakistan penal code: 354

764 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۳

765 بدائع الصنائع ۷: ۳۲۳، المغنی ۸: ۳۷٦، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۸۵، مغنی المحتاج ۵: ۳٦۰، من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸٦

766 Pakistan penal code: 355

کی مکمل ادائیگی کردی جائے، یا ضمانت" پر رہا کیا جا سکتا ہے، اگر وہ دیت کی رقم کے برابر عدالت کے اطمینان کے مطابق ضمانت فراہم کردے[767]۔"

بروقت دیت کی ادائیگی میں ناکامی پر سزائے قید کا حکم: تمام مالی حقوق کی ادائیگی بروقت ضروری ہے چاہے دیت ہو، قرض ہو یا اس طرح کا کوئی دوسرا مالی حق ہو، اگر وہ شخص جس کے اوپر کسی دوسرے کا مالی حق واجب ہے، مفلس ہو تو اس صورت میں اسے مال کمانے اور مزدوری کی مہلت دی جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ[768]" "اور اگر وہ تنگ دست ہو تو فراخی آنے تک اسے مہلت دی جائے گی۔"

اگر وہ شخص تنگ دست نہیں ہے جس کے اوپر کسی دوسرے کا مالی حق واجب ہے لیکن اس کے باوجود ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں نبی کریمﷺ کا فرمان ہے: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ[769]" "دولت مند شخص کی تاخیر ظلم ہے"۔

دوسری روایت میں ہے: لي الواجد يحل عرضه وعقوبته[770]" "دولت مند شخص کی ادائیگی میں تاخیر اس کی عزت کو بگاڑنے اور اسے سزا دینے کو جائز کرتا ہے"۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ حقدار کا اپنے مقروض کو یہ کہنے کی اجازت ہے کہ تو نے میرے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی ہے اور اس کی سزا سزائے قید ہے[771]۔

ان احادیث کی بنیاد پر فقہاء نے کسی مالی حق ادا نہ کرنے کی صورت میں مقروض کو سزائے قید دینے کی اجازت دی ہے، چنانچہ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کے اوپر مال واجب ہو تو اس کی ادائیگی واجب ہے، جیسا کہ وہ شخص جس کے پاس امانت، مضاربت، شرکت، مؤکل کا مال، یتیم کامال، وقف کا مال، بیت المال کا مال یا اس کے اوپر قرض ہو اور وہ ادا کرنے پر قادر ہو، ایسا شخص جب کسی واجب حق چاہے قرض ہو یا کوئی معین چیز، کو ادا نہ کرے اور معلوم ہو کہ ادا کرنے پر قادر ہے، تو وہ تب تک سزا کا مستحق ہے جب تک مال نہ نکالے یا اس کی جگہ نہ بتادے، جب مال معلوم ہو اور اسے قید میں ڈال دیا گیا ہو تو اس کے مال سے حق وصول کیا جائے گا اور اسے پیٹنے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی لیکن اگر مال کی ادائیگی کرنے یا اس کی جگہ بتانے سے باز رہے تو اس کی ضرب وکود کی جائے گی یہاں تک کہ حق ادا کردے یا اس کی ادائیگی میں سہولت فراہم کردے[772]۔

حافظ ابن القیمؒ نے بھی مالی حق ادا نہ کرنے پر مارنے پیٹنے اور قید میں ڈالنے کی اجازت دی ہے[773]۔

اس بارے فقہاء مذاہب خمسہ کی رائے بھی یہی ہے کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے مہلت دی جائے لیکن اگر مالی فراخی کے باوجود دوسرے کے حق ادا کرنے میں تاخیر اور ٹال مٹول سے کام لیتا رہے تو اسے سزائے قید دی جائے جب تک کہ مالی حق ادا نہ کردے[774]۔

---

767 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۳
768 سورۃ البقرہ ۲: ۲۸۰
769 صحیح بخاری، کتاب الحوالات [۳۸]، باب: فی الحوالۃ وھل یرجع فی الحوالۃ[۱]، حدیث ۲۲۸۷
770 سنن نسائی، کتاب البیوع[۴۴]، باب: مطل الغنی[۱۰۰]، حدیث ۴۶۸۹
771 صحیح بخاری، کتاب الاستقراض[۴۳]، باب: لصاحب الحق مقال[۱۳]، حدیث
772 السیاسۃ الشرعیہ ۱: ۳۰
773 الطرق الحکمیہ ۱: ۱۵۴
774 المغنی ۴: ۳۳۸، بدائع الصنائع ۷: ۱۷۳، الام ۳: ۲۱۲، الدسوقی ۳: ۲۷۸، شہاب الدین، عبد الرحمن بن محمد، ارشاد السالک الی اشرف المسالک ۱: ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، من لایحضرہ الفقیہ ۳: ۲۳

جعفریہ. دفعہ ہذا مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

"(3) Where a convict dies before the payment of diyat or any part thereof, it shall be recovered from his estate[775]."

"(3) جب مجرم دیت کی یا اس کےکسی حصہ کی ادائیگی سے قبل فوت ہوجائے تو یہ اس کی جائیداد سے وصول کی جائے گی[776]۔"

مجرم کے فوت ہوجانے کی صورت میں دیت کی ادائیگی: اس پر تمام علماء وفقہاء کا اتفاق ہے کہ کوئی وفات پاجائے اور اس پر قرض یا اس طرح کا کوئی دوسرا مالی حق واجب ہو جیسا کہ دیت، تو اسے اس کے ترکہ سے ادا کرنا واجب ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ترکہ میں سے ورثاء کے حصص بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ[777] " اور یہ تقسیم ترکہ میت کی وصیت کی تعمیل کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے ادا ہونے کے بعد جو اس کے ذمہ ہو عمل میں آئے گی[778]"۔

اس آیت میں اگرچہ وصیت کا ذکر پہلے ہے لیکن قرض جیسے مالی حقوق کی ادائیگی پہلے کی جائے گی، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے وصیت سے پہلے قرض ادا کرنے کا حکم دیا حالانکہ تم وصیت قرض سے پہلے پڑھتے ہو[779]، اسی طرح نبی کریمﷺ فرماتے ہیں کہ قرض کی ادائیگی وصیت سے پہلے کی جائے گی[780]۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہےکہ قرض کی ادائیگی وصیت سے پہلے کی جائے گی[781]، علامہ ابن قدامہؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ قرض کی ادائیگی واجب ہے جب کہ وصیت تبرع اور احسان کا معاملہ ہے[782]۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ قرض کسی کی موت سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ میت کے ترکہ سے اس کا ادا کرنا صرف واجب ہی نہیں بلکہ وصیت جیسے احسان کے معاملات پر اس کو مقدم کرنا بھی ضروری ہے۔ چونکہ دیت قرض ہی کے زمرہ میں داخل ہے لہذا اس کا حکم بھی یہی ہے۔

فقہاء مذاہب خمسہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ترکہ سے کفن دفن کے بعد قرض ادا کیا جائے گا اس کے بعد باقی مالی معاملات نمٹائے جائیں گے[783]۔

مذکورہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ دیت قاتل کے اپنے مال واجب ہو لیکن اگر قاتل نے قتل خطا کیا ہو اور دیت عاقلہ پر تین سال کے مقررہ وقت میں واجب ہو تو اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ عاقلہ میں سے جو شخص سال گزرنے سے پہلے وفات پاجائے تو اس سے دیت ساقط ہوجائے گی۔

البتہ اس صورت میں اختلاف ہے کہ اگر سال گزرنے کے باوجود عاقلہ میں سے کسی نے دیت سے اپنا حصہ ادا نہ کیا ہو اور وفات پاجائے تو فقہاء شوافع، حنابلہ اور جعفریہ کی رائے یہ ہے کہ دیت میں سے اس کا حصہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ اس کے ترکہ سے دیت ادا

---

775 Pakistan penal code: 355

776 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۳

777 سورۃ النساء ۴: ۱۱، ۱۲

778 اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۱۲۷

779 سنن ترمذی، کتاب الوصایا[۳۱]، باب: یبدأ بالدین قبل الوصیہ[٦]، حدیث ۲۱۲۲

780 دار قطنی، علی بن عمر، السنن ۵: ۱۴۷، حدیث ۴۱۵۲، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت

781 ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم ۲: ۲۲۸، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

782 المغنی ۱۰: ۳۲۳

783 رد المحتار ٦: ۷۵۹، دسوقی ۳: ۳۵۷، مغنی المحتاج ۳: ۷، المغنی ٦: ۲۰۱، الجامع للشرائع ۲: ۹

کی جائے گی جب کہ امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کا حصہ ساقط ہوجائے گا اسلیے کہ اس میں وجوب کی اہلیت ہی نہ رہی۔

فقہاء مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ جب عاقلہ میں سے کسی پر تمام شروط متوفر ہونے کی صورت میں دیت لگائی گئی تو تنگ دستی، جنون، موت یا سفر جیسی کسی بھی وجہ سے دوبارہ ساقط نہ ہوگی[784]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا اس صورت میں مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے جب کہ قتل عمد کی وجہ سے دیت خود قاتل کے اپنے مال میں واجب ہو، لیکن اگر یہ صورتِ حال قتلِ خطا کی وجہ سے عاقلہ پر دیت کی ادائیگی کی صورت میں پیش آیا ہو تو اس حالت میں دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ کے اصول سے غیر موافق ہے۔

بابِ سوم: شجہ اور جرح کے احکام

784 المبسوط ۲: ۳۵۲، المغنی ۸: ۳۹۶، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۸۵، الخلاف ۹: ۲۷

فصلِ اول: زخم اور اتلاف عضو کے احکام کا تقابلی مطالعہ (دفعہ:332-334)

"332:Hurt.—(1) Whoever causes pain, harm, disease, infirmity or injury to any person or impairs, disables or dismembers any organ of the body or part thereof of any person without causing his death, is said to cause hurt[785]."

"دفعہ -332 زخم: (۱) جو کوئی کسی شخص کو ہلاک کیے بغیر، اسے درد، ضرر، بیماری، ضعف یا چوٹ پہنچائے یا اس کے جسم کے کسی حصے کو کمزور کردے، ناکارہ کردے یا کاٹ دے تو اسے زخم کہا جاتا ہے[786]۔"

لغوی اعتبار سے زخم کا مصداق: عربی میں زخم کو جرح کہتے ہیں۔علمائے لغت کے نزدیک کسی انسان میں ہتھیار کے ذریعے زخم پیدا کرنے کو جرح کہتے ہیں۔ جرح باللسان یعنی زبان کے ذریعے زخم دینے کے معنی کسی کے عیب بیان کرنے کے ہیں۔ علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں کہ لغوی اعتبار سے "جُرحٌ" اور "جَرحٌ" میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ بعض فقہاء بدن میں ہتھیار کے ذریعے زخم پیدا کرنے کے لیے "جُرحٌ" جب کہ زبان کے ذریعے عیب بیان کرنے کے لیے "جَرحٌ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں[787]، خلاصہ یہ ہوا کہ لغوی اعتبار سے جرح کا اطلاق صرف ہتھیار کے ذریعے کسی کو زخم دینے پر ہوتا ہے۔

جرح کا فقہی مفہوم: بعض فقہاء نے بشمولِ قتل تمام قسم کے جنایات کے لیے جراح کا لفظ استعمال کیا ہے[788]۔ علامہ رملیؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ عام طور پر جان نکلنے کا سبب زخم ہی ہوتا ہے اسلیے تمام قسم کے جنایات کے لیے بطور تغلیب مجازاً جراح کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اس کے مقابلے میں لفظ جنایت اس سے عام ہے

785 PPC: 355

786 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۳
787 لسان العرب ۲: ۴۲۲، تاج العروس ٦: ۳۳٦/۳۳٧
788 المغنی ۸: ۲۵۹

اس لیے کہ زہر، کسی بھاری چیز، جادو، قتل اور گلا گھونٹنے وغیرہ کے ذریعے زخم دینا یا قتل کرنا تمام کے تمام معانی اس کے تحت حقیقی طور پر داخل ہیں[789]، یہی وجہ ہے کہ فقہاء ان کے لیے جنایات کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ چہرے اور سر کے زخم کو عربی میں شجہ کہتے ہیں جب کہ چہرے اور سر کے علاوہ تمام بدن کے زخم کو جرح کہتے ہیں۔

بہر حال مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ اگر چہ زخم کی اقسام مختلف ہیں لیکن قتل کے علاوہ تمام قسم کے جنایات پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے زیر دفعہ میں اس کا استعمال اسی معنی کے لیے ہوا ہے۔

"(2) The following are the kinds of hurt.—
(a) Itlaf-i-udw
(b) Itlaf-i-salahiyyat-i-udw
(c) Shajjah
(d) Jurh, and
(e) All kinds of other hurts[790]."

"زخموں کی قسمیں حسب ذیل ہیں:
(اے): اتلاف عضو۔
(بی): اتلاف صلاحیت عضو۔
(سی): شجہ
(ڈی): جرح، اور
(ای): دیگر تمام اقسام کے زخم[791]۔"

چونکہ زخم کی مذکورہ تمام اقسام بالترتیب ذیل کی دفعات میں علیحدہ طور پر ذکر کی گئی ہیں، اس لیے ان کی تفصیل اپنے متعلقہ دفعہ کے تحت دی جاتی ہے۔

"333. Itlaf-i-udw.—Whoever dismembers, amputates, and severs any limb or organ of the body of another person is said to cause itlaf-i-udw[792]."

"دفعہ -333 اتلاف عضو:

جو کوئی شخص کسی شخص کے جسم کے کسی عضو یا جزو کو کاٹ دے، قطع کرے یا جدا کرے تو اسے اتلاف عضو کا مرتکب تصور کیا جاتا ہے[793]۔ "

اس دفعہ کے تحت اتلاف اور عضو کے لغوی معنی اور اتلافِ عضو کے شرعی معنی بیان کیے جاتے ہیں:

اتلاف کے لغوی معنی: اتلاف لفظ تلف سے باب افعال ہے، تلف کے لغوی معنی ہلاک ہونے کے ہیں، نیز اس کے معنی کسی جان کے بلاکسی عوض کے ہلاک ہونے کے بھی آتے ہیں۔عربی میں ہلاکت والی جگہ کو مُتلَفٌ کہا جاتا ہے، چونکہ صحراء میں عام طور پر چلنے والا ہلاک ہوجاتا ہے اسلیے صحراء کو بھی مُتلَفٌ کہا جاتا ہے۔ تلف جب باب افعال سے استعمال کیا جائے یعنی اتلاف تو اس کے معانی ہلاک اور فنا کرنے کے آتے ہیں۔

---

789 نہایۃ المحتاج ۷: ۲۳۵

790 PPC: 355

791 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۳

792 PPC: 355

793 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۴

عربی میں رجلٌ مِتلاف اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو اپنے مال کو اسراف کی وجہ سے ضائع کردے[794]۔

عضو کے لغوی معنی: عضو کے لغوی معنی ہر اس ہڈی کے ہیں جس پر وافر مقدار میں گوشت چڑھا ہوا ہو، چاہے انسان کا ہو یا حیوان کا، اس کے معنی تقسیم اور تفریق کے بھی آتے ہیں[795]، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ[796]"
"وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے) سے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا[797]"۔
اصطلاح میں اس کا اطلاق کسی انسان یا حیوان کے مجموعہ جسم کے ہر اس اندام پر ہوتا ہے جسے دوسرے اندام سے جداگانہ اور علیحدہ حیثیت حاصل ہو جیسا کہ ہاتھ، پاؤں اور کان[798]۔
اتلاف عضو کے شرعی معنی: شرعی اصطلاح میں اتلاف عضو کا اطلاق ہر اس فعل پر ہوتا ہے جس سے کسی عضو کو جزوی یا کلی طور پر جسم سے کاٹ دیا جائے، جیسا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا کا مفہوم بھی یہی ہے[799]۔

"334: punishment for itlaf-i-udw.—Whoever by doing any act with the intension of thereby causing hurt to any person, or with the knowledge that he is likely thereby to cause hurt to any person causes itlaf-i-udw of any person, shall in consultation with the authorized medical officer, be punished with qisas, and if the qisas is not executable keeping in view the principles or equality in accordance with the Injuctions of Islam the offender shall be liable to arsh and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years as ta,zir[800]."

"دفعہ-334-: اتلافِ عضو کی سزا:
جو کوئی ایسا فعل انجام دے جس سے کسی شخص کو زخم پہنچانے کی نیت کرے یا اس علم سے کہ اس فعل سے زخم پہنچ سکتا ہے، اس شخص کا اتلاف عضو کرے تو مجاز میڈیکل آفیسر سے مشورہ کرکے اسے قصاص کی سزا دی جاسکتی ہے اور اگر احکام اسلام کے مطابق مساوات کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قصاص قابلِ نفاذ نہ ہو تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر دی جاسکتی ہے جو دس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[801]۔ "

مجموعہ تعزیرات پاکستان کے اس دفعہ کا شرعی جائزہ لینے سے پہلے دو باتوں کی وضاحت دی جاتی ہے:
۱: زخم کے قصاص کا شرعی ثبوت۔
۲: ارش کے لغوی اور اصطلاحی معنی۔

---

794 تاج العروس ۲۳: ۵۶
795 تاج العروس ۳۹: ۶۰
796 سورۃ الحجر ۱۵ : ۹۱
797 اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۳۴۱
798 حاشیۃ القلیوبی علی شرح المحلی ۱: ۳۳۷، مکتبہ عیسی البابی الحلبی
799 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۷: ۲۹۶، کشاف القناع ۵: ۵۶۰، بدایۃ المجتہد ۲: ۳۲۱
800 PPC: 355
801 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۴

۱. شریعت کی روشنی میں زخم کے قصاص کا ثبوت: فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جان سے کم زخم کی جنایت میں چند شرائط کے ساتھ قصاص جاری ہوگا، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالأَنْفَ بِالأَنْفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ [802] "اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے[803]۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: أَنَّ الرُّبَيِّعَ – وَهْىَ ابْنَةُ النَّضْرِ – كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ ، فَطَلَبُوا الأَرْشَ وَطَلَبُوا الْعَفْوَ ، فَأَبَوْا فَأَتَوُا النَّبِىَّ – صلى الله عليه وسلم – فَأَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ . فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لاَ وَالَّذِى بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لاَ تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا فَقَالَ « يَا أَنَسُ كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ » . فَرَضِىَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا فَقَالَ النَّبِىُّ – صلى الله عليه وسلم – « إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لأَبَرَّهُ »[804]"

" آپﷺ بیان کرتے ہیں کہ ربیع بنت نضر[805] نے ایک لڑکی کے دانت توڑ دیے۔ اس پر لڑکی والوں نے تاوان مانگا اور ان لوگوں نے معافی چاہی لیکن معاف کرنے سے انہوں نے انکار کیا۔ چنانچہ نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپﷺ نے بدلہ لینے کا حکم دیا (یعنی ان کا بھی دانت توڑ دیا جائے)۔ سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ[806] نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ربیع کا دانت ہم کس طرح توڑ سکیں گے۔ انہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! ہم ان کا دانت نہیں توڑیں گے۔ آنحضورﷺ نے فرمایا کہ انس! کتاب اللہ کا فیصلہ تو قصاص یعنی بدلہ لینے ہی کا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ راضی ہوگئے اور (ربیع) کو معاف کردیا۔ پھر آپﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ خود ان کی قسم پوری کرتے ہیں۔"

علامہ ابن قدامہؒ نے زخم کے قصاص پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے[807]۔

فقہاء نے اس کی عقلی وجہ یہ بیان کی ہے کہ انسانی جان کی طرح اس کے اعضاء بھی حفاظت کے محتاج ہیں، لہذا اس کی حفاظت کی خاطر جان کی طرح ان کو نقصان دینے میں بھی قصاص واجب ہے[808]۔

البتہ زخم میں قصاص جاری ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اگر زخم ایسا ہو کہ اس میں برابری کا بدلہ ممکن ہو تو اس میں قصاص جاری ہوگا لیکن اگر کمی یا زیادتی کا خدشہ ہو تو قصاص جاری نہیں کیا جائے گا[809]۔

---

802 سورۃ المائدہ۵: ۴۵

803 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد جالندھری: ۱۸۴

804 صحیح بخاری، کتاب الصلح[۵۳]، باب: الصلح فی الدیۃ[۸]، حدیث ۲۷۰۳

805 سیدہ ربیع بنت النضر بن ضمضم بن زید بن حرام انصاریہ رضی اللہ عنہا، سیدنا انس بن النضر رضی اللہ عنہ کی بہن، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی چچی اور سیدنا حارثہ بن سرقہ رضی اللہ عنہ کی ماں ہے۔ بنو عدی بن نجار سے تعلق تھا۔[الاصابہ ۸: ۱۳۳]

806 انس بن نضر بن ضمضم، انصاری، خزرجی، خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے تو قسم کھائی کہ اللہ نے موقع دیا تو اللہ کو اپنا کیا دکھاؤں گا۔ پھر اپنا وعدہ سچا کرکے غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ [الاصابہ ۱: ۲۸۱]

807 المغنی ۸: ۳۱٦

808 المغنی ۸: ۳۱٦، المجموع ۱۸: ۳۹۸، کشاف القناع ۵: ۵۴۷

809 المغنی ۸: ۳۱٦، الجامع للشرائع ۳: ۴۲، الخلاف ۸: ۲۸۲

۱. **ارش کے لغوی اور اصطلاحی معنی:** ارش کے لغوی معنی زخمی کردینے، اختلاف اور خصومت کرنے، زخم کا تاوان دینے، کسی کی دیت ادا کرنے اور رشوت دینے کے ہیں[810]۔

جب کہ اس کے اصطلاحی معنی انسانی جان اور نفس سے کم یعنی کسی عضو اور زخم وغیرہ کے بدلے میں واجب ہونے والے مال کے ہیں، البتہ کبھی کسی انسانی جان کے بدلےواجب ہونے والے مال پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے[811]۔

اتلافِ عضو میں قصاص: فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مادون النفس میں قصاص جاری ہوگا جس میں اتلاف عضو بھی شامل ہے۔

چونکہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا نے " اور اگر احکام اسلام کے مطابق مساوات کے اصولوں کے پیش نظر رکھتے ہوئے قصاص قابل نفاذ نہ ہو" کی تصریح کی ہے، لہذا مذاہب خمسہ کی رو سے مادون النفس میں قصاص لینے کے لیے جن شرائط کو ملحوظ رکھا جاتا ہے ان کی مختصر وضاحت دی جاتی ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ وہ کون سی صورتیں جن میں قصاص قابلِ نفاذ نہیں ہوتا:

مادون النفس میں قصاص جاری کرنے کی شرائط: شرائط کی تفصیل یہ ہے:
1: فعل قصدًا وعمدًا ہو: تمام فقہاء کے نزدیک نفس کی طرح مادون النفس میں قصاص جاری کرنے کے لیے قصد اور عمد کا پایا جانا ضروری ہے[812]۔

البتہ مذاہب خمسہ کے مابین اس میں اختلاف ہے کہ مادون النفس میں شبہِ عمد کا اعتبار ہے یا نہیں؟۔
فقہاء احناف کی رائے یہ ہے کہ مادون النفس میں شبہِ عمد کا اعتبار نہیں ہے، اسلیے کہ قتل کی صورت میں عمد اور شبہِ عمد کی تقسیم آلہ جارحہ کی رو سے کی گئی ہے جب کہ زخم دینے کے لیے تمام آلات ایک حکم رکھتے ہیں، اس لیے کہ عام طور پر زخم دینے کے لیے کسی بھی قسم کا آلہ استعمال کیا جاسکتا ہے لہذا قتل کی صورت میں جو آلہ شبہِ عمد شمار کیا جاتا ہے، زخم میں عمد شمار ہوگا[813]۔
فقہاء مالکیہ نے مادون النفس میں قصاص لینے کے یہ شرط رکھی ہے کہ زخم دشمنی کی وجہ سے دی گئی ہو، لہذا وہ زخم جو کھیل کھود یا ادب سکھانے کے لیے مارپیٹ کر دیا جائے اس میں قصاص جاری نہ ہوگا[814]۔
فقہاء شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ جس طرح قتل میں عمد معتبر ہے اسی طرح مادون النفس میں بھی اس کا اعتبار ہے، لہذا جو زخم خطا یا شبہ عمد کی صورت میں دیا جائے اس میں قصاص جاری نہ ہوگا۔ شبہ عمد کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے سر کو ہاتھ یا اتنے چھوٹے پتھر سے ماردے جو عام طور پر زخمی نہیں کرتا لیکن اس کا سر پھول جائے اور اس میں ہڈی نظر آجائے[815]۔
جمہور فقہاء حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ شبہ عمد مادون النفس میں قصاص واجب نہیں کرتا، شبہ عمد یہ ہے کہ کسی کو ایسی چیز سے ماردے جو عام طور پر زخمی نہیں کرتا

---

810 تاج العروس ۱۷: ۶۳
811 التعریفات ۱: ۳۱، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۱: ۲۶۵
812 بدائع الصنائع ۷: ۲۳۳، کشاف القناع ۵: ۵۴۷، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ۹: ۱۷۸، القوانین الفقہیہ : ۳۴۳، حاشیۃ الصاوی ۳: ۳۴۷
813 بدائع الصنائع ۷: ۲۳۳
814 حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ۵: ۵۴۷
815 روضۃ الطالبین ۹: ۱۷۸

مثال کے طور پر کسی کو ایسی لکڑی سے ماردے جو عام طور پر زخمی نہیں کرتی لیکن اسے زخمی کردے تو اس میں قصاص واجب نہیں ہے، اسلیے کہ یہ شبہِ عمد ہے۔
فقہاء جعفریہ کے نزدیک قتل کی طرح جراحات میں بھی عمد، خطا اور شبہ خطا کا اعتبار کیا جائے گا، اور شبہ خطا یہ ہے کہ کوئی شخص فعل کا ارادہ رکھتا ہو لیکن قتل اور زخم دینے کا ارادہ نہیں رکھتا جیسا کہ کسی استاد نے بچہ کو ادب سکھانے کی خاطر معمولی سا مارا پیٹا جس سے وہ زخمی ہوگیا تو یہ شبہ خطا ہے[816]۔

2: **فعل عدوان اور زیادتی کے طور پر ہو:** مادون النفس کے قصاص کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ جنایت کرنے والے کا فعل زیادتی کے طور پر ہو لہٰذا اگر جانی اپنے فعل میں تعدی کرنے والا نہ ہوتو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا جیسا کہ جانی سزا کا اہل نہ ہو مثلا عاقل یا بالغ نہ ہو۔
اس کے تحت یہ بھی داخل ہے کہ ایک ماہر ڈاکٹر اور طبیب سے عام روٹین کے مطابق علاج کرتے ہوئے اس قسم کا فعل سرزد ہوجائے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اسلیے کہ طبیب مریض پر ظلم اور زیادتی کا نہیں بلکہ اس کی شفاء کا ارادہ رکھتا ہے[817]۔

3: **جانی اور مجنی علیہ کا تکافؤ یعنی برابری:** مادون النفس میں قصاص کے لیے جانی اور مجنی علیہ کامندرجہ ذیل صفات میں تکافؤ کا پایا جانا ضروری ہے:
۱: نوع میں تکافؤ: نوع سے مرد اور عورت ہے، فقہاء مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ نوع میں برابری ضروری نہیں ہے لہٰذا مرد اور عورت کے مابین قصاص جاری ہوگا[818]۔
فقہاء احناف کی مشہور رائے یہ ہے کہ مادون النفس میں قصاص جاری کرنے کے لیے نوع کا اتحاد ضروری ہے، لہٰذا جانی اور مجنی علیہ میں سے ایک عورت اور دوسرا مرد ہو تو ان کے مابین قصاص جاری نہ ہوگا۔
البتہ شجہ کے متعلق امام محمدؒ کی رائے یہ منقول ہے کہ ان کے مابین نوع کے اختلاف کا اعتبار نہیں ہے، اسلیے کہ شجہ میں عیب لازم آتا ہے جس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں[819]۔
فقہاء جعفریہ کے نزدیک ثلث دیت تک مرد اور عورت کے لیے ایک دوسرے سے قصاص لیا جائے گا، البتہ ثلثِ دیت اور اس سے زیادہ کی صورت میں عورت کے لیے مرد سے قصاص لینے کی شرط یہ ہے کہ عورت مرد کو نصفِ دیت واپس کردے[820]۔

۲: دین میں تکافؤ: مادون النفس میں قصاص لینے کے لیے دین میں برابری کی شرط فقہاء کے مابین مختلف فیہ ہے:
فقہاء احناف کی رائے یہ ہے کہ مسلمان اور ذمی کے مابین مادون النفس میں قصاص جاری ہوگا، کیونکہ ان کے ارش برابر ہیں لہٰذا ان میں قصاص بھی جاری ہوگا۔
فقہاء مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کافر کے لیے مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔فقہاء شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ ذمی سے مسلمان کا بدلہ لیا جائے گا البتہ ذمی کا قصاص مسلمان سے نہیں لیا جائے گا، فقہاء حنابلہ کی رائے بھی یہی ہے کہ قتل کی

---

816 المغنی ۸: ۳۱۷
817 بدائع الصنائع ۷: ۶۳، بدایۃ المجتہد ۲: ۳۹۶، المغنی ۸: ۳۲۶، کشاف القناع ۵: ۵۱۸، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۳۷، الجامع للشرائع ۲: ۳۹۰/ ۳۹۱
818 روضۃ الطالبین ۹: ۱۴۸، المغنی ۸: ۲۹۶
819 روضۃ الطالبین ۹: ۱۴۸، المغنی ۸: ۲۹۶، بدائع الصنائع ۷: ۳۰۲، الاختیار ۵: ۳۳
820 روضۃ الطالبین ۹: ۱۴۸، المغنی ۸: ۲۹۶، بدائع الصنائع ۷: ۳۰۲، الاختیار ۵: ۳۳،الجامع للشرائع ۳: ۳۲

صورت میں جن کے مابین قصاص جاری نہیں ہوتا زخم کی صورت میں بھی ان کے مابین قصاص جاری نہیں ہوگا، فقہاء جعفریہ کی رائے بھی ذمی کے لیے مسلمان سے قصاص نہ لینے کا ہے[821]۔

۳: عدد میں تکافؤ: عدد میں برابری کے بارے میں مذاہب خمسہ میں سے امام مالک، امام شافعی، امام احمدؒ اور فقہاء جعفریہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کئی افراد موجب قصاص زخم میں مشترک ہوجائیں تو ان سب سے قصاص لیا جائے گا، ان کی دلیل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے ہے کہ دو گواہوں نے ایک آدمی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر ان دونوں نے دوسرے آدمی کو پکڑ کر لایا کہ چوری اس نے کی ہے اور پہلے کے بارے میں ہم سے غلطی ہوئی تھی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی گواہی قبول نہیں کی اور ان پر پہلے آدمی کی دیت مقرر کرکے فرمایا کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ تم دونوں نے قصدا ایسا کیا ہے یعنی جھوٹی گواہی دی ہے تو میں ضرور تم دونوں کے ہاتھ کاٹ لیتا[822]، اس سے ثابت ہوا کہ ایک ہاتھ کے بدلے دو آدمیوں کے ہاتھ کاٹے جاسکتے ہیں۔
فقہاء احناف اور ایک روایت میں امام احمدؒ کی رائے یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی وجہ سے دو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے بلکہ ان پر دیت واجب ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ مادون النفس میں مماثلت شرط ہے جب کہ ایک ہاتھ اور کئی ہاتھوں میں ذات، منفعت اور فعل ہر اعتبار سے مماثلت موجود نہیں ہے[823]۔
4: محل میں مماثلت: اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ مادون النفس جنایت کے قصاص کے لیے محل جنایت اور محل قصاص کا مماثل ہونا ضروری ہے لہذا ہاتھ کے بدلے ہاتھ ہی کاٹا جائے گا، ہاتھ کے بدلے پیر نہیں کاٹا جائے گا اس لیے کہ پیر ہاتھ کی جنس سے اور اس کی مثل نہیں ہے۔ یہی حکم انگلیوں میں بھی ہے مثلا انگوٹھے کے بدلے انگوٹھا ہی کاٹا جائے گا[824]۔

۵: منفعت میں مماثلت: مادون النفس کے قصاص لینے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جانی اور مجنی علیہ دونوں کے اعضاء کی منفعت ایک جیسی ہو مثلا دائیں ہاتھ کے بدلے دایاں ہاتھ ہی کاٹا جائے گا بایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جب منفعت ایک جیسی ہو تو اس کے بعد اعضاء کے چھوٹے بڑے، طوالت وقصر اور طاقت اور کمزوری کو نہیں دیکھا جائے گا، اسلیے کہ اعضاء کے حجم میں اختلاف سے منفعت میں اختلاف لازم نہیں آتا[825]۔
محل اور منفعت میں مماثلت کے اعتبار سے فقہاء جعفریہ کی رائے بھی جمہور فقہاء کی طرح ہے بشرطیکہ جانی کا وہی عضو پایا جائے جو اس نے مجنی علیہ سے کاٹا ہے، اگر وہی عضو نہیں پایا گیا تو ان کے نزدیک اس کا مماثل عضو بھی کاٹا جاسکتا ہے مثلا جانی نے مجنی علیہ کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالا، مجنی علیہ قصاص لینا چاہتا ہے لیکن جانی کا دایاں ہاتھ موجود نہیں ہے تو فقہاء جعفریہ کے نزدیک جانی کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، اگر نہیں پایا گیا تو دایاں پاؤں کا ٹا جائے گا، اگر یہ بھی نہیں پایا گیا تو بایاں پاؤں کاٹا جائے

821 روضۃ الطالبین ۹: ۱۸۸، المغنی ۸: ۳۱۶، بدائع الصنائع ۷: ۳۰۳، الاختیار ۵: ۳۴، حاشیۃ الصاوی ۳: ۳۴۷، الجامع للشرائع ۳: ۴۲
822 المغنی ۸: ۲۹۲، روضۃ الطالبین ۹: ۱۸۸، الخلاف ۸: ۲۹۲
823 المغنی ۸: ۳۷۱، الاختیار ۵: ۳۵
824 الاختیار ۵: ۳۴، بدائع الصنائع ۷: ۲۹۷، روضۃ الطالبین ۹: ۱۸۸، المغنی ۸: ۳۳۵
825 الاختیار ۵: ۳۵، بدائع الصنائع ۷: ۲۹۸، روضۃ الطالبین ۹: ۱۸۹، المغنی ۸: ۳۳۶

گا، اور قصاص صرف اس صورت میں ساقط ہوتا جب کہ ان میں سے کوئی عضو بھی نہ ہو[826]۔

٦: زیادتی کے بغیر قصاص لینا ممکن ہو: مادون النفس میں قصاص جاری کرنے کے لیے چھٹی شرط یہ ہے کہ بلا کسی ظلم اور تعدی کے جانی سے قصاص ممکن ہو، اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے کہ جانی نے مجنی علیہ کا عضو کسی جوڑ سے کاٹا ہو، لہٰذا اگر عضو کسی ایسی جگہ کاٹا ہو جس میں ظلم اور زیادتی کا اندیشہ ہو تو قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ دیت ادا کی جائے گی[827]۔

اس کی دلیل سنن ابن ماجہ کی ایک روایت ہے: أن رجلا ضرب رجلا على ساعده بالسيف فقطعها من غير مفصل. فاستعدى عليه النبي صلى الله عليه و سلم . فأمر له بالدية . فقال يا رسول الله إني أريد القصاص . فقال : خذ الدية . بارك الله لك فيها) . ولم يقض له بالقصاص[828]"

" کہ ایک مرد نے دوسرے کے بازو پر تلوار ماری اور جوڑ کے نیچے سے اس کا بازو کاٹ ڈالا، مجروح نے نبی ﷺسے فریاد کی تو آپﷺ نے اس کے لیے دیت کا فیصلہ فرمایا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ قصاص لوں۔ آپﷺ نےفرمایا: دیت لے لو اللہ تمہیں اس میں برکت عطا فرمائےاور آپ نے اس کے لیے قصاص کا فیصلہ نہ فرمایا۔"

فقہاء جعفریہ کے نزدیک جراحات کے باب میں قصاص لینے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر وہ زخم ایسا ہو جو بالکل ٹھیک ہوسکتا ہو اور اس کا اثر باقی نہ رہے تو اس صورت میں بھی قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ دیت واجب ہوگی[829]۔

خلاصہ یہ ہوا کہ مادون النفس میں قصاص لیتے وقت کچھ شرائط کو ملحوظ رکھا جائے گا جن کی طرف مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا نے "اور اگر احکام اسلام کے مطابق مساوات کے اصولوں کے پیش نظر رکھتے ہوئے قصاص قابل نفاذ نہ ہو" کے الفاظ سے مجمل اشارہ کیا ہے۔

تجزیہ: چونکہ مادون النفس کے قصاص لینے کے لیے مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا کی مجمل عبارت میں مذاہب خمسہ کی تفصیلات معتبر ہیں لہذا یہ دفعہ مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

رہی دس سال قید جو کہ دفعہ ہذا نے ذکر کی ہے تو چونکہ وہ ایک تعزیری سزا ہے لہٰذا عدالت مجرم اور جرم کے کوائف کا جائزہ لیتے ہوئے اس کا اختیار رکھتا ہے۔

---

826 الخلاف ٨: ٣٥٩

827 نہایۃ المحتاج ۷: ٢٨٣، روضۃ الطالبین ٩: ١٨١، المغنی ٨: ٣٢٠، الجامع للشرائع ٣: ٣٢

828 سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات [٢١]، باب: مالاقود فیہ [٩]، حدیث ٢٦٣٦

829 الجامع للشرائع ٢: ٣٩١

فصلِ دوم: اتلاف صلاحیت عضو کے احکام کا تقابلی مطالعہ(دفعہ:336-335)

"335: Itlaf-i-salahiyyat-i-udw.—Whoever destroys or permanently impairs the functioning, power or capacity of an organ of the body of another person or causes permanent disfigurement is said to cause itlaf-i-salahiyat-udw[830]."

"دفعہ 335-اتلاف صلاحیت عضو:
جو کوئی شخص کسی کے جسم کے کسی عضو کی فعلیت، قوت یا اہلیت کو ضائع کرے یا مستقل طور پر کمزور کردے یا مستقل طور پر اس کی شکل بگاڑ دے تو اسے اتلاف صلاحیت عضو کا باعث کہا جائے گا[831]۔"

اتلاف صلاحیت عضو فقہاء کی نظر میں: فقہاء نے زخم کی چار اقسام میں سے دوسری قسم اتلاف صلاحیت عضو یا اتلاف معانی اعضاء شمار کی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جسمانی قالب کو برقرار رکھتے ہوئے کسی انسان کے عضو کی قوت، طاقت، صلاحیت اور اس سے اٹھائی جانے والی منفعت کو نقصان پہنچایا جائے یا مکمل طور پر ختم کیا جائے[832]، جیسا کہ مجموعہ تعزیرات نے بیان کیا ہے۔
مجموعہ تعزیرات پاکستان نے جسمانی صلاحیتوں کی تصریح تو نہیں کی ہے البتہ بعض فقہاء نے بیس سے زیادہ جسمانی صلاحیتوں کو شمار کیا ہے۔ ان میں کچھ اہم یہ ہیں: عقل، سماعت، بصارت، شامہ (سونگھنے کی صلاحیت)، آواز، چلنے کی صلاحیت، چکھنے کی صلاحیت، بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت، چبانے کی صلاحیت، جماع، حمل، افزائش منی، پکڑ، رفتار، بالوں یا چمڑے کا وجود وغیرہ[833]۔

"336: punishment for itlaf-i-salahiyat-udw .—Whoever, by doing any act with the intention of causing hurt to any person, or with the knowledge that he is likely to cause hurt to any person, causes

---

830 PPC: 355

831 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۴

832 بدائع الصنائع ۷: ۲۹۶، روضۃ الطالبین ۹: ۱۸٦

833 بدائع الصنائع ۷: ۲۹۶، روضۃ لطالبین ۹: ۱۸٦، المغنی ۸: ۳۳۵، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷: ٦٦١، الجامع للشرائع ۳: ۲۷

itlaf-i-salahiyyat-i-udw of any person shall in consultation with the authorized medical officer, be punished with qisas and if the qisas is not executable, keeping in view the principles of equality in accordance with the Injunction of Islam, the offender shall be liable to arsh and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years as ta,zir[834]."

"دفعہ 336- اتلاف صلاحیت عضو کی سزا:

جو کوئی شخص ایسا فعل انجام دے جس سے کسی شخص کو زخم پہنچانے کی نیت سے یا اس علم سے کہ اس فعل سے زخم پہنچ سکتا ہے، اس شخص کا اتلاف صلاحیت عضو کرے تو مجاز میڈیکل آفسر کے ساتھ مشورہ سے اسے قصاص کی سزا دی جاسکتی ہے اور اگر احکام اسلامی کے مطابق مساوات کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قصاص قابلِ نفاذ نہ ہو تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بھی بطور تعزیر دی جاسکتی ہے جو دس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[835]۔ "

شریعت کی روشنی میں اتلافِ صلاحیتِ عضو کی سزا: جسم کی کوئی منفعت مکمل طور پر ضائع وبرباد کردی جائے تو اس صلاحیت کا قتل بھی اصل میں انسان کی شخصیت اور وجود ہی کا قتل ہے، اسلیے شریعت اسلامی نے صلاحیتوں کے ضائع کردینے پر قصاص کا حکم جاری کیا ہے۔ انسان کے جمال اور اس کی ساخت میں تناسب وتوازن سے محرومی کو بھی فقہاء نے اسی معنی میں رکھا ہے، البتہ منافع کا قصاص لیتے وقت ان شرائط کو ملحوظ رکھا جائے گا جن کا ذکر دفعہ: 335 کے تحت ہوا۔

اگر قصاص قابل نفاذ نہ ہو تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا جیسا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے اس دفعہ نے حکم لگایا ہے، البتہ فقہاء سے بعض جسمانی صلاحیتوں کے اتلاف کے قصاص لینے کے بارےمیں اختلاف منقول ہے، اس کی تفصیل دی جاتی ہے:

اگر کسی کو تھپڑ دینے، سر پر مارنے یا زخم دینے وغیرہ کی وجہ سے کسی عضو کی منفعت جاتی رہی اگر چہ اس کا قالب اسی طرح موجود رہے تو فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ بصارت، سماعت اور سونگھنے کی صلاحیت ختم کرنے کی صورت میں قصاص واجب ہے، بصارت اور سماعت کے بارے میں فقہاء شافعیہ کی بھی متفقہ رائے جب کہ پکڑ، چکھنے اور سونگھنے کے بارے میں ان کا صحیح قول یہی ہے، فقہاءِ مالکیہ نے بعض دوسری صلاحیتوں کا حکم بھی یہی بیان کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان صلاحیتوں کے لیے جسم میں مخصوص جگہیں متعین ہیں جن کے اتلاف پر کسی زیادتی کے بغیر ماہر افراد قادر ہوتے ہیں[836]۔

اس کے مقابلے میں فقہاء احناف کی رائے یہ ہے کہ بصارت میں قصاص لیا جائے گا جب کہ اس کے علاوہ کسی بھی صلاحیت میں قصاص نہیں لیا جائے گا، بصارت کے بارے میں ان کی دلیل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عمل ہے، چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس طرح کا کوئی واقعہ پیش آیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجرم کی آنکھوں پر گیلا اون رکھ ایک گرم شیشہ ان کے قریب کردیا جس کی وجہ سے اس کی بینائی چلی گئی، یہ عمل چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حضور میں ہوا تھا لہذا یہ اجماع ہے[837]۔

---

[834] PPC: 356

[835] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۳

[836] روضۃ لطالبین ۹: ۱۸۶، کشاف القناع ۵: ۵۴۷، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۵۳، حاشیۃ الصاوی ۴: ۳۵۵

[837] بدائع الصنائع ۷: ۳۰۸

فقہاء جعفریہ نے آنکھ اور اس کی منفعت کے ضیاع میں قصاص لینے کی تصریح کی ہے، اسی طرح ناک اور کان میں بھی قصاص لینے کی تصریح کی ہے[838]۔
ان صلاحیتوں کے قصاص کے بارے یہ حکم تب ہے جب بلاکسی زیادتی کے ایسا ممکن ہو، اگر قصاص لینا ممکن نہ ہو تو ان صلاحیتوں کی دیت لی جائے گی جس کی تفصیل یہ ہے:

عقل کی دیت: تمام اعضاء کے منافع عقل کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں کیونکہ اگر عقل نہ پائی گئی تو انسان کا کوئی بھی عضو ٹھیک طریقے سے کام نہیں کرے گا، اس وجہ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کی عقل ضائع کردینے میں پوری دیت واجب ہوگی۔ اس کےبارے میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: وَفِي الْعَقْلِ الدِّيَةُ مِائَةٌ مِنَ الإِبِلِ[839]" یعنی عقل میں پوری دیت واجب ہوگی جو کہ سو اونٹ ہیں۔

بصارت کی دیت: کسی کی بصارت ضائع کرنے کی صورت میں پوری دیت واجب ہے، اسلیے کہ یہ آنکھوں کی منفعت کو باطل کرنا ہے، سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے اس خط میں منقول ہے جو نبی کریمﷺ نے ان کو لکھا تھا: وفي العينين الدية[840]" کہ آنکھوں میں پوری دیت ہے۔

سماعت کی دیت: سماعت کے ضیاع میں بھی پوری دیت واجب ہے، اس لیے کہ سماعت بھی بصارت کی طرح ایک اعلی حاسہ ہے بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک یہ بصارت سے بھی زیادہ ضروری ہے اس لیے کہ اس پر باتوں کی سمجھ اور فہم موقوف ہے۔ امام ابن المنذرؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے[841]۔سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: وَفِي السَّمْعِ مِائَةٌ مِنَ الإِبِلِ [842]" کہ سماعت میں سو اونٹ یعنی پوری دیت واجب ہے۔

کلام کی دیت: کلام کی صلاحیت کو ختم کردینے میں پوری دیت واجب ہے، چنانچہ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت میں منقول ہے: وفي اللسان الدية [843]" یعنی زبان میں پوری دیت ہے، جب زبان میں پوری دیت واجب ہے تو اس کی منفعت میں بھی پوری دیت ہی واجب ہوگی۔

سونگھنے کی دیت: سونگھنے کی حس کے ضیاع میں پوری دیت واجب ہے، اس لیے کہ یہ حواسِ خمسہ میں سے ایک حاسہ ہے۔ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت میں منقول ہے: وفي الأنف إذا أوعب جدعه الدية[844]" یعنی ناک میں جس وقت کاٹی جائے پوری

---

838 الجامع للشرائع ۳: ۳۲
839 سنن کبری للامام بیہقی ۸: ۸۶، حدیث ۱۶۶۴۸
840 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۴۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳
841 المغنی ۸: ۳۳۲
842 سنن کبری للامام بیہقی ۸: ۸۵، حدیث ۱۶۶۴۷
843 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۴۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳
844 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۴۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳

دیت ہے، لہذا اس کی منفعت میں بھی پوری ہی دیت واجب ہوگی، علامہ ابن قدامہ نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں: وفي المشام الدية[845]" کہ سونگھنے میں پوری دیت ہے۔

چکھنے کی دیت: چکھنے کی حس ضائع کرنے میں پوری دیت واجب ہے، اس لیے کہ یہ بھی سونگھنے کی طرح حواسہ خمسہ میں داخل ہے[846]۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ زبان کی ایک اعلی منفعت ہے۔

جماع کی دیت: جماع کی صلاحیت ضائع کرنے میں پوری دیت واجب ہے، چنانچہ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت میں منقول ہے: وفي الذكر الدية [847]" "اور شرمگاہ میں پوری دیت ہے"، فقہاء کے نزدیک جس طرح شرمگاہ میں پوری دیت واجب ہے، اس طرح اس کی منفعت یعنی جماع کے ضیاع میں بھی پوری دیت واجب ہے، بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک حدیث میں شرمگاہ سے مراد جماع ہی ہے[848]۔
سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں: وفي الصلب الدية [849]" کہ پشت میں پوری دیت ہے۔ فقہاء کے نزدیک پشت سے مراد بھی قوت جماع ہے[850]، البتہ فقہاء مالکیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کی پشت توڑ دی جس کی وجہ سے اس کے بیٹھنے کی صلاحیت اور قوت جماع دونوں ختم ہوگئیں تو مجرم پر اس کے بدلے دو دیت واجب ہوں گے، اس لیے کہ یہ دونوں الگ الگ منافع ہیں[851]۔
تجزیہ: چونکہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا میں "اگر احکام اسلامی کے مطابق مساوات کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قصاص قابل نفاذ نہ ہو تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا" کی وجہ سے مذکورہ تفصیلات معتبر ہیں لہذا یہ دفعہ مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔
رہی دس سال قید کی سزا تو اس کی تفصیل دفعہ: (B) 302کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

---

845 المغنی ۸:۳۴۳

846 رد المحتار ۵: ۳٦۹، حاشیۃ الدسوقی ۱: ۲۷۲، مغنی المحتاج ۳: ۴۳، کشاف القناع ٦: ۳۰، روضۃ الطالبین ۹: ۳۰۱، الجامع للشرائع ۳: ۳۲/۲۷

847 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۳۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳

848 المغنی ۸: ۳٦۰، بدائع الصنائع ۷: ۳۱۱، الجامع للشرائع ۳: ۳۱

849 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۳۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳

850 الاختیار ۵: ۳۷، حاشیۃ الدسوقی ۳: ۲۷۲، نہایۃ المحتاج ۷: ۳۲۳، المغنی ۹: ۳۲، الجامع للشرائع ۳: ۳۱

851 حاشیۃ الصاوی ۳: ۳۹۳

فصلِ سوم: شجہ (زخم سر) کے احکام کا تقابلی مطالعہ(دفعہ:337-337A)

"337: Shajjah.—(1) Whoever causes, on the head of face of any person any hurt which does not amount to itlaf-i-udw or itlaf-i-salahiyyat-i-udw, is said to cause shajjah[852]."

"دفعہ -337-شجہ:

(۱) جو کسی شخص کے سر یا چہرے پر کوئی زخم لگائے جسے اتلاف عضو یا اتلاف صلاحیت عضو تصور نہ کیا جاسکتا ہو تو کہا جاتا ہے کہ اس نے شجہ لگایا[853]۔"

شجہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی: عربی لغت میں شجہ اس زخم کو کہا جاتا ہے جو چہرے یا سر پر لگایا جائے، اس کے علاوہ جسم کے کسی دوسرے حصے پر لگائے گئے زخم کو شجہ نہیں کہا جاتا، اس کی جمع "الشجاج"آتی ہے۔ جب ایسے زخم کی وجہ سے پیشانی پر کوئی اثر باقی رہ جائے تو اسے "الشججُ" کہتے ہیں[854]۔

فقہاء بھی لفظ "الشجاج" کو اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں[855]۔

"(2) The following are the kinds of shajjah, namely:--
(a) Shajjah-i-Khafifah
(b) Shajjah-i-mudihan
(c) Shajjah-i-hashimah
(d) Shajjah-i-munaqqilah
(e) Shajjah-i-ammah; and
(f) Shajjah-i-damighah[856]"

"(۲) شجہ کی اقسام درج ذیل ہیں، یعنی:
اے: شجہ خفیفہ
بی: شجہ موضحہ
سی: شجہ ہاشمہ
ڈی: شجہ منقلہ
ای: شجہ امہ، اور
ایف: شجہ دامغہ[857]"

فقہاء کے نزدیک شجہ کی اقسام اور ترتیب: فقہاء کے نزدیک شجہ کی دس یا گیارہ قسمیں ہیں، جن کی بعض اقسام کے نام اور ترتیب میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

۱: حارصہ: حارصہ حرص سے ماخوذ ہے جس کے بارے میں علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اشتقاق عرب کے قول: حَرَص القَصّارُ الثَّوْب" یعنی دھوبی نے کپڑا دھوتے ہوئے پھاڑ

---

852 PPC: 356

853 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۳

854 لسان العرب ۲: ۳۰۳، حموی، احمد بن محمد، المصباح المنیر ۱: ۳۰۵، المکتبۃ العلمیہ، بیروت

855 رد المحتار ۵: ۳۷۲، بدائع الصنائع ۷: ۲۹۶، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۵۰، مغنی المحتاج ۴: ۲۶، الجامع للشرائع ۳: ۳۳

856 PPC: 356

857 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۳

دیا یا اس جملہ: السَّحَابَة الخارِصَة سے ہے، جو اس بادل کو کہتے ہیں جو زمین کی سطح پھاڑ دے[858]، فقہاء کے نزدیک یہ شجہ کی وہ قسم ہے جس میں چمڑا پھٹ جائے مگر خون نہ نکلے، اس کو خارصہ بھی کہتے ہیں، شاید اس کا اشتقاق "الخِرْص" سے ہے جو لکڑی سے بنائے گئے ایک باریک نیزہ کو کہتے ہیں[859]۔

۲: دامعہ: دامعہ دمع سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی آنسو کے ہیں[860]، اس سے مراد وہ شجہ ہے جس سے خون نکلے مگر بہنے نہ پائے جیسا کہ آنکھوں میں آنسو پڑے رہتے ہیں۔ اس کو خارمہ بھی کہتے ہیں، خارمہ خرم سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی پھاڑنے، شگاف کرنے اور کاٹنے کے ہیں[861]۔

۳: دامیہ: دامیہ دم سے ماخوذ ہے جس کے معنی خون کے ہیں[862]، اس سے مراد وہ شجہ ہے جس سے خون نکلے اور خون کا ترشح ہونے لگے۔

بعض فقہاء کے نزدیک دامیہ وہ شجہ ہے جس سے خون نکلے مگر بہنے نہ پائے جب کہ دامعہ وہ شجہ ہے جس سے خون نکل کر آنسو کی طرح ٹپکنے لگے۔

فقہاء حنابلہ دامیہ اور دامعہ دونوں کو بازلہ کہتے ہیں جس کے لغوی معنی پھاڑنے اور کاٹنے کے ہیں[863]، گویا کہ ان کے نزدیک یہ دونوں زخم ایک ہی قسم ہے۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک حارصہ اور دامیہ ایک ہی قسم کے زخم کے دو نام ہیں اور انہوں نے دامعہ کا ذکر نہیں کیا ہے[864]۔

۴: باضعہ: جس میں گوشت معمولی سا کٹ جائے، چنانچہ بضع کے لغوی معنی گوشت کاٹنے کے ہیں[865]۔

۵: متلاحمہ: متلاحمہ لحم سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی گوشت کے ہیں[866]، اس سے مراد وہ شجہ ہے جس میں باضعہ سے کسی قدر زیادہ یا سارا گوشت کٹ جائے مگر ہڈی کے قریب نہ پہنچے۔

۶: سمحاق: اس سے مراد وہ شجہ ہے جس میں گوشت کٹ جائے اور ہڈی کے اوپر کی باریک جھلی ظاہر ہوجائے، اصل میں سمحاق اس جھلی کو کہا جاتا ہے جو ہڈی اور گوشت کے درمیان ہوتی ہے، چونکہ یہ زخم اس جھلی تک پہنچ جاتا ہے اس لیے اسے سمحاق کا نام دیا گیا ہے[867]۔

۷: موضحہ: موضحہ وضح سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی روشنی، سفید اور ہر ظاہر چیز کے آتے ہیں[868]، اس سے مراد وہ شجہ ہے جس میں مذکورہ جھلی کٹ جائے اور خود ہڈی ظاہر ہوجائے۔

۸: ہاشمہ: ہاشمہ کا اشتقاق هَشَم سے ہے جس کے لغوی معنی کسی خشک چیز یا ہڈی توڑنے کے آتے ہیں[869]، فقہاء کے نزدیک اس سے مراد وہ شجہ ہے جس میں ہڈی ٹوٹ جائے۔

---

858 تاج العروس ۱۷: ۵۱۱
859 تاج العروس ۱۷: ۵۴۵
860 تاج العروس ۲۰: ۵۶۵
861 تاج العروس ۲۳: ۶۵
862 تاج العروس ۳۲: ۱۹۲
863 تاج العروس ۲۸: ۷۷
864 الجامع للشرائع ۳: ۴۳، الخلاف ۸: ۳۵۵
865 تاج العروس ۲۰: ۳۳۰
866 تاج العروس ۳۳: ۴۰۳
867 تاج العروس ۲۵: ۴۶۳
868 تاج العروس ۷: ۲۱۱
869 تاج العروس ۳۴: ۹۹

۹: منقلہ: وہ شجہ جس میں ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔
۱۰: **آمہ:** وہ زخم جو دماغ میں بھیجے کے اوپر اس غلاف تک پہنچ جائے جو دماغ کے اوپر چڑھا ہوتا ہے، اسے مامومہ بھی کہتے ہیں۔ عربی میں اس غلاف کو "أم الدماغ" کہا جاتا ہے اسی مناسبت سے اس زخم کو آمہ کا نام دیا گیا ہے[870]۔
۱۱: **دامغہ:** دامغہ دماغ سے ماخوذ ہے جو کہ معروف اور معلوم چیز ہے[871]، اس سے مراد وہ زخم ہے جو مذکورہ غلاف کو چاک کرکے اصل دماغ تک پہنچ جائے[872]۔
علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ نے نو زخم شمار کیے ہیں اور اس میں خارصہ اور دامغہ کا ذکر نہیں کیا ہے، وجہ یہ ہے کہ عام طور پر خارصہ کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور شریعت کا اصول ہے کہ شجاج میں سے جس زخم کا اثر باقی نہ رہے اس پر کوئی حکم جاری نہ ہوگا۔
رہا دامغہ تو اس کا شمار اس وجہ سے شجاج میں نہیں کیا ہے کہ عام طور پر اس زخم کی صورت میں انسان نہیں بچتا بلکہ مرجاتا ہے، اور جب کوئی مرجائے تو وہ زخم نہیں بلکہ قتل ہوا، لہذا شجاج میں اس کے ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہی، اسی وجہ سے امام محمدؒ نے ان دونوں کو ذکر نہیں کیا ہے[873]۔
فقہاء مالکیہ کی رائے جمہور کی طرح ہے البتہ ان کے نزدیک سمحاق وہ زخم ہے جس میں چمڑا پھٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ جائے جب کہ سمحاق کی جگہ انہوں نے "المِلْطَأَةُ" کے نام سے ایک زخم کا ذکر کیا ہے اور اس کی تعریف وہی ذکر کی ہے جو کہ جمہور فقہاء نے سمحاق کی ذکر کی ہے یعنی وہ زخم جو ہڈی کے قریب پہنچ جائے مگر ہڈی تک نہ پہنچے۔
المِلْطَأَةُ لطأ سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز کے ساتھ چپکنے کے ہیں، جب کہ المِلْطَأَ سمحاق کا ہم معنی ہے۔ شاید عرب اس وجہ سے سمحاق کو المِلْطَأَ کہتے ہیں کہ وہ جھلی ہڈی کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی ہے[874]۔
فقہاء مالکیہ نے شجاج کی ترتیب میں بھی جمہور علماء کی مخالفت کی ہے چنانچہ ان کے نزدیک شجاج کی ترتیب یہ ہے: دامیہ، خارصہ، سمحاق، باضعہ، متلاحمہ، ملطاۃ، منقلہ، آمہ، دامغہ[875]۔

"(3) Whoever causes shajjah.—
(i) Without exposing bone of the victim, is said cause shajjah-i-khafifah[876]."

"(3) جو کوئی شجہ کا زخم لگائے:
۱: لیکن مضروب کی ہڈی ظاہر نہ ہو تو اسے شجہ خفیفہ لگانا کہتے ہیں[877]۔"
تجزیہ: مجموعہ تعزیرات پاکستان کی اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حارصہ، دامعہ، دامیہ، باضعہ، متلاحمہ اور سمحاق، یہ تمام زخم ایک ہی قسم میں شامل

---

870 تاج العروس ۳۱: ۲۳۵
871 تاج العروس ۲۲: ۳٦٦
872 اس تمام تفصیل کے لیے دیکھیے: رد المحتار ۵: ۳۷۲، بدائع الصنائع ۷: ۲۹٦، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۵۱ - ۲۵۲، مغنی المحتاج ۴: ۲٦، کشاف القناع ٦: ۵۱ – ۵۲، الجامع للشرائع ۳: ۴۳، الخلاف ۸: ۳۵۵ - ۳۵۷
873 بدائع الصنائع ۷: ۲۹٦
874 تاج العروس ۱: ۳۲۳
875 حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۵۱
876 PPC: 356
877 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۴

دیے گئے ہیں جنہیں شجہ خفیفہ کا نام دیا گیا ہے، جب کہ فقہاء کے نزدیک ان میں سے ہر زخم دوسرے سے الگ ہے جس کی تفصیل اوپر دی گئی ہے۔

"(ii) By exposing any bone of the victim, without causing fracture, is said to cause Shajjah-i-mudiha[878];"

"۲: ہڈی ظاہر ہوجائے لیکن ٹوٹے نہیں تو اسے شجہ موضحہ لگانا کہتے ہیں۔"

"(iii) By fracturing the bone of the victim, without dislocating it, is said to cause Shajjah-i-hashimah[879];"

"۳: ہڈی ٹوٹ جائے لیکن اپنی جگہ سے منتقل نہ ہو تو اسے شجہ ہاشمہ لگانا کہتے ہیں۔"

"(iv) By causing fracture of the bone of the victim and thereby the bone is dislocated, is said to cause Shajjah-i-minaqqilah[880];"

"۴: زخم لگانے سے مضروب کی ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اسے شجہ منقلہ لگانا کہتے ہیں۔"

"(v) By causing fracture of the skull of the victim so that the wound touches the membrane of the brain, is said to cause Shajjah-i-ammah; and[881]"

"۵: مضروب کی کھوپڑی کی ہڈی ٹوٹ جائے کہ زخم دماغ کی جھلی کو چھونے لگے تو اسے شجہ آمہ لگانا کہتے ہیں اور"

"(vi) by causing fracture of the skull of the victim and the wound ruptures the membrance of the brain, is said to cuase Shajjah-i-damighah[882]."

"۶: مضروب کی کھوپڑی کی ہڈی ٹوٹ جائے کہ زخم دماغ کی جھلی کو پھاڑ دے تو اسے شجہ دامغہ لگانا کہتے ہیں[883]۔"

یہ تمام تعریفات فقہاء کی ذکر کردہ تعریفات سے موافق ہیں۔

"337-A: Punishment of Sahjjah.—Whoever, by doing any act with the intention of thereby causing hurt to any person or with the knowledge that he is likely thereby to cause hurt to any person causes:-

(i) Shajjah-i-khafifah to any person shall be liable to daman and may also be punished with imprisonment of either descritption for a term which may extend to two years as ta,zir[884]."

"دفعہ 337-A-شجہ کی سزا:

جو کوئی ایسا فعل انجام دے جس سے کسی شخص کو زخم لگانے کی نیت سے یا اس علم سے کہ اس فعل سے زخم لگ سکتا ہے، درج ذیل زخم لگائے تو:

---

[878] PPC: 357
[879] PPC: 357
[880] PPC: 357
[881] PPC: 357
[882] PPC: 357
[883] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۴
[884] PPC: 357

۲. اگر کسی شخص کو شجہ خفیفہ تک جائے تو مجرم ضمان کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو دو سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[885]۔"

شجہ خفیفہ کی سزا کے بارے میں مذاہب خمسہ کی رائے: اگر شجہ خفیفہ قصدًا وعمدًا دیا گیا ہو جیسا کہ حارصہ، بازلہ، باضعہ، متلاحمہ اور سمحاق تو اس کے بارے میں فقہاء احناف میں سے امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ صرف سمحاق میں قصاص واجب ہے، بشرطیکہ بلاکسی ظلم کے قصاص ممکن ہو، اس لیے کہ حارصہ، دامیہ، دامعہ اور باضعہ میں کوئی ایسی حد نہیں ہوتی کہ جس تک چھری پہنچائی جائے لہذا مماثلت ممکن نہیں ہے، جب کہ امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ دامیہ، باضعہ اور سمحاق تینوں میں قصاص واجب ہے، اسلیے کہ زخم کی گہرائی ناپ کر اس کے مطابق لوہا یا چھری سے مجرم کو زخم دینا ممکن ہے۔
اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ جس جگہ مجرم نے زخم لگایا ہو اسی جگہ ہی مجرم کو زخم لگایا جائے، کیونکہ سر میں ہر جگہ کی حیثیت دوسرے سے مختلف ہوتی ہے[886]۔
حارصہ، دامیہ، سمحاق، باضعہ، متلاحمہ اور ملطاۃ کے متعلق فقہاء مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ ان میں قصاص لیا جائے گا، اسلیے کہ ان میں مماثلت ممکن ہے[887]۔
فقہاء شافعیہ سے حارصہ، دامیہ، باضعہ، متلاحمہ، سمحاق کےمتعلق دو اقوال منقول ہیں، جن میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ ان زخموں کا قصاص نہیں لیا جائے گا، اسلیے کہ ان میں زخم کے طول وعرض میں زیادت اور کمی کا احتمال پایا جاتا ہے اور قصاص کی صورت میں مماثلت یقینی نہیں ہے[888]۔
فقہاء حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ اس میں قصاص واجب نہیں ہے، ان کے نزدیک اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ زخم ہڈی تک پہنچی ہوئی نہیں ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ اس میں ظلم اور زیادتی کا خدشہ موجود ہوتا ہے، لہذا اس میں قصاص واجب نہیں ہے۔
حارصہ، دامیہ، باضعہ، متلاحمہ اور سمحاق کے بارے میں فقہاء جعفریہ کی رائے ان پانچوں زخموں میں قصاص لینے کی ہے[889]۔
ان زخموں کے بارے میں امام نخعیؒ کی رائے یہ ہے کہ موضحہ سے کم زخم میں حکومۃِ عدل واجب ہے، یہی رائے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے بھی منقول ہے، جب کہ امام شعبیؒ کی رائے یہ ہے کہ ان زخموں کی صورت میں علاج معالجہ کا خرچہ مجرم پر واجب ہوگا[890]۔
تجزیہ: خلاصہ یہ ہوا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کا ذکر کردہ شجہ خفیفہ فقہاء کے نزدیک مختلف اقسام میں منقسم ہے جن کے متعلق مذاہب خمسہ بلکہ خود فقہاء احناف کی رائے بھی مختلف ہے، صرف امام نخعیؒ اور امام شعبیؒ کی رائے مجموعہ تعزیرات پاکستان کے موافق ہے کہ شجہ خفیفہ کے تمام زخموں میں ضمان ہی واجب ہے۔
چونکہ فقہاء کے اختلاف کا تعلق اس دور سے ہے جس میں جدید آلات اور ٹیکنالوجی کی کمی تھی اور کسی زخم کی گہرائی، چوڑائی اور طوالت کو ٹھیک طرح سے معلوم کرنا مشکل ہوتا تھا جس کی وجہ سے قصاص لیتے وقت کمی اور زیادتی کا احتمال ہوتا تھا،

---

885 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۵
886 بدائع الصنائع ۷: ۳۰۹، رد المحتار ۵: ۳۷۳
887 حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۵۰
888 مغنی المحتاج ۴: ۲۶
889 الخلاف ۸: ۳۵۵، الجامع للشرائع ۳: ۴۳
890 المغنی ۷: ۷۱۰

اسی وجہ سے فقہاء نے بعض زخموں کے متعلق قصاص نہ لینے کی رائے دی ہے، لیکن چونکہ آج کل جدید آلات کے استعمال سے قصاص میں برابری کا لحاظ رکھنا ممکن ہے، لہٰذا راقم کی رائے یہ ہے کہ جہاں تک قصاص میں برابری ممکن ہو اس میں فقہ جعفری کے مطابق قصاص ہی لیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ[891] "اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے[892]"، البتہ جہاں قصاص کمی یا زیادتی کا احتمال ہو وہاں امام نخعیؒ کی رائے پر عمل کیا جائے جو کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی رائے بھی ہے۔

رہی تعزیری سزا تو شریعت کی رو سے اس کی تفصیل دفعہ (B) 302کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(ii) "Shajjah-i-mudihah to any person shall in consultaion with the authorized medical officer, be punished with qisas and if the qisas in not executable keeping in view the principles of Islam, the convict shall be liable to arsh which shall be five per cent of the diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to five years as ta,zir[893]."

"۲: کسی شخص کے شجہ موضحہ کا باعث ہو تو اسے مجاز طبی افسر کے مشورے سے قصاص کی سزا دی جائے گی اور اگر احکام اسلامی کے مطابق مساوات کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قصاص قابل نفاذ نہ ہو تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا جو دیت کا پانچ فیصد ہوگا اور دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو پانچ سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[894]۔"

شجہ موضحہ کی سزا مذاہب خمسہ کی رو سے: شجہ موضحہ دینے کی صورت میں تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مجرم سے قصاص لیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ[895] "اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے[896]"۔ چونکہ شجہ موضحہ کی صورت میں مجرم کو زخم دیتے وقت برابری ممکن ہے، کیونکہ اس میں ایک حد موجود ہے جس تک چھری پہنچائی جائے جو کہ ہڈی ہے، لہٰذا اس میں قصاص ہی متعین ہے[897]۔

اگر کوئی ایسی وجہ پیش آئی جس کی وجہ سے قصاص ممکن نہ ہو تو شریعت کا اصول یہ ہے کہ مجرم سے دیت کا بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا جو کہ پانچ اونٹ ہیں، کیونکہ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ان کو لکھا تھا: وفي الموضحة خمس من الإبل[898] "اور جس زخم سے ہڈی کھل جائے اس میں پانچ اونٹ دیت ہے۔"

---

891 سورۃ المائدہ۵: ۴۵
892 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد جالندھری: ۱۸۳
893 PPC: 357
894 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۵
895 سورۃ المائدہ۵: ۴۵
896 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد جالندھری: ۱۸۳
897 بدائع الصنائع ۷: ۳۰۹، المغنی ۷: ۷۱۰، مغنی المحتاج ۴: ۲۸، المذب ۲: ۱۷۹، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۵۱، الخلاف ۸: ۳۵۵
898 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۴۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔ تعزیری سزا کی تفصیل دفعہ (B) 302 کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(iii) "Shajjah-i-hashimah to any person, shall be liable to arsh which shall be ten percent of the diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years as ta,zir[899]."

"۳: اگر کسی شخص کو شجہ ہاشمہ لگ جائے تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا جو دیت کا دس فیصد ہوگا اور دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو سات سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[900]۔"

شجہ ہاشمہ کی سزا مذاہب خمسہ کی رو سے: شجہ ہاشمہ کی صورت میں قصاص نہ لینے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، اسلیے کہ اس میں کمی اور زیادتی کا احتمال موجود ہوتا ہے، کیونکہ ہڈی کے توڑنے کے لیے کوئی ایسا آلہ موجود نہیں ہے جس سے اس کے فریکچر کا صحیح اندازہ کرکے اس کے مطابق مجرم کی ہڈی میں فریکچر ڈالی جائے، لہٰذا اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ دیت وصول کی جائے گی۔

مذاہب خمسہ میں سے فقہاء احناف اور فقہاء جعفریہ کی رائے یہ ہے کہ ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے جو کہ دس اونٹ ہیں[901]۔

فقہاء مالکیہ میں سے جن کے نزدیک ہاشمہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ زخم جو ہڈی میں فریکچر ڈال دے، ان کے نزدیک بھی دیت کا دسواں حصہ ہی واجب ہے جو کہ دس اونٹ ہیں، جب کہ جن فقہاء کے نزدیک ہاشمہ اور منقلہ ایک قسم کا زخم ہے ان کے نزدیک دیت کا دسواں اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں[902]۔

فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ ہاشمہ میں دس اونٹ واجب ہیں، کیونکہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ہاشمہ میں دس اونٹ مقرر کیے تھے۔ اس کی عقلی توجیہ یہ ہے کہ ایک صفت والے زخم موضحہ جس میں صرف گوشت کاٹا جاتا ہے، میں پانچ اونٹ واجب ہیں، جب کہ تین صفات والے زخم منقلہ جس میں گوشت کاٹا جاتا ہے، ہڈی میں فریکچر ڈالا جاتا ہے اور ہڈی اپنی جگہ سے ہٹائی جاتی ہے، میں پندرہ اونٹ واجب ہیں لہٰذا اس کے درمیان والے زخم یعنی ہاشمہ میں دس اونٹ واجب ہوں گے۔

اگر گوشت کاٹے بغیر ہڈی میں فریکچر ڈالا مثلا مجرم کسی بھاری چیز سے کسی کو ماردے تو بعض حنابلہ اور بعض شوافع کے نزدیک اس میں حکومۃ عدل سے کام لیا جائے گا، جب کہ اکثر فقہاء شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ اس میں پانچ اونٹ واجب ہوں گے[903]۔

البتہ علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ ہاشمہ، منقلہ اور آمہ کی صورت میں مجنی علیہ مجرم کو شجہ موضحہ دینے پر راضی ہوا تو ہمارے نزدیک بلاکسی اختلاف کے یہ جائز ہے، اسلیے کہ وہ اپنے حق قصاص کا کچھ حصہ وصول کرنا چاہتا ہے اور اسی محل سے وصول کرنا چاہتا ہے جس میں اسے زخم دیا گیا ہے لہٰذا اسے اجازت دی جائے گی، البتہ

---

[899] PPC: 357

[900] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۵

[901] زیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۶: ۱۳۲، دار الکتاب الاسلامی، بیروت، الفتاوی الہندیہ ۶: ۲۸، دار الفکر، بیروت، الدر المختار ۵: ۳۷۲، الخلاف ۸: ۳۵۷، الجامع للشرائع ۳: ۴۳

[902] القوانین الفقہیہ ۱: ۳۰۰، دار الفکر، بیروت، بنّانی، محمد بن حسن بن مسعود، حاشیۃ البنانی مع شرح الزرقانی ۸: ۳۴، ابو الحسن، علی بن احمد، حاشیۃ العدوی علی کفایۃ الطالب للربانی ۲: ۳۰۳، دار الفکر، بیروت

[903] کشاف القناع ۶: ۵۳، الحاوی للماوردی ۱۶: ۳۱، شرح المحلی ۴: ۱۳۳

اس میں اختلاف ہے کہ شجہ موضحہ وصول کرنے کے بعد وہ ارش وصول کرسکتا ہے یا نہیں؟، تو امام ابوبکرؒ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ ایک زخم میں قصاص اور دیت دونوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا، لیکن امام ابن حامدؒ[904] کی رائے یہ ہے کہ وہ باقی ماندہ زخم کا ارش بھی وصول کرے گا، یہی رائے امام شافعیؒ کی بھی ہے، اس لیے کہ باقی ماندہ زخم کا قصاص ممکن نہیں ہے لہٰذا اس کا بدل یعنی ارش وصول کیا جائے گا[905]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک ہاشمہ اور مامومہ کی صورت میں یہ جائز نہیں ہے کہ مجنی علیہ جانی کو شجہ موضحہ لگا کر باقی ماندہ ارش بھی وصول کردے[906]۔

تجزیہ: خلاصہ یہ ہوا کہ جزوی اختلاف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے زیادہ تر ائمہ کی رائے یہ ہے کہ شجہ ہاشمہ کی صورت میں دیت کا دسواں حصہ وصول کیا جائے گا لہٰذا مجموعہ تعزیرات پاکستان کا دفعہ ہذا مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔
تعزیری سزا کی تفصیل دفعہ (B) 302کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(iv) "Shajjah-i-munaqqilah to any person, shall be liable to arsh which shall be fifteen per cent of the diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years as ta,zir[907]."

۴: اگر کسی شخص کو شجہ منقلہ لگ جائے تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا، جو دیت کا پندرہ فیصد ہوگا اور دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو دس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[908]۔

شجہ منقلہ کی سزا مذاہب خمسہ کی روشنی میں: مذاہب خمسہ کا اس پر اتفاق ہے کہ شجہ منقلہ کی صورت میں قصاص واجب نہیں ہے، اس لیے کہ منقلہ کی صورت میں کسی مخصوص حد کومنضبط رکھنا مشکل ہوتا ہے اور زیادتی کا احتمال قوی ہوتا ہے[909]۔

اسی طرح سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے خط میں منقول ہے: وفي المنقلة خمس عشرة من الإبل[910]" یعنی اور جس زخم سے ہڈی ہٹ جائے اس میں پندرہ اونٹ ہیں۔

امام ابن المنذرؒ نے اس پر تمام اہلِ علم کا اجماع نقل کیا ہے[911]۔

البتہ بعض فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر چمڑا پھاڑنے اور گوشت میں زخم لانے کے بغیر شجہ منقلہ لگایا گیا ہے تو اس میں دس اونٹ واجب ہوں گے[912]۔

---

904 الحسن بن حامد بن علی [... - ۴۰۳ھ= ... - ۱۰۱۲ء] بن مروان بغدادی، ابو عبد اللہ، اپنے زمانے میں حنابلہ کے امام، مفتی اور مدرس رہے ہیں۔ بغداد سے تعلق تھا۔ طویل عمر پائی۔ کتابت کی کمائی پر گزر بسر جاری رکھتے۔ حج سے واپسی کے دوران واقصہ کے قریب وفات پائی۔ حنبلی فقہ کے لیے "الجامع" لکھی ہے۔ [المقصد الارشد ۱: ۳۱۹، الاعلام۲: ۱۸۷]

905 المغنی ۷: ۷۱۰

906 الخلاف ۸: ۳۵۷

907 PPC: 358

908 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۵

909 بدائع الصنائع ۷: ۳۰۹، رد المحتار ۵: ۳۷۳، کشاف القناع ٦: ۵۳، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۵۱، المغنی ۷: ۷۱۰، الخلاف ۸: ۳۵۷، الجامع للشرائع ۳: ۴۳

910 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۴۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳

911 تبیین الحقائق ٦: ۱۳۲، رد المحتار ۵: ۳۷۲، کشاف القناع ٦: ۳۵، مغنی المحتاج ۴: ۲٦، حاشیۃ الصاوی ۴: ۳۵۲

912 تکملہ فتح القدیر علی الہدایہ ۹: ۲۱۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، تبیین الحقائق ٦: ۱۳۲، الشرح الصغیر ۴: ۳۵۲، مغنی المحتاج ۴: ۵۸

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

(v) "Shajjah-i-ammah to any person, shall be liable to arsh which shall be one-third of the diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to fourteen years as ta,zir, and[913]"

"۵: اگر کسی شخص کو شجہ آمہ لگ جائے تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا جو دیت کا ایک تہائی ہوگا اور دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو دس سال تک ہوسکتی ہے، اور[914]"

شجہ آمہ کی سزا مذاہب خمسہ کی روشنی میں: شجہ آمہ کی صورت میں عدم قصاص پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، کیونکہ اس میں برابری کو برقرار رکھنا متعذر ہے لہذا اس میں دیت وصول کی جائے گی۔

آمہ کی دیت کے بارے میں جمہور فقہاء احناف، مالکیہ، حنابلہ ، جعفریہ اور فقہاء شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ اس میں ثلثِ دیت وصول کی جائے گی[915]، اسلیے کہ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے : وفي المأمومة ثلث الدية[916]" " اور مامومہ یعنی جو زخم دماغ کے مغز تک پہنچ جائے اس میں تہائی دیت واجب ہے۔"

مذکورہ حدیث میں مامومہ سے مراد آمہ ہے چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ آمہ اور مامومہ ایک ہی چیز ہے[917]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

(vi) "Shajjah-i-damighah to any person, shall be liable to arsh which shall be one-half of diyat and may also be punished with imprisonment for a term shich may extend to fourteen years as ta,zir[918]."

"٦: اگر کسی شخص کو شجہ دامغہ لگ جائے تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا جو دیت کا نصف ہوگا اور دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو چودہ سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[919]۔"

شجہ دامغہ کی سزا مذاہب خمسہ کی روشنی میں: شجہ دامغہ کی صورت میں قصاص نہ لینے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، اسلیے کہ اس میں برابری کو ملحوظ رکھنا مشکل ہے۔

احناف سے امام محمدؒ نے شجہ دامغہ کو زخموں کی فہرست میں نہیں رکھا ہے اس لیے کہ عام طور پر اس میں آدمی مر جاتا ہے جو کہ قتل ہے[920]۔

اگر شجہ دامغہ کے بعد بھی مجنی علیہ زندہ بچ گیا تو جمہور فقہاء احناف، فقہاء حنابلہ اور فقہاء جعفریہ کی رائے یہ ہے کہ اس میں شجہ آمہ کی طرح ایک تہائی دیت وصول کی

---

913 PPC: 358

914 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۵

915 الاختیار ۵: ۴۲، تبیین الحقائق ٦: ۱۳۲، جواہر الاکلیل ۲: ۲٦۰، التاج والاکلیل شرح مختصر خلیل ٦: ۲۵۹، الروضۃ ۹: ۲٦۲، المغنی ۸: ٤۷، الخلاف ۸: ۳۵٤، الجامع للشرائع ۳: ۴۳

916 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۴۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳

917 المغنی ۸: ٤۷

918 PPC: 358

919 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۵

920 بدائع الصنائع ۷: ۲۹٦

جاتی ہے، فقہاء مالکیہ کی معتمد اور فقہاء شافعیہ کی صحیح اور منصوص رائے بھی یہی ہے۔
فقہاء مالکیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ شجہ دامغہ کے بارے میں حکومۃ عدل ہی واجب ہے۔
فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ ایک تہائی دیت کے ساتھ ساتھ مجرم پر دماغ کا پردہ پھاڑنے کی وجہ سے حکومۃ عدل بھی واجب ہوگی[921]۔
تجزیہ: خلاصہ یہ ہوا کہ شجہ دامغہ کے بارے میں تمام مذاہب کے نزدیک راجح قول ایک تہائی دیت ہی ہے جب کہ دفعہ ہذا کی رو سے نصف دیت وصول کی جائے گی لہذا یہ دفعہ مذاہبِ خمسہ سے غیر موافق ہے۔

فصلِ چہارم: جرح (زخم غیر سر) کے احکام کا تقابلی مطالعہ (دفعہ:337B-337F)

"337-B. Jurh--(1) Whoever cuases on any part of the body of a person other than the head or face, a hurt which leaves a mark of the wound whether temporary or permanent is said to cuase jurh[922]."

"دفعہ 337-B-جرح:
۱: جو کوئی کسی شخص کے جسم کے کسی حصے پر ماسوائے سر اور چہرے کے زخم لگائے جو نشان چھوڑ جائے خواہ عارضی طور پر یا مستقل طور پر تو اسے جرح لگانا کہا جاتا ہے[923]۔"
جرح کے لغوی اور اصطلاحی معنی: علمائے لغت کے نزدیک کسی انسان میں ہتھیار کے ذریعے زخم پیدا کرنے کو جرح کہتے ہیں۔ جرح باللسان یعنی زبان کے ذریعے زخم دینے کے معنی کسی کے عیب بیان کرنے کے ہیں۔ علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں کہ لغوی اعتبار سے "جُرحٌ" اور "جَرحٌ" میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ بعض فقہاء بدن میں ہتھیار کے ذریعے

921 شرح مختصر خلیل للامام خرشی ۸: ١٦، دار صادر بیروت، شرح الزرقانی ۸: ١٤، جواہر الاکلیل ۲: ٦٠، المواق ٦: ٢٦٣، حاشیۃ الدسوقی ۳: ٢٤٠، مغنی المحتاج ۳: ٥٨، الجامع للشرائع ۳: ۳۳
922 PPC: 358
923 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٥٦

زخم پیدا کرنے کے لیے "جرح" جب کہ زبان کے ذریعے عیب بیان کرنے کے لیے "جرح" کا لفظ استعمال کرتے ہیں[924]، خلاصہ یہ ہوا کہ لغوی اعتبار سے جرح کا اطلاق صرف ہتھیار کے ذریعے کسی کو زخم دینے پر ہوتا ہے۔

جرح کا فقہی مفہوم: علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ عرب چہرے اور سر کے زخم کو شجہ کہتے ہیں جب کہ چہرے اور سر کے علاوہ تمام بدن کے زخم کو جرح کہتے ہیں[925]۔
تمام فقہاء کے نزدیک جرح سے مراد وہ تمام زخم ہیں جو سر اور چہرے کے حصہ کو چھوڑ کر جسم کے کسی اور حصہ میں ہوں[926]۔

"(2) Jurh is of two kinds, namely;
(a) Jaifah ; and
(b) Ghayr-jaifah[927]"

"2: جرح دو اقسام کے ہیں، یعنی:
اے: جائفہ، اور
بی: غیر جائفہ[928]۔"

فقہاء کے نزدیک جرح کی اقسام: اس پر مذاہب خمسہ کا اتفاق ہے کہ جرح کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں: جائفہ اور غیر جائفہ[929]۔

"**337-C. Jaifah.**—Whoever caused jurh in which the injury extends to the body cavity of the trunk, is said to cause jaifah[930]."

"دفعہ 337-C-جائفہ:
جو کوئی جرح لگائے، جس سے زخم دھڑکے جوف کے اندر پہنچ جائے تو اسے جائفہ لگانا کہتے ہیں[931]۔"

فقہاء کے نزدیک جائفہ کی تعریف: فقہاء کے نزدیک بھی جائفہ کی تعریف وہی ہے جو کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان نے ذکر کی ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو جوف تک پہنچا ہو۔ جو ف تک پہنچنے کے راستے سینہ، پیٹ، پشت، پہلو اور سرین ہیں۔ ہاتھوں، پاؤں اور گردن پر لگے زخم کو جائفہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ یہ زخم جوف تک نہیں پہنچتا، البتہ گردن کے بارے میں امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ گردن سے جو زخم اس جگہ تک پہنچ جائے جہاں تک اگر شراب کا ایک قطرہ بھی پہنچ کر روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اسے جائفہ کہا جائے گا، اسلیے کہ روزہ شراب کا جوف تک پہنچنے پر ٹوٹ جایا کرتا ہے[932]، یہ اس

---

924 لسان العرب ۲: ۴۲۲، تاج العروس ٦: ۳۳٦/۳۳۴
925 بدائع الصنائع ۷: ۲۹٦
926 رد المحتار ۵: ۳۷۳، جواہر الاکلیل ۲: ۲۵۹، روضۃ الطالبین ۹: ۱۸۱، المغنی ۷: ۴۰۹ – ۴۱۰، الجامع للشرائع ۳: ۳۱
927 PPC: 358
928 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵٦
929 الاختیار ۵: ۳۲، دار المعرفہ، بیروت، بدائع الصنائع ۷: ۲۹٦، تکملۃ فتح القدیر ۷: ۲۹٦، المہذب ۲: ۲۰۰، تہذیب الاحکام ۳: ۳۵، ابن ضوبان، ابراہیم بن محمد، منار السبیل فی شرح الدلیل ۲: ۳۵۲، المکتب الاسلامی، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء، شیبانی، عبد القادر بن عمر، نیل المارب بشرح دلیل الطالب ۲: ۳۴۳، مکتبۃ الفلاح، کویت، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء
930 PPC: 358
931 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵٦
932 بدائع الصنائع ۷: ۲۹٦، رد المحتار ۵: ۳۷۳، جواہر الاکلیل ۲: ۲۵۹، روضۃ الطالبین ۹: ۱۸۱، المغنی ۷: ۴۰۹ – ۴۱۰، تہذیب الاحکام ۳: ۳۵

کی دلیل ہے کہ وہی جخم جوف میں شامل ہے لہذا وہاں تک پہنچے والا زخم بھی جائفہ شمار ہوگا۔

"**337-D. Punishment for jaifah.**—Whoever by doing any act with the intention of causing hurt to a person or with the knowledge that he is likely to cause hurt to such person, causes jaifah to such person, shall be liable to arsh which shall be one-third of either description for a term which may extend to ten years as ta,zir[933]."

"دفعہ D-337-جائفہ کی سزا:

جو کوئی شخص ایسا فعل انجام دے جس سے کسی شخص کو زخم لگانے کی نیت سے یا اس علم سے کہ اس فعل سے زخم پہنچ سکتا ہے، وہ کسی شخص کو جائفہ لگائے تو وہ ارش کا مستوجب ہوگا جو دیت کا ایک تہائی ہوگا اور دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر دی جاسکتی ہے جو دس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[934]۔"

مذاہب خمسہ کی روشنی میں جائفہ کی سزا: اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ جائفہ میں قصاص نہیں ہے، اسلیے کہ نبی کریمﷺ سے روایت ہے: لَا قَوَدَ فِي الْمَأْمُومَةِ، وَلَا الْجَائِفَةِ وَلَا الْمُنَقِّلَةِ[935]" "دماغ اور جوف تک پہنچنے والے زخم اور ہڈی کو دوسری جگہ منتقل کرنے والے زخم میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔"

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان زخموں میں مماثلت کو برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

جائفہ کی صورت میں تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں ایک تہائی دیت واجب ہوگی، چاہے زخم قصد اور ارادہ سے ہو یا خطا سے، چنانچہ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وفي الجائفة ثلث الدية[936]" "اور جو زخم پیٹ تک پہنچے اس میں تہائی دیت ہے۔"

تمام ائمہ کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر جائفہ ایک پہلو سے ہوکر دوسری پہلو سے نکل جائے تو یہ دو جائفہ شمار کیے جائیں گے اور ان میں دوتہائی دیت واجب ہوگی[937]۔

بعض فقہاء مالکیہ کے نزدیک جائفہ پیٹ اور پشت کے ساتھ خاص ہے اور اس میں دیت مخمسہ یعنی بنت مخاض، ابن لبون، بنت لبون، حقہ اور جذعہ میں سے ایک تہائی دیت واجب ہوگی[938]۔

تجزیہ: مجموعہ تعزیرات پاکستان کا دفعہ ہذا جمہور فقہاء مذاہب خمسہ کی تصریحات سے موافق ہے۔

"**337-E. Ghayr-jaifah.**—Whoever causes jurh and does not amount to jaifah, is said to cause ghayr-jaifah[939]."

"دفعہ E-337-غیر جائفہ:

---

933 PPC: 358

934 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵٦

935 سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات [۲۱]، باب: مالاقود فیہ[۹]، حدیث ۲٦۳٤

936 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۴۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴٦]، حدیث ۴۸۵۳

937 الاختیار ۵: ۳۲، رد المحتار ۵: ۳۵٦، المواق ٦: ۲۴٦، جواہر الاکلیل ۲: ۲٦٤، الروضہ ۹: ۲٦٦، المغنی ۸: ۳۹، تہذیب الاحکام ۳: ۳۹، الخلاف ۸: ۳۳۰، الجامع للشرائع ۳: ۳۵

938 حاشیۃ الدسوقی ۳: ۲٤۰، شرح الزرقانی علی مختصر خلیل ۸: ۳۳

939 PPC: 358

"۱: جو کوئی جرح لگائے جو جائفہ کی صورت اختیار نہ کرے اسے غیر جائفہ لگانا کہا جاتا ہے[940]۔"

غیر جائفہ زخم: فقہاء مذاہب اربعہ کے نزدیک جائفہ اور شجاج کے علاوہ کسی بھی عضو میں لگائے گئے زخم کو غیر جائفہ کہتے ہیں[941]۔

"(2) The following are the kinds of ghayr-jaifah, namely:--
(a) damiyah
(b) badi'ah
(c) mutalahimah
(d) mudihah,
(e) hasihmah, and
(f) manaqqilah[942]"

"۲: غیر جائفہ کی درج ذیل قسمیں ہیں، یعنی:
اے: دامیہ
بی: باضعہ
سی: متلاحمہ
ڈی: متوضحہ
ای: ہاشمہ، اور
ایف: منقلہ[943]"

فقہاء کے نزدیک غیر جائفہ کی اقسام: فقہاء جعفریہ نے تصریح کی ہے کہ زخموں کی جو تقسیم سر اور چہرے کے زخموں میں کی گئی ہے، بعینہ وہی تقسیم باقی بدن کے زخموں میں بھی معتبر ہے اور ان کے لیے وہی سزا متعین ہوگی جو کہ سر اور چہرے کے زخم کی صورت میں متعین ہوتی ہے[944]، البتہ باقی فقہاء نے مذکورہ نام کے زخم صرف سر اور چہرے کے لیے استعمال کیے ہیں[945]، باقی بدن کے زخموں کے لیے عام طور پر فقہاء نے یہ اصطلاحات استعمال نہیں کی ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک باقی بدن کے زخموں کا حکم سر اور چہرے کے زخموں سے الگ ہے۔ تفصیل کے لیے دفعہ: 337-F ملاحظہ فرمائیے۔

تجزیہ: دفعہ ہذا کی سر اور چہرے کے علاوہ باقی بدن کے زخموں کی مذکورہ تقسیم مذہب جعفری سے موافق ہے جب کہ مذاہب اربعہ کے نزدیک سر اور چہرے کے علاوہ باقی بدن کے لیے یہ اصطلاحات مستعمل نہیں ہیں۔

"(3) Whoever causes ghayr-jaifah—
(i) in which the skin is ruptured and bleeding occurs, is said to cause damiyay[946];"

"۱: جلد پھٹ جائے اور خون بہہ نکلے تو اسے دامیہ لگانا کہتے ہیں۔"

---

940 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۷

941 روضۃ الطالبین ۹: ۱۸۱، المغنی ۷: ۷۰۹، بدائع الصنائع ۷: ۲۹۷، الخلاف ۸: ۳۹۲

942 PPC: 359

943 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۷

944 الخلاف ۸: ۳۹۲، الجامع للشرائع ۳: ۳۵

945 رد المحتار ۵: ۳۷۲، بدائع الصنائع ۷: ۲۹۶، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۵۱ - ۲۵۲، مغنی المحتاج ۴: ۲۶، کشاف القناع ٦: ۵۱ - ۵۲

946 PPC: 359

دامیہ: دامیہ دم سے ماخوذ ہے جس کے معنی خون کے ہیں[947]، اس سے مراد وہ جرح ہے جس سے خون نکلے اور خون کا ترشح ہونے لگے۔

"(ii) by cutting or incising the flesh without exposing the bone is said to cause badi'ah[948];"

"۲: ہڈی ظاہر کئے بغیر گوشت کو کاٹنے اور چیرنے کو باضعہ لگانا کہتے ہیں۔"

باضعہ: وہ زخم جس میں گوشت معمولی سا کٹ جائے، بضع کے لغوی معنی گوشت کاٹنے کے ہیں[949]۔

"(iii) by lacerating the flesh, is said to cause mutalahimah[950];"

"۳: گوشت کو چیرنے اور پھاڑنے کو متلاحمہ کہتے ہیں۔"

متلاحمہ: متلاحمہ لحم سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی گوشت کے ہیں[951]، اس سے مراد وہ شجہ ہے جس میں باضعہ سے کسی قدر زیادہ یا سارا گوشت کٹ جائے مگر ہڈی کے قریب نہ پہنچے۔

"(iv) by exposing the bone, is said to cause mudihah[952];"

"۴: ہڈی کو ظاہر کرنے کو موضحہ لگانا کہتے ہیں۔"

موضحہ: موضحہ وضح سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی روشنی، سفید اور ہر ظاہر چیز کے آتے ہیں[953]، اسے سے مراد وہ شجہ ہے جس میں مذکورہ جھلی کٹ جائے اور خود ہڈی ظاہر ہوجائے۔

"(v) by causing fracture of a bone without dislocating it, is said to cause hashimah; and[954]"

"۵: اپنی جگہ سے ہٹائے بغیر ہڈی توڑنے کو ہاشمہ کہتے ہیں، اور"

ہاشمہ: ہاشمہ کا اشتقاق ہَشَم سے ہے جس کے لغوی معنی کسی خشک چیز یا ہڈی توڑنے کے آتے ہیں[955]، فقہاء کے نزدیک اس سے مراد وہ شجہ ہے جس میں ہڈی ٹوٹ جائے۔

"(vi) by fracturing and dislocating the bone is said to cause munaqqilah[956]."

"٦: ہڈی کو توڑنے اور اپنی جگہ سے ہٹانے کو منقلہ کہتے ہیں[957]۔"

منقلہ: وہ زخم جس میں ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ جائے[958]۔

زخم کی یہ ساری اقسام فقہاء کے نزدیک معتبر ہیں، تفصیل کےلیے دفعہ: 237(2) ملاحظہ فرمائیں۔

---

947 تاج العروس ۳۲: ۱۹۲

948 PPC: 359

949 تاج العروس ۲۰: ۳۳۰

950 PPC: 359

951 تاج العروس ۳۳: ۴۰۳

952 PPC: 359

953 تاج العروس ۷: ۲۱۱

954 PPC: 359

955 تاج العروس ۳۴: ۹۹

956 PPC: 359

957 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۷

958 رد المحتار ۵: ۳۷۲، بدائع الصنائع ۷: ۲۹٦، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۵۱ - ۲۵۲، مغنی المحتاج ۴: ۲٦، کشاف القناع ٦: ۵۱ - ۵۲

337-F. Punishment of ghayr-jaifah.—Whoever by doing any act with the intention of causing hurt to any person or with the knowledge that he is likely to cause hurt to any person causes:

(i) Damiyah to any person shall be liable to daman and may also be punished with imprinsonment of either description for a term which may extend to one year as ta,zir[959];"

"دفعہ 337-F-غیر جائفہ کی سزا:

جو کوئی ایسا فعل انجام دے جس سے کسی شخص کو زخم پہنچانے کی نیت سے یا اس علم سے کہ اس فعل سے زخم پہنچ سکتا ہے، درج ذیل زخم لگائے تو:

۱: اگر کسی شخص کو دامیہ لگ جائے تو مجرم ضمان کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو تین سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[960]۔"

مذاہب خمسہ کی روشنی میں دامیہ کی سزا: دفعہ: 337-Eکے تحت عرض کیا گیا کہ فقہاء مذاہب خمسہ نے دامیہ، باضعہ، متلاحمہ، موضحہ، ہاشمہ اور منقلہ کی اصطلاحات شجاج یعنی سر اور چہرے کے زخموں کے متعلق استعمال کی ہیں، جب کہ بدن کے باقی زخموں کے لیے مطلقا جراح کا لفظ ہی استعمال کیا ہے جن سے سر اور چہرے کے علاوہ باقی بدن کے زخم مراد ہوتے ہیں۔

بدن کے زخموں کے متعلق فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ ان کا قصاص لیا جائے گا اگر اس کا وصول کرنا ممکن ہو، قصاص کی وصولی اس طرح ممکن ہو سکتی ہے کہ زخم کے لیے کوئی خاص حد موجود ہو جیسا کہ ہڈی توڑے بغیر زخم ہڈی تک پہنچا ہو یا کسی جوڑ مثلا کہنی اور پنڈلی تک پہنچا ہو۔

فقہاءِ مالکیہ نے بدن کے زخم کی وصولی کے لیے یہ قاعدہ ذکر کیا ہے کہ زخم کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کا اندازہ لگا کر بعینہ مجرم کے اسی عضو سے قصاص وصول کیا جائے گا جو عضو مجنی علیہ کا زخمی کیا گیا ہو، مثلا اگر دایاں ہاتھ زخمی کیا ہو تو مجرم کا دایاں ہاتھ ہی زخمی کیا جائے گا۔

فقہاءِ شافعیہ نے یہ قاعدہ ذکر کیا ہے کہ سر اور چہرے کا وہ زخم جس میں قصاص نہیں لیا جاسکتا، اگر وہی زخم باقی بدن پر لگ جائے تو ان کا قصاص وصول نہیں کیا جائے گا[961]۔

فقہاءِ احناف کی رائے یہ ہے کہ بدن کے سارے زخموں میں قصاص واجب نہیں ہے، اسلیے کہ ان میں مماثلت برقرار رکھنا دشوار ہوتا ہے، لہذا اس میں حکومۃ عدل واجب ہوگی، بشرطیکہ زخم ٹھیک ہو کر اس کا اثر باقی رہے، اگر اس کا اثر بھی مٹ جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں کچھ بھی واجب نہیں ہے، ہاں اگر مجنی علیہ زخم کی وجہ سے مرجائے تو اس میں قصاص لیا جائے گا بشرطیکہ زخم عمدً ا لگایا گیا ہو[962]۔

اگر قصاص ممکن نہ ہو تو فقہاء ثلاثہ کی رائے بھی یہی ہے کہ سارے بدن کے زخموں میں سوائے جائفہ کے کوئی مقرر دیت واجب نہیں ہے بلکہ ان میں حکومۃ عدل واجب ہے، اسلیے کہ بدن کے زخموں کی ضبط اور تعیین دشوار ہے اور شریعت سے ان کے متعلق کوئی نص وارد نہیں ہے، لہذا ان میں حکومۃِ عدل ہی واجب ہے۔

---

959 PPC: 359

960 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۷

961 حاشیۃ الصاوی ۳: ۳۵۰، نہایۃ المحتاج ۳: ۲۶۹، کشاف القناع ۵: ۵۵۸، شرح منتہی الارادات ٦: ٦۳

962 بدائع الصنائع ۷: ۳۲۰

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ جائفہ کے علاوہ بدن کے ان زخموں کے بارے میں کوئی تعیین منقول نہیں ہے جن میں اعضاء کو کاٹا نہیں گیا ہو اور ہڈی کو توڑا نہیں گیا ہو[963]۔

فقہاءِ **جعفریہ** کے نزدیک جیسا کہ سر اور چہرے کے زخم دس اقسام میں منقسم ہیں، اسی طرح باقی بدن کے زخموں کے لیے بھی یہ تقسیم معتبر ہے، نتیجتاً سر، چہرے اور تمام بدن کی اس نوعیت کے زخموں کے لیے ایک ہی قسم کی سزا متعین ہے[964]۔ سزا کی تفصیل کے لیے دفعہ: 337-A ملاحظہ فرمائیے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ فقہاء جعفریہ کے نزدیک سر اور چہرے کے علاوہ باقی بدن کے زخموں کی وہی تقسیم معتبر ہے جس کا اعتبار سر اور چہرے کے زخموں میں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس فقہاءِ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی رائے بدن کے کسی بھی نوعیت کے زخم کے متعلق قصاص لینے کی ہے بشرطیکہ قصاص ممکن ہو، اگر قصاص ممکن نہ ہو تو حکومۃِ عدل واجب ہوگی جب کہ فقہاءِ احناف کی رائے یہ ہے کہ مطلقا حکومۃِ عدل ہی واجب ہوگی۔

تجزیہ: مجموعہ تعزیرات پاکستان کا دفعہ ہذا زخم کی تقسیم کے اعتبار سے مذہبِ جعفری سے جب کہ زخم کی سزا کے اعتبار سے مذہب حنفی سے موافق ہے۔

مذکورہ دفعہ کے تحت ذکر کیا گیا کہ مذہب حنفی کے نزدیک مطلقا جب کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قصاص ناممکن ہونے کی صورت میں حکومۃ عدل کا اعتبار ہوگا، حکومۃِ عدل سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

حکومۃِ عدل کے لغوی اور اصطلاحی معنی: لغوی اعتبار سے حکومۃ "حکم" ثلاثی سے مصدر ہے جب کہ غیر ثلاثی سے اسم مصدر ہے، حکم کے معانی مطلق فیصلہ کرنے اور انصاف کا فیصلہ کرنے کے ہیں جب کہ حکومۃ کے اصل معنی ظالم کو ظلم سے منع کرنے کے ہیں[965]۔

جراحات کے تاوان کے بارے میں اس کے معنی یہ ہے کہ وہ زخم جس کی وجہ سے کوئی عضو ناکارہ نہ ہوا ہو لیکن اس کا اثر باقی رہ جائے اور اس کی کوئی مقرر دیت نہ ہو تو حاکم اس زخم کا ارش یعنی تاوان کا اندازہ لگا کر اسے مقرر کردے[966]۔

فقہاء کا ذکر کردہ اصطلاحی معنی بھی لغوی معنی سے خارج نہیں ہے، چنانچہ فقہاء حکومۃ کا اطلاق اس مال پر کرتے ہیں جسے کوئی انصاف کا فیصلہ کرنے والا کسی ایسی جنایت کے بدلے مقرر کردے جس کے لیے دیت مقرر نہ ہو[967]۔

علامہ ابن عاشرؒ[968] فرماتے ہیں کہ حکومۃ سے مراد اس مال کے بارے میں کوشش اور غور وخوض کرنا ہے جس کا استحقاق مجنی علیہ کے لیے جانی پر حاصل ہے[969]۔

اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں علامہ رملیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ حکومۃ کا برقرار رہنا کسی حاکم یا کسی معتبر فیصلہ کرنے والے شخص کے حکم اور فیصلہ پر موقوف

---

963 الاختیار ۲۱: ۸۲، تبیین الحقائق ٦: ۱۳۲، جواہر الاکلیل ۲: ۲٦٤، روضۃ الطالبین ۹: ۲٦۵، المغنی ۸: ۳۳

964 الخلاف ۸: ۳۹۲، الجامع للشرائع ۳: ۳۵

965 تاج العروس ۳۱: ۵۱۰

966 لسان العرب ۱۲: ۱۴۵

967 تبیین الحقائق ٦: ۱۳۳، فتح القدیر ۸: ۳۱۳

968 عبد الواحد بن احمد [۹۹۰ - ۱۰۴۰ھ= ۱۵۸۲ - ۱٦۳۱ء] بن علی بن عاشر، انصاری، فقیہ ہیں۔ اصل میں اندلس سے تھے اور فاس میں پلے بڑھے اور وہیں ۵۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ کئی تصانیف لکھی ہیں جن میں اہم: المرشد المعین علی الضروری من علوم الدین اور فتح المنان فی شرح مورد الظمآن ہیں۔ [خلاصۃ الاثر ۳: ۹٦، الاعلام۴: ۱۷۵]

969 حاشیۃ الصاوی ۴: ۳۸۱

ہوتا ہے لہذا اسے حکومۃ کہا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر اس کے بارے میں کوئی دوسرا آدمی اپنی سوچ پیش کرے تو وہ کوئی اثر نہیں رکھتا[970]۔

حکومۃعدل کا ثبوت: علامہ زیلعیؒ حکومۃ عدل کے وجوب پر استدلال پکڑتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چونکہ ان جنایات میں شارع کی طرف سے کوئی دیت مقرر نہیں ہے اور ان کو ہدر اور ضائع کرنا بھی ممکن نہیں ہے، لہذا ان میں حکومۃ عدل واجب ہے، یہی رائے ابراہیم نخعیؒ اور عمر بن عبد العزیزؒ سے منقول ہے[971]۔

مقصد یہ ہے کہ جان کے بدلے شریعت کی جانب سے دیت مقرر ہےاور بعض اعضاء یا منفعت کے ضیاع پر شریعت نے دیت سے کم مگر ایک تاوان متعین کردیا ہے جسے ارش کہا جاتا ہے، البتہ بعض جنایات ایسی ہیں جن کے بارے میں شریعت نے کوئی دیت یا تاوان مقرر نہیں کیا ہے، لیکن شریعت کے مقرر نہ کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان کو کسی مالی تاوان کے بغیر چھوڑا جائے، چونکہ یہ بات شریعت کے اصول کے خلاف ہے، لہذا قاضی، باخبر یا ماہر افراد اس زخم کا جائزہ لے کر اس کے بارے میں اپنے فیصلہ سے مجرم پر بطور تعزیر کوئی تاوان مقرر کردے تو اسے حکومۃ یا حکومۃ عدل کہا جاتا ہے۔

حکومۃ عدل کی تعیین کا طریقہ: جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حکومۃ قاضی یا عدالت کی طرف تعزیری طور پر مقرر کردہ تاوان ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ قاضی کن اصول کو ملحوظ رکھ حکومۃ کی تعیین کرے گا؟۔

اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں تین طریقے ملتے ہیں:

١: زخمی شخص کو غلام فرض کرکے اس کی قیمت لگائی جائے اور پھر اسے اسی کیفیت میں صحت مند فرض کرکے اس کی قیمت لگائی جائے، دونوں کے مابین جو تفاوت ہو اسے مجرم سے بطور تاوان وصول کیا جائے۔ یہ رائے امام طحاویؒ اور اکثر فقہاء کی ہے[972]۔

٢: امام کرخیؒ سے یہ رائے منقول ہے کہ شارع نے جس زخم کی بابت تاوان متعین کردیا ہے، اسی زخم سے دیے گئے زخم کی قربت کا اندازہ لگا کر تاوان مقرر کیا جائے۔

اس کا ثبوت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے ہوتا ہے، چنانچہ منقول ہے کہ ان کے عہد میں کسی آدمی نے دوسرے کی زبان کی نوک کاٹ لی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ مجنی علیہ کو الف، ب، ت، ث وغیرہ میں سے ایک ایک حرف کو پڑھنے کا حکم دیتے، وہ جس حرف کو پڑھ سکتا اس کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ دیت سے کمی کرتے لیکن جس حرف کو نہیں پڑھ سکتا اس کے حساب سے دیت لگاتے[973]۔

٣: زخم کے علاج معالجہ پر ہونے والے مالی اخراجات متعین کردیے جائیں جن میں ادویہ، طبیب کی فیس اور دوسرے مصارف شامل کردیے جائیں، فقہاء سبعہ سے یہی رائے منقول ہے[974]۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ کے مصنف فرماتے ہیں کہ فی زمانہ یہی طریقہ سب سے زیادہ موزوں ہے[975]۔

تعزیری سزا کی تفصیل دفعہ (B) 302کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

---

970 مغنی المحتاج ٣: ٧٧، نہایۃ المحتاج ٧: ٣٢٥

971 تبیین الحقائق ٦: ١٣٣

972 روضۃ الطالبین ٧: ٣٠٨، المغنی ٨: ٥٦، بدائع الصنائع ٧: ٣٢٣، الفتاوی الہندیہ ٦: ٢٩

973 بدائع الصنائع ٧: ٣٢٥

974 الدر المختار ٥: ٣٧٣، حداد، ابوبکر بن علی، الجوہرۃ النیرہ ٢: ٢١٩، مطبعہ الخیریہ، پاکستان، التاج والاکلیل ٦: ٢٥٩

975 الفقہ الاسلامی وادلتہ ٧: ٥٧٦٨

(ii) Badi'ah to any person, shall be liable to daman and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years as ta,zir[976];"

"۲: اگرکسی شخص کو باضعہ لگ جائے تو مجرم ضمان کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر دی جاسکتی ہے جو تین سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[977]۔"

باضعہ کی سزا: اس کا حکم بھی دامیہ کی طرح ہے، تفصیل کے لیے دامیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(iii) "Mutalahimah to any person, shall be biable to daman and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years as ta,zir[978];"

"۳: اگر کسی شخص کو متلاحمہ لگ جائے تو مجرم ضمان کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو تین سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[979]۔"

متلاحمہ کی سزا: اس کا حکم بھی دامیہ کی طرح ہے، تفصیل کے لیے دامیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(iv) "Mudihah to any person, shall be liable to daman and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to five years as ta,zir[980];"

"۴: اگر کسی شخص کو موضحہ لگ جائے تو مجرم ضمان کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو پانچ سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[981]۔"

موضحہ کی سزا: اس کا حکم بھی دامیہ کی طرح ہے، تفصیل کے لیے دامیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(v) "Hashimah to any person, shall be liable to daman and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to five years; and[982]"

"۵: اگر کسی شخص کو ہاشمہ لگ جائے تو مجرم ضمان کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو پانچ سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[983]۔"

ہاشمہ کی سزا: اس کا حکم بھی دامیہ کی طرح ہے، تفصیل کے لیے دامیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(vi) "Munaqqilah to any person, shall be liable to daman and may also be punished with imprisonment of either

---

976 PPC: 359

977 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۷

978 PPC: 359

979 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۷

980 PPC: 360

981 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۷

982 PPC: 360

983 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۷

description for a term which may extend to seven years as ta,zir[984]."

"٦: اگر کسی شخص کو منقلہ لگ جائے تو مجرم ضمان کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[985]۔"

منقلہ کی سزا: اس کا حکم بھی دامیہ کی طرح ہے، تفصیل کے لیے دامیہ ملاحظہ فرمائیں۔

بابِ چہارم: زخم اور اسقاطِ حمل کے متعلق احکام

984 PPC: 360

985 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۷

فصلِ اول: غیر محتاط حرکت یا گاڑی کی ٹکر سے دیے گئے زخم اور متعلقات زخم کے احکام کا تقابلی مطالعہ(دفعہ:337G-337P)

"337-G. Punishment for hurt by rash or negligent driving.— Whoever causes hurt by rash or negligent driving shall be liable to arsh or daman specified for the kind of hurt caused and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to five years as ta,zir[986]."

"دفعہ 337-G-: جلد بازی یا لاپرواہی سے گاڑی چلا کر ضرر پہنچانے کی سزا:
۱: جو کوئی جلد بازی یا لاپرواہی سے گاڑی کی ڈرائیونگ کرنے سے کوئی زخم لگائے تو وہ ایسے ارش یا ضمان کا مستوجب ہوگا جو اس قسم کے زخم کے لیے مقرر ہے اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو پانچ سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[987]۔"

جلد بازی یا لاپرواہی سے گاڑی چلا کر ضرر پہنچانے کی سزا: گاڑی چلانا جدید دور کے اختراعات میں سے ہے، قدیم دور میں لوگ آمدورفت کے لیے مویشی استعمال کرتے تھے، فقہاء نے احادیث کی روشنی میں ان کے استعمال کے لیے ایسے قواعد وضوابط پیش کیے ہیں جن سے جدید دور کی گاڑیوں کا حکم مستنبط کیا جاسکتا ہے جس کی تھوڑی سی تفصیل نیچے دی جاتی ہے:

نبی کریمﷺ کا فرمان ہے: مَنْ أَوْقَفَ دَابَّةً فِي سَبِيلٍ مِنْ سُبُلِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ فِي سُوقٍ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ فَوَطِئَتْ بِيَدٍ أَوْ رِجْلٍ فَهُوَ ضَامِنٌ[988]" یعنی جس نے اپنی سواری مسلمانوں کے کسی راستے یا ان کے کسی بازار میں کھڑی کردی اور اس نے ہاتھ یا پاؤں سے روندا تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔

اسی طرح رسول اللہﷺ ایک عمومی حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ[989]" یعنی کسی کو نہ ابتداءً نقصان پہنچایا جائے اور نہ بدلے میں۔

راستہ میں چلنے کے لیے فقہاء نے یہ قاعدہ ذکر کیا ہے: أن المرور بطريق المسلمين مباح، بشرط السلامة، فيما يمكن الاحتراز منه، لا فيما لا يمكن الاحتراز منه[990]" یعنی مسلمانوں کے راستہ میں چلنا مباح ہے، بشرطیکہ دوسرا (اس کے چلنے میں کسی قسم کے نقصان سے) سلامت رہے،

---

[986] PPC: 360

[987] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۸

[988] السنن الکبری ۳: ۲۳۵

[989] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، کتاب الاحکام [۱۳]، باب من فی حقہ ما یضر بجارہ[۱۷]، حدیث ۲۳۳۱

[990] ملا خسرو، محمد بن فرامرز، درر الحکام شرح غرر الاحکام ۲: ۱۱۱، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت

(یہ شرط اس نقصان کے بارے میں ہے) جس سے اجتناب ممکن ہے، نہ کہ اس کے بارے میں جس سے بچنا ممکن نہیں۔"

اسی وجہ سے فقہاء نے آمدورفت کے ذرائع استعمال کرتے وقت دوسرے کو نقصان دینے کی صورت میں ضمان اور دیت کے وجوب کا قول اختیار کیا ہے، چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ سواری جس چیز کو نقصان پہنچائے تو آگے سے لے جانے والا، پیچھے سے ہانکنے والا اور سوار سب کے سب ضامن ہوں گے، اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں دیت کا فیصلہ کیا تھا جس نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اس نے دوسرے کو روند ڈالا[991]۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ سواری اپنے ہاتھ، پاؤں یا سر سے کسی چیز کو روند کر، منہ میں پکڑکر یا ٹکر مار کر نقصان پہنچا دے تو سوار اس کا ضامن ہوگا، اگر پیچھے سے پاؤں اور دم سے کسی کو نقصان پہنچا دے تو اس کا ضامن نہ ہوگا اس لیے کہ سواری کا پاؤں اور دم سوار کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں، ہاں اگر بیچ راستے میں سواری کھڑی کردی تو اس صورت میں پاؤں اور دم سے نقصان کا ضامن ہوگا، اس لیے کہ راستہ میں سواری کھڑے کردینے سے بچنا ممکن ہے لہٰذا راستے میں کھڑے کردینے اور راستہ کو مشغول کردینے سے زیادتی کرنے والا شمار ہوگا اور نقصان کا ضامن ہوگا۔

جانور کا پاؤں یادم سے کسی کو ماردینے کی صورت میں فقہاء احناف عدم ضمان کے قائل ہیں کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے، بخلاف منہ سے کاٹنے کی صورت میں کہ اس سے لگام کھینچ کر بچنا ممکن ہے، جب کہ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ لات مارکر نقصان دینےکا ضمان بھی سوار پر آئے گا[992]۔

مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ کسی راستہ میں پیدل یا سوار ہوکر آنا جانا مباح ہے، بشرطیکہ دوسروں کو نقصان نہ پہنچا ئے۔دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جانور ہانکنے والے یا گاڑی چلانے والے پر اس چیز کا ضمان آئے گا جس سے بچنا ممکن ہو، جانوروں میں اگرچہ لات مارنے یا دم مارنے سے بچنا ممکن نہیں ہے لیکن چونکہ آج کل کی گاڑیاں مکمل طور پر ڈرائیور کے اختیار میں ہوتی ہیں لہٰذا اس کے آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں بلکہ کسی کو نقصان دینے کی صورت میں ڈرائیور نقصان کا ذمہ دار ہوگا، چاہے آگے سے ہو یا پیچھے سے۔

چونکہ اس قسم کے حادثات میں کسی کو زخمی کرنا خطا ہے لہٰذا مجنی علیہ کی دیت خطا کرنے والے کے عاقلہ پر واجب ہوگی[993]۔

تجزیہ: مذکورہ دفعہ مذاہب خمسہ کے اصول سے دیت کے وجوب کے اعتبار سے موافق ہے، لیکن چونکہ مذاہب خمسہ کے نزدیک یہ دیت عاقلہ پر واجب ہوتی ہے لہٰذا اس اعتبار سے ان سے مخالف ہے۔

"337-H. Punishment for hurt by rash or negligent act.—

(1) Whoever causes hurt by rash or negligent act, other than rash or negligent driving shall be liable to arsh or daman specified for the kind of hurt caused and may also be

---

991 اصبحی، مالک بن انس، المؤطا 2: 868، دار احیاء التراث العربی، مصر

992 ڈاکٹر سید عطا محمد، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی،حوادث السیر٨: ٨٠١، العدد الثامن

993 بدائع الصنائع ۷: ۲۸۰، المغنی ۹: ۱۸۹،الدسوقی ۴: ۳۸۵، مغنی المحتاج ۵: ۵۴۴، الجامع للشرائع ۳: ۱۴

punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years as ta,zir[994]."

"دفعہ 337-H:- جلد بازی یا لاپرواہی سے کوئی فعل انجام دینے پر زخم لگانے کی سزا:

۱: جو کوئی جلد بازی یا لاپرواہی سے گاڑی ڈرائیونگ کے سوائے اور فعل انجام دینے سے کوئی زخم لگائے تو وہ ایسے ارش یا ضمان کا مستوجب ہوگا جو اس قسم کے زخم کے لیے مقرر ہے اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزا بطور تعزیر بھی دی جاسکتی ہے جو پانچ سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[995]۔"

جلد بازی یا لاپرواہی سے کوئی زخم دینے کی سزا: جلد بازی یا لاپرواہی سے دیا گیا زخم خطا میں داخل ہے، خطا کے بارے میں اصول یہ ہیں کہ وہ زخم جن میں قصاص واجب نہیں ہوتا، ان میں عمد اور خطا برابر ہے، لہٰذا جنایتِ عمد کی صورت میں دیت یا ارش کا جو متعین حصہ واجب ہوتا ہے وہی جنایتِ خطا کی صورت میں بھی واجب ہوتا ہے[996]۔
زخموں کی سزا کی تفصیل کے لیے دفعہ 337-A ملاحظہ فرمائیے۔

اگر شجہ یعنی سر اور چہرے پر کوئی زخم لاپرواہی سے دیا جائے تو موضحہ سے پہلے آنے والے زخموں میں حکومۃ عدل واجب ہے، موضحہ سے پہلے آنے والے زخموں میں دامیہ، دامعہ، باضعہ، متلاحمہ اور سمحاق داخل ہیں، یہ رائے فقہاء احناف، مالکیہ اور راجح قول کے مطابق فقہاء حنابلہ کی ہے۔ اگر موضحہ کی نسبت سے اس شجہ کا اندازہ معلوم نہ ہو تو فقہاء شافعیہ کی رائے بھی یہی ہے، لیکن اگر موضحہ کی نسبت سے اس شجہ کی مقدار معلوم ہو تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کی نسبت سے اندازہ لگا کر ارش متعین کیا جائے گا۔ فقہاء احناف میں سے امام کرخیؒ اور فقہاء حنابلہ میں قاضیؒ کی رائے بھی یہی ہے، البتہ علامہ ابن قدامہؒ نے اس کو غیر راجح کہا ہے۔

فقہاءِ شافعیہ کی ایک رائے یہ ہے کہ حکومۃ عدل سے زیادہ اور شجہ موضحہ کی ایک خاص مقدار کے مطابق ارش کی رقم واجب ہوگی، اسلیے کہ دونوں کے اسباب موجود ہیں۔
فقہاءِ حنابلہ کا غیر راجح قول یہ ہے جو کہ امام احمدؒ سے منقول ہے کہ دامیہ میں ایک اونٹ، باضعہ میں دو اونٹ، متلاحمہ میں تین اونٹ اور سمحاق میں چار اونٹ واجب ہوں گے، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے، اس کے مقابلے میں سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما سے سمحاق کے بارے میں موضحہ کی نسبت نصف ارش کا وجوب منقول ہے۔ علامہ ابن قدامہؒ نے پہلی رائے کو اس وجہ سے ترجیح دی ہے کہ شریعت سے ان کے بارے میں کوئی خاص ارش منقول نہیں ہے، چنانچہ مکحولؒ سے مروی ہے کہ نبی کریمﷺ نے موضحہ میں پانچ اونٹ کا فیصلہ کیا تھا اور اس سے کم زخم میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا، لہٰذا ان میں حکومۃ عدل ہی واجب ہوگی[997]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک بھی مذہب حنبلی کی طرح دامیہ میں ایک اونٹ، باضعہ میں دو اونٹ، متلاحمہ میں تین اونٹ، سمحاق میں چار اونٹ اور موضحہ میں پانچ واجب ہیں[998]۔
جراحات کی مزید تفصیل دفعہ 337-A اور 337-D کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

تجزیہ: خلاصہ یہ ہوا کہ جن زخموں میں عمد کی صورت میں قصاص واجب نہیں ہوتا، ان میں عمد اور خطا برابر ہے لہٰذا دیت، ارش یا ضمان کا جو حصہ عمد کی صورت میں واجب ہوتا ہے وہی جلد بازی یا لاپرواہی کی صورت میں بھی واجب ہوگا، جیسا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا کا حکم بھی یہی ہے۔

---

994 PPC: 360

995 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۸

996 بدائع الصنائع ۷: ۳۱۲، الفتاوی الہندیہ ٦: ۲۹

997 رد المحتار ۵: ۳۷۳، تبیین الحقائق ٦: ۱۳۳، الفواکہ الدوانی ۲: ۲٦۳، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۷۰، مغنی المحتاج ۴: ۵۹، کشاف القناع ۵: ۵۵۸، المغنی ۸: ۵۵

998 الخلاف ۸: ۳۵۵، الجامع للشرائع ۳: ۴۳

(2) Whoever does any act so rashly or negligently as to endanger human life or the personal safety of others, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three months, or with fine, or with both[999]."

"۲: جو کوئی جلد بازی یا غفلت کا کوئی ایسا فعل کرتا ہے جس سے انسانی زندگی کو یا دوسروں کے ذاتی تحفظ کو خطرہ لاحق ہوتا ہو تو اس کو کسی بھی قسم کی سزائے قید دی جاسکے گی جس کی مدت تین ماہ تک ہوسکتی ہے یا جرمانہ یا دونوں سزائیں[1000]۔"

جلد بازی یا غفلت سے کسی کے ذاتی تحفظ کو ٹھیس پہنچانا: جلد بازی یا غفلت سے کوئی ایسا فعل انجام دینا جس سے کسی کے ذاتی تحفظ کو نقصان پہنچ جائے، کوئی ایسا جرم نہیں ہے جس کے بارے میں شریعت نے قصاص یا دیت کا اعلان کیا ہے، دوسرے الفاظ میں ایسا فعل حدود میں شامل نہیں ہے، البتہ شریعت کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسا فعل حرام ہے، چنانچہ شریعت نے دین کی بنیاد پانچ اصول پر قائم کی ہے: حفظِ دین، حفظِ جان، حفظِ عقل، حفظِ مال اور حفظِ نسب۔

دین کے رمز شناس امام شاطبیؒ انہیں ضروریات کا نام دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ضروریات ان امور میں سے ہیں جن کی حفاظت کو شریعت ملحوظ رکھتا ہے، کیونکہ دین ودنیا کے مصالح کا قیام ان ہی پر مبنی ہے، اگر ان کا وجود نہ رہے تو دنیا کے مصالح ٹھیک طرح نہیں چل سکتے بلکہ (دنیا میں) فساد اور قتل وغارت گری سے زندگی کی فوات لازم آئے گی جب کہ آخرت میں نجات، نعمتوں کا فقدان اور واضح نقصان کا سامنا لازم آئے گا[1001]۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مصلحت سے مراد شریعت کے مقصود کی حفاظت ہے، اور مخلوق سے شریعت کا مقصود پانچ چیزیں ہیں جو کہ ان کے دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت ہے۔ ان پانچ اصول کی حفاظت ضروریات کے رتبہ میں داخل ہے اور یہ مصالح میں قوی تر مرتبے کے حامل ہیں[1002]۔

اسی عبارت کو نقل کرتے ہوئے شارح شرح المجلہ فرماتے ہیں کہ پس ہر وہ چیز جو اس کے الٹ ہو تو ممکنہ حد تک اس کا ازالہ ضروری ہے، اگر ممکن نہ ہو تو شریعت کے مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے عام ضرر کو دفع کرنے کے لیے خاص ضرر کا تحمل کیا جائے گا[1003]۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسانی جان کی حفاظت شریعت کے اعلی مقاصد میں شامل ہے، لہٰذا اس کے کلی یا جزوی ضیاع عمداًوخطا شریعت کے مقاصد کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے بطور قصاص اس کا بدلہ لینا واجب قرار دیا ہے۔ اگر اسے کوئی نقصان نہ پہنچائے لیکن ڈاکہ زنی جیسے عمل سے اسے خطرہ میں ڈال دے تو شریعت نے اس کی واضح سزا کا بھی اعلان کیا ہے، اگر ڈاکہ زنی جیسے عمل کے علاوہ غفلت اور لاپرواہی کے کسی اور فعل سے اس کی حفاظت کو ٹھیس پہنچائے تو ایسے شخص کے بارے میں اگر چہ شریعت نے کسی خاص سزا کا اعلان نہیں کیا ہے لیکن شریعت کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے شخص کو تعزیری سزا دی جائے گی جو کہ عدالت جرم اور مجرم کے کوائف پر غور کرکے متعین کرے گی جیسا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے زیر دفعہ میں ہے۔

---

999 PPC: 360

1000 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۸

1001 شاطبی، الموافقات ۲: ۸ /۱۰، دار المعرفہ، بیروت

1002 غزالی، ابوحامد، محمد بن محمد، المستصفی ۱: ۱۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

1003 الاتاسی، علامہ خالد، شرح المجلہ ۱: ۶۶، مادہ ۲۶

اس کا ثبوت ڈاکٹر عبد القادر عودہ کی عبارت سے بھی ہوتا ہے، چنانچہ مصلحتِ عامہ کی تعزیر پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عام طور پر تعزیر کسی منصوص معصیت کے بارے میں ہی مشروع ہے لیکن شریعت اس عام قاعدہ سے استثناء کی اجازت دیتی ہے کہ تعزیر گناہ اور معصیت کے علاوہ بھی جائز ہو، بشرطیکہ مصلحتِ عامہ اس کا تقاضا کرے۔

اس استثناء کے تحت داخل ہونے افعال اور حالات کی تعیین اور حصر ممکن نہیں ہے، اسلیے کہ یہ افعال لذاتہ حرام نہیں ہوتے بلکہ اپنے وصف کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں، اوروصف یہ ہے کہ مصلحتِ عامہ یا عام نظم ونسق کو نقصان پہنچے، پس جب کسی فعل یا حالت میں یہ وصف پایا جائے تو اس کا کرنے والا سزا کا مستحق ہوگا، اور جب یہ وصف نہیں پایا گیا تو کرنے والے کو سزا نہیں دی جائے گی، اس کو دیکھتے ہوئے مصلحتِ عامہ پر تعزیر دینے کے لیے دو باتیں شرط ہیں:

۱: کوئی آدمی کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے جو عام لوگوں کی مصلحت یا نظم ونسق کو ٹھیس پہنچائے۔

۲: ایسی حالت میں فعل کا ارتکاب کرے جو عام لوگوں کی مصلحت یا نظم ونسق کو نقصان پہنچائے[1004]۔

ڈاکٹر عبد القادر عودہؒ فرماتے ہیں کہ شریعت نے تعزیر کے تمام جرائم کے بارے میں صراحت نہیں کی ہے اور ان کو ایسا منضبط نہیں کیا ہے کہ ان میں زیادتی اور کمی نہ ہوسکے جیسا کہ حدود، قصاص اور دیت کے جرائم کو منضبط کیا ہے۔ شریعت نے ان جرائم کے بارے میں صراحت کی ہے جو افراد، جماعت (مسلمین) اور عام نظم ونسق کے لیے دائمی طور پر نقصان دہ ہوں اور امت کی بھاگ دوڑ سنبھالنے والوں کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ ان افعال کو حرام ٹھہرادیں جو امت مسلمہ کی مصلحت، امن اور نظام کے لیے نقصان دہ ہوں اور اولو الامر کو یہ اختیار بھی دیا ہے کہ امتِ مسلمہ کی نظم ونسق کے لیے قواعد واصول مقرر کریں اور ان کی مخالفت پر سزا دیں، البتہ اس بات میں وہ مکمل طور پر آزاد نہیں ہیں بلکہ ان کے لیے شریعت کی نصوص، عام اصول اور اس کی روح کے ساتھ متفق رہنا ضروری ہے۔

ثابت ہوا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کا جلد بازی یا غفلت کے کسی ایسے فعل جس سے انسانی زندگی کو یا دوسروں کے ذاتی تحفظ کو خطرہ لاحق ہوتا ہو، پر سزا دینا شریعت کے اصول کے عین موافق ہے۔

"**337-I. Punishment for causing hurt by mistake (khata).**— Whoever causes hurt by mistake (khata) shall be liable to arsh or daman specified for the kind of hurt caused[1005]."

"دفعہ I-337-: غلطی (خطا) سے زخم لگانے کی سزا:

جو کوئی غلطی (خطاء) سے کوئی زخم لگائے تو وہ ایسے ارش یا ضمان کا مستوجب ہوگا جو اس قسم کے زخم کے لیے مقرر ہے[1006]۔"

غلطی سے زخم لگانے کی سزا: دفعہ 337-H کے تحت تفصیل سے عرض کیا گیا کہ بعض جراح اور شجاج کے بارے میں قصد اور غلطی برابر ہیں، لہٰذا اس قسم کے زخم کے لیے ضمان اور ارش کا جو حصہ عمد میں واجب ہوتا ہے وہی غلطی میں بھی واجب ہوتا ہے، البتہ بعض شجاج اور جراح میں عمد اور غلطی کے درمیان فرق موجود ہے جس کی تفصیل اسی دفعہ کے تحت دی گئی ہے۔

1004 التشریع الجنائی الاسلامی ۱: ۱۵۰، دار الکتاب العربی، بیروت

1005 PPC: 361

1006 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۹

"337-J. Causing hurt by means of a poison.—Whoever administraters to, or causes to be taken by, any prson, any poison or any stypufying, intoxicationg or unwholesome drug, or such other thing with intent to cause hurt to such persons or with intent to commit or to facilitate the commission of an offence, or knowing it to be likely that he will thereby cause hurt may, in addition to the punishment of arsh or daman provided for the kind of hurt caused be punished, having regard to the nature of the hurt caused, with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years[1007]."

"دفعہ 337-J-: زہر کے ذریعے زخم لگانا:
جو کوئی زہر، بدحواس کرنے والی، نشہ آور یا مضر صحت دوا یا کوئی اور چیز زخم پہنچانے کی نیت سے جرم کے ارتکاب میں سہولت پیدا کرنے کی نیت سے یا اس علم سے کہ اس سے زخم لگنے کا امکان ہے کسی شخص کو استعمال کرائے تو وہ ایسے ارش یا ضمان جو کہ اس قسم کے زخم کے لیے مقرر ہے، کا مستوجب ہونے کے علاوہ زخم کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا دی جاسکتی ہے جو دس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[1008]۔"

زہر اور نشہ آور ادویہ کے ذریعے زخم لگانا: زہر، نشہ آور ادویہ یا مضر صحت دوا کے ذریعے زخم دینے سے اسی قسم کا ارش یا ضمان واجب ہوگا جو اس قسم کے زخم کے لیے مقرر ہے، کیونکہ زخم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ کسی خاص قسم کے آلہ سے لگایا جائے بلکہ کسی بھی قسم کے آلہ جارحہ یا غیر جارحہ سے زخم دینے کا حکم ایک ہی ہے[1009]۔

اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مذہب مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری نے زہر کے ذریعے قتل کرنے پر قصاص کا حکم لگایا ہے، لہذا زخم لگانے کی صورت میں بھی وہی حکم لگے گا[1010]۔

فقہاء احناف نے زہر کے ذریعے قصاص نہ لینے کا قول اختیار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک زہر کے ذریعے قتل کرناقتل شبہ عمد میں داخل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دھاری دار آلہ نہیں ہے، لیکن ان کے نزدیک جراح اور شجاج کے باب میں دھاری دار اور غیر دھاری دار آلے کا کوئی فرق نہیں ہے، لہذا ان کے نزدیک بھی اس قسم کے زخم کے لیے قصاص یا اس قسم کا ارش واجب ہوگا جو کسی دھاری دار آلہ کی صورت میں لازم آتا ہے[1011]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔
تعزیری سزا کی تفصیل دفعہ (B) 302کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

"337-K. Causing hurt to extort confession, or to compel restoration of property.—Whoever causes hurt for the purpose of extorting

---

[1007] PPC: 361

[1008] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۹

[1009] الاختیار ۲۱: ۸۲، تبیین الحقائق ٦: ۱۳۲، جواہر الاکلیل ۲: ۲٦٤، روضۃ الطالبین ۹: ۲٦۵، المغنی ۸: ۴۳

[1010] نہایۃالمحتاج ٧: ۲۵۴، المغنی ٧: ٦۴۳، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۴۴، مواہب الجلیل ٦: ۲۴۱، الجامع للشرائع ۲: ۴۹۰

[1011] رد المحتار ۵: ۳۴۸

from the sufferer or any person interested in the sufferer any confession or any information which may lead to the detection of any offence or misconduct, or for the purpose of constraining the sufferer, or any person interested in the sufferer to restore, or to cause the restoration of any property or valuable security or to satisfy any claim or demand, or to give information which may lead to the restoration of any property or valuable security, shall in addition to the punishment of qisas, arsh or daman, as the case may be, provided for the kind of hurt caused, be punished, having regard to the nature of the hurt cuased, with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years as ta,zir[1012]."

"دفعہ 337-K-: اقرار بالجبر یا حوالی جائیداد پر مجبور کرنے کے لیے زخم لگانا:
جو کوئی متاثرہ شخص سےجبرًا اقرار کرنے جس میں متاثرہ شخص کوئی مفاد رکھتا ہے یا اس سے کوئی اطلاع حاصل کرنے کی غرض سے جو کہ کسی جرم یا بدعنوانی کے سراخ کی طرف راہنمائی کرے یا متاثرہ شخص یا جس میں وہ کوئی مفاد رکھتا ہے، کوئی جائیداد یا قیمتی کفالت حوالے کرنے یا کوئی دعوی یا مطالبہ پورا کرنے یا کوئی اطلاع حاصل کرنے کی غرض سے جو حوالی جائیداد یا قیمتی کفالت حوالے کرنے کی طرف رہنمائی کرے، کسی شخص کو زخم لگائے تو وہ قصاص، ارش یا ضمان جیسی بھی صورت ہو جو اس قسم کے زخم کے لیے مقرر ہے کا مستوجب ہوگا، اس کے علاوہ اسے زخم کی نوعیت کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جو دس سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے اگر ایسے زخم کے لیے قصاص کی سزا نہ دی جاسکتی ہو[1013]۔"

اقرار بالجبر یا حوالی جائیداد پر مجبور کرنا: اقرار بالجبر یا حوالی جائیداد کے سلسلے میں کسی کو زخمی کرنے پر اس قسم کے زخم کے لیے قصاص یا اس قسم کا ارش واجب ہوگا جو عام حالات میں اس قسم کے زخم کے لیے واجب ہوتا ہے، کیونکہ زخم کے قصاص اور ارش کا حکم مطلق ہے اور اس میں کسی خاص نوعیت کی حالت کا اعتبار نہیں ہے۔

چونکہ اقرار بالجبر یا حوالی جائیداد ایک حرام فعل ہے لہذا اس پر تعزیری سزا دی جائے گی۔

اس پر تعزیری سزا اس وجہ سے بھی دی جائے گی کہ اقرار بالجبر یا حوالی جائیداد پر مجبور کرنا کسی کی ذات یا اس کے مال کے تحفظ کو ٹھیس پہنچانا ہے جو کہ مصلحتِ عامہ کے خلاف ایک اقدام ہے، اور مصلحت کے خلاف اقدام پر سزا دینا شریعت کے مزاج میں شامل ہے جیسا کہ ڈاکٹر عبد القادر عودہؒ نے فرمایا ہے[1014]۔

ثابت ہوا کہ دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

"337-L. Punishment for other hurt.—(1) Whoever causes hurt, not mentioned hereinbefore, which endangers life or the sufferer to remain in severe bodily pain for twenty days or more or renders him unable to follow his ordinary pursuits for twenty days or more, shall be liable to daman and also be punished with imprisonment

---

[1012] PPC: 361

[1013] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۹

[1014] التشریع الجنائی الاسلامی ۱: ۱۵۰

of either description for a term which may extend to seven years[1015]."

"دفعہ 337-L-: دیگر زخموں کے لیے سزا:

۱: جو کوئی شخص کسی کو ایسا زخم لگائے جو قبل ازیں مذکور نہیں جو زندگی کو خطرے میں ڈال دے یا جس کی وجہ سے مضروب بیس یا اس سے زائد دنوں تک شدید جسمانی درد میں مبتلا رہے یا بیس یا اس سے زیادہ دنوں تک روزمرہ معمولات انجام نہ دے سکے تو وہ ضمان کا مستوجب ہوگا۔ اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزائے قید بھی دی جائے گی جو سات سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[1016]۔"

دیگر زخموں کی سزا: کسی کو ایسا زخم دینا جو کسی کی زندگی کو خطرے میں ڈال دے یا جس کی وجہ سے مضروب بیس یا اس سے زائد دنوں تک شدید جسمانی درد میں مبتلا رہے یا اس سے زیادہ دنوں تک روزمرہ کے معمولات انجام نہ دے سکے، یہ ایک ایسا جرم جو شریعت کی مصلحتِ حفظِ نفس کے خلاف ہے، اس کے خلاف اقدام اٹھانے والے کے خلاف شریعت نے قصاص اور دیت کاقانون جاری کیا ہے، اگر کسی آدمی نے حفظ نفس کے حقِ مرور یعنی کسی راستہ پر چلنے کے حق کو چھیننے کی کوشش کی اور ڈکیتی اور رہزنی کی صورت میں لوگوں کو ڈرایا دھمکایا تو مذاہب خمسہ کے نزدیک اسے جلا وطن کرنا لازمی ہے جو کہ قرآن کا اصول ہے[1017]۔

لہٰذا زیرِ بحث دفعہ میں مذکورہ نوعیت کا جرم ایک انتہائی شدید جرم ہے، اس سلسلے میں دیے گئے زخم کا اگر قصاص ممکن ہو تو قصاص لیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ[1018] "اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے[1019]۔"

اگر قصاص ممکن نہ ہو تو مجرم اتنے ضمان کا مستوجب ہوگا جو کہ راجح قول کے مطابق علاج معالجہ اور دوسری ضروریات کے لیے کافی ہو[1020]، اس کے ساتھ ساتھ مجرم کو تعزیری طور پر ایسی سز دی جائے گی جو دوسرے کئی لوگوں کے لیے عبرت بن جائے جس کے بارے میں عدالت کو اختیار ہے۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

"(2) Whoever causes hurt not covered by subsection (1) shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to two years, to with daman or with both[1021]."

"2: جو کوئی کسی شخص کو ایسا زخم لگائے جو ذیلی دفعہ (۱) کے دائرہ میں نہیں آتا تو اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزا دی جائے گی جو دو سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے یا ضمان عائد کیا جائے گا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی[1022]۔"

اس دفعہ کی تفصیل کے لیے دفعہ 337-K ملاحظہ فرمائیں۔

"337-M.—Hurt not liable to qisas.—Hurt shall not be liable to qisas in the following cases namely: --

---

1015 PPC: 361

1016 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۹

1017 بدائع الصنائع ۱۵: ۲۵۳، بدایۃ المجتہد ۲: ۳۵۵، الجامع للشرائع ۱: ۳۳۱، التشریع الجنائی الاسلامی ۲: ۹۸

1018 سورۃ المائدہ۵: ۴۵

1019 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد جالندھری: ۱۸۳

1020 الدر المختار ۵: ۳۷۳، الجوہرۃ النیرہ ۲: ۲۱۹، التاج والاکلیل ٦: ۲۵۹، الجامع للشرائع ۲: ۳٦٦

1021 PPC: 362

1022 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۵۹

(a) When the offender is a minor or insane :

Provided that he shall be liable to arsh and also to ta,zir to be determined by the Court having regard to the age of offender, circumstances of the case and the nature of hurt caused[1023]:"

"دفعہ 337-M:- زخم جو مستوجبِ قصاص نہیں:

درج ذیل صورتوں میں زخم قصاص کا مستوجب نہیں ہوگا، یعنی:

اے: جب مجرم نابالغ یا فاتر العقل ہو۔

مگر شرط یہ ہے کہ وہ ارش کا مستوجب ہوگا اور اسے تعزیر دی جائے گی جو مجرم کی عمر، حالات، مقدمہ، لگائے گئے زخم کی نوعیت کا لحاظ رکھتے ہوئے عدالت کی طرف سے متعین کی جائے گی[1024]۔"

غیر مستوجب قصاص زخم: جنون اہلیت کے عوارض میں سے ایک عارض ہے جو عقل پر وارد ہوکر اہلیت ختم کردیتا ہے، جب جنون طاری ہوجاتا ہے تو عقل نہ ہونے کی وجہ سے جومکلف بننے کے لیے ضروری ہے، پکڑ اور خطاب ختم ہوجاتا ہے، لہذا حقوق اللہ کی نسبت جنون عدمِ مؤاخذہ کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ مجنون پر حد بھی جاری نہ ہوگی اسلیے کہ جب وہ عبادات کا مکلف نہیں اور اس پر گناہ کا کوئی مؤاخذہ نہیں تو شبہات کی وجہ سے ساقط ہونے والی حدود بطریقہ اولی اس پر جاری نہ ہوں گی، البتہ حقوق العباد کا مالی ضمان اس سے ساقط نہ ہوگا اسلیے کہ یہ اصل میں اس پر لاگو نہیں ہوتے بلکہ یہ اس کے ولی کو اس کا مکلف بنانا ہے کہ مجنون کے مال میں واجب ہونے والا مالی حق ادا کردے۔

امام موصلیؒ فرماتے ہیں کہ خطاب اور مکلف بننے کے لیے عقل اور بلوغت شرط ہے۔ اسی طرح فرماتے ہیں کہ فاتر العقل اور نابالغ کی کسی جنایت کا اعتبار ہے ہی نہیں۔

امام ابن جزیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ نابالغ اور مجنون پر حد جاری نہ ہوگی۔

فقہاء حنابلہ کی رائے بھی یہی ہے کہ حد اور قصاص جاری کرنے کے لیے عقل اور بلوغ شرط ہے[1025]۔

ابو جعفر طوسی فرماتے ہیں کہ بچے اور مجنون کا عمد اور خطا برابر ہے، لہذا ان پر حد جاری نہیں کی جائے گی[1026]۔

ڈاکٹر عبد القادر عودہؒ فرماتے ہیں کہ شریعت میں کسی جرم کی ذمہ دار بننے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ان محرم افعال کے نتائج کا سامنا کرے جن کا ارتکاب اس نے حالت اختیار میں کیا ہو اور اس کے نتائج سے مکمل طور پر واقف ہو، پس جس آدمی نے کسی حرام فعل کا ارتکاب کیا لیکن اس کا ارادہ یہ نہیں تھا جیسا کہ مکرَہ اور مدہوش تو اس کی اس جرم پر پکڑ نہیں کی جائے گی، اگر کسی نے کسی حرام فعل کا ارتکاب کیا لیکن وہ اس کے نتائج سے مکمل طور پر واقف نہیں تھا جیسا کہ نابالغ اور فاتر العقل تو اس کی بھی پکڑ نہیں کی جائے گی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ شرعا کسی جرم کی ذمہ داری کی بنیاد تین باتوں پر ہے: پہلی یہ کہ انسان کسی حرام فعل کا ارتکاب کرے، دوسری یہ کہ کرنے والا اپنے فعل میں بااختیار ہو اور تیسری یہ کہ کرنے والا اس فعل کے نتائج کا مکمل ادراک رکھتا ہو[1027]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

1023 PPC: 362

1024 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۰

1025 رد المحتار ۳: ۳۰۳

1026 الخلاف ۸: ۳۲٦، وسائل الشیعۃ ۹۱: ۱٦۳

1027 التشریع الاسلامی الجنائی ۱: ۳۹۲

(b) When an offender at the instance of the victim causes hurt to him:
Provided that the offender may be liable to ta,zir provided for the kind of hurt caused by him[1028]:"

"بی: جب مجرم مضروب کے کہنے پر اسے زخم لگائے۔
شرط یہ ہے کہ مجرم کو لگائے گئے زخم کی قسم کے لیے مقرر تعزیر بھی دی جاسکتی ہے[1029]۔"

کسی کے کہنے پر زخم لگانا: فقہاء احناف میں سے علامہ کاسانیؒ اور علامہ حصکفیؒ، فقہ حنبلی میں سے علامہ بہوتیؒ نے عمومی طور پر جب کہ فقہِ جعفری میں سے شیخ ابوجعفر طوسی نے غلام کے بارے میں اس کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی آدمی نے دوسرے سے کہا کہ مجھے قتل کردو یا مجھے زخمی کردو اور مامور نے ایسا کردیا تو اس پر قصاص واجب نہیں ہے، فقہاء احناف میں سے امام زفرؒ نے ایسی صورت میں قتل کے بارے میں قصاص کا قول اختیار کیا ہے، اسلیے کہ قتل کسی کے کہنے سے جائز نہیں ہوتا لیکن باقی ائمہ کی رائے یہ ہے کہ اگر چہ قتل کسی کے کہنے سے جائز نہیں ہوتا لیکن اپنے بارے میں اجازت اور حکم دینے سے اس میں ایک گونہ شبہہ پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے قصاص جاری نہ ہوگا، البتہ دیت کے بارے میں اختلاف ہے جس میں راجح قول یہ ہے کہ مامور سے دیت وصول کی جائے گی بشرطیکہ وہ مکرَہ نہ ہو۔
اگر مجرم نے مضروب کے حکم سے اسے زخمی کردیا تو مجرم پر قصاص جاری ہوگا نہ ہی ارش وصول کیا جائے گا، اسلیے کہ جنایات کے باب میں اطراف اور اعضاء کی حیثیت مال کی ہوتی ہے، اور مال کی حفاظت مالک کے حق کے لیے ہے، اور جب مالک اپنا حق ساقط کرنا چاہتا ہے تو اس میں اجازت اور اباحت دونوں کا احتمال موجود ہے، لہذا مجرم کی پکڑ نہیں کی جائے گی۔
علامہ کاسانیؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے[1030]۔
تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔
تعزیری سزا کی تفصیل دفعہ (B) 302کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

"(c) When the offender has caused itlaf-i-udw of a physically imperfect organ of the victim and the convict does not suffer from similar physical imperfection of such organ.
Provided that the offender shall be liable to arsh and may also be liable to ta,zir provided for the kind of hurt caused by him; and[1031]"

"سی: جب مجرم مضروب کے جسمانی ناکارہ عضو کے اتلاف کا مرتکب ہوا ہو اور سزا یاب مجرم کا وہی عضو جسمانی ناکارہ نہ ہو۔
شرط یہ ہے کہ مجرم ارش کا مستوجب ہوگا اور اسے لگائے گئے زخم کی قسم کے لیے مقرر تعزیر بھی دی جاسکتی ہے۔ اور[1032]"

ناکارہ عضو کا اتلاف: اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ سالم عضو ناکارہ عضو کے بدلے نہیں کاٹا جائے گا اگر چہ مجرم اس پر راضی ہو، اس لیے کہ ناکارہ عضو میں جمال کے

1028 PPC: 362

1029 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٠

1030 بدائع الصنائع ٧: ٢٣٦، الدر المختار ٥: ٣٤٢، کشاف القناع ٥: ٥١٨، ٥٢٠، الخلاف ٨: ٣١٣

1031 PPC: 362

1032 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٠

سوا کوئی نفع نہیں ہوتا لہذا اس کے بدلے اس عضو سے قصاص نہیں لیا جائے گا جس میں نفع موجود ہو، البتہ ناکارہ عضو کے بدلے حکومۃ عدل واجب ہوگا۔

البتہ فقہاء نے سالم عضو کے بدلے ناکارہ عضو کے کاٹنے اور ناکارہ عضو کے بدلے ناکارہ عضو کے کاٹنے میں کئی اقوال پر اختلاف کیا ہے، چنانچہ سالم عضو کے بدلے ناکارہ عضو کے کاٹنے میں فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ کی رائے یہ ہےکہ مضروب کو اختیار ہوگا، اگر چاہے تو ناکارہ عضو کاٹنے پر اکتفاء کرلے، اس صورت میں اسے ارش نہیں دیا جائے گا، اور اگر چاہے تو مجرم سے عفو کرکے اپنے عضو کی دیت وصول کرلے۔

فقہاء مالکیہ اور ایک روایت کے مطابق فقہاء شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ سالم عضو کے بدلے مجرم کا ناکارہ عضو نہیں کاٹا جائے گا، اس لیے کہ شریعت میں اس قسم کا قصاص منقول نہیں ہے، البتہ مجرم دیت ادا کرے گا۔

فقہاء حنابلہ اور فقہاء شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ اگر معالج اور ماہر افراد نے مشورہ دیا کہ ناکارہ عضو کاٹ کر خون کو روکا جاسکتا ہے تو قصاص لیا جائے گا، اور اگر ناکارہ عضو کاٹ کر خون نہیں روکا جاسکتا تو اسے نہیں کاٹا جائے گا بلکہ مجرم دیت ادا کرے گا۔

شیخ ابوجعفر طوسیؒ نے دو ٹوک الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ناقص عضو کو کامل کے بدلے کاٹا جائے گا لیکن کامل عضو کو ناقص کے بدلے نہیں کاٹا جائے گا، فقہاء جعفریہ کے نزدیک ایسے عضو کے اتلاف کے بدلے ایک تہائی دیت واجب ہوتی ہے۔

اس کے مقابلے میں ناکارہ عضو کے بدلے ناکارہ عضو سے قصاص لینے کے بارے میں فقہاء مالکیہ اور ایک روایت کے مطابق فقہاء شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ قصاص نہیں لیا جائے گا، اسلیے کہ بدن میں کسی عضو کے ناکارہ بننے کی وجوہات مختلف ہوتی ہیں۔

فقہاء حنابلہ اور راجح قول کے مطابق فقہاء شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر مجرم اور مضروب دونوں کے اعضاء ناکارہ ہونے میں برابر ہوں یامجرم کا مرض زیادہ ہو تو مجرم سے قصاص لیا جائے گا بشرطیکہ خون روکا جاسکتا ہو، اور اگر مضروب کے عضو میں مرض زیادہ ہو تو اس صورت میں قصاص نہیں لیا جائے گا[1033]۔

جمہور فقہاء احناف کی رائے یہ ہے کہ ناکارہ عضو کے بدلے ناکارہ عضو نہیں کاٹا جائے گا، چاہے مجرم کا مرض زیادہ ہو یا مجنی علیہ کا یا دونوں کے امراض برابر ہوں، اسلیے کہ عضو میں مرض کی کمی زیادتی کی وجہ سے ارش میں اختلاف پایا جاتا ہے لہذا دونوں میں مماثلت نہیں پائی جاتی۔

جب کہ فقہاء احناف میں سے امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر دونوں اعضاء مرض کی کیفیت میں برابر ہوں تو قصاص لیا جائے گا، اگر مضروب کے عضو میں مرض کم ہو تو اسے مجرم سے قصاص اور ضمان لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر مضروب کے عضو میں مرض زیادہ ہو تو وہ مجرم سے ارش ہی وصول کرے گا[1034]۔

تجزیہ: مجرم کے سالم عضو کو مضروب کے ناکارہ عضو کے بدلے میں نہ کاٹنے پر مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا اور تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ ارش واجب ہوگا، البتہ ارش کی مقدار میں ان کے مابین اختلاف ہے۔ اس کے مقابلے میں ناکارہ عضو کے بدلے ناکارہ عضو اور ناکارہ عضو کے بدلے سالم عضو سے قصاص لینے میں فقہاء کی رائے مختلف ہے جس کی تفصیل اوپر دی گئی۔

"(d) When the organ of the offender liable to qisas is missing:

[1033] بدائع الصنائع ۷: ۲۹۸، شرح الزرقانی ۸: ۱٦، روضۃ الطالبین ۹: ۱۹۳، المغنی ۷: ۷۳۵، کشاف القناع ۵: ۵۵۷، الخلاف ۸: ۲۸۲/ ۳٦۱

[1034] بدائع الصنائع ۷: ۳۰۳

Provided that the offender shall be liable to arsh and may also be liable to ta,zir provided for the kind of hurt cuased by him[1035]."

"ڈی: جب مجرم اپنے اس عضو سے جو قصاص کا مستوجب ہے، محروم ہو۔
شرط یہ ہے کہ مجرم ارش کا مستوجب ہوگا اور اسے لگائے گئے زخم کی قسم کے لیے مقرر تعزیر بھی دی جاسکتی ہے[1036]۔"

مستوجبِ قصاص عضو کا ضائع ہوجانا: علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجرم کا وہی عضو ضائع ہوگیا یا کسی نے کاٹ دیا جو مستوجب قصاص تھا تو مجنی علیہ کا حق قصاص ختم ہوجائے گا۔

البتہ مجرم پر ارش واجب ہونے کی صورت میں فقہاء احناف کے نزدیک تھوڑی تفصیل ہے: اگر مجرم کا ہاتھ کسی بیماری یا آسمانی آفت کی وجہ سے ضائع ہوگیا ہو یا کسی نے ظلم کرکے کاٹ دیا ہو تو مضروب مجرم سے ارش وصول نہیں کرے گا، اور اگر مجرم کا مستوجب قصاص عضو حقِ قصاص یا حقِ سرقہ کی وجہ کاٹ دیا گیا ہو تو مضروب مجرم سے ارش وصول کرے گا۔

علامہ کاسانیؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ہمارے نزدیک جنایتِ عمد کی صورت میں قصاص ہی متعین ہوتا ہے، لہٰذا جب اس کی وصولی متعذر ہوجائے تو مضروب کا حق ساقط ہوجا تا ہے، ہاں اگر مجرم کا مستوجبِ قصاص عضو کسی حق کے بدلے کاٹ دیا گیا تو چونکہ اس نے کاٹنے کے بدلے اپنے عضو سے فائدہ وصول کرلیا لہٰذا یہ ایسا ہے گویا کہ اس کا عضو قائم ہے لیکن چونکہ اس سے قصاص کی وصولی متعذر ہے لہٰذا جنایت خطا کی طرح اس سے ارش وصول کیا جائے گا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک بلاتفصیل دونوں صورتوں میں ارش ہی واجب ہے، اسلیے کہ ان کے نزدیک ابتداءً قصاص اور ارش دونوں میں سے ایک واجب ہوتا ہے لہٰذا جب ایک متعذر ہوجائے تو دوسرا وصول کیا جائے گا[1037]۔

شیخ ابوجعفر طوسی نے نفس انسانی کے بارے میں فتوی امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق دیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ کسی مسلمان کا خون ضائع ہونے نہیں دیا جائے گا[1038]، البتہ اعضاء کے بارے میں تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا تو بلاکسی اختلاف کے جانی کا دایاں ہاتھ ہی کاٹا جائے گا لیکن اگر دایاں ہاتھ نہیں پایا گیا تو بایاں ہاتھ، بایاں ہاتھ نہیں پایا تو دایاں پیر اور اگر دایاں پیر نہیں پایا گیا تو بایاں پیر کاٹا جائے گا، اگر ان میں سے کوئی بھی نہیں پایا گیا تو اس صورت میں قصاص ساقط ہوجائے گا[1039]۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعضاء کے بارے میں ان کے نزدیک بعینہ وہی عضو کے موجود نہ ہونے کی صورت میں مماثل عضو بھی کاٹا جاسکتا ہے۔

تجزیہ: مجموعہ تعزیرات پاکستان کا دفعہ ہذا مذہبِ شافعی کے موافق ہے۔ مذہب حنفی اور جعفری میں قدرے تفصیل ہے جس کی بعض صورتیں دفعہ ہذا سے مطابق جب کہ بعض غیر موافق ہیں۔ تفصیل اوپر ملاحظہ فرمائیے۔

"337-N. Cases in which qisas for hurt shall not be enforced.—(1) The qisas for a hurt shall not be enforced in the following cases namely: --

---

1035 PPC: 362

1036 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦٠

1037 بدائع الصنائع ۷: ۲۹۸

1038 الخلاف ۸: ۳۴۳

1039 الخلاف ۸: ۳۵۹

(a) When the offender dies before execution of qisas[1040]."

"دفعہ 337-N-: جن صورتوں میں قصاص نافذ نہیں کیا جائے گا:

۱: کسی زخم کا قصاص درج ذیل صورتوں میں نافذ نہیں کیا جائے گا، یعنی:

اے: جب مجرم قصاص کے نفاذ سے پہلے مرجائے[1041]۔ "

مجرم قصاص کے نفاذ سے پہلے مرجائے: اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ قصاص کے نفاذ سے پہلے مجرم کے مرنے کی صورت میں قصاص ساقط ہوجاتا ہے، اسلیے کہ قصاص کا محل ساقط ہوگیا کیونکہ مردے سے قصاص نہیں لیا جاسکتا، جس طرح کہ قتلِ عمد میں محل قصاص فوت ہوجانے کی صورت میں قصاص ساقط ہوجاتا ہے[1042]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

(b) "When the organ of the offender liable to qisas is lost before the execution fo qisas:
Provided that the offender shall be liable to arsh, and may also be liable to ta,zir provided for the kind of hurt caused by him[1043]:"

"بی: قصاص کے نفاذ سے پہلے مجرم کا عضو مستوجب قصاص ضائع ہوجائے۔
مگر شرط یہ ہے کہ مجرم ارش کا مستوجب ہوگا اور اسے لگائے گئے زخم کے لیے مقرر تعزیر بھی دی جاسکتی ہے[1044]۔"

اس کی تفصیل دفعہ: (337-M(d کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(c) "When the victim waives the qisas or compounds the offender with badl-i-sulh, or[1045]"

"سی: جب مضروب قصاص سے دست کش ہوجائے یا بدل صلح کے ساتھ جرم پر مصالحت کرے[1046]۔"

قصاص سے دست کشی: اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ جس طرح قتل کی صورت میں قصاص سے دست کشی اور مصالحت جائز ہے، اسی طرح جنایت علی ما دون النفس کی صورت میں بھی قصاص سے دست کشی اور مصالحت جائز ہے، اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے: وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[1047]"

"اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے اب جو شخص بدلہ معاف کردے وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں[1048]۔"

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں " بِهِ " کی ضمیر قصاص کی طرف راجع ہے اور قصاص صدقہ کرنے سے مراد عفو ہے[1049]۔

1040 PPC: 363

1041 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۱

1042 بدائع الصنائع ٧: ۲۹۸، حاشیۃ الصاوی ۳: ۳۳٧، مغنی المحتاج ۳: ۳۸، الانصاف ۱۰: ٦، الخلاف ۸: ۳۳۲

1043 PPC: 363

1044 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۱

1045 PPC: 363

1046 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۱

1047 سورۃ المائدہ۵: ۴۵

1048 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد جالندھری: ۱۸۵

1049 بدائع الصنائع ٧: ۱۸٦

البتہ عفو کرنے کے الفاظ میں تھوڑی تفصیل ہے، چنانچہ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگر مجنی علیہ نے مجرم سے کہا کہ میں نے کاٹنے، جرح، شجہ یا کسی ضرب لگانے کو معاف کرد یا یا کہا کہ میں نے جنایت معاف کردی اور وہ اس جرح یا شجہ سے ٹھیک ہوگیا تو یہ عفو جائز ہوگا اور اس صورت میں قصاص اور دیت میں سے کچھ واجب نہ ہوگا، جیسا کہ کوئی آدمی دوسرے کو اپنا مال ضائع کرنے کی اجازت دیدے اور اس نے ضائع کردیا تو اس پر کوئی ضمان نہیں آئے گا۔

اگر اس صورت میں وہ زخم بڑھ کر مجنی علیہ کی موت کا باعث بن جائے تو اگر مجنی علیہ نے لفظ جنایت یا لفظ جرح اور اس سے پیدا ہونے والے اثر سے معافی کی تھی تو بالاجماع عفو ٹھیک ہوگا اور مجرم پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا، اسلیے کہ لفظِ جنایت میں قتل شامل ہے، اسی طرح جرح اور اس سے پیدا ہونے والا اثر بھی قتل کو شامل ہے لہٰذا یہ قتل سے بھی عفو ہوگا۔ اگر مجنی علیہ نے عفو کے لیے لفظِ جرح تو استعمال کیا تھا لیکن اس کے ساتھ "ومایحدثُ منھا" یعنی اس سے پیدا ہونے والا اثر نہیں کہا تھا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قیاسا قصاص لیا جائے گا لیکن استحسانا دیت وصول کی جائے گی جب کہ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی قصاص یا دیت واجب نہیں ہوگی، اسلیے کہ کسی چیز سے عفو اس کے اثر سے بھی عفو ہوتا ہے[1050]۔

فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک اگر مضروب نے کہا کہ میں نے مثلا صرف ہاتھ سے عفو کیا تھا یا اگر کہا کہ ہاتھ اور سرایت کرنے کی صورت میں قتل وغیرہ سے بھی عفو کیا تھا تودونوں صورتوں میں اس کا قول معتبر ہوگا، لیکن اگر کہا کہ میں نے عفو ہی کیا تھا (اور مزید وضاحت نہیں کی) تو یہ قطع ید ہی پر محمول ہوگا (لہٰذا مضروب کے مرنے کی صورت میں مجرم پکڑا جائے گا) [1051]۔

فقہاءِ شافعیہ کے نزدیک زخم سے عفو کیا گیا تو سرایت کرنے کی صورت میں مجرم سے قصاص اور دیت کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا[1052]۔

فقہاءِ حنابلہ کے نزدیک اگر مجروح نے زخم کے بعد مجرم سے عفو کیا اور پھر زخم کی سرایت کی وجہ سے مرگیا تو عفو ٹھیک ہوگا، چاہے معاف کرنے کے لیے عفو، وصیت، ابراء یا کسی بھی قسم کا لفظ استعمال کیا ہو لہٰذا مجرم سرایت کے بعد کسی بھی چیز کا ضامن نہ ہوگا[1053]۔

فقہاءِ جعفریہ کے نزدیک کاٹے گئے عضو اور اس سے پیدا ہونے والے اثر سے عفو جائز ہے، البتہ اگر اس کی وجہ سے مجنی علیہ مرگیا تو عفو ایک تہائی دیت سے ٹھیک ہوجائے گا اور جانی ورثاء کو دو تہائی دیت ادا کرے گا[1054]۔

قصاص سے مصالحت: قصاص سے مصالحت قلیل وکثیر دونوں کے بدلے جائز ہے، چنانچہ امام زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ قصاص ایک معین محل میں ثابت حق ہے جس سے بلاکسی عوض کے عفوجائز ہے لہٰذا عوض کے بدلے بھی عفو یعنی صلح جائز ہوگا، اسلیے کہ اس میں کئی بہتر صفات شامل ہیں جیسا کہ ولی کی طرف سے احسان اور قاتل کا احیاء ...... اور صلح میں (بدل) قلیل وکثیر دونوں برابر ہیں، اسلیے کہ اس میں

[1050] بدائع الصنائع ۷: ۲۴۹، روضۃ الطالبین ۹: ۲۴۲، المہذب ۲: ۱۸۹، کشاف القناع ۵: ۲۴۶، شیخ علیش، شرح منح الجلیل علی مختصر العلامہ خلیل ۴: ۳۴۷، دار صادر بیروت

[1051] مواہب الجلیل شرح مختصر خلیل ٦: ۲۵۵

[1052] روضۃ الطالبین ۹: ۲۴۳

[1053] کشاف القناع ۵: ٥٣٦

[1054] الخلاف ۸: ۳۸۹

(شریعت کی طرف سے) کوئی معین بدل مقرر نہیں ہے لہذا مال کے بدلے خلع کرنے کی طرح (بدل کی تعیین) صلح کرنے والوں کے حوالہ ہے[1055]۔

تجزیہ: اس سے ثابت ہوا کہ دفعہ ہذا مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے، البتہ بعض صورتوں میں قدرے تفصیل ہے جو کہ اوپر دی گئی ہے۔

(d)"When the right of qisas devolves on the person who cannot claim qisas against the offender under this Chapter:
Provided that the offender shall be liable to arsh, if there is any wali other than the offender and if there is no wali other than the offender he shall be liable to ta,zir provided for the kind of hurt caused by him[1056]."

"ڈی: جب حق قصاص اس شخص کو حاصل ہوجائے جو اس باب کے تحت مجرم کے خلاف قصاص طلب نہیں کرسکتا۔
مگر شرط یہ ہے کہ مجرم ارش کا مستوجب ہوگا اگر مجرم کے علاوہ اور ولی موجود ہے اور اگر مجرم کے علاوہ اور ولی موجود نہیں تو مجرم کو لگائے گئے زخم کے لیے مقرر تعزیر دی جائے گی[1057]۔**"**

ایسا شخص جو حق قصاص طلب نہیں کرسکتا: جب حق قصاص ایسے شخص کو مل جائے جو مجرم کے خلاف قصاص طلب نہیں کرسکتا جیسا کہ بیٹا، تو تمام فقہاء کے نزدیک قصاص ساقط ہوجائے گا، اسی طرح اگر حقِ قصاص کئی افراد کے لیے ثابت ہو لیکن ان میں سے ایک مجرم کا بیٹا ہو تو حق قصاص مکمل طور پر ساقط ہوجائے گا اسلیے کہ قصاص میں تقسیم نہیں آسکتی۔ وجہ یہ ہے کہ بیٹا وغیرہ اپنے باپ کے خلاف قصاص کا دعوٰی نہیں کرسکتا کیونکہ باپ اس کے وجود کا سبب ہے لہذا بیٹا اس کے عدم کا سبب نہیں بن سکتا، باپ کے حکم میں دادا اور ماں بھی داخل ہے[1058]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک اگر مجرم باپ اور دادا وغیرہ ہیں تو ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا لیکن اگر ماں یا دادی وغیرہ نے اپنے بیٹے وغیرہ کو قتل کردیا تو ان سے قصاص لیا جائے گا[1059]۔

اس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ قصاص کے ساقط ہوجانے کی صورت میں مجرم ارش کا مستوجب ہوگا[1060]۔

تجزیہ: زیر دفعہ مذاہبِ اربعہ سے کلی طور پر جب کہ مذہبِ جعفری سے جزوی طور پر موافق ہے۔

"(2) Notwithstanding anything contained in this Chapter, in all cases of hurt, the Court may, having regard to the kind of hurt caused by him, in addition to payment of arsh, award ta,zir to an offender who is a previous convict, habitual or hardened, desprerate or dangerous criminal[1061]."

[1055] تبیین الحقائق ٦: ١١٣، بدائع الصنائع ٦: ٤٩

[1056] PPC: 363

[1057] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦١

[1058] بدائع الصنائع ٧: ٢٣٠، الدر المختار ٥: ٣٣٥، مغنی المحتاج ٣: ١٨، المغنی ٧: ٦٦٨

[1059] الجامع للشرائع ٢: ٣٩٧، الجامع للشرائع ٨: ٢٧٨

[1060] بدائع الصنائع ٧: ٢٣٥، رد المحتار ٥: ٣٣٣، مغنی المحتاج ٣: ١٨، المغنی ٧: ٦٦٧، حاشیۃ الدسوقی ٣: ٢٣٢

[1061] PPC: 363

۲. اس باب میں شامل کسی امر کے باوجود زخم کے تمام معاملات میں عدالت ارش کی ادائیگی کے علاوہ زخم کی نوعیت کے پیشِ نظر ایسے مجرم کو تعزیر دے سکتی ہے جو سابقہ سزا یافتہ، عادی مجرم یا سنگدل، آخری حد کو پہنچنے والا یا خطرناک مجرم ہو[1062]۔"

تعزیری سزا: تعزیری سزا کی تفصیل دفعہ (B) 302کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

"337-0.—Wali in case of hurt.—In the case of hurt the wali shall be—

(a) The victim:

Provided that, if the victim is minor or insance, his right of qisas shall be exercised by his father or paternal-grandfather how highsoever[1063]:"

"دفعہ 337-O-: زخم کی صورت میں ولی:

زخم کی صورت میں ولی حسب ذیل ہوں گے:-

اے: مضروب متضرر ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ اگر مضروب نابالغ یا فاترا لعقل ہو تو حق قصاص اس کے والد یا دادا خواہ اس کا تعلق کتنا ہی اوپر کا ہو، کی طرف سے نافذ العمل ہوگا[1064]۔"

زخم کی صورت میں ولی: یہاں دو باتیں ہیں: ایک مطالبہ قصاص اور دوسری استیفاء قصاص۔

جہاں تک مطالبہ قصاص کا حق ہے تو وہ جنایت علی مادون النفس کی صورت میں مضروب ہی کا حق ہے، البتہ اگر مضروب نابالغ یا فاتر العقل ہو تو جمہور فقہاء احناف، فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کے اصول سے واضح یہی ہوتا ہے کہ نابالغ کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا اور اس دوران مجرم کو قید میں رکھا جائے گا (بصورت دیگر ضمان پر رہا کیا جاسکتا ہے)۔ اسی طرح اگر فاتر العقل بعض اوقات ہوشمندی حاصل کرسکتا ہے تو اس کی ہوشمندی کا انتظار کیا جائے گاورنہ اس کے ولی یعنی باپ دادا کو مطالبہ قصاص کا حق حاصل ہوگا[1065]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک ولی قصاص کے نافاتر العقل اور نابالغ ہونے کی صورت میں ولی ان کی طرف سے قصاص وصول نہیں کرسکتا جب تک فاتر العقل اور نابالغ میں سے ہر ایک ہوشمند یا بالغ نہ ہوجائے، ہاں اگر ولی قصاص اسی حالت میں مرگیا تو حق قصاص وارث کی طرف منتقل ہوجائے گا[1066]۔

استیفاءِ قصاص کے بارے میں بھی اس پر اتفاق ہے کہ مضروب ہی حق قصاص وصول کرے گا، اگر مضروب نابالغ یا فاتر العقل ہو تو فقہاء احناف میں سے بعض مشایخ کی رائے یہ ہے کہ اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گاجب کہ بعض کے نزدیک حق قصاص قاضی وصول کرے گا[1067]۔

امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ مضروب اور ولی قصاص بذات خود قصاص وصول کرے گا، جب کہ دوسری روایت کے مطابق قاضی کوئی نائب مقرر کرے گا جو حق قصاص وصول کرے گا۔

[1062] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۱

[1063] PPC: 363

[1064] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۲

[1065] بدائع الصنائع ۷: ۲۳۳، المغنی ۷: ٤۳۰، المہذب ۲: ۱۸۵، حاشیۃ الدسوقی ۳: ۲۵۸

[1066] الجامع للشرائع ۲: ٤۹٤، الخلاف ۸: ۳۳۳

[1067] بدائع الصنائع ۷: ۲٤۳

فقہاء مالکیہ اور فقہاء شافعیہ کی رائے بھی یہی ہے کہ مضروب اور ولی بذات خود قصاص وصول نہیں کرے گا، اسلیے کہ مضروب اور ولی کے بارے میں یہ خطرہ موجود ہے کہ وہ اپنے حق سے زیادہ زخم اتنا دیدے جس کی تلافی ممکن نہ ہو[1068]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا قصاص کا مضروب کے حق ہونے پر مذاہب خمسہ سے متفق ہے۔

البتہ اگر مضروب نابالغ یا فاتر العقل ہو تو مذاہب خمسہ کی رائے یہ ہے کہ نابالغ کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا، اسی طرح اگر فاتر العقل کو ہوشمندی حاصل ہوسکتی ہو تو اس کا انتظار کیا جائے گا ورنہ باپ دادا حق قصاص کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کے بارے میں دفعہ ہذا نے مطلق باپ دادا کو حق قصاص کے مطالبے کا اختیار دیا ہے جب کہ مذاہبِ خمسہ کے نزدیک یہ مقید ہے۔

"(b) The heirs of the victim, if the later dies before the execution of qisas; and[1069]"

"بی: مضروب کے ورثاء، اگر مضروب قصاص کے نفاذ سے پہلے ہی مرجائے اور[1070]"

مضروب قصاص کے نفاذ سے پہلے مرجائے: اگر مضروب قصاص کے نفاذ سے پہلے مرجائے تو استحقاق قصاص اور استیفاء قصاص کے بارے میں فقہاء احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک قصاص کا حق مضروب کے تمام ورثاء کو حاصل ہے، خواہ وہ ایک ہوں یا کئی، مرد ہو یا عورت جب کہ فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک صرف عصبہ مرد ہی مطالبہ قصاص کا حق رکھتے ہیں، بیٹیاں، بہنیں یا شوہر قصاص لینے کے حقدار نہیں ہیں۔ فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک مندرجہ ذیل تین شرطوں کے ساتھ عورتیں قصاص لے سکتی ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ وہ عورت مجنی علیہ کے ورثاء میں شامل ہوں، دوسری شرط یہ ہے کہ کے اس کے برابر عصبہ میں سے کوئی مرد موجود نہ ہو مثلا اگر بیٹا اور بیٹی یا بھائی اور بہن موجود ہوں تو قصاص بیٹے اور بھائی کا ہی حق ہے اور تیسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ مذکر ہوتی تو عصبہ ہوتی جیسا کہ بیٹی اور حقیقی بہن[1071]۔

اگر ورثاء میں بعض نابالغ ہوں تو فقہاءِ احناف میں سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بالغ کو قصاص لینے کا حق حاصل ہوگا جب کہ صاحبین کے نزدیک اس کو قصاص لینے کا حق حاصل نہیں ہوگا بلکہ بچے کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا[1072]۔

فقہاء حنابلہ کے نزدیک اگر ورثاء میں سے بعض غائب ہوں یا بچہ ہوتو غائب کے حاضر ہونے اور بچے کے بالغ ہونے تک قاتل کو قید میں رکھا جائے گا[1073]۔

استحقاقِ قصاص کے بعد استیفاء قصاص یعنی مجرم سے حق قصاص وصول کرنے کی باری آتی ہے، استیفاءِ قصاص کے بارے میں مذاہبِ فقہاء کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وارث ایک ہی ہو اور بالغ ہو تو وہ حق قصاص وصول کرے گا، نابالغ ہو تو فقہاء مالکیہ اور فقہاءِ شوافع کے نزدیک اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا جب کہ باقی ائمہ کے نزدیک قاضی قصاص وصول کرے گا، اگر بالغ ونابالغ ہوں تو فقہاءِحنابلہ اور شوافع کے نزدیک نابالغ کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا جب کہ باقی ائمہ کے نزدیک بالغ شخص قصاص لے گا، کسی اور کو بھی قصاص لینے کا وکیل بناسکتے ہیں لیکن ضروری ہے کہ اصل مستحق وہاں موجود ہو۔ ان میں کوئی بھی نہ ہو تو جمہور ائمہ جن میں فقہاء جعفریہ بھی

1068 المدونہ ٦: ٣٣٣، المہذب ٢: ١٨٦، الجمل علی شرح المنہج ٥: ٣٩، المغنی ٩: ٣١٢

1069 PPC: 363

1070 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٢

1071 بدائع الصنائع ٧: ٢٤٣، تبیین الحقائق ٦: ١٠٨، شرح الزرقانی ٨: ٢١، مغنی المحتاج ٣: ٣٠، المغنی ٧: ٤٣٩، الشرح الصغیر ٣: ٣٥٩

1072 بدائع الصنائع ١٦: ٣١٠

1073 کشاف القناع ٢٠: ١٠٣

داخل ہیں، کے نزدیک حکومت قصاص لے گی جب کہ امام ابویوسف کی رائے یہ ہے کہ اگر مقتول دار اسلام سے ہو تو حکومت دیت ہی لے گی، اور اگر مقتول دارِ حرب سے ہو تو حکومت مجرم سے قصاص اور دیت دونوں کا اختیار رکھتی ہے، البتہ اس پر تمام فقہاء مذاہب خمسہ کا اتفاق ہے کہ ولی نہ ہونے کی صورت میں حکومت مجرم کو معاف نہیں کر سکتی[1074]۔

استحقاق قصاص اور استیفاء قصاص کے بارے میں مذہب جعفری کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ اس کے مطالبے کا حق اولاد کو حاصل ہوگا، مذکر ہوں یا مؤنث، اگر اولاد نہ ہوں تو مقتول کے والدین اس کے حقدار ہوں گے، اگر والدین نہ ہوں تو حقیقی بہن بھائی یا باپ شریک بہن بھائی کو قصاص کے مطالبے کا حق حاصل ہوگا، ماں شریک بہن بھائی مقتول کے قصاص کا مطالبہ نہیں کرسکتے، اگر یہ بھی موجود نہ ہوں تو چچیرے بہن بھائیوں کو حق مطالبہ قصاص حاصل ہوگا، اگر یہ بھی موجود نہ ہوں تو حکومت وقت مقتول کی طرف سے ولی ہوگا اور میاں بیوی ایک دوسرے کے حق قصاص کا مطالبہ نہیں کرسکتے۔

اگر مقتول کے اولیاء پوری جماعت ہو تو ان میں سے ایک کو قصاص وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا، اگر چہ باقی افراد موجود نہ ہوں، چاہے باقی اولیاء اسی شہر میں موجود ہوں یا اس شہر سے غائب کسی دوسرے شہر میں ہوں، بشرطیکہ قصاص وصول کرنے والا ان کے لیے دیت کا ضامن بن جائے۔

اگر مقتول کے اولیاء کی اس جماعت میں کوئی مجنون یا بچہ بھی شامل ہو تو ہوشمند اور بڑے کو قصاص وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا، بشرطیکہ مجنون اور بچہ کے حصے کی دیت کا ضامن بن جائے۔

اگر مقتول کا ایک ہی ولی موجود ہو لیکن وہ مجنون یا بچہ ہو اور اس کا باپ یا داد زندہ ہو تو ان کے لیے قصاص وصول کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا جب تک کہ بچہ بالغ ہوجائے یا مرجائے اور اس کا وارث اس کا قائم مقام ہو جائے[1075]۔

تجزیہ: مضروب کے خود موجود نہ ہونے کی صورت میں دفعہ ہذا اور مذاہبِ خمسہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مطالبہ قصاص کا حق ورثاء کو حاصل ہوگا، البتہ ورثاء کی تعیین، ان کی موجودگی اور عدم موجودگی اور ورثاء میں نابالغ اور فاتر العقل پائے جانے کی صورت میں فقہاء کے مابین کافی اختلاف پایا جاتا ہے، تفصیل اوپر دی گئی ہے۔

(b)"the Government, in the absence of the victim or the heirs of the victim[1076]."

"سی: حکومت مضروب یا اس کے ورثاء کی عدم موجودگی میں ہوگی[1077]۔"

اگر مضروب اور ورثاء دونوں موجود نہ ہوں: اگر مضروب اور ورثاء میں سے کوئی بھی نہ ہو تو جمہور ائمہ جن میں فقہاء جعفریہ بھی داخل ہیں، کے نزدیک حکومت قصاص لے گی جب کہ امام ابویوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر مقتول دار اسلام سے ہو تو حکومت دیت ہی لے گی، اور اگر مقتول دارِ حرب سے ہو تو حکومت مجرم سے قصاص اور دیت

[1074] بدائع الصنائع ۷: ۲۴۳، مغنی المحتاج ۴: ۴۰، المغنی ۷: ۷۳۹، الشرح الصغیر ۴: ۳۵۹، من لایحضره الفقیہ ۴: ۸۵

[1075] من لایحضره الفقیہ ۴: ۸۵، الخلاف ۸: ۳۳۰/ ۳۳۲/ ۳۳۴

[1076] PPC: 363

[1077] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۶۲

دونوں کا اختیار رکھتی ہے، البتہ اس پر تمام فقہاء مذاہب خمسہ کا اتفاق ہے کہ ولی نہ ہونے کی صورت میں حکومت مجرم کو معاف نہیں کر سکتی[1078]۔

تجزیہ: بجز امام ابویوسفؒ کے دفعہ ہذا تمام ائمہ کی رائے سے موافق ہے۔

"337-P.—Execution of qisas for hurt.—(1) Qisas shall be executed in public by an authorized medical officer who shall before such execution examine the offender and take due care so as to ensure that the execution of qisas does not cause the death of the offender or exceed the hurt caused by him to the victim[1079]."

"دفعہ P-337- زخم کے قصاص کا نفاذ:

۱: قصاص عام لوگوں کے سامنے کوئی مجاز میڈیکل افسر نافذ کرے گا جو نفاذ سے پہلے مجرم کا معائنہ کرے گا اور اس امر کی پوری احتیاط کرے گا کہ یہ یقین ہو کہ نفاذ قصاص سے مجرم کی ہلاکت واقع نہیں ہوگی یا جو زخم مضروب کو لگا کر اس سے قصاص کا زخم تجاوز نہ کرے[1080]۔"

زخم کے قصاص کا نفاذ: زخم کے قصاص کے نفاذ کے بارے میں فقہاء نے تصریح کی ہے کہ چونکہ قصاص میں برابری شرط ہے اسلیے مادون النفس کے قصاص وصول کرنے کے لیے کسی ایسے آلے کو استعمال کیا جائے گا جو اس کے لیے مناسب اور موزوں ہو، تاکہ قصاص وصول کرتے ہوئے مجرم کو زیادہ زخم نہیں دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے زخم کی صورت میں مجرم سے قصاص وصول کرتے وقت تلوار کے استعمال سے منع کیا ہے۔

زخم کے قصاص کے نفاذ کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ قصاص وصول کرنے والا زخم سے پوری طرح واقف ہو جیسا کہ کوئی ماہر میڈیکل آفیسر۔

فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اگر مضروب زخم کا علم رکھتا ہو تو اسے بذات خود حق قصاص وصول کرنے کا موقع دیا جائے گا، اور اگر مضروب بذات خود قصاص وصول نہیں کرسکتا تو عدالت کی طرف سے کوئی ماہر شخص اس کے لیے مقرر کیا جائے گا[1081]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

"(2) The wali shall be present at the time of execution and if the wali or his representative is not present after having been informed of the date, time and place by the Court an officer authorized by the Court in this behalf shall give permission for the execution of qisas[1082]."

"۲: نفاذ کے وقت ولی حاضر ہوگا اور اگر منجانب عدالت نفاذ کی تاریخ، وقت اور جگہ کے بارے میں اطلاع دیے جانے پر ولی یا اس کا نمائندہ حاضر نہیں ہوگا تو عدالت کی طرف سے ایک اختیار یافتہ افسر قصاص کے نفاذ کی اجازت دے گا[1083]۔"

ولی کی غیر موجودگی میں استیفاء قصاص کا حکم: فقہاء احناف کی متفقہ رائے یہ ہے کہ ولی کی غیر موجودگی کی صورت میں قصاص وصول نہیں کیا جاسکتا، امام محمدؒ نے

[1078] بدائع الصنائع ۷: ۲۳۳، مغنی المحتاج ۳: ۳۰، المغنی ۷: ۷۳۹، الشرح الصغیر ۳: ۳۵۹، من لایحضره الفقیہ ۴: ۸۵

[1079] PPC: 364

[1080] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۶۲

[1081] المہذب ۲: ۱۸۷، المغنی ۷: ۷۰۳، الجامع للشرائع ۳: ۳۲

[1082] PPC: 364

[1083] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۶۲

اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ غائب ولی نے عفو کیا ہو، اسی طرح فرماتے ہیں کہ اگر حق قصاص کی وصولی کے لیے اپنی طرف سے کوئی وکیل مقرر کیا ہو تو ولی کی غیر موجودگی میں وکیل حق قصاص وصول نہیں کرسکتا، کیونکہ ولی کی طرف سے عفو کا احتمال موجود ہے۔

فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک بھی ولی غائب کا انتظار کیا جائے گا اور اس کی غیر موجودگی حق قصاص وصول نہیں کیا جائے گا، البتہ فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر ولی ایسا غائب ہو کہ اس کی حاضری کی کوئی امید نہ ہو تو پھر قصاص وصول کیا جاسکتا ہے، فقہاء شافعیہ کے نزدیک اگر ولی نے اپنی غیر موجودگی میں حق قصاص وصول کرنے کی اجازت دیدی تو اس کی غیر موجودگی میں حق قصاص وصول کیا جاسکتا ہے۔

فقہاء جعفریہ میں سے شیخ ابوجعفر طوسی نے تصریح کی ہے کہ اگر مقتول کے اولیاء پوری جماعت ہو تو ان میں سے ایک کو قصاص وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا، اگر چہ باقی افراد موجود نہ ہوں، چاہے باقی اولیاء اسی شہر میں موجود ہوں یا اس شہر سے غائب کسی دوسرے شہر میں ہوں، بشرطیکہ قصاص وصول کرنے والا ان کے لیے دیت کا ضامن بن جائے[1084]۔

اسی طرح فرمایا ہے کہ اگر استیفاء قصاص کے لیے ولی نے کسی کو وکیل بنایا ہو تو ہمارے مذہب کے اصول سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے لیے ولی کی غیر موجودگی میں حق قصاص وصول کرنا جائز ہے[1085]۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ فقہاء جعفریہ کے نزدیک ولی کی غیبوبت کی صورت میں قصاص وصول کیا جاسکتا ہے۔

تجزیہ: مذکورہ بحث سے ثابت ہوا کہ اصولی طور پر مذہبِ جعفری کے علاوہ دفعہ ہذا باقی فقہاء کی تصریحات سے موافق نہیں ہے، کیونکہ ان کے نزدیک استیفاءِ قصاص کے وقت ولی کی حاضری لازمی ہے۔

لیکن چونکہ عدالت کو کئی دوسرے اہم امور نمٹانے ہوتے ہیں اور عدالت ولی کے انتظار میں بیٹھ کر اپنا وقت ضائع نہیں کرسکتی لہذا بہتر یہی ہے کہ ولی کو تاریخ، وقت اور جگہ کے بارے میں اطلاع دیتے وقت فقہِ شافعی کے مطابق اس سے یہ اجازت لی جائے کہ اگر وہ حاضر نہ ہوا تو عدالت قصاص وصول کرے گی۔

(3)"If the convict is a women who is pregnant the court may, in consultation with an authorized medical officer, postpone the execution of qisas up to a perios of two years after the birth of the child and during this period she may be released on bail on furnishing of security to the satisfaction of the Court or, if she is not so released, shall be dealt with as if sentenced to simple imprisonment[1086]."

"۳: اگر سزا یاب مجرم ایک عورت ہو جو حاملہ ہو تو عدالت مجاز میڈیکل افسر کے ساتھ مشورہ کرکے قصاص کو بچے کی پیدائش کے دو سال بعد تک ملتوی کرسکتی ہے اور اس عرصے میں عدالت کے اطمینان کی حد تک کفالت مہیا کرنے پر اسے ضمانت پر رہا کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر اسے یوں رہا نہ کیا جائے تو اسے جیل میں اس طرح رکھا جائے گا جیسے اسے قید محض کی سزا دی گئی ہے[1087]۔"

[1084] من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۸۵، الخلاف ۸: ۳۳۰/ ۳۳۲/ ۳۳۴

[1085] الخلاف ۸: ۳۳۶

[1086] PPC: 364

[1087] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۶۲

حاملہ پر قصاص جاری کرنا: حاملہ عورت سے بچہ جننے اور اس کے دودھ چھڑوانے تک قصاص وصول نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ اس حالت میں قصاص وصول کرنے سے بچے کی ہلاکت یقینی ہے حالانکہ بچے نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔

سننِ ابن ماجہ کی روایت ہے، آپﷺ نے فرمایا: الْمَرْأَةُ إِذَا قَتَلَتْ عَمْدًا , لاَ تُقْتَلُ حَتَّى تَضَعَ مَا فِي بَطْنِهَا, إِنْ كَانَتْ حَامِلاً ، وَحَتَّى تَكْفُلَ وَلَدَهَا ، وَإِنْ زَنَتْ لَمْ تُرْجَمْ حَتَّى تَضَعَ مَا فِي بَطْنِهَا ، وَحَتَّى تَكْفُلَ وَلَدَهَا[1088]"

"عورت جب عمدا قتل کرے تو اس کو قتل نہ کیا جائے اگر وہ حاملہ ہو یہاں تک کہ وہ زچگی سے فارغ ہوجائے اور اس کے بچے کی کفالت کا انتظام ہوجائےاور اگر وہ زنا کرے تو اس کو سنگسار نہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ زچگی سے فارغ ہو اور اس کے بچے کی کفالت کا انتظام ہو۔"

تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حکم قتل اور جرح دونوں کے لیے عام ہے، بشرطیکہ زخم ایسا ہو جس کی وجہ سے بچہ جننے، دودھ دینے یا بچے کی کفالت کے انتظام میں خلل پڑسکتا ہو۔

اس دوران عورت کو قید محض کے طور پر جیل میں رکھا جاسکتا ہے یا عدالت کی اطمینان کی حد تک ضمانت پر رہا بھی کیا جاسکتا ہے[1089]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

فصلِ دوم: اعضاء بدن کے زخم کے احکام کا تقابلی مطالعہ(دفعہ:337Q-337V)

1088 سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات[۲۱]، باب: الحامل یجب علیها القود[۳٦]، حدیث ۲٦۹۳

1089 الدر المختار ۳: ۱۳۸، حاشیۃ الدسوقی ۳: ۲٦۰، شرح الزرقانی ۸: ۲۳، مغنی المحتاج ۳: ۳۳، المغنی ۷: ۴۳۱، الجامع للشرائع ۲: ۳۵٦

337-Q. Arsh for single organs.—The arsh for causing itlaf of an organ which is found singly in a human body shall be equivalent to the value of diyat.

Explanation.—Nose and tongue are included in the organs which are found singly in a human body[1090]."

"دفعہ -Q-337- واحد اعضاء کا ارش:

کسی ایسے عضو کا اتلاف کیاجائے جو انسانی جسم میں ایک ہی پایا جاتا ہے تو اس کا ارش دیت کی مالیت کے برابر ہوگا۔

وضاحت ناک اور زبان ایسے اعضاء میں شامل ہیں جو انسانی جسم میں ایک ہوتے ہیں[1091]۔"

اعضاء کی تقسیم: زیر دفعہ پر بحث کرنے سے پہلے بطور تمہید سمجھ لینا چاہیے کہ فقہاء نے اعضاءِ بدن کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے:

۱: وہ اعضاء جس کی دوسری نظیر بدن میں نہیں ملتی یعنی جو کہ انسانی جسم میں ایک ہی پایا جاتا ہے۔

۲: وہ اعضاء جو انسانی جسم میں جوڑوں کی شکل میں ملتے ہیں۔

۳: وہ اعضاء جن کی تعداد انسانی جسم میں چار ہے۔

۴: وہ اعضاء جن کی تعداد انسانی جسم میں دس ہے۔

۵: وہ اعضاء جو انسانی جسم میں دس سے بھی زیادہ ہیں۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جس عضو کے ضیاع کی وجہ سے انسانی قالب میں متعلقہ عضو کی منفعت یا حسن وجمال مکمل طور پر ضائع ہوجائے تو فقہاء کے نزدیک اس میں پوری دیت ہی واجب ہوتی ہے[1092]۔

ان تمام اعضاء کی تفصیل اپنے متعلقہ دفعہ کے تحت ذکر کی جائے گی۔

مذاہب خمسہ کی روشنی واحد اعضاء کا ارش: اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کسی ایک عضو کا اتلاف کیا جائے جو انسانی جسم میں ایک ہی پایا جاتا ہے تو مجرم مجنی علیہ کو پوری دیت کی ادائیگی کرے گا۔ فقہاء کے نزدیک اس میں ناک، زبان، آلہ تناسل، پشت اور بول وبراز کا راستہ داخل ہے۔ فقہاء کے نزدیک ان میں سے ہر ایک عضو میں تھوڑی تفصیل ہے اسے ذکر کیا جاتا ہے:

ناک کی دیت: جب پورا کاٹ دیا جائے یا اس کا نرم اور بغیر ہڈی والا حصہ کاٹ دیا جائے تو اس میں پوری دیت واجب ہوگی، سیدنا عمروبن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت میں منقول ہے: وفي الأنف إذا أوعب جدعه الدية[1093]" یعنی ناک میں جس وقت کاٹی جائے پوری دیت ہے۔

فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق اگر ناک کے دونوں اطراف یا درمیانی پردہ میں کوئی حصہ کاٹ دیا تو اس میں ثلث دیت واجب ہوگی جب کہ ان کی دوسری روایت یہ ہے کہ درمیانی پردہ میں حکومۃ عدل جب کہ دونوں اطراف میں پوری دیت واجب ہوگی، اسلیے کہ جمال اور منفعت اطراف میں ہیں نہ کہ درمیانی پردہ میں۔

1090 PPC: 364

1091 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱۶۲

1092 تبیین الحقائق ٦: ۱۲۹، مغنی المحتاج ۴: ٦۲، المغنی ۸: ۱۵، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۷۲

1093 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۳۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴٦]، حدیث ۴۸۵۳

فقہاء مالکیہ کے نزدیک ناک میں کم ہونے والے حصہ کے حساب سے دیت واجب ہوگی، البتہ کمی کا اندازہ ناک کے نرم حصہ سے لگایا جائے گا[1094]۔
فقہاء جعفریہ کے نزدیک ناک اور اس کا نرم حصہ کاٹنے میں پوری دیت واجب ہوگی، اگر بعض حصہ کاٹ دیا گیا تو پوری ناک کے حساب سے دیت واجب ہوگی۔ ناک کے دونوں سوراخ کے مابین جو پردہ ہے اس میں نصف دیت اور ہر سوراخ میں ثلث دیت واجب ہے[1095]۔
زبان کی دیت: اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ بولنے کی صلاحیت رکھنے والی زبان میں پوری دیت واجب ہوگی، کیونکہ نبی کریمﷺ کا فرمان ہے: وفي اللسان الدية [1096]" یعنی زبان میں پوری دیت ہے، اور اسلیے بھی کہ زبان میں جمال اور منفعت دونوں موجود ہیں، چنانچہ نبی کریمﷺ سے روایت ہے کہ جمال زبان میں ہے[1097]۔ اگر کسی کی زبان کا بعض حصہ کاٹ دیا گیا جس کی وجہ سے مضروب کی بات کرنے کی صلاحیت ختم ہوگئی تو پوری دیت واجب ہوگی[1098]، اگر مضروب بعض حروف بولنے پر قادر رہا تو دیت ۲۸ حروف پر تقسیم کی جائے گی اور اس کے حساب سے دیت واجب ہوگی[1099]۔
مذاہب اربعہ کے نزدیک گونگے کی زبان کاٹنے میں دیت واجب نہیں ہوتی بلکہ اس میں حکومۃ عدل ہے، بشرطیکہ مضروب کے چکنے کی صلاحیت ختم نہ ہوجائے ورنہ دیت واجب ہوگی[1100]۔ اس کے مقابلے میں فقہاء جعفریہ کے نزدیک گونگے کی زبان کاٹنے میں ثلث دیت واجب ہوتی ہے[1101]۔
اگر کسی نے بچے کی زبان کاٹ دی تو دیکھا جائے گا، اگر وہ ایسی عمر تک پہنچ چکا ہو جتنی میں عام طور پر بچہ بات کرسکتا ہے اور اس نے بات نہیں کی تو دیت واجب نہیں ہوگی، البتہ اگر وہ عمر کی اس حد تک نہیں پہنچا ہو تو دیت واجب ہوگی[1102]۔
آلہ تناسل کی دیت: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ پورے آلہ تناسل کے کاٹنے یا حشفہ (آلہ تناسل کے ختنہ والا حصے) کے کاٹنے میں پوری دیت واجب ہوگی، اسلیے کہ حشفہ اصل جب کہ باقی حصہ اس کا تابع ہے۔ اگر آلہ تناسل کے بعض حصہ کو کاٹ لیا تو اس میں حشفہ سے اندازہ لگا کر دیت واجب ہوگی[1103]، کیونکہ نبی کریمﷺ سے مروی ہے: وفي الذكر الدية [1104]" "اور شرمگاہ میں پوری دیت ہے۔

1094 بدائع الصنائع ۷: ۳۱۱، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۷۲، مغنی المحتاج ۴: ٦۲، کشاف القناع ٦: ۳۷، الحطاب ٦: ۲٦۱

1095 من لایحضره الفقیہ۴: ٦۱، الخلاف ۸: ۴۳۰، الجامع للشرائع ۳: ۳۱

1096 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۳۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۳۷]، حدیث ۳۸۵۳

1097 حاکم، محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین ۳: ۳۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء

1098 تبیین الحقائق ٦: ۱۲۹، مغنی المحتاج ۴: ٦۲، المواق علی الحطاب ٦: ۲٦۳، المغنی ۸: ۱۵

1099 تبیین الحقائق ٦: ۲۲۹، نہایۃ المحتاج ۷: ۲۲۰، المغنی ۸: ۱۴

1100 رد المحتار ۳۵٦:۵/ ۳٦۹، جواہر الاکلیل ۲: ۲٦۹، مغنی المحتاج ۴: ٦۳، المغنی ۸: ۱۹/۱٦

1101 من لایحضره الفقیہ۴: ٦۱، الخلاف ۸: ۴۳٦، الجامع للشرائع ۳: ۲۷/ ۳۵

1102 رد المحتار ۳۵٦:۵، مغنی المحتاج ۴: ٦۳، المغنی ۸: ۱۹

1103 جواہر الاکلیل ۲: ۲٦۸، رد المحتار ۵: ۳٦۹، مغنی المحتاج ۴: ٦۷، المغنی ۸: ۳۲، من لایحضره الفقیہ ۴: ٦۱، الخلاف ۸: ۴۸۳، الجامع للشرائع ۳: ۳۳

1104 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۳۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۳۷]، حدیث ۳۸۵۳

عنین (impotent)اور خصی کے آلہ تناسل کو کاٹنے میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق اس میں پوری دیت واجب ہوگی اسلیے کہ حدیث عام ہے۔

فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ کی دوسری روایت کے مطابق اس میں پوری دیت واجب نہ ہوگی، اسلیے کہ آلہ تناسل کی منفعت انزال اور جماع ہے جو اس میں کامل نہیں ہے لہذا اس میں حکومۃ عدل واجب ہوگی[1105]۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک ایک ایسا شخص جو تمام عورتوں سے اعراض کرے تو ایک قول کے مطابق پوری دیت جب کہ دوسرے کے مطابق حکومۃ عدل واجب ہوگی، اگر بعض عورتوں سے اعراض کرے تو اس کے کاٹنے میں پوری دیت واجب ہوگی۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک ایسے آدمی کے آلہ تناسل کاٹنے میں ایک تہائی دیت واجب ہوگی[1106]۔

پشت کی دیت: جب کسی آدمی کی پشت ٹوٹ جائے تو اس میں پوری دیت واجب ہوگی۔ اگر کسی کی پشت پر ضرب لگائی گئی جس کی وجہ سے اس کے بیٹھنے یا جماع کرنے کی قوت ختم ہوگئی یا جماع کرنے کی صلاحیت باقی رہے لیکن مادہ منویہ ختم ہوجائے تو اس میں بھی پوری دیت واجب ہوگی، کیونکہ نبی کریمﷺ سے مروی ہے: وفي الصلب الدية "[1107] کہ پشت میں پوری دیت ہے، نیز یہ ایک ایسا عضو ہے جس کی مثل بدن میں نہیں ملتی اور اس میں جمال اور منفعت دونوں موجود ہیں لہذا اس میں پوری دیت واجب ہوگی[1108]۔

بول وبراز کے راستے کی دیت: فقہاء کے نزدیک اگر کسی کے بول وبراز کا راستہ ختم کر دیا جائے تو اس میں پوری دیت واجب ہوگی، اسلیے کہ یہ ایک پوری منفعت کا ضیاع ہے کیونکہ ایسی حالت میں بول وبراز روکنے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے۔

اگر کسی عورت کو مفضاۃ بنادیا یعنی اس کے جماع اور بول کے راستہ کو ایک کردیا تو اس میں بھی فقہاء احناف، فقہاء شافعیہ اور مالکیہ میں سے ابن القاسمؒ کے نزدیک پوری دیت واجب ہوگی، فقہاء جعفریہ کے نزدیک بھی پوری دیت ہی واجب ہوگی، البتہ اگر عورت کے بول روکنے کی صلاحیت بھی ختم ہوگئی تو دیت کے ساتھ ساتھ حکومۃ عدل بھی واجب ہوگی[1109]۔

فقہاء حنابلہ کے نزدیک مفضاۃ کردینے میں ثلث دیت واجب ہوگی، اسلیے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایسا فیصلہ مروی ہے، ہاں اگر مفضاۃ کردینے کی وجہ سے اس کی بول روکنے کی صلاحیت ختم ہوگئی تو پوری دیت واجب ہوگی[1110]۔

تجزیہ: واحد اعضاء کے بدلے پوری دیت واجب ہونے پر دفعہ ہذا اور مذاہب خمسہ کے مابین اتفاق ہے، البتہ بعض صورتوں میں قدرے تفصیل ہے جس کی وضاحت اوپر دی گئی۔

"337-R. – Arsh for organs in pairs.- The arsh for causing itlaf of organs found in a human body in pairs shall be equivalent to the

---

[1105] رد المحتار ۵: ۳۵٦، مغنی المحتاج ۳: ٦٤، المغنی ۸: ۳۳، روضۃ الطالبین ۹: ۲۸٤، شربینی، محمد بن احمد، الاقناع مع حاشیۃ البجیرمی ۳: ۲٦، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی

[1106] الجامع للشرائع ۳: ۳۵

[1107] سنن النسائی، کتاب القسامہ[۳۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[٤٧]، حدیث ٤٨٥٣

[1108] بدائع الصنائع ٤: ۳۱۱، جواہر الاکلیل ۲: ۲٦۸، روضۃ الطالبین ۹: ۳۰۲، المغنی ۸: ۳۲، مغنی المحتاج ۳: ٤۳، الاختیار ۵: ۳٤، من لایحضره الفقیہ ۳: ٦۱، الخلاف ۸: ۲٤۰، الجامع للشرائع ۳: ۳۱/ ۳۹

[1109] بدائع الصنائع ٤: ۳۱۱، المغنی ۸: ۵۱، مغنی المحتاج ۳: ٤۳،حاشیۃ الدسوقی ۳: ۲٤٤، الخلاف ۸: ۲۸۰، الجامع للشرائع ۳: ۳۳

[1110] المغنی ۸: ۵۱

value of diyat and if itlaf is caused to one of such organs the amount of arsh shall be one-half of the diyat:
Provided that, where the victim has only one such organ or his other organ is missing or has already become incapacitated the arsh for causing itlaf of the existing or capable organ shall be equsl to the value of diyat.
Explanation.—Hands, feet, eyes, lips and breasts are included in the organs which are found in a human bosy in paris[1111]."

"دفعہ -337-R- دوہرے اعضاء کا ارش:
کسی ایسے اعضاء کا اتلاف کیا جائے جو انسانی جسم میں جوڑا جوڑا پائے جاتے ہیں تو ان کا ارش دیت کے برابر ہوگا اور اگر ان میں ایک عضو کا اتلاف کیا جائے تو ارش کی مالیت نصف دیت کی مالیت کے برابر ہوگی۔
مگر شرط یہ ہے کہ کہ اگر مضروب صرف ایک ہی ایسا عضو رکھتا ہے یا وہ دوسرے عضو سے محروم ہو یا دوسرا عضو پہلے ہی ناکارہ ہوگیا ہو تو موجودہ صحیح عضو کے ارش کی مالیت دیت کی مالیت کے برابر ہوگی۔"
وضاحت: ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، ہونٹ اور چھاتیاں ایسے اعضاء میں شامل ہیں جو انسانی جسم میں جوڑا جوڑا پائے جاتے ہیں[1112]۔
مذاہب خمسہ کی روشنی میں دوہرے اعضاء کا ارش: فقہاء کے نزدیک انسانی جسم میں جوڑے میں پائے جانے والے اعضاء کے اتلاف کی صورت میں پوری دیت جب کہ ایک کے اتلاف کی صورت میں نصف دیت واجب ہوتی ہے۔
انسانی جسم میں جوڑے میں رکھے گئے اعضاء یہ ہیں: ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، آبرو، انڈے، ہونٹ، چھاتیاں، چھاتیوں کی گھنڈیاں، کان، بھنؤوں کے بال، فوطے، عورت کی شرمگاہ کے دونوں کناروں کے لب (شُفران)، سرین اور داڑھ۔
فقہاء کے نزدیک بعض اعضاء میں تھوڑی تفصیل اور اختلاف ہے، مختصر ذکر کیا جاتا ہے:
کان کی دیت: جمہور فقہاء کے نزدیک دونوں کان کے اکھاڑنے اور کاٹنے میں مکمل دیت واجب ہوگی، چاہے انسان سن سکتا ہو یا بہرہ ہو، کیونکہ کان ایسے اعضاء ہیں جن میں جمال پایا جاتا ہے اور ان کے کاٹنے کی صورت میں اسی جمال کا ازالہ ہے۔
فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کی ایک روایت یہ ہے کہ کان میں حکومۃ عدل واجب ہوگی، البتہ اگر سننے کی صلاحیت بھی ختم ہوجائے تو بالاتفاق دیت واجب ہوگی۔
فقہاء مالکیہ کی تیسری روایت یہ ہے کہ کان کاٹنے میں مطلقا دیت ہے، امام مواق نے اس روایت کو مشہور کہا ہے[1113]۔
چونکہ پہلا قول تمام مذاہب سے منقول ہے اور فقہاء کےاصول سے زیادہ موافق ہے لہذا وہی راجح ہے۔
آنکھوں کی دیت:دونوں آنکھوں کے اتلاف میں پوری دیت اور ایک کے اتلاف میں نصف دیت کے وجوب پر اتفاق ہے۔
البتہ کانا کی آنکھیں تلف کردینے میں تھوڑی تفصیل ہے، چنانچہ کانا کی خراب آنکھ تلف کردینے میں حکومۃ عدل واجب ہے، اگر کانا کی وہ آنکھ تلف کردی جائے جس میں بینائی

[1111] PPC: 364

[1112] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۳
[1113] تبیین الحقائق ٦: ۱۲۹، التاج والاکلیل ٦: ۲٦۱، روضۃ الطالبین ۹: ۲۷۲، مغنی المحتاج ۴: ٦۱، المغنی ۸: ۸، من لایحضرہ الفقیہ۴: ٦۹، الجامع للشرائع ۳: ۲۳

موجود ہے تو فقہاء مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک میں اس میں پوری دیت واجب ہے، یہی فیصلہ سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کے مشہور قول کے مطابق اس میں نصف دیت واجب ہوگی، فقہاء جعفریہ کے اصول ثلث دیت کے وجوب کے ہیں[1114]۔

ہاتھوں کی دیت: اس پر اتفاق ہے کہ دونوں ہاتھوں کے اتلاف میں پوری دیت جب کہ ایک ہاتھ تلف کردینے میں نصف دیت ہے، البتہ اگر ہاتھ ناکارہ ہو تو اس میں فقہاء احناف، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک حکومۃ عدل واجب ہوگی، فقہاء حنابلہ کی ایک روایت اس کے مطابق ہے جب کہ دوسری روایت میں ان سے دیت کی ایک تہائی منقول ہے[1115]۔

ہاتھوں کے کاٹنے کا اعتبار کلائی سے ہوگا کیونکہ قرآن کریم میں اسی پر ہاتھ کا اطلاق ہوا ہے: **وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا**[1116]۔

چھاتیوں کی دیت: امام ابن المنذرؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ دونوں چھاتیوں کے اتلاف میں پوری دیت جب کہ ایک کے اتلاف میں نصف دیت واجب ہوگی۔ فقہاء احناف، شافعیہ، حنابلہ اور جعفریہ کے نزدیک چھاتیوں کی گھنڈیوں کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ چھاتیوں کی منفعت اور جمال ان پر مبنی ہے، البتہ فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر چھاتیوں کی گھنڈیوں کے تلف کردینے سے دودھ آنا ختم ہوگیا تو دیت واجب ہوگی ورنہ حکومۃ عدل، اصل میں ان کے نزدیک دیت گھنڈیوں کے کاٹنے کی وجہ سے نہیں بلکہ دودھ ختم ہونے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے کیونکہ اگر گھنڈیوں کو کاٹنے کے بغیر کسی فعل سے دودھ ختم ہوگیا تو بھی ان کے نزدیک اس میں پوری دیت واجب ہوگی[1117]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

"**337-S. Arhs of the organs in quadruplicate.**—(1) The arsh for causing italf of organs found in human body in a set of four shall be equal to—

(a) One-fourth of the diyat, if the itlaf is of one of such organs;
(b) One- half of the diyat, if the itlaf is of two of such orans;
(c) Three-fourth of the diyat, if the itlaf is of three such organs; and
(d) Full diyat, if the itlaf is of all the four organs.

Expalanation.—Eyelids are organs which are found in a human body in a set of four[1118]."

"دفعہ -337-S- چوہرے اعضاء کا ارش:

ایسے اعضاء کا اتلاف ہو جو انسانی جسم میں چار چار پائے جاتے ہیں تو اس کا ارش حسب ذیل ہوگا۔

اے: دیت کا ایک چوتھائی اگر ایسے ایک عضو کا اتلاف ہوا ہو۔
بی: دیت کا نصف اگر ایسے دو اعضاء کا اتلاف ہو۔

1114 رد المحتار ۵: ۳۷۰، روضۃ الطالبین ۹: ۲۷۲، نہایۃ المحتاج ۷: ۳۰۹، مغنی المحتاج ۴: ٦١، الجامع للشرائع ۳: ۲۹/ ۳۵

1115 الاختیار ۵: ۴۰، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۷۷، المغنی ۸: ۳۹، کشاف القناع ٦: ۵۰، الخلاف ۸: ۴٦۰

1116 سورۃ المائدہ ۵: ۳۸

1117 بدائع الصنائع ۷: ۳۱۱، تبیین الحقائق ٦: ۱۳۱، المغنی ۸: ۳۰، مغنی المحتاج ۴: ٦٦، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۷۳، الجامع للشرائع ۳: ۲۳

1118 PPC: 365

سی. دیت کا تین چوتھائی اگر ایسے تین اعضاء کا اتلاف ہوا ہو۔
ڈی: پوری دیت اگر ایسے چاروں اعضاء کا اتلاف ہوا ہو۔"
وضاحت: آنکھوں کے پپوٹے وہ اعضاء ہیں جو انسانی جسم میں چار چار پائے جاتے ہیں[1119]۔
فقہاء خمسہ کے نزدیک چوہرے اعضاء کا ارش: فقہاء نے چوہرے اعضاء میں پپوٹوں (أشفار)اور پلکوں (أهداب)دونوں کو ذکر کیا ہے۔
جمہور فقہاء کے نزدیک پپوٹوں میں سے ایک کے ضیاع میں ایک چوتھائی دیت، دو کے ضیاع میں نصف دیت، تین کے ضیاع تین چوتھائی دیت جب کہ چاروں کے ضیاع میں پوری دیت واجب ہوتی ہے۔
اگر پپوٹوں اور پلکوں کو بیک وقت ضائع کردیا جائے تو ایک دیت واجب ہوگی کیونکہ یہ دونوں ایک شمار ہوتے ہیں[1120]۔
اگر پلکوں کو تلف کردیا جائے تو فقہاء احناف، حنابلہ اور جعفریہ ان میں بھی پپوٹوں کی طرح دیت کے وجوب کے قائل ہیں، کیونکہ ان میں جمال بھی ہے اور منفعت بھی کہ یہ تنکے وغیرہ سے آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہیں، البتہ ان میں دیت تب واجب ہوگی جب انہیں ایسے ختم کردیا جائے کہ ان کے دوبارہ اگنے کی صلاحیت ہی ختم ہوجائے[1121]۔
فقہاءِ شافعیہ کے نزدیک پلکوں میں حکومۃ عدل واجب ہوگی، کیونکہ ان میں محض زینت جاتی رہتی ہے کوئی مقصودی منفعت نہیں جاتی[1122]۔
فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک پپوٹوں اور پلکوں دونوں کے اتلاف میں حکومۃ عدل واجب ہوتی ہے[1123]۔
پلکوں کے بارے میں فقہاء جعفریہ کے نزدیک اوپر نیچے ہر ایک کے لیے الگ الگ حساب ہے، چنانچہ اگر آنکھ کا اوپر پلک ضائع کردیا تو آنکھ کی ایک تہائی دیت واجب ہوگی یعنی ١٦٦ دینار اور دو تہائی دینار، اور اگر آنکھ کا نیچے والا پلک ضائع کردیا تو آنکھ کی نصف دیت واجب ہوگی یعنی ٢٥٠ دینار[1124]۔
تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ سے موافق ہے، بجز پلکوں کے بارے میں مذہبِ جعفری کے جنہوں نے پلکوں کے لیے اوپر نیچے کا الگ حساب لگایا ہے۔
"337-T Arsh for fingers.—(1) The arsh for causing itlaf of a finger of a hand of foot shall be one-tenth of the diyat[1125]."
"دفعہ -T-337- انگلیوں کا ارش:
١: ہاتھ یا پاؤں کی ایک انگلی کا اتلاف کرنے پر ارش دیت کی مالیت کے دسویں حصے کے برابر ہوگا[1126]۔"
فقہاء خمسہ کے نزدیک انگلیوں کا ارش: اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ ہاتھوں یا پیروں کی انگلیوں کے اتلاف میں پوری دیت واجب ہے، کیونکہ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ

1119 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٣
1120 بدائع الصنائع ٧: ٣١١، تبیین الحقائق ٦: ١٣٠، المغنی ٨: ٧، مغنی المحتاج ٣: ٦٢، حاشیۃ الدسوقی ٣: ٢٧٧
1121 الاختیار ٥: ٣٨، تبیین الحقائق ٦: ١٣٠، المغنی ٨: ٧، الخلاف ٨: ٣٦٧
1122 مغنی المحتاج ٣: ٦٢
1123 التاج والاکلیل ٣: ٦٢
1124 الجامع للشرائع ٣: ٦٩
1125 PPC: 365
1126 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٣

کی حدیث میں مروی ہے: وفي كل اصبع من اصابع اليد والرجل عشر من الإبل[1127] "اور ہر ایک انگلی میں ہاتھ یا پاؤں کی دیت دس اونٹ ہیں۔"

اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: فِي دِيَةِ الأَصَابِعِ اليَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءٌ، عَشْرٌ مِنَ الإِبِلِ لِكُلِّ أُصْبُعٍ[1128] "ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کی دیت برابر ہے، ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں۔"

اور اسلیے بھی کہ کسی کی انگلیاں کاٹنے سے اس کے پکڑنے کی صلاحیت مکمل طور پر ضائع ہوجاتی ہے[1129]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ سے موافق ہے۔

"(2) The arsh for causing itlaf of a joint of a finger shall be one-thirteeth of the diyat:

Provided that where the itlaf is of a joint of thumb, the arsh shall be one-twentieth of the diyat[1130]."

"۲: کسی انگلی کے کسی جوڑ کے اتلاف کا ارش دیت کی مالیت کے تیسویں حصے کے برابر ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ انگوٹھے کے جوڑ کا اتلاف کیا جائے تو اس کا ارش دیت کی مالیت کے بیسویں حصے کے برابر ہوگا[1131]۔"

انگلیوں کے جوڑ کی دیت: چونکہ ہر انگلی میں تین جوڑ ہوتے ہیں، لہذا دیت کا دسواں حصہ جو کہ ایک انگلی کی دیت ہے تین پر تقسیم کرکے ہر جوڑ میں دیت کا تیسواں حصہ واجب ہوگا۔ انگوٹھے میں چونکہ دو جوڑ ہوتے ہیں لہذا اس کے کسی ایک جوڑ کے اتلاف میں دیت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا[1132]۔

تجزیہ: زیر دفعہ مذاہب خمسہ سے موافق ہے۔

"**337-U. Arsh for teeth.**—(1) The arsh for causing itlaf of a tooth, other than milk tooth shall be one-twentieth of the diyat.

Expalation.—the impairment of the portion of a tooth, outside the gum amounts to causing itlaf of a tooth[1133]."

"دفعہ -337-U- دانتوں کا ارش:

۱: دودھ کے دانتوں کے علاوہ ایک دانت کے اتلاف کا ارش دیت کی مالیت کے بیسویں حصے کے برابر ہوگا[1134]۔"

وضاحت: مسوڑھوں سے باہر دانت کے کسی حصے کو نقصان پہنچا کر کمزور کرنے کو دانت کے اتلاف کے مترادف تصور کیا جائے گا۔

فقہاء کے نزدیک دانتوں کا ارش: فقہاء کااس پر اتفاق ہے کہ دودھ کے دانتوں کے علاوہ ہر دانت میں دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے جو کہ پانچ اونٹ ہیں، چنانچہ سیدنا عمرو بن

1127 سنن النسائی، کتاب القسامہ[۳۵]، باب: ذکر حدیث عمرو بن حزم واختلاف الناقلین لہ[۴۷]، حدیث ۴۸۵۳

1128 سنن الترمذی، ابواب الدیات[۱۴]، باب ماجاء فی دیۃ الاصابع[۴]، حدیث ۱۳۹۱

1129 تبیین الحقائق ٦: ۱۳۱، جواہر الاکلیل ۲: ۲۷۰، مغنی المحتاج ۴: ٦٦، المغنی ۸: ۳۵، الجامع للشرائع ۳: ۲۵

1130 PPC: 365

1131 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۳

1132 تبیین الحقائق ٦: ۱۳۱، جواہر الاکلیل ۲: ۲۷۰، مغنی المحتاج ۴: ٦٦، المغنی ۸: ۳۵، الخلاف ۸: ۴٦۳

1133 PPC: 365

1134 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۳

حزم رضی اللہ عنہ کی روایت میں مروی ہے. وفي السن خمس من الإبل[1135] اور دانت میں پانچ اونٹ دیت ہے۔"
دانتوں میں ایک دوسرے کے مقابلے میں تفاوت ضرور موجود ہے لیکن چونکہ وہ اصل منفعت کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں لہذا ہر دانت کا حکم یہی ہے۔
عمومی طور پر انسان کے ۳۲ دانت ہوتے ہیں لہذا اس اعتبار سے دیکھا جائے تو دانتوں کی دیت ۱٦۰ اونٹ بنتے ہیں جس میں ٦۰ اونٹ عام دیت سے زیادہ ہیں[1136]، یہی وجہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اگر مجرم اور جرم دونوں ایک ہوں مثلا وہی مجرم ایک دانت کے ٹھیک ہونے سے پہلے مضروب کا دوسرا دانت تلف کردے تو اس صورت میں ۱۰۰ اونٹ ہی واجب ہوں گے[1137]۔
فقہاء جعفریہ کے نزدیک سامنے والوں دانتوں میں سے ہر دانت میں پانچ اونٹ یا ۵۰ دینار واجب ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ ہر دانت میں ۲۵ دینار واجب ہوتے ہیں، کل ملاکر ۱۰۰۰ دینار بنتے ہیں۔ ان کے نزدیک دانتوں کی کل تعداد ۲۸ ہے، جن میں سے سامنے والے دانت پہلے ۱۲ ہیں جب کہ باقی ۱٦ ان کے علاوہ ہیں[1138]۔
تجزیہ: دانت کے اتلاف کے بارے میں دفعہ ہذا جمہور فقہاء کی رائے سے موافق ہے، بجز فقہاءِ جعفریہ کے جنہوں نے سامنے والے دانتوں اور پیچھے والے دانتوں میں فرق کیا ہے۔
دانت کو کمزور کرنے کا حکم: اگر کسی کے دانت کو مارنے سے دانت نکلا نہیں لیکن اس میں حرکت پیدا ہوگئی یا کالا، سرخ، نیلا یا پیلا ہوگیا:
تو فقہاء احناف کے نزدیک ایک سال انتظار کیا جائے، اگر اس مدت میں دانت گر گیا یا کالا، سرخ یا نیلا ہوگیا تو دانت کی پوری دیت واجب ہوگی، چاہے مضروب چھوٹا ہو یا بڑا، اسلیے کہ اس صورت میں دانت کی مکمل منفعت جاتی رہتی ہے، اور اگر دانت زرد پڑگیا تو اس میں حکومۃ عدل واجب ہوگی[1139]۔
فقہاء مالکیہ کے نزدیک دانت اکھاڑنے، کالا ہونے، سرخ ہونے یا زرد پڑنے میں پوری دیت واجب ہوگی ورنہ نقصان کے حساب سے دیت واجب ہوگی۔
فقہاء شوافع کے نزدیک ہر اس دانت میں پوری دیت واجب ہوگی جو اصلی، تام، مضبوط اور غیر دودھ والا ہو، لہذا اگر دانت میں پہلے سے حرکت ہو تو حکومۃ عدل واجب ہوگی، ہاں اگر دانت میں حرکت اتنی معمولی ہو کہ اس کی منفعت میں کوئی نقصان نہ ہو تو اسے تلف کرنے میں پوری دیت واجب ہوگی، اسی طرح اگر دانت جڑ سے نہیں اکھاڑا بلکہ اس کا ظاہری حصہ توڑ ڈالا تو بھی دانت کی پوری دیت واجب ہوگی۔
فقہاء حنابلہ کے نزدیک دودھ کے علاوہ کسی دانت کے اتلاف میں چاہے جڑ سے ہو یا ظاہری حصہ سے، دیت واجب ہوگی[1140]۔
فقہاء جعفریہ کے نزدیک کسی کے دانت کو ضرب لگا کر کالا کرنے یا حرکت پیدا کرنے میں اس دانت کی دو تہائی دیت واجب ہوگی، البتہ ایک سال دیکھا جائے گا اگر اس دوران وہی دانت گرگیا تو اس کی پوری دیت ادا کرنا لازمی ہوگا[1141]۔

1135 سنن الترمذی، ابواب الدیات[۱۳]، باب ماجاء فی دیۃ الاصابع[۳]، حدیث ۱۳۹۱
1136 تبیین الحقائق ٦: ۱۳۱، جواہر الاکلیل ۲: ۲۴۰، مغنی المحتاج ۴: ٦۳، کشاف القناع ٦: ۴۲
1137 مغنی المحتاج ۴: ٦۵
1138 من لایحضرہ الفقیہ ۴: ۱۰٦، الخلاف ۸: ۴۵۲، الجامع للشرائع ۳: ۲۹
1139 بدائع الصنائع ۷: ۳۱۵
1140 جواہر الاکلیل ۲: ۲۴۰، روضۃ الطالبین ۹: ۱۴٦، المغنی ۸: ۲۱
1141 الخلاف ۸: ۴۵۸، الجامع للشرائع ۳: ۲۹

تجزیہ: فقہاء کے نزدیک دانت کے کمزور کرنے کا حکم دفعہ ہذا کی طرح ایک جیسا نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک اس کی مختلف شکلیں ہیں جن کے احکام مذاہب خمسہ کے نزدیک مختلف ہیں، تفصیل اوپر ملاحظہ فرمائیے۔

"(2) the arhs for causing itlaf of twenty or more teeth shall be equal to the value of diyat[1142]."

"۲: بیس یا اس سے زائد دانتوں کے اتلاف کا ارش دیت کی مالیت کے برابر ہوگا[1143]۔"

بیس اور اس سے زائد دانتوں کا ارش: اوپر ذکر کیا گیا کہ ایک دانت کی دیت پانچ پانچ اونٹ ہیں اور اس حساب سے بیس دانتوں کی دیت ۱۰۰ اونٹ بنتے ہیں، یہاں تک مذاہب اربعہ کے نزدیک تو کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ دیت کاملہ واجب ہوگئی۔

البتہ چونکہ فقہاء جعفریہ کے نزدیک سامنے اور پیچھے والے دانتوں کی دیت کی مالیت میں فرق ہے لہذا ان کے نزدیک جب تک ۲۸ دانتوں کا اتلاف نہیں کیا جاتا تو پوری دیت واجب نہ ہوگی[1144]۔

مذاہب اربعہ کے نزدیک اگر ایک جھٹکے سے کسی کے بیس سے زیادہ دانت توڑ ڈالے تو اتلاف کردہ شدہ دانتوں کے حساب سے دیت واجب ہوگی چاہے وہ دیت کاملہ زیادہ کیوں نہ ہو حتی کہ پورے دانتوں کی دیت ۱٦۰ اونٹ ہی واجب ہوں گے[1145]، صرف فقہاءِ شافعیہ کا ایک غیر مرجوح قول یہ ہے کہ اگر مجرم اور جرم دونوں ایک ہوں جیسا کہ وہی مجرم ایک دانت کے ٹھیک ہونے سے پہلے مضروب کا دوسرا دانت تلف کردے تو اس صورت میں دیت کاملہ یعنی ۱۰۰ اونٹ ہی واجب ہوں گے[1146]۔

تجزیہ: زیرِ بحث دفعہ مذاہبِ خمسہ سے موافق نہیں ہے، البتہ فقہاء شافعیہ کا ایک غیر مرجوح قول اس طرح منقول ہے۔

"(3) Where the itlaf is of a milk tooth, the accused shall be liable to daman and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to one year:

Provided that where itlaf of a milk tooth impedes the growth of a new tooth, the accused shall be liable to arsh specified in subsection (1) [1147]."

"۳: جب دود ھ کے کسی دانت کا اتلاف ہو تو ملزم ضمان کا مستوجب ہوگا اور دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا دی جاسکتی ہے جو ایک سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ اگر دودھ کے دانت کا اتلاف نئے دانت کے نکلنے میں رکاوٹ پیدا کرے تو ملزم ذیلی دفعہ (۱) مصرحہ مذکورہ ارش کا مستوجب ہوگا[1148]۔"

دودھ کے دانتوں کا اتلاف: کسی بچے کے دودھ کے دانت کے اتلاف میں فقہاء کے نزدیک اتنی مدت انتظار کیا جائے جتنی میں ایسا دانت نکل سکتا ہے، اگر بچہ کا وہی دانت دوبارہ نکل آیا تو مجرم پر حکومۃ عدل واجب ہوگی بشرطیکہ کسی قسم کا اثر یا عیب باقی رہ جائے، اگر اتنی مدت میں وہی دانت دوبارہ نکل نہیں آیا اور مسوڑھا میں سے اس کے نکلنے کی جگہ خراب ہوگئی جس کی وجہ سے نیا دانت نہیں نکلے تو مجرم پر دانت کی پوری دیت واجب ہوگی۔

1142 PPC: 365

1143 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۳

1144 الخلاف ۸: ۳۵۲، الجامع للشرائع ۳: ۲۹

1145 تبیین الحقائق ٦: ۱۳۱، جواہر الاکلیل ۲: ۲٤۰، مغنی المحتاج ۳: ٦۳، کشاف القناع ٦: ۳۲

1146 مغنی المحتاج ۳: ٦۵

1147 PPC: 365

1148 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۳

فقہاء حنابلہ نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ اگر وہی دانت پیلا، سرخ، کالا، نیلا یا باقی دانتوں کے مقابلہ میں چھوٹا یا بڑا نکل آیا تو مجرم پر حکومۃ عدل واجب ہوگی، اسلیے کہ دانت کی پوری منفعت ضائع نہیں ہوئی ہے لہذا دیت واجب نہیں ہوگی اور چونکہ اس میں نقصان آگیا ہے لہذا اس کے مطابق حکومۃ عدل واجب ہوگی[1149]۔

فقہاء احناف کے نزدیک اس کی تفصیل یہ ہے کہ دودھ کا دانت دوبارہ بالکل نکلا ہی نہیں یا نکلا لیکن کچھ تغیر کے ساتھ، تو اس صورت میں اس میں دانت کی پوری دیت واجب ہوگی، اگر دانت صحیح سالم نکلا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں دیت اور ضمان میں سے کچھ بھی واجب نہ ہوگا، امام ابویوسفؒ کے نزدیک درد دینے کے بدلے حکومۃ عدل جب کہ امام محمدؒ کے نزدیک ڈاکٹر کی فیس وغیرہ واجب ہوگی[1150]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک بھی اتنے وقت انتظار کیا جائے گا جتنے میں یہ دوبارہ نکل سکتا ہے، اگر نکلا تو حکومۃ عدل اور نہیں نکلا تو دیت واجب ہوگی[1151]۔

تجزیہ: دانت کے دوبارہ نہ نکلنے کی صورت میں زیرِ دفعہ فقہاء کی تصریحات سے موافق ہے، البتہ دوبارہ نکلنے کی صورت میں فقہاء کے نزدیک قدرے تفصیل ہے جس سے دفعہ ہذا خاموش ہے۔

"**337-V. Arsh for hair.**—(1) Whoever uproots—

(a) All the hiar of the head, bears, mustatches, eyebrows, eyelashes or any of other part of the body shall be liable to arsh equal to diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years as ta,zir[1152]."

"دفعہ -V-337-بالوں کا ارش:

۱: جو کوئی درج ذیل کو جڑ سے اکھاڑ دے تو وہ:-

اے: سر، داڑھی، مونچھوں، بھنوؤں، پلکوں یا جسم کے کسی دیگر حصے کے بالوں کو جڑ سے اکھاڑنے پر پوری دیت کا مستوجب ہوگا اور اسے دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا بطور تعزیر دی جاسکتی ہے جو تین سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[1153]۔"

فقہاء خمسہ کے نزدیک بالوں کا ارش: سر اور داڑھی کے سارے بالوں کو اس طرح جڑ سے اکھاڑ دیا جائے کہ ان میں دوبارہ اگنے کی صلاحیت ہی نہ رہےتو فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس میں پوری دیت واجب ہوگی اسلیے کہ ان میں زینت اور جمال کا مکمل اتلاف ہے، نصف بال کے اکھاڑنے میں نصف دیت واجب ہوگی، نصف سے کم ہو تو اس میں حکومۃ عدل واجب ہے، البتہ ایک سال انتظار کیا جائے گا تاکہ بالوں کا اگنا اور نہ اگنا پوری طرح معلوم ہوسکے۔

فقہاء احناف کے نزدیک کوسج کے بالوں کو اکھاڑنے میں کچھ بھی واجب نہیں ہے اسلیے کہ ان میں سرے سے جمال ہے ہی نہیں۔اگر بال دوبارہ سفید رنگ کے اگ نکلے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں کچھ بھی واجب نہیں، جب کہ صاحبین کے نزدیک اس میں حکومۃ عدل واجب ہوگی[1154]۔

[1149] روضۃ الطالبین ۹: ۲۸۰/۲۷۶، کشاف القناع ٦: ۴۳، المغنی ۸: ۲۱، الخلاف ۸: ۴۵۸

[1150] بدائع الصنائع ۷: ۳۱٦

[1151] الخلاف ۸: ۴۵۸

[1152] PPC: 365

[1153] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۴

[1154] الفتاوی الہندیہ ٦: ۲۵/۲۴، رد المحتار ۵: ۳۷۰، المغنی ۸: ۱۰

فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ان تمام قسم کے بالوں میں حکومۃ عدل واجب ہوگی[1155]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک سر اور داڑھی کے بالوں میں پوری دیت جب کہ بھنؤوں کے بالوں میں نصف دیت واجب ہوتی ہے۔ پلکوں کی دیت کی تفصیل دفعہ: 337-S کے تحت ملاحظہ ہو۔ اگر داڑھی دوبارہ نکل آئی تو اس میں ثلث دیت واجب ہوگی۔ سر کے بالوں کے لیے ایک سال انتظار کیا جائے گا، ہاں اگر دوبارہ نکل آیا تو آدمی کے بالوں میں حکومۃ عدل جب کہ عورت کے بالوں میں اس قسم کی عورتوں کا مہر واجب ہوگا[1156]۔

مونچھوں کو جڑ سے اکھاڑنے میں فقہاء کے نزدیک حکومۃ عدل ہی واجب ہوتی ہے، فقہاء احناف کی راجح روایت بھی یہی ہے، اسلیے کہ مونچھے داڑھی کے تابع ہیں لہذا یہ ایک جز کی حیثیت رکھتے ہیں[1157]۔

بھنوؤں اور پلکوں کے اتلاف کی تفصیل دفعہ 337 کے تحت گزر گئی۔

رہے جسم کے دیگر حصوں کے بال تو اس کے بارے میں مذہب جعفری کے علاوہ جنہوں نے تصریح کی ہے کہ باقی تمام بدن کے بالوں میں حکومۃ عدل واجب ہے، باقی فقہاء کی کوئی تصریح راقم کی نظر سے نہیں گزری، البتہ علامہ ابن قدامہؒ نے سر، داڑھی، بھنوؤں اور پلکوں کی جو علت ذکر کی ہے اس سے باقی بدن کے بالوں کا حکم مستنبط کیا جاسکتا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے کہ مذکورہ قسم کے بالوں کے اتلاف میں جمال اور زینت کا مکمل طور پر اتلاف ہے لہذا ان میں پوری دیت واجب ہوگی، یہی رائے امام ابوحنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ، سیدنا علی اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے منقول ہے[1158]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے دیگر حصوں کے وہ بال جن میں جمال اور زینت ہے، انہیں جڑ سے اکھاڑ دینے کی صورت میں فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک پوری دیت واجب ہوگی۔ چونکہ فقہاء مالکیہ اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک سراور داڑھی کے بالوں کے اتلاف میں حکومۃ عدل واجب ہے لہذا جسم کے دیگر حصوں کے بالوں کے اتلاف میں بھی حکومۃ عدل ہی واجب ہوگی۔

تجزیہ: دفعہ ہذا سر، داڑھی، بھنؤوں، پلکوں اور باقی بدن کے بالوں کے بارے میں مذہب حنفی اور مذہب حنبلی سے موافق ہے، جب کہ فقہاءمالکیہ اور شافعیہ کی رائے دفعہ ہذا سے یکسر مختلف ہے، مونچھوں کے بارے میں تمام مذاہب کی رائے حکومۃ عدل کی ہے جو کہ دفعہ ہذا سے مختلف ہے۔ فقہ جعفری کی بعض تفصیلات دفعہ ہذا سے موافق جب کہ بعض غیر موافق ہیں۔

(b)"One eyebrow shall be liable to arsh equal to one-half of the diyat; and[1159]

(c) One-eyelash, shall be liable to arsh equal to one-fourth of the diyat[1160]."

"بی: ایک بھنوئیں کے بالوں کو جڑ سے اکھاڑنے پر نصف دیت کا مستوجب ہوگا اور

سی: ایک پلک کے بالوں کو جڑ سے اکھاڑنے پر ایک چوتھائی دیت کا مستوجب ہوگا[1161]۔"

[1155] حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۷۷، مغنی المحتاج ۴: ۶۹

[1156] الجامع للشرائع ۴: ۲۵

[1157] فتح القدیر ۸: ۳۰۹، الاقناع ۲: ۱٦٦، مطالب اولی النہی ٦: ۱۲۵

[1158] بدائع الصنائع ۸: ۴۴۳

[1159] PPC: 365

[1160] PPC: 366

بھنوؤں اور پلکوں کے بالوں کا اکھاڑ۔ اس کی تفصیل دفعہ 337 کے تحت ملاحظہ ہو۔

"(2) Where the hair of the part of the body of the victim are forcibly removed by any process not covered under subsection (1), the accused shall be liable to daman and imprisonment of either description which may extend to one year[1162]."

"۲: جب مضروب کے جسم کے کسی حصے کے بال زبردستی کسی طریقے سے جدا کئے جو ذیلی دفعہ (۱) میں مذکورہ نہ ہو تو ملزم ضمان کا مستوجب ہوگا اور دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جو ایک سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[1163]۔"

زبردستی سے بال جدا کرنا: زبردستی سے کسی کے ایسے بال اکھاڑنا جوذیلی دفعہ (۱) کے تحت ذکر نہیں ہے جیسا کہ بغل کے بال یا داڑھی کے چند نکلے ہوئے بال تو فقہاء کے نزدیک اس میں حکومۃ عدل ہی واجب ہے لہذا زیر دفعہ فقہاء کی رائے سے موافق ہے۔ رہی تعزیری سز تو اس کی تفصیل دفعہ (B) 302کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

فصلِ سوم: تعدد زخم، ادائیگی ارش اور ضمان ارش کے احکام کا تقابلی مطالعہ (دفعہ: 337W-338Z)

"**337-W.—Merge of arsh.**—(1) Where an accused causes more than one hurt he shall be liable to arsh specified for each hurt, separately[1164]:"

"دفعہ -337-W- ارش کا ادغام:

۱: جب کوئی ملزم ایک سے زائد زخم لگائے تو وہ ہر زخم کے لیے مصرحہ ارش کا مستوجب ہوگا[1165]۔ "

[1161] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۳

[1162] PPC: 366

[1163] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۳

[1164] PPC: 366

فقہاء کے نزدیک ارش کا احکام: اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ کئی جنایتوں کی صورت میں مجرم ہر ایک جنایت کے لیے ارش کا مستوجب ہوگا بشرطیکہ اس کی وجہ سے موت واقع نہ ہوجائے، لہٰذا اگر بیک وقت کسی کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں تو ہاتھ اور پاؤں کی الگ الگ دیت واجب ہوگی۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کا فیصلہ مروی ہے چنانچہ ان کے عہد میں ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے سر کو پتھر سے ماردیا جس کی وجہ سے اس کی عقل، بینائی، سننے اور بات کرنے کی صلاحیت ختم ہوگئی لیکن وہ زندہ بچ گیا تو سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس پر چاروں قسم کی دیات الگ الگ مقرر کردیں۔

اگر متعدد جنایات کی وجہ سے مضروب کی موت واقع ہوگئی تو مجرم پر نفس انسانی کے ضیاع کی دیت واجب ہوگی، باقی زخموں کی دیتیں اس میں مدغم ہوجائیں گی[1166]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

"Provided that, where—

(a) Hurt is caused to an organ, the accused shall be liable to arsh for causing hurt ot such organ and not for arsh for causing hurt to any part of such organ; and[1167]"

"شرط یہ ہے کہ جب:۔

اے: زخم کسی ایک عضو کو لگے تو ملزم اس عضو کو زخم لگانے کے ارش کا مستوجب ہوگا اس عضو کے دوسرے حصے پر زخم لگنے کے ارش کا مستوجب نہ ہوگا اور[1168]"

کسی عضو پر زخم لگانے کا حکم: تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک عضو کو زخم لگانے کا ارش اس عضو کے دوسرے حصے پر زخم لگنے کے ارش کا مستوجب نہ ہوگا، بشرطیکہ دوسرا زخم مجرم کے لگائے گئے زخم کی سرایت کی وجہ سے نہ ہو، اگر ہو تو تفصیل اس دفعہ کے (بی) کے تحت ملاحظہ ہو[1169]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

"(b) The wounds join together and form a single wound the accused shall be liable to arsh for one wound[1170]."

"بی: زخم ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں اور ایک ہی زخم بن جائے تو ملزم ایک زخم کے ارش کا مستوجب ہوگا[1171]۔"

زخم ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں: اگر دونوں زخم الگ اعضاء پر دیے گئے ہوں اور وہ ایک دوسرے سے مل جائیں تو تمام فقہاء کے نزدیک وہ کسی بھی صورت میں ایک شمار نہیں ہوں گے بلکہ الگ ہی شمار ہوں گے، صرف ایک صورت ہے کہ کوئی ایک

1165 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۴

1166 بدائع الصنائع ۷: ۳۰۳، روضۃ الطالبین ۹: ۳۰٦، الاختیار ۵: ۴۳، حاشیۃ الزرقانی ۸: ۸۳، جواہر الاکلیل ۲: ۲۷۰، المغنی ۷: ۱۸۵، الجامع للشرائع ۳: ۳۳

1167 PPC: 366

1168 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۴

1169 بدائع الصنائع ۷: ۳۰۳، مغنی المحتاج ۳: ۷٦، المغنی ۷: ٦۸۵، جواہر الاکلیل ۲: ۲۷۰، الخلاف ۸: ۳٦۵، الجامع للشرائع ۳: ۳۲

1170 PPC: 366

1171 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۴

جنایت یا مختلف جنایتیں سرایت کرکے مضروب کی موت کے باعث بن جائیں تو مذاہب خمسہ کے نزدیک وہ جنایتیں نفس میں مدغم ہوجائیں گی[1172]۔

اور اگر کسی ایک عضو پر متعدد زخم دیے گئے ہوں تو اس کے متعلق فقہاء نے دو تین بنیادی باتیں ذکر کی ہیں، جنہیں ذکر کیا جاتا ہے: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی معین عضو کی منفعت کا ضیاع اور اسی معین عضو کا اتلاف ایک دوسرے میں مدغم ہوں گے مثلا کسی شخص نے دوسرے آدمی کی سونگھنے کی صلاحیت تلف کردی اور پھر اس کا ناک تلف کردیا تو اس صورت میں مجرم پر ایک ہی دیت آئے گی، بشرطیکہ :

دونوں جنایتوں کی صفت ایک ہو یعنی اگر پہلی جنایت غلطی سے تھی تو دوسری بھی غلطی سے ہو اور اگر پہلی جنایت عمدا تھی تو دوسری بھی عمدا ہو، ورنہ دونوں جنایتیں الگ الگ شمار ہوں گی۔

دونوں جنایتوں کے مابین اتنی مدت نہیں گزری ہو کہ زخم ٹھیک ہوگیا ہو، ورنہ دونوں جنایتیں الگ شمار ہوں گی[1173]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک اگر کوئی زخم نفس کو سرایت نہیں کرپائے بلکہ دوسری جگہ کو سرایت کرجائے تو ان کے نزدیک بلاکسی قید کے زخم کی سرایت کرنے کی صورت میں دونوں زخم الگ ہی شمار کیے جائیں گے[1174]۔

اگر دونوں جنایتوں کی صفت غلطی اور قصد کے اعتبار سے صفت الگ ہویا جنایتیں جسم کے مختلف حصوں پر ہوں یا زخم ایک عضو پر دیا گیا لیکن اس نے دوسرے عضو کو سرایت کی تو اس میں قدرے تفصیل ہے:

علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں کہ پہلی جنایت کو پورا کرنے کے لیے جہاں تک ممکن ہو مختلف جراحات کو مدغم کرنا واجب ہے، اسلیے کہ عام طور پر قتل کئی بار مارنے سے واقع ہوجایا کرتا ہے اور ہر مار کا علیحدہ اعتبار کرنے میں حرج ہے، البتہ اگر ایسا کرنا متعذر ہو تو ہر جنایت کو الگ شمار کیا جائے گا، اور پھر تعذر کی صورت یہ بتائی ہے کہ دوسرے زخم کے دینے سے پہلے پہلا زخم ٹھیک ہوگیا ہو یا دونوں جنایتوں کی صفت الگ ہو یعنی ایک غلطی سے ہو جب کہ دوسرا قصدًا ہو[1175]۔

امام زیلعیؒ نے متعدد جنایتوں کے متعلق ایک بنیادی قاعدہ ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ جب ایک عضو پر جنایت واقع ہوجائے لیکن وہ دو چیزوں کو تلف کردے اور ایک کا ارش دوسرے کی نسبت زیادہ ہو تو دوسرا اس میں مدغم ہوجائے گا، اس صورت میں عمد اور خطا کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اگر جنایت دو مختلف اعضاء پر دی گئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ ایک دوسرے میں مدغم نہ ہوں گے بلکہ ہر ایک کے لیے اپنا ارش واجب ہوگا چاہے غلطی سے ہو یا قصدًا، صاحبین کی رائے یہ ہے کہ اگر پہلی جنایت قصدًا ہو اور قصاص ممکن ہو تو اس کا قصاص لیا جائے گا، ورنہ دونوں کا ارش ادا کیا جائے گا[1176]۔

فقہاء مالکیہ فرماتے ہیں کہ جنایت کے تعدد کی صورت میں دیت بھی متعدد ہوگی، البتہ اگر محل مع اپنی منفعت کے ختم ہوجائے تو ایک دیت واجب ہوگی مثلا کسی کی ناک تلف کردی جس کے ساتھ مضروب کے سونگھنے کی صلاحیت بھی جاتی رہی تو ایک دیت واجب ہوگی، اگر صلاحیتیں مختلف محل سے متعلق ہوں تو متعدد دیتیں واجب ہوں گی مثلا

1172 بدائع الصنائع ۷: ۳۰۳، مغنی المحتاج ۴: ٤٦، المغنی ۷: ٦٨٥، جواہر الاکلیل ۲: ۲۷۰، الخلاف ۸: ۳٦٥

1173 بدائع الصنائع ۷: ۳۰۳، روضۃ الطالبین ۹: ۳۰۷، جواہر الاکلیل ۲: ۲۷۰

1174 الخلاف ۸: ۳٦۳

1175 فتح القدیر ۸: ۲۸۲

1176 تبیین الحقائق ٦: ۱۳۵

کسی کی پشت توڑ دی گئی جس کی وجہ سے اس کے بیٹھنے اور جماع کرنے کی صلاحیتیں بھی جاتی رہیں تو دو دیتیں واجب ہوں گی[1177]۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک خلاصہ یہ ہے کہ اگر زخم مختلف اعضاء پر دیے گئے تو ایک شمار ہوں گے، بشرطیکہ مختلف زخموں کے مابین اتنی مدت نہیں گزری تھی کہ اس میں کوئی زخم ٹھیک ہوجائے اور غلطی اورقصد کے اعتبار سے دونوں کی صفت ایک ہو[1178]۔

فقہاء حنابلہ کے نزدیک بھی تعددِ جنایت کی صورت میں کوئی زخم ٹھیک ہونے کے بعد دوسرے میں مدغم نہ ہوگا، البتہ اگر ایک زخم کے ٹھیک ہونے سے پہلے دوسرا زخم دیا گیا تو اس میں دو روایتیں ہیں جس میں راجح یہ ہے دونوں ایک دوسرے میں مدغم ہوجائیں گے اور ایک دیت واجب ہوگی[1179]۔

تجزیہ: ثابت ہوا کہ فقہاء کے نزدیک دفعہ ہذا کی طرح یہ حکم مطلق نہیں ہے کہ دو زخم مل کر ایک بن جائیں تو مجرم ایک ہی زخم کے ارش کا مستوجب ہوگا بلکہ:

اگر جنایت سرایت کرکے قتل کا باعث بن جائے تو تمام فقہاء کے نزدیک جنایت کا ارش قتل کی دیت میں مدغم ہوجائے گا۔

مذاہبِ اربعہ کے نزدیک دو زخم مل کر تب ایک شمار ہوں گے جب زخم کا محل بھی ایک ہو، دونوں کے درمیان اتنا وقت بھی نہیں گزرا ہو جس میں ایک ٹھیک ہوگیا ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ غلطی اور قصد کے اعتبار سے دونوں کی صفت بھی ایک ہو۔ مذکورہ شرائط میں سے کسی بھی شرط نہ پائے جانے کی صورت میں ہر زخم الگ ہی شمار ہوگا۔

فقہاءِ جعفریہ کے نزدیک بلاکسی قید کے ہر سرایت کرنے والا زخم دوسرے سے الگ ہی شمار ہوگا۔

"(2) Where after causing hurt to a person, the offender causes death of such person by committing qatl liable to diyat, arsh shall merge into such diyat:

Provided that the death is caused before the hearing to the wound caused by such hurt[1180]."

"۲: جب مجرم کسی شخص کو زخم لگانے کے بعد اس کے قتل کے مستوجب دیت کا ارتکاب کرتا ہے تو ارش اس دیت میں مدغم ہوجائے گی۔

مگر شرط یہ ہے کہ زخم لگنے کی وجہ سے زخم ٹھیک ہونے سےپہلے موت واقع ہوجائے۔"

کسی جنایت کے بعد قتل کے مستوجب جنایت کا ارتکاب کرنا: اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ جنایت علی مادون النفس قتل کے مستوجب جنایت میں مدغم ہوگا، بشرطیکہ دونوں کے درمیان اتنا وقت نہیں گزرا ہو کہ پہلی جنایت ٹھیک ہوجائے ورنہ دونوں جنایتیں الگ الگ شمار ہوں گی[1181]۔

"337-X. Payment of arsh.—(1) The arsh may be made payable in a lump-sum or in installments spread over a period of three years from the date of the final judgment[1182]."

"دفعہ -337-X- ارش کی ادئیگی:

1177 جواہر الاکلیل ۲: ۲۸۰، التاج والاکلیل ٦: ۲٦۳

1178 مغنی المحتاج ۳: ۸٦، نہایۃ المحتاج ۷: ۳۲۳، روضۃ الطالبین ۹: ۳۰٦

1179 المغنی ۷: ۱۸۵، کشاف القناع ۵: ۵۳۹

1180 PPC: 366

1181 بدائع الصنائع ۷: ۳۰۳، جواہر الاکلیل ۲: ۲۸۰، روضۃ الطالبین ۹: ۳۰۷، الخلاف ۸: ۳٦۵

1182 PPC: 366

۲. ارش یکمشت رقم میں، یا آخری فیصلہ کی تاریخ سے تین سال کے عرصے تک پھیلی ہوئی اقساط میں ادا کی جاسکتی ہے[1183]۔"

ارش کی ادائیگی: بنیادی طور پر دیت کی فوری یا تاخیر سے ادائیگی کے لیے دیکھا جائے گا: مجرم نے جنایت کا ارتکاب قصد اور ارادہ کے ساتھ کیا ہے یا اس سے اس قسم کا جرم غلطی اور خطا سے سرزد ہوا ہے۔

اگر مجرم نے جنایت کا ارتکاب قصدًا کیا ہے تو فقہاء احناف کی رائے یہ ہے کہ دیت مغلظہ مجرم کے مال میں تین سال میں قسط وار ادا کی جائے گی، ہر سال ایک تہائی دیت ادا کی جائے گی، اس کے مقابلے میں جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ دیت مغلظہ مجرم کے مال میں فوری طور پر واجب ہوگی، اسلیے کہ دیت قصاص کا بدل ہے لہذا جس طرح قصاص فوری طور پر واجب ہوتی ہے دیت بھی فوری واجب ہوگی، اور اسلیے بھی کہ دیت تین سال قسط وار واجب کرنے میں تخفیف اور آسانی ہے جس کا مستحق وہ مجرم نہیں ہے جو قصدا ایسے جرم کا ارتکاب کرے۔

اگر مجرم سے اس قسم کی جنایت غلطی سے سرزد ہوئی ہو تو تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ دیت کی ادائیگی تین سال میں قسط وار عاقلہ پر واجب ہوگی کیونکہ سیدنا عمر اور علی رضی اللہ عنہما سے تین سال میں عاقلہ پر دیت کا فیصلہ منقول ہے، چونکہ اس دور میں کسی نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی تھی لہذا یہ اجماعی حکم بن گیا[1184]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک دیت عمد فوری، دیت شبہِ عمد ایک سال میں اور دیت خطا تین سال میں ادا کی جائے گی[1185]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا جنایت عمد کی صورت میں دیت کی تین سال میں ادائیگی کے اعتبار سے مذہبِ حنفی سے موافق ہے، باقی مذاہب ثلاثہ کے نزدیک جنایتِ عمد کی دیت کی ادائیگی فوری جب کہ شبہِ عمد اور خطا تین سال میں ، جب کہ فقہاء جعفریہ کے نزدیک جنایت عمد کی دیت فوری، شبہ عمد ایک سال میں اور خطا تین سال میں ادا کی جائے گی۔

یہ دفعہ اس اعتبار سے بھی مذاہب خمسہ سے مخالف ہے کہ ان کے نزدیک جنایت خطا کی دیت عاقلہ پر واجب ہوتی ہے۔

تنبیہ: فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ غلطی سے دیے گئے زخم کی صورت میں دیت کی کتنی مقدار ایسی ہے جس کا عاقلہ تحمل کرسکتے ہیں؟۔

فقہاء احناف اور فقہاء جعفریہ کی رائے یہ ہے کہ دیت یا ارش جو دیتِ نفس کے بیسویں حصے سے زیادہ ہو تو عاقلہ اس کا تحمل کریں گے، فقہاء مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک کسی زخم کا ارش ایک تہائی دیت سے بڑھ جائے تو عاقلہ اس کا تحمل کریں گے، جب کہ فقہاء شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ ارش چاہے کم ہو یا زیادہ لیکن خطا کی صورت میں عاقلہ اس کا تحمل کریں گے۔

فقہاء احناف، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک حکومۃ عدل مجرم کے اپنے مال میں واجب ہوگی جب کہ فقہاء شافعیہ کے نزدیک خطا کی صورت میں حکومۃ عدل کا تحمل بھی عاقلہ کریں گے[1186]۔

"(2) Where a convict falls to pay arsh of any part thereof within the period specified in subsection (1), the convict may be kept in jail and dealt within the same manner as if sentenced to simple

---

1183 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٥

1184 بدائع الصنائع ۷: ۲٥٦، القوانین الفقہیہ: ۳۴۷، مغنی المحتاج ۴: ٥٥، المغنی ۷: ۷٦۴

1185 الخلاف ۸: ۳۰٦/ ۳۰۸، ۹: ١۷

1186 الدر المختار ٥: ۳١٥، المغنی ۷: ۷۷٦، بدایۃ المجتہد ۲: ۴۰۳، القوانین الفقہیہ : ۳۴۷، الجامع للشرائع ۳: ۳۳

imprisonment until arsh is paid in full or may be released on bail if he furnishes security equal to the amount of arsh to the satisfaction of the Court[1187]."

"۲: جب کوئی سزا یاب ضمنی دفعہ (ا) میں مقرر کردہ مدت کے اندر ارش یا اس کا کوئی حصہ ادا کرنے سےقاصر رہے تو سزا یاب کو جیل میں رکھا جاسکتا ہے اور جب تک سالم ارش ادا نہ ہوجائے، اس کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کیا جائے گا گویا اس کو قید محض کی سزا دی گئی ہو، یا اسے ضمانت پر رہا کیا جا سکتا ہے اگر وہ عدالت کے اطمینان کے مطابق ارش کی رقم کے برابر ضمانت فراہم کردے[1188]۔"

بروقت ارش ادا نہ کرنے پر جیل میں ڈالنے کا حکم: ارش کی ادائیگی مجرم پر واجب ہوتی ہے اور اسے بروقت ادا نہ کرنے کی صورت میں عدالت کے لیے مجرم کو جیل میں ڈالنا شریعت کے اصول کے موافق حکم ہے، کیونکہ نبی کریمﷺ سے منقول ہے: لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ، وَعُقُوبَتَهُ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: «يُحِلُّ عِرْضُهُ يُغَلَّظُ لَهُ، وَعُقُوبَتَهُ يُحْبَسُ لَهُ»[1189]۔

"غنی شخص کا ٹال مٹول اس کی عزت اور سزا کو جائز کرتا ہے۔ امام ابن مبارکؒ فرماتے ہیں: عزت کی حلت اس کے ساتھ سختی سے پیش آنا ہے، اور سزا یہ ہے کہ اسے قید میں ڈالا جائے۔"

یہی رائے تمام مذاہب سے بھی منقول ہے[1190]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا شریعت کے اصول سے موافق ہے۔

"(3) Where a convict dies before the payment of arsh or any part thereof, it shall be recovered from his estate[1191]."

"۳: جب کوئی سزا یاب ارش یا اس کے کسی حصہ کی ادائیگی سے قبل فوت ہوجائے تو یہ اس کی جائیداد سے وصول کیا جائے گا[1192]۔"

ارش کی جائیداد سے وصولی: مجرم کے فوت ہوجانے کی صورت میں ارش کی اس کی جائیداد سے وصولی شرعی اصول کے عین موافق ہے، کیونکہ اس پر تمام علماء وفقہاء کا اتفاق ہے کہ کوئی وفات پاجائے اور اس پر قرض یا اس طرح کا کوئی دوسرا مالی حق واجب ہو جیسا کہ دیت، تو اسے اس کے ترکہ سے ادا کرنا واجب ہے، قرآن کریمﷺ میں اللہ تعالیٰ ترکہ میں سے ورثاء کے حصص بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ[1193]" " اور یہ تقسیم ترکہ میت کی وصیت کی تعمیل کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے ادا ہونے کے بعد جو اس کے ذمہ ہو عمل میں آئے گی[1194]"۔

اس آیت میں اگرچہ وصیت کا ذکر پہلے ہے لیکن قرض جیسے مالی حقوق کی ادائیگی پہلے کی جائے گی، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے وصیت سے پہلے قرض ادا کرنے کا حکم دیا حالانکہ تم وصیت قرض سے پہلے پڑھتے

[1187] PPC: 366

[1188] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۵

[1189] سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیۃ [۲۳]، باب: فی الحبس فی الدین وغیرہ[۲۹]، حدیث ۳٦۲۸

[1190] بدائع الصنائع ۵: ۹۰، القوانین الفقہیہ ۲۰۸، المغنی ۴: ۲۱۹، مغنی المحتاج ۲: ۴۷، الجامع للشرائع ۲: ۳۰۷

[1191] PPC: 366

[1192] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۵

[1193] سورۃ النساء ۴: ۱۱، ۱۲

[1194] اردو ترجمہ قرآن مولانا جالندھری: ۱۲۷

ہو[1195]۔ اسی طرح نبی کریمﷺ فرماتے ہیں کہ قرض کی ادائیگی وصیت سے پہلے کی جائے گی[1196]۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہےکہ قرض کی ادائیگی وصیت سے پہلے کی جائے گی[1197]، علامہ ابن قدامہؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ قرض کی ادائیگی واجب ہے جب کہ وصیت تبرع اور احسان کا معاملہ ہے[1198]۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ قرض کسی کے موت سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ میت کے ترکہ سے اس کا ادا کرنا صرف واجب ہی نہیں بلکہ وصیت جیسے احسان کے معاملات پر اس کا مقدم کرنا بھی ضروری ہے۔ چونکہ دیت قرض ہی کے زمرہ میں داخل ہے لہذا اس کا حکم بھی یہی ہے۔

فقہاء مذاہب خمسہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ترکہ سے کفن دفن کے بعد قرض ادا کیا جائے گا اس کے بعد باقی مالی معاملات نمٹائے جائیں گے[1199]۔

مذکورہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ دیت قاتل کے اپنے مال واجب ہو لیکن اگر جانی نے زخم غلطی سے دی ہو اور دیت عاقلہ پر تین سال کے مقررہ وقت میں واجب ہو تو اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ عاقلہ میں سے جو شخص سال گزرنے سے پہلے وفات پاجائے تو اس سے دیت ساقط ہوجائے گی[1200]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا اس صورت میں مذاہب خمسہ کے اصول سے موافق ہے جب کہ عمدا زخم دینے کی وجہ سے دیت خود قاتل کے اپنے مال میں واجب ہو لیکن اگر یہ صورت حال جانی کی غلطی سے زخم دینے کی وجہ سے عاقلہ پر دیت کی ادائیگی کی صورت میں پیش آیا ہو تو اس حالت میں دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ کے اصول سے غیر موافق ہے۔

"337-Y. Value of daman.—(1) The value of daman may be determined by the Court keeping in view—

(a) The expenses incurred on the treatment of victim[1201];"

"دفعہ -Y-337- ضمان کی مالیت:

۱: ضمان کی مالیت عدالت کی طرف سے درج ذیل امور کو پیش نظر رکھ کر متعین کی جاسکتی ہے:

اے: مضروب کے علاج پر ہونے والے اخراجات۔"

(b) "Loss or disability caused in the functioning or power of any organ; and[1202]"

"بی: کسی عضو کی فعلیت یا قوت میں واقع ہونے والی کمی کا نقصان اور"

(c) "The compensation for the anguish suffered by the victim[1203]."

"سی: مضروب نے جو اذیت برداشت کی اس کا معاوضہ ۔"

1195 سنن ترمذی، کتاب الوصایا[۳۱]، باب: یبدأ بالدین قبل الوصیہ[٦]، حدیث ۲۱۲۲
1196 دار قطنی، علی بن عمر، السنن ۵: ۱۴۷، حدیث ۴۱۵۲، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت
1197 ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم ۲: ۲۲۸، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء
1198 المغنی ۱۰: ۳۲۴
1199 رد المحتار ٦: ۷۵۹، دسوقی ۴: ۴۵۷، مغنی المحتاج ۴: ۷، المغنی ٦: ۲۰۱، الجامع للشرائع ۲: ۹
1200 المبسوط ۲: ۳۵۲، المغنی ۸: ۳۹٦، حاشیۃ الدسوقی ۴: ۲۸۵، الخلاف ۹: ۲۷

1201 PPC: 367
1202 PPC: 367
1203 PPC: 367

یہ دفعات شریعت کے اصول سے موافق ہیں، تفصیل کے لیے دفعہ 337-F ملاحظہ فرمائیں۔

"(2) In case of non-payment of daman, it shall be recovered from the convict and until daman is paid in full to the extent of his liability, the convict may be kept in jail and dealt within the same manner as if sentenced to simple imprisonment or may be released on bial if he furnished security equal to the amount of daman to the satisfaction of the Court[1204]."

"۲: جب کوئی سزا یاب ذیلی دفعہ (۱) میں صراحت کردہ عرصہ کے اندر ضمان یا اس کا کوئی حصہ ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے تو سزا یاب کو جیل میں رکھا جاسکتا ہے اور جب سالم ضمان ادا نہ ہوجائے تو اس کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کیا جائے گا جیسا کہ اس کو قید محض کی سزا دی گئی ہو یا اسے ضمانت پر رہا کیا جا سکتا ہے اگر وہ عدالت کے اطمینان کے مطابق ضمان کی رقم کے برابر سکیورٹی یا شورٹی مہیا کردیتا ہے[1205]۔"

یہ دفعہ شریعت کے اصول سے موافق ہے، تفصیل کے لیے دفعہ 337-X(2) کے تحت ملاحظہ ہو۔

"337-Z. Disbursement of arsh or daman.—The arsh or daman shall be payable to the victim or, if the victim dies to his heirs according to their respective shares in inheritance[1206]."

"دفعہ -337-Z- ارش یا ضمان کی تقسیم:

ارش یا ضمان ضرر رسیدہ شخص کو، اور اگر ضرر رسیدہ مرجائے تو اس کے ورثاء کو وراثت میں ان کے اپنے اپنے حق کے مطابق واجب الادا ہوگا[1207]۔"

مذاہب خمسہ کی روشنی میں ارش یا ضمان کی تقسیم: اگر دیت، ارش یا ضمان اطراف یعنی کسی عضو کے بدلے ہو تو باتفاق اس کا مستحق خود مجنی علیہ ہے، چاہے وصول کرے یا معاف کرے۔

اگر دیت قتل کے بدلے واجب ہو تو میت کے باقی اموال کی طرح دیت بھی حصص وراثت کے تناسب سے تقسیم کی جائے گی، لہٰذا ہر مرد اور عورت کو اسی تناسب سے حصہ ملے گا جو میت کے باقی اموال میں سے ملتا ہے، اس لیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ[1208]" "اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے[1209]"

نبی کریمﷺ فرماتے ہیں: الْعَقْل مِيرَاثٌ بَيْنَ وَرَثَةِ الْقَتِيلِ عَلَى فَرَائِضِهِمْ[1210]" یعنی دیت مقتول کے وارثوں کے مابین مقررہ حصوں کے تناسب سے میراث ہے۔

علامہ ابن قدامہؒ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے کہ دیت مقتول کے ان عصبہ کے مابین تقسیم ہوگی جو اس کی طرف سے دیت کی ادائیگی برداشت کرتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یہی تھی لیکن جب ان کو نبی کریمﷺ کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپﷺ نے بیوی کو شوہر کی دیت میں سے حصہ دیا

[1204] PPC: 367

[1205] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٥

[1206] PPC: 367

[1207] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٦

[1208] سورۃ النساء ۴: ۹۲

[1209] اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد: ١٥٠

[1210] سنن نسائی، کتاب القسامۃ[۳۵]،ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء[۳۳]، حدیث ۴۸۰۱

تھا تو اس سے رجوع کرلیا، چنانچہ ضحاک کلابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "كتبَ إليّ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا أَشْيَم[1211]" کہ مجھے نبی کریمﷺ نے لکھا تھا کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر اشیم کی دیت میں سے بطور میراث حصہ دوں۔ امام ابوجعفر طوسی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے اور اس کو ترجیح دی ہے[1212]۔

دیت، ضمان اور ارش تمام ورثاء میں تقسیم ہونے پر تقریبا تمام ائمہ کا اتفاق ہے[1213]۔

اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کی دیت بیت المال میں جمع ہوگی، کیونکہ نبی کریمﷺ فرماتے ہیں: "أنا وارث من لا وارث له أعقل عنه وأرثه[1214]" یعنی میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہ ہو، میں اس کی دیت ادا کروں گا اور بطور میراث لوں گا بھی۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذاہبِ خمسہ کے اصول سے موافق ہے۔

فصلِ چہارم: اسقاطِ حمل کے احکام کا تقابلی مطالعہ(دفعہ: 338-338)

"338- Isqat-i-haml—Whoever, causes a woman with child whose organs have not been formed to miscarry; if such miscarriage is not caused in good faith for the purpose of saving the life of the woman, or providing necessary treatment to her, is said to cause Isqat-i-hmal.

Explnation.—A woman who causes herself to miscarry is within the meaning of this section[1215]."

"دفعہ 338- اسقاط حمل:

[1211] سنن ترمذی، کتاب الدیات[۱۳]، باب: المرأة هل ترث من دية زوجها[۱۹]، حدیث ۱۴۱۵

[1212] الخلاف ۷: ۲۱۶

[1213] المبسوط ۲۶: ۲۸۸، الذخیرہ ۱۲: ۳۰۸، المغنی ٦: ۳۸۸، المجموع ۱۸: ۳۳۷، الجامع للشرائع ۲: ۳۹۷

[1214] سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات[۲۱]، باب: الدية على العاقلة فان لم يكن العاقلة فعلى بيت المال[۷]، حدیث ۲٦۳۳، الجامع للشرائع ۲: ۳۹۵

[1215] PPC: 367

جو کوئی کسی حاملہ عورت کا حمل، جب کہ بطنِ مادر میں بچے کے اعضاء ابھی نہ بنے ہوں ساقط ہونے کا موجب بنے اگر ایسا اسقاط نیک نیتی سے اس عورت کی زندگی بچانے کے لیے یا اسے ضروری علاج مہیا کرنے کے لیے نہ ہو تو اس نے اسقاطِ حمل کا ارتکاب کیا ہے۔

وضاحت: جو عورت خود اپنا حمل ساقط ہونے کا موجب بنے وہ بھی اس دفعہ کے مفہوم میں اسقاط حمل کی مرتکب ہے[1216]۔"

حمل کے لغوی اور اصطلاحی معنی: حمل کے لغوی معنی اٹھانے اور بچے کا عورت کے پیٹ میں ہونے کے ہیں۔ حمل قرآن کریم میں اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [1217]" "اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل یعنی بچہ جننے تک ہے[1218]"۔ جب درخت اپنا میوہ نکال دے تو عرب کہتے ہیں: حملت الشجرة[1219]۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے عورت کے پیٹ میں بچے کی نشوونما کا مرحلہ وار ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا[1220] "پھر اسکو ایک مضبوط اور محفوظ جگہ میں نطفہ بناکر رکھا۔ پھر ہم نے نطفے کا لوتھڑا بنایا۔ پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی۔ پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت پوست چڑھایا[1221]۔"

اصطلاح میں حمل کا اطلاق عورت کے پیٹ میں بچے پر ہوتا ہے، چاہے اس کے اعضاء ابھی بنے ہوں یا نہیں[1222]۔ حمل کے لیے عربی میں ایک دوسرا لفظ جنین بھی استعمال کیا جاتا ہے، جنین کے لغوی معنی ہر اس چیز کے ہیں جو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو، مادرِ بطن میں موجود بچے کو بھی اس اعتبار سے جنین کہا جاتا ہے کہ وہ رحم مادر میں مستور ہوتا ہے[1223]۔

لغت کی رو سے اس میں کسی خاص وقت اور مرحلے کا اعتبار نہیں ہے البتہ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ حقیقی استعمال میں رحم مادر میں موجود بچے پر جنین کا اطلاق بوٹی کے مرحلہ سے بعد ہوتا ہے یعنی جب اس میں انسانی بناوٹ کا وجود آجائے، اس سے پہلے بچہ کو جنین کہنا مجاز کے قبیل سے ہے[1224]۔

خلاصہ یہ ہوا کہ لغوی اعتبار سے حمل اور جنین دونوں کا اطلاق مادرِ بطن میں موجود بچے پر ہوتا ہے، البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک حقیقی استعمال کے اعتبار سے مادرِ بطن میں موجود بچے پر جنین کا اطلاق انسانی بناوٹ آنے کے بعد ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کا حمل کے اس بچے کے ساتھ خاص کرنا جس کے بطنِ مادر میں اعضاء نہیں بنے ہوں، محض ایک اصطلاح کے طور پر ہے، "وَلامشاحةَ فِي الاِصطِلاح" اور اصطلاح میں کوئی نزاع نہیں ہوتا۔

1216 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٦
1217 سورۃ الطلاق٦٥ : ٣
1218 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد: ٩٤٣
1219 تاج العروس ٢٨: ٣٣١
1220 سورۃ المؤمنون ٢٣: ١٣ / ١٤
1221 اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد: ٥٤٤
1222 رد المحتار ٢: ٦٠٣، حاشیۃ الدسوقی ٣: ٣٤٣، حاشیۃ الجمل ٣: ٣٣٦، اسنی المطالب ٣: ٣٨٤
1223 تاج العروس ٣٣: ٣٦٦
1224 الام ٥: ١٣٣

اسقاطِ حمل مذاہبِ خمسہ کی روشنی میں۔ اسقاط حمل کو فقہاء اجہاض سے تعبیر کرتے ہیں، اجہاض کے لغوی معنی جلدی کرنے اور حمل کو ناقص بناوٹ یا کم مدت میں گرانے کے ہیں[1225]، فقہاء بھی اجہاض کو اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں[1226]۔
فقہاء کے نزدیک اجہاض کا اطلاق بطن مادر میں موجود بچے میں نفخ روح سے پہلے اور نفخ روح کے بعد دونوں پر ہوتا ہے، البتہ یہاں زیر بحث دفعہ کےمطابق بچے میں نفخِ روح سے پہلے کے اسقاط پر بحث کی جاتی ہے کیونکہ زیرِ بحث دفعہ میں اسقاطِ حمل سے مراد یہی ہے:
نفخ روح سے پہلے اجہاض کے بارے میں فقہاءِ مذاہب اربعہ بلکہ ہر مذہب کے فقہاء نے مختلف اقوال اختیار کیے ہیں، چنانچہ بعض فقہاء کے نزدیک عذر کی وجہ سے اور بلا عذر دونوں کے اسقاطِ حمل جائز ہے، علامہ ابن عابدین شامیؒ نے بعض فقہاء کی یہی رائے نقل کی ہے، مالکیہ میں سے امام لخمیؒ[1227] اور شافعیہ میں سے امام مروزیؒ حمل پر چالیس دن کی تکمیل سے پہلے اسقاط کے جواز کے قائل ہیں، امام رملیؒ فرماتے ہیں کہ اگر نطفہ زنا کا ہو تو نفخِ روح سے پہلے اسقاط کے جواز کی شکل بن سکتی ہے[1228]۔
حمل کے ابتدائی مراحل میں مطلق اباحت فقہاءِ حنابلہ کا قول بھی ہے چنانچہ ان نزدیک نطفہ کے لوتھڑا بننے سے پہلے عورت کا اس کے اسقاط کے لیے کسی بھی قسم کی میڈیسن کا استعمال کرنا جائز ہے[1229]۔

بعض فقہاء عذر کی وجہ سے اسقاطِ حمل کے جواز کے قائل ہیں، اصل مذہبِ حنفی یہی ہے چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ نے بلا عذر اسقاطِ حمل کی کراہت نقل کی ہے۔ خطیب شربینیؒ نقل کرتے ہیں کہ اگر عورت کو کسی ایسی دوائی لینے کی ضرورت پڑگئی جس پر اسقاطِ حمل منتج ہو تو مناسب یہی ہے کہ اس پر (ایسی دوائی لینے کی وجہ سے) کوئی ضمان نہیں آئے گا[1230]۔

بعض فقہاء عذر اور بلاعذر دونوں صورتوں میں اسقاط حمل کی کراہت کے قائل ہیں، چنانچہ ابن عابدینؒ علی بن موسیٰ[1231] سے نقل کرتے ہیں کہ نفخ روح کی مدت گزرنے سے پہلے بھی اسقاط حمل مکروہ ہے، کیونکہ مادہ منویہ جب بچہ دانی میں پڑ جائے تو اس کا مآل اور نتیجہ زندگی ہوتی ہے لہذا اس کے لیے بھی زندہ کا حکم حاصل ہوگا[1232]۔
نطفہ پر چالیس دن کی تکمیل سے پہلے بعض فقہاء مالکیہ کی رائے بھی یہی ہے اور

[1225] تاج العروس ۱۸: ۲۷۹

[1226] البحر الرائق ۸: ۳۸۹، حاشیۃ البجیرمی ۲: ۲۵۰

[1227] علی بن محمد [... - ۴۷۸ھ= ... - ۱۰۸۵ء] ربعی، ابو الحسن، لخمی سے مشہور ہیں۔ مالکی فقیہ ہیں۔ حدیث اور ادب پر دسترس حاصل تھی۔ اصل میں قیروان سے تھے۔ سفاقس میں وفات پائی۔ ان کی سب سے بہترین کتاب "التبصرہ" کے نام سے المدونہ پر تعلیق ہے۔
[ابن فرحون، ابراہیم بن علی، الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذہب۲: ۱۰۴، دار التراث قاہرہ، الاعلام۴: ۳۲۸]

[1228] فتح القدیر ۲: ۴۹۵، رد المحتار ۲: ۳۸۰، حاشیۃ الرہونی علی شرح الزرقانی ۳: ۲۶۴، تحفۃ الحبیب ۳: ۳۰۳، حاشیۃ الشروانی ٦: ۲۴۸، نہایۃ المحتاج ۸: ۴۱٦

[1229] الانصاف ۱: ۳۸٦، کشاف القناع ٦: ۵۴

[1230] رد المحتار ۲: ۳۸۰، الاقناع ۴: ۱۲۹

[1231] علی بن موسی بن یزداد [... - ۳۰۵ھ = ... - ۹۱۷ء]، قمی، اپنے دور میں ا حناف کے امام تھے۔ اصحاب شوافع پر ردود کی ہیں۔ "احکام القرآن" نامی کتاب لکھی ہے۔ [الجواہر المضیہ ۱: ۳۸۰، الاعلام ۵: ۲٦]

[1232] رد المحتار ۲: ۳۸۰

علامہ رملی نے نفخ روح سے پہلے اسقاط حمل کو خلاف اولی کہا ہے اور نفخِ روح سے قریبی وقت میں اسقاط حمل کی حرمت کو قوی کہا ہے[1233]۔

بعض فقہاء عذر اور بلاعذر دونوں صورتوں میں حرمت کے قائل ہیں، فقہاء مالکیہ میں سے علامہ دسوقیؒ نے اسے معتمد کہا ہے[1234]۔ علامہ ابن رشدؒ نقل کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ نطفہ اور لوتھڑا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ بچے کا ہے اور عورت اسے ساقط کردے تو یہ جرم ہے اور اس میں غرہ واجب ہے[1235]۔ فقہاء شافعیہ کے نزدیک بھی حرمت راجح ہے کیونکہ حمل ٹھہرنے کے بعد اس کا مآل اور نتیجہ ایسی انسانی بناوٹ ہے جس میں روح پھونکی جائے گی[1236]۔ فقہاء حنابلہ بھی اسی کے قائل ہیں چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ نے نطفہ کے مرحلے کے بعد اسے ساقط کرنے کی صورت میں غرہ کے وجوب کا قول اختیار کیا ہے[1237]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک حمل کا کوئی مرحلہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے لیے سزا مقرر نہ ہو، ان کے نزدیک جنین کی دیت پانچ مرحلوں میں تقسیم ہے: نطفہ میں بیس دینار، علقہ یعنی جب نطفہ جامد خون بن جائے تو اس میں چالیس دینار، مضغہ یعنی بوٹی میں ساٹھ دینار، جب اس میں ہڈی جڑ جائے تو اس میں اسی دینار اور جب حمل جنین بن جائے یعنی انسانی شکل میں اس کی بناوٹ مکمل ہوجائے لیکن ابھی تک اس میں روح نہیں پھونکی گئی ہو تو اس میں ۱۰۰ دینار، اور جب اس میں روح پھونک دی جائے تو بچے کی دیت ۱۰۰۰ دینار جب کہ بچی کی دیت ۵۰۰ دینار واجب ہوں گے۔ مذکورہ مراحل میں سے ہرایک مرحلہ کے لیے چالیس دن مقرر ہیں، البتہ روح پھونک جانے تک ٦ مہینے مکمل ہوچکے ہوتے ہیں، ایک روایت پانچ مہینوں کی بھی منقول ہے۔
اگر عورت نے بذات خود کوئی دوا پی لی جس کی وجہ سے حمل ساقط ہوگیا تو اس صورت میں دیت ورثاء کو ملے گی اور عورت کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا[1238]۔

تجزیہ: خلاصہ یہ ہوا کہ اسقاطِ حمل کی صورت میں فقہاء مذاہب اربعہ بلکہ ایک ہی فقہ کے فقہاء سے مطلق اباحت، عذر کی صورت میں اباحت، کراہت اور حرمت کے اقوال منقول ہیں۔ اس کے مقابلے میں فقہاء جعفریہ کے نزدیک حمل کا کوئی ایسا مرحلہ نہیں ہے جس کے لیے دیت مقرر نہ ہو۔
راقم کی نظر میں ضرورت کی صورت میں اسقاط حمل کا جواز اور عدمِ ضرورت کی صورت میں اس کی کراہت کا قول راجح ہے، لہذا ضرورت کی صورت میں حمل ساقط کرنے پر اسقاطِ حمل کا عدم اطلاق اور عدم ضرورت کی صورت میں اس کا اطلاق کیا جائے گا جیسا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ ہذا نےیہی حکم لگایا ہے۔

"338-A. Punishment for isqat-i-haml.—Whoever, causes isqat-i-haml shall be liable to punishment as ta,zir—

(a) With imprisonment of either description for a term which may extend to three years, if isqati-haml is caused without the consent of the woman:

[1233] حاشیۃ الدسوقی ۲: ۲٦٦، نہایۃ المحتاج ۸: ۴۱٦
[1234] حاشیۃ الدسوقی ۲: ۲٦٦
[1235] بدایۃ المجتہد ۲: ۳۵۳
[1236] تحفۃ الحبیب ۳: ۳۰۳، حاشیۃ الشروانی ٦: ۲۴۸، نہایۃ المحتاج ۸: ۴۱٦
[1237] الانصاف ۱: ۳۸٦، المغنی ۷: ۸۱٦
[1238] الخلاف ۹: ۳۹، الجامع للشرائع ۳: ۴۷

(b) with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years, if isqat-haml is caused without the consent of the woman:

Provided that, if as a result of isqat-i-hmal any hurt is caused to the woman or she dies, the convict shall also be liable to the punishment provided for such hurt or death, as the case may be[1239]."

"دفعہ -338-A- اسقاط حمل کی سزا:

جو کوئی اسقاط حمل کا مرتکب ہو اسے تعزیر کے طور پر سزا دی جائے گی:

اے: دونوں میں سے کسی ایک قسم کی قید جو تین سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے۔ اگر اسقاط حمل حاملہ عورت کی رضامندی سے ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ اگر اسقاط حمل کے نتیجے میں عورت کو کوئی زخم پہنچے یا وہ ہلاک ہوجائے تو مجرم ایسے زخم یا ہلاک جیسی بھی صورت ہو کے لیے مقرر سزا کا مستحق ہوگا[1240]۔"

اسقاط حمل کی سزا: دفعہ 338 کے تحت دی گئی تفصیل سے معلوم ہوا کہ بلاکسی ضرورت کے اسقاط حمل جائز نہیں ہے لیکن چونکہ شریعت نے مجموعہ تعزیرات پاکستان کے مصطلح اسقاط حمل کے لیے کوئی سزا مقرر نہیں کی ہے، لہذا عدالت جرم اور مجرم کے کوائف کا جائزہ لیتے ہوئے اس میں تعزیری سزا دینے کا مجاز ہوگا۔

اگر اسقاط حمل کے نتیجے میں عورت کو کوئی زخم پہنچے یا وہ ہلاک ہوجائے تو مجرم کو زخم یا ہلاکت کے لیے مقرر سزا کا مستحق ٹھہرانا شریعت کے اصول کے عین موافق ہے جس کی تفصیل متعلقہ دفعات کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔

دفعہ 338 کے تحت دی گئی تفصیل کے مطابق تعزیری سزا کے علاوہ عدالت مجرم پر فقہِ جعفری کی تصریحات کے مطابق کوئی دیت مقرر کردے تو یہ ایک بہتر صورت ہوسکتی ہے۔

"338-B. Isqat-i-Jini. – Whoever causes a woman with child some of whose limbs or organs have been formed to miscarry, if such miscarriage in not caused in good faith for the purpose of saving the life of the woman, is said to cause isqat—janin.

Explanation.—A woman who causes herself to miscarry is within the meaning of this section[1241]."

"دفعہ -338-B- اسقاط جنین:

جو کوئی کسی حاملہ عورت کا حمل جب کہ بطنِ مادر سے بچے کے کچھ اعضاء یا حصے بن چکے ہوں، ساقط ہونے کا موجب بنے، اگر ایسا اسقاط نیک نیتی سے اس عورت کی زندگی بچانے کے لیے نہ ہو تو اسے اسقاط جنین کہتے ہیں[1242]۔"

جنین کے لغوی اور اصطلاحی معنی: جنین کے لغوی معنی ہر اس چیز کے ہیں جو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو، مادرِ بطن میں موجود بچے کو بھی اس اعتبار سے جنین کہا جاتا ہے کہ وہ رحمِ مادر میں مستور ہوتا ہے[1243]۔

لغت کی رو سے اس میں کسی خاص وقت اور مرحلے کا اعتبار نہیں ہے، البتہ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ حقیقی استعمال میں رحم مادر میں موجود بچے پر جنین کا اطلاق تب

[1239] PPC: 367

[1240] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٦

[1241] PPC: 368

[1242] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٤

[1243] تاج العروس ٣٣: ٣٦٦

ہوتا ہے جب وہ مضغہ یعنی بوٹی کے مرحلہ سے گزر جاتا ہے یعنی جب اس میں انسانی بناوٹ کا وجود آجائے، اس سے پہلے بچہ کو جنین کہنا مجاز کے قبیل سے ہے[1244]۔

اسقاط جنین: رحم مادر میں موجود نطفہ میں چار مہینے بعد روح پھونکی جاتی ہے، چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: إن أحدكم يجمع في بطن أمه أربعين يوما ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون مضغة مثل ذلك ثم يبعث الله ملكا فيؤمر بأربع كلمات ويقال له اكتب عمله ورزقه وأجله وشقي أم سعيد ثم ينفخ فيه الروح[1245]"

"تمہاری تخلیق کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک کی جاتی ہے (نطفہ کی صورت میں)، اتنے ہی دنوں تک وہ پھر یک بستہ خون کی صورت اختیار کیے رہتا ہے اور پھر وہ اتنے ہی دنوں تک ایک مضغہ (گوشت) رہتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیتا ہے۔ اسے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، اس کا رزق، اسکی مدت حیات اور یہ کہ شقی ہے یا سعید لکھ لے۔ اب اس نطفہ میں روح ڈالی جاتی ہے۔"

سیدناعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نطفہ پر چار مہینے گزر جائیں تو اس کی طرف ایک فرشتہ بھیج دیا جاتا ہے جو اس میں تین پردوں کے اندر سے روح پھینک دیتا ہے[1246]۔

رحم مادر میں موجود بچے میں روح پھونکے جانے کے بعد تمام فقہاء اجماعی طور پر اسقاط جنین کی حرمت پر متفق ہیں اور فرمایا ہے کہ یہ بلاکسی اختلاف کے بچے کا قتل ہے[1247]۔

فقہاء نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ اگر بچے کے پیٹ میں رہنے سے ماں کی زندگی کو خطرہ ہو تب بھی اسقاطِ جنین حرام ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر جنین زندہ ہو اور اس کی بقاء میں ماں کی زندگی کو خطرہ ہو تو اسے کاٹنا جائز نہیں ہے، اسلیے کہ اس کے رہنے میں ماں کی موت یقینی نہیں ہے لہذا غیر یقینی امر کی وجہ سے انسان کا قتل جائز نہیں ہے[1248]۔

تجزیہ: مذکورہ بحث سے ظاہر ہوا کہ اسقاط جنین کا اطلاق ہر صورت میں ہوگا، فقہاء کے نزدیک اس میں نیک نیتی اور بدنیتی کا وہ فرق معتبر نہیں ہے جو کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان نے کیا ہے۔

البتہ علامہ ابن عابدینؒ کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر پیٹ میں جنین کی بقاء کی صورت میں ماں کی موت بلا شک وشبہ کے سو فیصد یقینی ہو جو کہ موجود دور میں جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے معلوم کیا جاسکتا ہے، تو یہ صورت اسقاطِ جنین کے اطلاق سے مستثنی ہوگا۔

"**338-C. Punishment for 'Isqat-i-janin**' -- Whoever, causes isqat-i-janin shall be liable to--

(a) One twentieth of the diyat if the child is born dead[1249];"

"دفعہ -338-B- اسقاط جنین کی سزا:

جو کوئی اسقاط جنین کا مرتکب وہ درج ذیل سزا کا مستوجب ہوگا۔

1244 الام ۵: ۱۳۳

1245 صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق [٦٣]، باب: ذکر الملائکۃ[٦]، حدیث ٣٠٣٦

1246 تفسیر ابن کثیر ۵: ٣٦٤

1247 حاشیۃ الدسوقی ٢: ٢٦٤، حاشیۃ الرھونی علی شرح الزرقانی ٣: ٢٦٣، البحر الرائق ٨: ٢٣٣، رد المحتار ١: ٦٠٢، نہایۃ المحتاج ٨: ٣١٦، الانصاف ١: ١٤٦، المغنی ٧: ٨١٥، من لایحضرہ الفقیہ ٣: ٦٠

1248 رد المحتار ١: ٦٠٢، البحر الرائق ٨: ٢٣٣، المجموع ٥: ٣٠١

1249 PPC: 368

ہے۔ اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو دیت کا بیسواں حصہ[1250]۔

اسقاط جنین کی سزا: اس پر مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ اسقاط جنین کی صورت میں اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو دیت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ ، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى بِحَجَرٍ قَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا ، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ ، وَقَضَى دِيَةَ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا[1251]"

"فرماتے ہیں کہ بنی ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں اور ایک نے دوسری پر پتھر دے مارا جس سے وہ عورت اپنے پیٹ کے بچے (جنین) سمیت مرگئی۔ پھر (مقتولہ کے رشتہ دار) مقدمہ رسول اللہﷺ کے دربار میں لے گئے۔ آنحضورﷺ نے فیصلہ کیا کہ پیٹ کے بچے کا خون بہا ایک غلام یا کنیز دینی ہوگی اور عورت کے خون بہا کو قاتل عورت کے عاقلہ کے ذمہ واجب قرار دیا۔"

غرہ کے لغوی معنی قیمتی اور نفیس چیز کے ہیں[1252]، غلام اور لونڈی کو اس وجہ سے غرہ کہا گیا کہ ان کا شمار قیمتی اموال میں ہوتا ہے۔ باجماع فقہاء غرہ دیت کے بیسویں حصے کے برابر ہے[1253]۔

اسقاط جنین کی صورت میں لڑکے اور لڑکی کی دیت میں کوئی فرق نہیں ہے، اسلیے کہ مذاہب اربعہ کے فقہاء نے لڑکے کی صورت میں کسی مرد کی کامل دیت کا بیسواں حصہ جب کہ لڑکی کی صورت میں کسی عورت کی کامل دیت کا دسواں حصہ مقرر کیا ہے، چونکہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی بنسبت آدھی ہوتی ہے، اسلیے بیسویں اور دسویں حصے کی مقدار ایک جیسی بن جاتی ہے۔

اسی طرح اسقاط جنین کے نتیجے میں دیت کا بیسواں حصہ عمد اور خطا دونوں صورتوں میں واجب ہوجاتا ہے، البتہ حالت عمد میں دیت مغلظہ جب کہ خطا میں دیت مخففہ واجب ہوگی اور حالت عمد میں دیت مجرم کے مال میں فوری طور پر واجب ہوگی اور عاقلہ اس سے مبرأ ہوں گے جب کہ حالت خطا اور شبہ عمد میں عاقلہ اس کا تحمل کریں گے۔ فقہاء مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ حالت خطا میں بھی دیت مجرم کے اپنے مال میں واجب ہوگی الا یہ کہ جنین کی دیت مجرم کی ایک تہائی دیت سے بڑھ جائے تو اس صورت میں دیت عاقلہ پر واجب ہوگی[1254]۔

فقہاء جعفریہ کے نزدیک جنین کے لیے ۱۰۰ دینار مقرر ہیں جو کہ دیت کا دسواں حصہ ہے[1255]، انہوں نے عمد اور خطا کے مابین کسی فرق کی تصریح نہیں کی ہے۔

تجزیہ: زیر دفعہ اسقاط حمل کے نتیجے میں دیت کا بیسواں حصہ مقرر کرنے کی رو سے مذاہب اربعہ سے موافق جب کہ فقہ جعفری سے غیر موافق ہے۔ اس کے مقابلے میں عمد اور خطا کے کسی فرق کو ملحوظ نہ رکھنے کے اعتبار سے فقہ جعفری سے موافق جب کہ مذاہب اربعہ سے غیر موافق ہے۔

1250 فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦٧

1251 صحیح بخاری، کتاب الدیات[٨٧]، باب جنين المرأة وان العقل على الوالد عصبة الوالد لا على الولد[٢٦]، حدیث ٦٩١٠

1252 تاج العروس ١٣: ٢٢١

1253 رد المحتار ٥: ٣٧٧، بدایۃ المجتہد ٢: ٤٠٧، اسنی المطالب ٤: ٨٩، المغنی ٩: ٥٥٧، منتہی الارادات ٢: ٤٣١

1254 رد المحتار٥: ٣٧٧، حاشیۃ الدسوقی ٤: ٣٦٨، مواہب الجلیل ٦: ٢٥٧، نہایۃ المحتاج ٧: ٣٦٣، المغنی ٧: ٨٠٦

1255 الخلاف ٩: ٥٣

(b) Full diyat if the child is born alive but dies as a result of any act of the offender; and[1256]"

"بی: اگر بچہ زندہ پیدا ہو لیکن مجرم کے کسی فعل کے نتیجے میں مرجائے تو پوری دیت یا"

اگر بچہ زندہ پیدا ہوجائے: اگر بچہ زندہ پیدا ہو لیکن مجرم کے کسی فعل کے نتیجے میں مرجائے تو بعض فقہاء مالکیہ کے نزدیک فعلِ عمد کی صورت میں مجرم سے قصاص لیا جائے گا، جب کہ دوسرے فقہاء کے نزدیک کامل دیت واجب ہوگی، فعل خطا اور شبہ عمد کی صورت میں بالاتفاق دیت واجب ہوگی۔

فعل عمد اور خطا کی دیت کے مابین فرق یہ ہے کہ فعل عمد کی صورت میں دیت مغلظہ اور مجرم کے مال میں فوری طور پر واجب ہوتی ہے، جب کہ خطا کی صورت میں دیت مخفف اور عاقلہ پر تین سال میں قسط وار واجب ہوگی۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ لڑکے کی دیت مرد کی دیت جب کہ لڑکی کی دیت عورت کی دیت جو کہ مرد کی بنسبت آدھی ہوتی ہے، کی برابر ہوگی[1257]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا وجوبِ دیت کاملہ کے اعتبار سے مذاہب خمسہ سے موافق جب کہ فعل عمد اور خطا کا فرق ملحوظ نہ رکھنے کے اعتبار مذاہبِ اربعہ سے مخالف اور فقہ جعفری سے موافق ہے۔

(c) "Imprisonment of either description for a term which may extend to seven years as ta,zir.

Provided further that if, as a result of isqat-i-janin, any hurt is caused to the woman or she dies, the offender shall also be liable to the punishment provided for such hurt or death, as the case may be[1258]."

"سی: اگر بچہ زندہ پیدا ہو لیکن مجرم کے کسی فعل کے نتیجے میں مرنے کے علاوہ کسی اور طرح مرجائے تو دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزا بطور تعزیر جو سات سال تک توسیع پذیر ہوسکتی ہے[1259]۔"

شرط یہ ہے کہ اگر عورت کے رحم میں ایک سے زائد بچے ہوں تو مجرم ہر بچے کے لیے الگ الگ دیت یا تعزیر جیسی بھی صورت ہو، کا مستوجب ہوگا۔ مزید شرط یہ ہے کہ اگر اسقاط جنین کے نتیجے میں عورت کو کوئی زخم لگے یا وہ مرجائے تو مجرم اس زخم یا موت کے لیے مقرر سزا کا مستوجب ہوگا۔"

اگر بچہ کسی اور فعل سے مرجائے: اگر بچہ زندہ پیدا ہو اور پھر مجرم کے کسی جرم کے علاوہ کسی اور طرح سے مرجائے جیسا کہ کوئی دوسرا اسے قتل کردے یا ماں اسے دودھ دینے سے بازرہے یہاں تک کہ وہ مرجائے تو اس صورت میں مجرم پر تعزیری سزا آئے گی جسے عدالت جرم اور مجرم کے کوائف کو ملحوظ رکھتے ہوئے مقرر کرے گا۔

جس دوسرے شخص نے زندہ بچے کو قتل کیا ہے اسے قصاص کی سزا دی جائے گی یا صلح وعفو کی صورت میں دیت کاملہ کا مستوجب ہوگا۔

اگر جنین ایک سے زیادہ ہوں تو مجرم ہر جنین کا علیحدہ طور پر جرم کے مطابق دیت یا تعزیر کا مستوجب ہوگا۔

[1256] PPC: 368

[1257] التشریع الجنائی الاسلامی ۲: ۳۰۱، الخلاف ۹: ۵۹

[1258] PPC: 368

[1259] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ١٦٤

اگر مجرم کے جرم کی وجہ سے ماں بھی مر جائے تو مجرم پر ماں کی دیت الگ سے واجب ہوگی اور یہ جنین کی دیت میں مدغم نہ ہوگی[1260]۔
تجزیہ: زیر دفعہ شریعت کے اصول سے موافق ہے۔
تنبیہ: اسقاط جنین کے بارے میں ایک صورت یہ ہے کہ مجرم کے فعل کی وجہ سے اسقاط جنین نہ ہوجائے یا اسقاط جنین سے پہلے ماں فوت ہوجائے یا ماں کے فوت ہونے کے بعد اسقاط جنین ہوجائے تو اس صورت میں مجرم کو تعزیری سزا ہی دی جائے گی جب تک یقینی دلائل سامنے نہ آجائیں کہ اسقاط جنین مجرم کے فعل کے نتیجے میں ہوا ہے[1261]۔

"338-D. confirmation of sentence of death by way of qisas or ta,zir etc—A sentence of death awarded by way of qisas or ta,zir, or a sentence of qisas awarded for causing hurt, shall not be executed, unless it is confirmed by the High Court[1262]."

"دفعہ -338-D- سزائے موت بطریق قصاص یا تعزیر وغیرہ کی توثیق:
قصاص یا تعزیر کے طریقہ پر دی گئی موت کی سزا اس وقت تک نافذ نہیں کی جائے گی جب تک اس کی توثیق عدالت عالیہ کی طرف سے نہ ہوجائے[1263]۔"
چونکہ زیر دفعہ کا تعلق عدالت کے طریقہ کار سے ہے لہذا اس کی شرعی جائزہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

"338-E. Waiver of compounding of offences.—(1) Subject to the provisions of this chapter and xxx section 345 of the code of Criminal Procedure, 1898 (V of 1898), all offences under this chapter may be waived or compounded and the provisions of Sections 309 and 310 shall, mutatis mutandis, apply to the waiver or compounding of such offences:
Provided that, where an offence has been waived or compounded, the Court may, in its discretion having regard to the facts and circumstances of the case, acquit or award ta,zir to the offender according to the nature of the offence[1264]."

"دفعہ -338-E- جرائم میں دست کشی یا صلح:
اس باب کے احکام کے تابع میں اور دفعہ 345ضابطہ فوجداری،1898 ء میں کسی امر کے شامل ہونے کے باوجود اس باب میں تمام جرائم میں دست کشی دی جاسکتی ہے یا ان میں صلح کی جاسکتی ہے اور309 اور 310دفعات کے احکام جہاں تک ان کا اطلاق ممکن ہو ایسے جرائم میں دست کشی یا صلح پر اطلاق پذیر ہوں گے۔
مگر شرط یہ ہے کہ جب جرم معاف کردیا گیا ہو یا راضی نامہ ہوگیا ہو تو عدالت اپنی صوابدید پر مقدمہ کے حالات وواقعات کو مدنظر رکھ کر، جرم کی نوعیت کے مطابق مجرم کو بری کردے گی یا تعزیر کا حکم دے سکے گی[1265]۔"
مضروب کے معاف کرنے کے باوجود تعزیری سزا دینا: مضروب کا جانی کو معاف کرنے کے باوجود حکومت کا اسے تعزیری سزا دینا مالکیہ کے نزدیک جائز معلوم ہوتا ہے،

[1260] التشریع الجنائی الاسلامی ۲: ۳۰۱، الخلاف ۹: ۵۳
[1261] التشریع الجنائی الاسلامی ۲: ۳۰۱
[1262] PPC: 368
[1263] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦٤
[1264] PPC: 368
[1265] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۸

چنانچہ امام مالکؒ کے نزدیک قتلِ عمد کی صورت میں عفو کے بعد بھی قاتل کو سوکوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال قید میں رکھا جائے گا، اہل مدینہ کی رائے بھی یہی ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے، اس کے مقابلے میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی رائے یہ ہے کہ مجرم پر جو حق واجب تھا اسے حقدار نے معاف کردیا لہذااس پر دوسری سزا واجب نہ ہوگی، البتہ امام ابوثورؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجرم فساد اور شر سے مشہور ہو تو امام اپنی رائے کے مطابق اسے تعزیری سزا دے سکتا ہے، امام ماوردیؒ فرماتے ہیں کہ حکومت کے لیے جائز ہے کہ عفو کے باوجود مجرم کو تعزیری سزا دیدے، اس لیے کہ مجرم کی تادیب وتہذیب مصلحتِ عامہ کے حقوق میں سے ہے[1266]۔

فقہاء جعفریہ نے بھی عفو اور صلح کی بعض صورتوں میں مجرم کو تعزیری سزا دینے کی تصریح کی ہے[1267]۔

تجزیہ: دفعہ ہذا مذہب شافعی اور حنبلی سے غیر موافق جب کہ مذاہب ثلاثہ کے اصول سے موافق ہے۔

"(2) All questions relating to waiver or compounding of an offence or awarding of punishment under Section 310, whether before or after the passing of any sentence, shall be determined by trail Court:

Provided that where the sentence of qisas or any other sentence is waived or compounded during the pendency of an appeal, such questions may be determined by the Appellate Court[1268]."

"۲: جرمانے کے متعلق تمام معاملات جو دستبرداری یا راضی نامہ یا دفعہ 310کے تحت سزا دینے کے بارے میں ہوں بجز اس کے کہ سزا کے حکم سے پہلے یا بعد ہو، عدالت ابتدائی فیصلہ کرے گی[1269]۔"

چونکہ اس کا تعلق عدالتی کارروائی سے ہے لہذا اس کا شرعی جائزہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

خلاصہ بحث، نتائج بحث اور تجاویز وسفارشات

[1266] بدایۃ المجتہد۲: ۳۰۳، المغنی ۸: ۳۵۵، تبصرۃ الحکام ۵: ۲٦٤، الاحکام السلطانیہ ۱: ۳۸۱

[1267] من لایحضرہ الفقیہ ۳:۵٦ /۹۱، الاستبصار ۳: ۳۸٦، الخلاف۸: ۲۹۰

[1268] PPC: 369

[1269] فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان: ۱٦۸

خلاصہ بحث(Summary of the Research)

زیر نظر مقالہ برائے پی ایچ- ڈی علومِ اسلامیہ، بعنوان " مجموعہ تعزیرات پاکستان کے فوجداری قوانین کا اسلامی فقہ جنائی کے ساتھ تقابلی مطالعہ اور جائزہ" چار ابواب پر مشتمل ہے، یہاں پر بالترتیب تمام ابواب اور فصول کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔
مقالے کے بابِ اول میں مجموعہ تعزیرات پاکستان اور فقہی مذاہب خمسہ کا بعنوان "مجموعہ تعزیرات پاکستان اور فقہ مذاہب اربعہ وفقہ جعفری کا تعارفی جائزہ" تعارف پیش کیا گیا ہے۔ یہ باب چار فصول پر مشتمل ہے:
فصلِ اول میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کے تعارف، فوجداری قوانین کے مفہوم اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی اہم رپورٹس کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔
فصلِ دوم میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کے ۲۳ ابواب کے عناوین اور ان کے اہم دفعات کو مع ضمنی مباحث اور نفاذِ حدود آرڈیننس کے، مختصرًا ذکر کیا گیا ہے۔
فصلِ سوم میں فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی، فقہ کے موضوع، غرض وغایت، شرافت اور مسائل، جنایت کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم، جن اشیاء پر جنایات کا اطلاق ہوتا ہے، جنایت کی اقسام، جریمہ کے لغوی واصطلاحی معنی، اس کی اقسام اور جنایت اور جریمہ کے آپس میں تعلق پر بحث کی گئی ہے۔
فصلِ چہارم میں فقہ مذاہب اربعہ اور فقہ جعفری کا تعارفی جائزہ پیش کیا گیا ہے، اور ہر فقہ کی اہم شخصیات اور ان کی اہم اور مستند کتابوں کا تعارف دیا گیا ہے۔
مقالے کا بابِ دوم بعنوان "قتل، صلح، عفو اور دیت کے احکام" چار فصول پر مشتمل ہے:

فصلِ اول دفعہ 300-308 میں قتلِ عمد کی تعریف، سزا، تعزیری سزا، سزائے قید، اکراہ تام واکراہ ناقص، قتل عمد کا ثبوت، قتل عمد میں ولی اور غیر مستوجب قصاص قتلِ عمد کا مذاہب خمسہ کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔
فصلِ دوم دفعہ 309-314میں عفو قصاص، صلح قصاص، عفو یا مصالحت کے باوجود تعزیری سزا دینا، عفو اور قصاص کے باوجود قاتل کا قتل عمد، قتل عمد میں حق قصاص، قتل عمد میں قصاص کا نفاذ اور حاملہ عورت پر قصاص کے نفاذ کا مع ضمنی مباحث کے مذاہب خمسہ کی روشنی میں تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔
فصلِ سوم دفعہ 315-322میں قتل شبہ عمد کی تعریف، سزا، قاتل کی وراثت سے محرومی، قتل خطا، قتل خطا کی سزا، ڈرائیونگ کے ذریعے قتل خطا اور قتل بالسبب سے مع ضمنی مباحث کے بحث کی گئی ہے۔
فصلِ چہارم دفعہ 323-331 میں دیت، اقدامِ قتل عمد، اقدامِ خودکشی، ٹھگ، ٹھگ کی سزا اور دیت کی تقسیم اور ادائیگی کا مذاہب خمسہ کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔
مقالے کا بابِ سوم بعنوان "شجہ اور جرح کے احکام" میں مندرجہ ذیل فصل وار مباحث بیان ہوئے ہیں:
فصلِ اول دفعہ 300-308میں زخم، اتلاف عضو اور اتلاف عضو کی سزا سے کچھ ضمنی مباحث کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔
فصلِ دوم دفعہ 335-336میں اتلاف صلاحیت عضو اور اتلاف صلاحیت عضو کی سزا اور مذاہب خمسہ کی روشنی میں انسانی صلاحیتوں کی تفصیل دی گئی ہے۔
فصلِ سوم دفعہ 337-337Aمیں شجہ، شجہ کی اقسام، شجہ کی سزا، شجہ خفیفہ کی سزا، موضحہ کی سزا، ہاشمہ کی سزا، منقلہ کی سزا، اور شجہ آمہ کی سزا کا مذاہب خمسہ کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔
فصلِ چہارم دفعہ 337B-337Fمیں جرح، جرح کی اقسام، جائفہ اور اس کی سزا، غیر جائفہ، غیر جائفہ کی سزا اور اقسام کا کچھ ضمنی مباحث کے ساتھ مذاہبِ خمسہ کی رو سے فقہی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔
مقالے کا بابِ چہارم بعنوان "زخم اور اسقاط حمل کے متعلق احکام" بھی چار فصول پر مشتمل ہے، جس میں بالترتیب یہ مباحث بیان ہوئے ہیں:
فصلِ اول دفعہ 337G-337Pمیں گاڑی چلا کر ضرر پہنچانا کی سزا، لاپرواہی سے دیے گئے زخم کی سزا، غلطی سے دیے گئے زخم کی سزا، زہر کے ذریعے زخم لگانا، غیر مستوجبِ قصاص زخم، زخم کی صورت میں ولی اور زخم کے قصاص کے نفاذ کا مذاہب خمسہ کی روشنی میں تفصیل دی گئی ہے۔
فصلِ دوم دفعہ 337Q-337Vمیں واحد اعضاء کا ارش، دوہرے اعضاء کا ارش، چوہرے اعضاء کا ارش، انگلیوں کا ارش، دانتوں کا ارش، بالوں کا ارش، بھنؤوں اور پلکوں کے بالوں کے اتلاف کا مع ضمنی مباحث کے تفصیلی تجزیہ دیا گیا ہے۔
فصلِ سوم 337W-337Zمیں ارش کا ادغام، ارش کی ادائیگی، ضمان کی مالیت اور ارش یا ضمان کی تقسیم جیسے اہم دفعات کا مذاہبِ خمسہ کی روشنی میں تقابل کیا گیا ہے۔

بابِ چہارم کے آخری باب فصلِ چہارم دفعہ 300-308E میں اسقاط حمل، اسقاط حمل کی سزا، اسقاط جنین، اسقاط جنین کی سزا اور جرائم میں دست کشی یا صلح کا مع ضمنی مباحث کے، مذاہب خمسہ کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا چار ابواب کے بعد زیرِ نظر خلاصہ، نتائج بحث، تجاویز وسفارشات اور آخر میں علمی فہارس دیے گئے ہیں۔

نتائجِ بحث (Research Findings)

زیرِ نظر تحقیقی مقالہ سے قانون کے متعلق بالعموم اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کے متعلق بالخصوص درج ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

1. کسی ملک کی خوشحالی کافی حد تک اس کے داخلی امن وامان سے جڑی ہوئی ہے، اور داخلی امن وامان کو برقرار رکھنے کے لیے منصفانہ قانون جرم وسزا کا وجود اور اس کا مؤثر نفاذ اولین شرائط میں سے ایک ہے۔

2. پست ماندہ، ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک میں سے ہر ایک بلاکسی امتیاز کے قانون کے نفاذ کا محتاج ہے۔

3.قانون کی اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اسلام نے ۱۴۰۰ سال پہلے پانچ اصول پر اپنا دین قائم کیا ہے، حفظِ نفس کے نام سے انسانی جان کی حفاظت ان میں سے ایک ہے۔

4.پاکستان کے آزاد ہوتے ہی قانون کے نفاذ کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس میں تعزیراتِ ہند کا وہی قانون مجموعہ تعزیرات پاکستان کے نام سے نافذ ہوا جو ۱۸۹۸ء میں برطانوی استعمار نے اپنے اقتدار کے استحکام اور اپنے مخصوص استعماری، معاشی اور ثقافتی مقاصد کے لیے وضع کیا تھا۔

5.مجموعہ تعزیرات پاکستان کے نفاذ کے روز سے دینی مکاتبِ فکر اور عوام کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ ہمارے ملک میں رائج قانون ایک غیر اسلامی قانون ہے۔

6.اسی اعتراض اور تعزیراتِ ہند کے نفاذ کے باوجود مطلوبہ ومتوقع نتائج کا عشر عشیر حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ماہرینِ قانون کو احساس ہوا کہ تعزیراتِ ہند کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے کی ضرورت ہے۔

7.۱۹۷۳ء کے آئین میں اسلامی نظریاتی کونسل قائم کیا گیا تاکہ پاکستان میں نافذ قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے۔

8.اسلامی نظریاتی کونسل نے مجموعہ تعزیرات پاکستان سے متعلق کئی رپورٹس شائع کی ہیں، لیکن ان میں اکثر رپورٹس میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کا بہ حیثیتِ مجموعی جائزہ لیا گیا ہے۔

9.اسلامی نظریاتی کونسل کی بعض اہم سفارشات تا حال معطل پڑے ہیں مثلا عاقلہ اور قسامت، جواسلام کے فوجداری قانون کے انتہائی اہم عناصر ہیں۔ ان کے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامک کریمینل لاز میں سفارشات پیش کیے ہیں لیکن حکومتِ پاکستان کی طرف سے ان کو قانونی شکل نہیں دی گئی ہے۔

10.مجموعہ تعزیرات پاکستان میں کئی دفعات ایسے ہیں جو تمام فقہی مذاہب کے اصول سے ہم آہنگ نہیں ہیں، جب کہ کئی دفعات ایسی بھی ہیں جو ملک میں رائج اکثریتی فقہ (فقہ حنفی) کے اصول سے موافق نہیں ہیں۔

11.زیرِ نظر مقالہ میں قصاص، زخم اور ان سے متعلقہ مباحث کے ہرہر دفعہ کا فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی اور فقہ جعفری کی نصوص کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے اور صراحت کی گئی ہے کہ کون سا دفعہ کس فقہ کا موافق اور کس کا مخالف ہے۔

تجاویز وسفارشات (Suggestions and Recommendation)

1.جدید ٹیکنالوجی اور نت نئے ہتھیار کے وجود میں آنے کی وجہ سے جدید دور میں قانون کے نفاذ کی ضرورت پہلے سے بڑھ گئی ہے، اور اسلام کے ابتدائی دور کے مقابلے میں عصر حاضر میں قانون کے نفاذ کی ضرورت کہیں زیادہ ہے، لہٰذا جس طرح پچھلے دور میں اسلامی اصول کی پابندی کی وجہ سے جزیرہ عرب میں بدامنی کے بعد امن کی فضا پھیل گئی تھی، اس طرح عصر حاضر میں بھی اسلامی اصول اور قوانین کی پابندی سے امن کا حصول یقینی ہے۔

2.اسلامی معاشیات، اسلامی تاریخ، اسلامی معاشرت، اسلامی ثقافت اور اسلامی سیاست کے مقابلے میں اسلامی قانون کی فہم زیادہ ضروری ہے، کیونکہ ان تمام شعبوں میں ترقی امن وامان کے حصول ہی سے ممکن ہے جو کہ معاشرے میں اسلامی قانون کے نفاذ سے حاصل ہوسکتا ہے۔

3.اسلامی احکام ومعاییر کے مطابق انصاف مہیا کرنے کے لیے ایک نئے نظام عدل اور نئے قانونی ضابطوں کی ضرورت کی طرف توجہ منعطف کرانا بے حد ضروری ہے۔

4.اسلامی نظام عدل کے قیام اور حصول کے لیے اسلامی حلقوں کے ساتھ ساتھ ارکان وکارکنان عدلیہ کے لیے تربیتی کورسوں کے اجراء اور اس کی پیش رفت کی ضرورت ہے۔

5.ہمارے قانونی نظام تدریس وتربیت میں قرآن وحدیث وفقہ کے باقاعدہ نصاب کے فقدان کے باعث اعلیٰ عدلیہ کے فاضل ارکان بھی اپنی سطح پر ایسے تربیتی کورسوں کی ضرورت سے مستغنی نہیں ہیں۔

6.پاکستانی قانون کو بالعموم اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کو بالخصوص اسلامی احکام کے مطابق لانے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی مساعی بھی اپنی افادیت کے باوجود متوقعہ نتائج حاصل کرنے سے کافی پیچھے ہیں، لہذا ملک بھر کی قانونی درس گاہوں میں رائج نصابِ قانون میں ٹھوس بنیادی اور دور رس تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے تاکہ قانون کے تمام طلبہ قرآن وحدیث اور فقہ کے فہم وادراک کے ساتھ ساتھ اسلامی مصادر تک براہ راست رسائی حاصل کرسکیں۔

7.اس بات کی انتہائی ضرورت ہے کہ قرآن وسنت اور اسلامی نظام قضاء کی گذشتہ تاریخ سے روشنی حاصل کرتے ہوئے ایک ایسا نظام مرتب کیا جائے جس میں ہر متضرر فریق، فریق مخالف کی قوت اور اثر ورسوخ سے قطع نظر کم از کم وقت میں انصاف حاصل کرسکے اور اس مقصد کے حصول میں متضرر کی مالی حیثیت یا معاشرتی سٹیٹس حائل نہ بن جائے۔

8.فوجداری قوانین انسان کی بقاء اور حفاظت سے جڑی ہوئی ہیں، ان کے نفاذ کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھائے جائیں اور اس میں حائل بننے والی تمام انفرادی واجتماعی قوتوں کو زیر کردیا جائے۔

9.چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے لہذا پاکستان کا اسلامی قانون کو نافذ کرکے اس کی افادیت مغربی دنیا کو دکھا دینی چاہیے تاکہ ان کی طرف سے اسلامی قانون میں مرد وزن کے فرق اور بے انصافی کے حوالہ سے جو اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں، ان کے منہ میں اٹکے رہ جائیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے دینی مدارس کے علماء وفقہاء اور جدید دور کے ماہرینِ قانون کو ایک پلیٹ فارم پر مل بیٹھ کر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

علمی وفنی فہارس:

نمبر شمار	عنوانِ فہرس	صفحہ نمبر
1.	فہرس آیاتِ قرآنیہ	٢٥٩
2.	فہرس احادیثِ نبویہ	٢٦١
3.	فہرسِ اعلام	٢٦٣
4.	فہرسِ قبائل	٢٦٦
5.	فہرسِ بلاد واماکن	٢٦۷
6.	فہرسِ مصادر ومراجع	٢٦٨

فہرسِ آیاتِ قرآنیہ:

آیت کریمہ کا ابتدائی حصہ	سورۃ وآیت نمبر	صفحہ نمبر
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى	سورۃ البقرہ ٢: ١۷٨	٧٧
فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ	سورۃ البقرہ ٢: ١۷٨	١٠٢
وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ	سورۃ آل عمران ٣: ٨١	١٥٨
قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا	سورۃ آل عمران ٣: ٨١	٨٨
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ	سورۃ النساء ۴: ١١	١٥٩

وَاللاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ	سورة النساء ٤: ١٥	٨١
وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا	سورة النساء ۴: ۲۹	۱۳۷
وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِه	سورة النساء ۴: ۹۲	۲۳۰ /۱۵٦
وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلا خَطأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطأً	سورة النساء ۴: ۹۲	۱۲۵
وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا	سورة النساء ۴: ۱۲۸	۱۰۸
إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَادًا	سورة المائده ۵: ۱۳۳	۱۵۲
وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا	سورة المائده ۵: ۳۸	۱۵۱
وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالأنْفَ بِالأنْفِ	سورة المائده ۵: ۴۵	۱٦۵
وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ	سورة المائده ۵: ۴۵	۱۸۰
تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ	سورة المائده ۵: ۱۰٦	۸۱
وَلاَ تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ	سورة الانعام ٦: ۱۵۱	۴۸
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ	سورة توبہ ۹: ۱۲۲	۱۵
قَالُوا يَاشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُول	سورة هود ۱۱: ۹۱	۱۵
الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِين	سورة الحجر ۱۵: ۹۱	۱٦۳
وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالحَقِّ	سورة الاسراء ۱۷: ۳۳	۱۳۷
وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ	سورة الاسراء ۱۷: ۳۳	۹۱
وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ	سورة الاسراء ۱۷: ۴۴	۱۵
ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً	سورة المؤمنون ۲۳: ۱۳	۲۳۲
فَإِذا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ	سورة محمد ۴۷: ۴	۸۱
وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ	سورة هود الطلاق ٦۵: ۴	۲۳۲
بَلِ الإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ	سورة القيامہ ۷۵: ۱۴	۸۸

فہرسِ احادیثِ نبویہ:

١٩	مَطْلُ الغَنِيِّ ظُلْمٌ	١٥٨
٢٠	مَنْ أَوْقَفَ دَابَّةً فِي سَبِيلٍ مِنْ سُبُلِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ فِي سُوقٍ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ	١٣٨
٢١	من قتل مؤمنا متعمدا دفع إلى أولياء المقتول فإن شاءوا قتلوا	١٠٨
٢٢	وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا	٨٨
٢٣	وفي الأنف إذا أوعب جدعه الدية	١٢٦
٢٣	وفي الجائفة ثلث الدية	١٨٨
٢٥	وفي الذكر الدية	١٤٣
٢٦	وَفِي السَّمْعِ مِائَةٌ مِنَ الإِبِلِ	١٤٣
٢٧	وفي السن خمس من الإبل	٢٢٧
٢٨	وفي الصلب الدية	١٤٣
٢٩	وَفِي الْعَقْلِ الدِّيَةُ مِائَةٌ مِنَ الإِبِلِ	١٤٣
٣٠	وفي العينين الدية	١٤٣
٣١	وفي كل أصبع من أصابع اليد والرجل عشر من الإبل	٢٢٦
٣٢	وفي اللسان الدية	١٤٣
٣٣	وفي المأمومة ثلث الدية	١٨٣
٣٣	وفي المشام الدية	١٤٣
٣٥	وفي المنقلة خمس عشرة من الإبل	١٨٣
٣٦	وفي الموضحة خمس من الإبل	١٨١
٣٧	وكان في كتابه أن من أعتبط مؤمنا قتلا عن بينة فإنه قود إلا أن يرضي أولياء المقتول	١٢٦

فہارسِ اعلام:

(جن کے مختصر تراجم اس مقالہ میں لکھے گئے)

تهانوی(محمد اعلی)	۱۸	سبکی (تقی الدین)	۵۵
جرجانی	۱۹	سحنون	۳٦
جعفر صادق	٦۳	سرخسی	۳۱
جوزجانی	۳٤	سفیان ثوری	۳۳
حاجی خلیفہ	۵۳	سنیکی (شیخ الاسلام زکریا)	۵۳
حجاوی	٦۲	سیوطی	۹٤
حر العاملی	٦۸	شافعی	۲۳
حسن بن زیاد	۳۵	شاہ ولی اللہ	۳٦
حصکفی	۴۳	شعبی	۳۰
حطاب	۴۸	شیخ خلیل	۳٦
حلوانی	۳۱	شیخ مفید	٦٦
حماد	۳۳	شیرازی	۵۲
خرقی	۵٤	صاوی	۵۰
خطیب شربینی	۵۵	صفوان بن امیہ	۸۲
خلال	۵٤	ضابئ بن الحارث	۸۳
دردیر	۴۹	ضحاک کلابی	۱۵٦

طحاوی	۳۱	کلینی ابوجعفر	٦۳
طوسی ابوجعفر	٦۴	لخمی	۲۴۳
عائشہ	۲٤	مازری	۴۹
عبد الرزاق	۴۵	ماعز بن مالک	۱۲۱
عبد القادر عودہ	۲۱	مالک بن انس	۲۳
عبد القادر قرشی	۴۰	ماوردی	۲۱
عبد اللہ بن مسعود	۲٤	مجلسی محمد باقر	٦۸
عبد الوہاب	۴۹	محقق حلی	٦۴
عبید اللہ بن مسعود (محبوبی)	۱٤	محمد شفیع	۱۳۲
عثمان بن عفان	۸۳	محمد شیبانی	۲۵
عرفجہ	۸۰	مرادی (ربیع بن سلیمان)	۵۳
علاء الدین بخاریؒ	۸۵	مرداوی	٦۱
علاء الدین سمرقندی	۴۳	مرغینانی	۳۰
علی بن ابی طالب	۲٤	مروزی	۳۹
عمر بن الخطاب	۲٤	مزنی	۵۱
عمر بن عبد العزیز	۳۰	معاذ بن جبل	۲٤
عمرو بن شعیب	۱۲٤	معاویہ	۲۸
غزالی	۱٦	منصور ابوجعفر	۳٤
فیض کاشانی	٦٤	مواق	۴۹
قاضی شریح	۲۸	نسفی	۴۰
قدوری	۴۰	نووی	۵۲
قیروانی (عبد اللہ)	۴۸	ہارون الرشید	۳۳
کاسانی	۴۳	یحیی بن سعید حلی	٦۵

فہارس قبائل

قبیلہ	صفحہ نمبر	قبیلہ	صفحہ نمبر
غامد	۱۲۱	غفار	۸۲
غطفان	۸۲	ہذیل	۱۳۵

فہارسِ بلدان:

(جن کا مختصر تعارف اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے)

نام مقام	صفحہ نمبر	نام مقام	صفحہ نمبر
اصفہان	۳۵	قیروان	۳۶

اورجند	١١	کوفہ	١٠
بصرہ	٣٥	عراق	٢٨
بغداد	٣٢	غزہ	٥٠
پاکستان	٢	مدینہ	٢٨
حجاز	٢٨	مرو	٥٦
حران	٥٨	مصر	٣٥
دمشق	٥٤	مکہ	٢٨
شام	٣٨	واسط	٣٣
فرغانہ	٣٠	ہندوستان	٢
قم	٦٣		

فہارسِ مصادر ومراجع:

Draft ordinance relating to the law of Qisas and Diyat, june 1981, Council of Islamic Ideaology, Sigma Press Urdu Bazar, Rawalpindi, May 2012

Islaic Crimnal laws (Part-1 Hudud), Justice DR. Tanzil ul Rahman, Moosa Printers, Islamabad, 2013

The Qanoon e Shahadat Order, 1984, Barrister A.G Chaudhary, Eastern Law book house, Lahore, 2011

The constitution of the Islamic republic of Pakistan, National Assembly of Pakistan, 20th April, 2010

The Pakistan Penal Code: Irfan Ahmad Saeed, Irfan law book house, Lahore, 1999

احکام القرآن، ابو بکر ابن العربی، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ١٤٢٣ھ/ ٢٠٠٣ء

احیاء علوم الدین، محمد بن محمد غزالی، دار المعرفہ، بیروت

اردو ترجمہ قرآن، مولانا فتح محمد جالندھری، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ١٤٣٠ھ/٢٠٠٩ء

اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب،لاہور، ١٣٨٣ھ/١٩٦٣ء

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن الاثیر جزری، دار الکتاب العربی، بیروت، ١٤٢٧ھ/٢٠٠٦ء

اسنی المطالب فی شرح روضۃ الطالب، زکریا انصاری، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢٢ھ/٢٠٠٠ء

اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابن قیم الجوزیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١١ھ/١٩٩١ء

الاحکام السلطانیہ، ابو الحسن ماوردی، دار الحدیث، قاہرہ

الاختیار لتعلیل المختار، عبد اللہ بن محمود موصلی، دار المعرفہ بیروت، لبنان، [illegible]ھ/ ۱۹۳۷ء
الاختیارات الفقہیہ، احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، دار المعرفہ، بیروت لبنان، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۸ء
الاستبصار فیما اختلف من الاخبار، ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۳ھ و دار الاضواء، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء
الاشباہ والنظائر، السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء
الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ابن حجر عسقلانی، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۲ھ
الاصل المعروف بالمبسوط، محمد بن حسن شیبانی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی
الاعلام، خیر الدین زرکلی، دار العلم للملایین، ۲۰۰۲ء
الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع، خطیب شربینی، دار الفکر، بیروت
الاقناع فی فقہ الامام احمد، ابو النجا موسی بن احمد حجاوی، دار المعرفہ، بیروت لبنان
الاقناع مع حاشیۃ البجیرمی،محمد بن احمد شربینی، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی
الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء، ابن عبد البر، دار الکتب العلمیہ، بیروت
الانساب، عبد الکریم بن محمد سمعانی، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء
الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف، علاء الدین علی بن سلیمان مرداوی، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۴۱۹ھ
بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ابوبکر بن مسعود کاسانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء
بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابن رشد قرطبی، دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحویین واللغات، جلال الدین سیوطی، المکتبۃ العصریہ، صیدا لبنان
بیان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب، ابو الثناء اصفہانی، دار المدنی، السعودیہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
البحر الرائق شرح کنز الدقائق، زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم، دار المعرفہ، بیروت
البدایہ والنہایہ، اسماعیل ابن کثیر، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء
البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، محمد بن علی شوکانی،مطبعۃ السعادہ مصر، ۱۳۴۸ھ
البیان والتحصیل والشرح والتوجیہ والتعلیل لمسائل المستخرجہ، ابو الولید محمد بن احمد، دار الغرب الاسلامی، بیروت لبنان، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء
تاج التراجم، قاسم بن قطلوبغا، دار القلم، دمشق، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
تاج العروس من جواہر القاموس، مرتضی زبیدی محمد بن محمد، دار الہدایہ
تاریخ بغداد،خطیب بغدادی،دار الکتب العربیہ، بیروت
تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، شمس الدین ذہبی، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷
تاریخ الرسل والملوک، محمد بن جریر طبری، دار التراث، بیروت، ۱۳۸۷ء
تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناہج الاحکام، ابراہیم بن علی ابن فرحون، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء
تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، عثمان بن علی زیلعی، المطبعۃ الکبری الامیریہ، بولاق قاہرہ، ۱۳۱۳ھ
تذکرۃ الحفاظ، شمس الدین ذہبی، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء
تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر اسماعیل بن عمر، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

تقریرات الرافعی علی حاشیہ ابن عابدین، عبد القادر رافعی، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان
تکملہ فتح القدیر علی الہدایہ، احمد بن قورد مفتی قاضی زادہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت
تہذیب الاحکام، ابو جعفر طوسی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران بازار سلطانی، ۱۳۹۰ھ
التشریع الجنائی الاسلامی مقارنًا بالقانون الوضعی، ڈاکٹر عبد القادر عودہ، دار الکتاب العربی، بیروت
التعریفات، علی بن محمد جرجانی، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ
التعریفات الفقہیہ، محمد عمیم الاحسان برکتی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء
التوضیح مع شرحہ التلویح، عبید اللہ بن مسعود محبوبی، مکتبۃ صبیح، مصر
جامع بیان العلم وفضلہ، ابن عبد البر، دار ابن الجوزی، المملکۃ العربیۃ السعودیہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء
جامع البیان فی تفسیر القرآن، محمدابن جریرطبری ، دار ہجر، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء
جامع المسائل لابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، دار عالم الفؤاد للنشر والتوزیع، ۱۴۲۲ھ
جواہر الفقہ، مفتی محمد شفیع، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء
الجامع لاحکام القرآن، محمد بن احمد قرطبی، دار عالم الکتب ریاض، سعودیہ عربیہ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء
الجامع للشرائع، یحیی بن سعید حلی، مؤسسۃ سید الشہداء (المطبعۃ العلمیہ)، ۱۴۰۵ھ
الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ، عبد القادر قرشی، میر محمد کتب خانہ، کراچی
الجوہرۃ النیرہ، ابو بکر بن علی الحداد، مطبعہ الخیریہ، پاکستان، ۱۳۲۲ھ
حاشیۃ البجیرمی علی شرح المنہج، سلیمان بن محمد بجیرمی، مطبعہ حلبی، ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء
حاشیۃ البنانی مع شرح الزرقانی، محمد بن حسن بن مسعود بنانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۲ء
حاشیۃ الجمل علی المنہج، شیخ سلیمان الجمل، دار الفکر، بیروت
حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، محمد بن احمد دسوقی، دار الفکر ، بیروت
حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر، احمد بن محمد صاوی، دار المعارف، بیروت
حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، احمد بن محمد طحطاوی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء
حاشیۃ العدوی علی کفایۃ الطالب للربانی، ابو الحسن علی بن احمد، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء
حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ، جلال الدین سیوطی، دار احیاء الکتب العربیہ، مصر، ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء
الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الامام الشافعی، ابو الحسن علی بن محمد ماوردی، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء
خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، محمد امین بن فضل اللہ محبی، دار صادر، بیروت
الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ، ابن حجر عسقلانی، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء
الدر المختار شرح تنویر الابصار، محمد علاء الدین حصکفی، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان
الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذہب، ابن فرحون، ابراہیم بن علی، دار التراث، قاہرہ
ڈوگزر یونیک اسلامی انسائیکلو پیڈیا، احسان اللہ ثاقب، ڈوگرز یونیک پبلشرز، اردو بازار لاہور، ۲۰۱۰ء - ۲۰۱۱ء

الذخیرہ، احمد بن ادریس قرافی، دار الغرب، بیروت، ۱۹۹۴ء
الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، آغا بزرگ طہرانی، دار الاضواء، بیروت، ۱۴۰۳ھ
رپورٹ جائزہ مجموعہ ضابطہ فوجداری، ۱۸۹۸ء، ملاحظات/ مجوزہ ترامیم، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء، اسلامی نظریاتی کونسل، سگما پریس، اسلام آباد
رد المحتار علی الدر المختار، محمد امین ابن عابدین، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء
روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، یحیی بن شرف نووی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء
الرجال، ابو العباس احمد بن علی نجاشی، مؤسسۃ النشر الاسلامی بقم المشرفہ، ایران
الروض المعطار فی خبر الاقطار، عبد المنعم حمیری، مؤسسۃ ناصرۃ للثقافہ، بیروت، ۱۹۸۰ء
سالانہ رپورٹوں کا اشاریہ 1962 – 2006 : ۴۰/ ۴۲، اسلامی نظریاتی کونسل، پرنٹنگ کارپوریشن پاکستان پریس، اسلام آباد
سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید قزوینی، دار الفکر، بیروت
سنن ابی داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، دار الکتاب العربی، بیروت
سنن ترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت
سنن نسائی، احمد بن شعیب، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
سیر اعلام البنلاء، شمس الدین ذہبی، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت لبنان، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء
السنن، علی بن عمر دارقطنی، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء
السنن الکبری، احمد بن حسین بیہقی، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ہند حیدر آباد، ۱۳۴۴ھ
السیاسۃ الشرعیۃ، احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، وزارۃ الشؤون والاوقاف والدعوۃ والارشاد، سعودیہ عربیہ، ۱۴۱۸ھ
شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ابن العماد حنبلی، ۳: ۳۲۰، دار ابن کثیر، ۱۴۰۶ھ
شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام، نجم الدین جعفر بن حسن، انتشارات استقلال، تہران، ۱۴۰۹ھ
شرح منح الجلیل علی مختصر العلامہ خلیل، شیخ علیش، دار صادر، بیروت
شرح الزرقانی علی الموطأ، محمد بن عبد الباقی زرقانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
شرح السیر الکبیر، شمس الائمہ سرخسی، الشرکہ الشرقیہ للاعلانات، ۱۹۷۱ء
شرح مجلہ الاحکام، علامہ خالد اتاسی، مادہ ۲۶
الشافی ترجمہ اصول کافی، سید ظفر حسن، ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ، ناظم آباد۲، کراچی
الشرح الممتع علی زاد المستقنع، محمد بن صالح العثیمین، دار ابن الجوزی، ۱۴۲۲ھ/ ۱۴۲۸ء
صحیح بخاری،محمد بن اسماعیل، دار ابن کثیر، یمامہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء
صحیح مسلم، مسلم بن حجاج قشیری، دار الجیل، بیروت
صفۃ الصفوۃ، ابو الفرج ابن الجوزی، دار الحدیث، قاہرہ مصر، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء
الضوء اللامع لأہل القرن التاسع، شمس الدین سخاوی، دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت
طبقات الشافعیۃ الکبری، تاج الدین سبکی، دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۳ھ
الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیۃ، محمد بن ابی بکر ابن القیم، مطبعۃ المدنی، قاہرہ
عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، شاہ ولی اللہ، المطبعۃ السلفیہ، قاہرہ
العنایہ شرح الہدایہ، محمد بن محمد اکمل الدین بابرتی، دار الفکر، بیروت
فتح الباری شرح صحیح البخاری، ابن حجر عسقلانی، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۷۹ھ
فوات الوفیات، صلاح الدین ا بن شاکر کتبی، دار صادر، بیروت، ۱۹۷۳ء

فوجداری میجر ایکٹس، مجموعہ تعزیرات پاکستان، چوہدری صابر علی پہمیار، عرفان لاء بک ہاؤس نزد ہائیکورٹ، لاہور، ۲۰۱۵ء

فہرس الفہارس والاثبات ومعجم المعاجم والمشیخات والمسلسلات، عبد الحی کتانی، دار الغرب اسلامی، بیروت، ۱۹۸۲ء

الفتاوی الہندیہ، نظام الدین بلخی، دار الفکر، بیروت، ۱۳۱۰ھ

الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وہبہ زخیلی، دار الفکر سوریہ، دمشق

الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، عبد الحی لکھنوی، قدیمی کتب خانہ، کراچی

الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیراونی، احمد بن غنیم نفراوی، مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ

الفہرست، ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، مؤسسۃ نشر الفقاہۃ، ۱۴۱۷ھ

القاموس الجدید [اردو-عربی]، مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی، ادارہ اسلامیات پبلشرز، لاہور کراچی، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

القوانین الفقہیہ، ابن جزی کلبی، دار الفکر، بیروت

کتاب الرجال، ابن داؤد حلی، منشورات المطبعہ الحیدریہ، نجف، ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء

کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، محمد علی تھانوی، مکتبہ لبنان ناشرون، بیروت، ۱۹۹۶ء

کشاف القناع عن متن الاقناع، منصور بن یونس بہوتی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء

کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، علاء الدین عبد العزیز بن احمد،دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۴۱ھ

کنز الدقائق، ابو البرکات نسفی، دار البشائر الاسلامیہ، دار السراج، ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء

الکافی، ابن قدامہ حنبلی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء

الکافی،ابو جعفر کلینی، دار الکتب الاسلامیہ، مرتضی آخوندی تہران، ۱۳۸۸ھ

الکافی فی فقہ اہل المدینہ المالکی، ابن عبد البر مالکی، مکتبہ الریاض، المملکہ العربیۃ السعودیہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

لسان العرب، ابن منظور افریقی، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

اللباب فی تہذیب الانساب، ابن الاثیر جزری، دار صادر، بیروت، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

مجلۃ الاحکام العدلیہ، نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی

مجموع فتاوی ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، دار الوفاء، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

مسائل الخلاف، ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعہ لجماعۃ المدرسین، ۱۴۰۷ھ

معاہدالتنصیص علی شواہد التلخیص، ابو الفتح عبد الرحیم عباسی، دار لکتب العلمیہ، بیروت

معجم مقاییس اللغۃ، ابو الحسین احمد بن فارس، دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

معجم البلدان، یاقوت حموی، دار صادر، بیروت، ۱۹۹۵ء

معجم المطبوعات، یوسف الیان سرکیس، ۱: ۱۵۰، مطبعۃ سرکیس، مصر، ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء

معجم المؤلفین، عمر بن رضا کحالہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت

معرفۃ السنن والاثار، ابوبکر بیہقی، دار الکتب العلمیہ، بیروت

مغنی المحتاج شرح منہاج الطالبین، خطیب شربینی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء

منار السبیل فی شرح الدلیل، ابن ضوبان ابراہیم بن محمد، المکتب الاسلامی، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

منتہی الارادات [دقائق اولی النہی لشرح المنتہی]، ابن النجار محمد بن احمد فتوحی، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

منح الجلیل شرح مختصر خلیل، محمد علیش، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء

من لا یحضره الفقیہ، ابن بابویہ ابو جعفر قمی، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت لبنان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، محمد بن محمد حطاب، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

میزان الاعتدال فی نقد الرجال، شمس الدین ذہبی، دار المعرفہ، بیروت لبنان، ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء

المبسوط، ابوبکر محمد بن ابی سہل سرخسی، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

المجموع شرح المہذب، یحیی بن شرف نووی، دار الفکر، بیروت

المدونۃ الکبری، مالک بن انس، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان

المذہب الحنفی، احمد بن نصیر الدین النقیب، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

المستدرک علی الصحیحین، محمد بن عبد اللہ حاکم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء

المستصفی، ابوحامد محمد بن محمد غزالی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

المسند، احمد بن حنبل شیبانی، مؤسسۃ قرطبہ، قاہرہ

المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، ابو العباس احمد بن محمد حموی، المکتبۃ العلمیہ، بیروت

المصنف، عبد الرزاق ابن ہمام صنعانی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ

المعجم الکبیر، ابو القاسم طبرانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت

المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبلی الشیبانی، ابن قدامہ حنبلی، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء

المفردات فی غریب القرآن، راغب اصفہانی، دار العلم الدار الشامیہ، دمشق بیروت، ۱۴۱۲ھ

المقصد الارشد فی ذکر اصحاب الامام احمد، ابراہیم بن محمد ابن مفلح، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

الموافقات، ابراہیم بن موسی شاطبی، دار المعرفہ، بیروت

الموسوعہ العربیہ العالمیہ، مادہ عراق، مکتبۃ صید الفوائد،
www.saaid.net/book/index.php

الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ کویت، دار السلاسل، کویت، ۱۴۰۳ھ/۱۴۲۷ء

المہذب فی فقہ الامام الشافعی، ابراہیم بن علی شیرازی، دار الکتب العلمیہ، بیروت

نصب الرایۃ لاحادیث الہدایہ، عبد اللہ بن یوسف زیلعی، مؤسسۃ الریان، بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

نہایۃ المحتاج، محمد بن ابی العباس رملی، مصطفی البابی الحلبی، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء

نیل المارب بشرح دلیل الطالب، عبد القادر بن عمر شیبانی، مکتبۃ الفلاح، کویت، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

النافع الکبیر مع شرح الجامع الصغیر، عبد الحی لکھنوی، عالم الکتب بیروت، ۱۴۰۶ھ

النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ابن الاثیر جزری، المکتبۃ العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

وفیات الاعیان وأنباء أبناء الزمان، احمد بن محمد ابن خلکان، دار صادر، بیروت، ۱۹۹۴ء

الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی، علی بن ابی بکر مرغینانی، المکتبۃ الاسلامیہ، بیروت